NOIS BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226016
UNIVERSAL
LIBRARY

نوٹ:- جو صاحب مجلد کتب قرآن طبع جدید سے چہارم تعجیت پیشگی ضرور روانہ کرنا چاہیے

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

الحمد للہ

کہ کتاب لاجواب مشہور و متداول علم در دست اصحاب گنجینہ فقہ حنفیہ عطر

تعلیمات آلیہ خلاصہ سنت نبویہ مسمّی بہ قدوری کا اردو ترجمہ موسوم بہ

اشراق نوری

ترجمہ اردو

قدوری

جسمیں جا بجا ترجمہ کتاب کے بعض مسائل عام فہم بنانیکے لیے فوائد کا اضافہ کردیا گیا ہے

حسب فرمایش جناب حاجی محمد سعید صاحب تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر ۸۵ و ۲۰۰

نہایت اہتمام اور تصحیح سے محمد شفیع نے

مطبع مجددی کانپور میں چھپوا کر شائع کی

عاجز کے کارخانے سے ہر قسم کی کتابیں بہ نرخ تاجرانہ جلد بکفایت بذریعہ ویلیو پے ایبل روانہ ہوتی ہیں

المشتہر حاجی محمد سعید صاحب تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر ۸۵

1952

۲۹۷۶۳۶۱

۶۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے اور بہتر انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے اور درود اور سلام اللہ کے رسول محمد پر اور آپ کی آل اور تمام اصحاب پر ہو

کتاب الطہارۃ

اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ

اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے موہوں کو اور کہنیوں تک

وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ

ہاتھوں کو دھوؤ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور دونوں ٹخنوں تک پیروں کو دھوؤ

فائدہ غسل کے معنے اعضا وغیرہ پر پانی بہانے کے ہیں اور چہرہ کی حد لمبائی میں پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک ہے اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے اسی وجہ سے جو سپیدی رخسارے اور کانوں کے درمیان ہیں ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کا دھونا واجب یعنی ضروری ہے جو ہدایہ اور اکثر معتبر کتابوں میں اسی طرح ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے اور آیۃ اَرْجُلَکُمْ کا عطف زبر کی قراءت کے مطابق وجوہ اور ایدی پر ہے معنے یہ ہیں کہ تم اپنے منہ اور ہاتھوں اور پیروں کو

دھوڈالو۔ بعض قاریوں نے محض کسرہ قریب ہونے کی وجہ سے اسے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے اور
رافضیوں کا مذہب یہ ہے کہ پیروں پر بھی مسح ہی کرنا چاہیئے۔ رؤس پر عطف کرکے کسرہ کی قرارت کو وہ
اپنی حجت کہتے ہیں ہماری طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ کسرہ محض مجاورۃ اور قربت کے لحاظ سے ہے اور
لحاظ لفظوں میں ہے نہ کہ معنے میں بھی۔ جوہرہ میں اسی طرح ہے (صاحب) ہدایہ فرماتے ہیں کہ
ارجلکم پر کسرہ پڑھنا محض مجاورۃ کے لحاظ سے ہے اسکے علاوہ امام باقر نے زین العابدین سے انھوں نے
حسن بن علیؓ سے انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے وضو کیا اور دونوں پیر دھوئے
پھر فرمایا کہ میں تمھیں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کس طرح کرتے تھے آپکا طریقہ بھی
یہی تھا جس طرح اب میں نے کیا ہے اسی طرح حارث نے حضرت علی سے روایت کی ہے آپ کہتے تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں پیروں کو دھوڈالا کرو ویسا کہ تمھیں حکم ہے اور
نقل ہے کہ رافضیوں کا ایک مجتہد کلینی پڑھا رہا تھا اسکے گرد اگرد بہت سے طالب علم بیٹھے ہوئے تھے یکایک
علیؓ بن ابوطالب کی یہی حدیث کلینی میں نکل آئی اس پر سب طالب علم تعجب کی نگاہ سے ایک دوسرے کو
دیکھنے لگے کیونکہ وہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کے موافق تھی پھر مجتہد سے پوچھا اس نے کہا اس
کی شرح اٹھالاؤ وہ شرح لائے تو اس میں یہ نکلا کہ ان دنوں علیؓ نے تقیہ کر رکھا تھا اس جواب سے
خود مجتہد کو اور بھی زیادہ تعجب ہوا اس نے مجھ کہا اور بہت (یعنی چیخ کر) کہا کہ میرے خیال میں تو اس کا
جواب سوائے اسکے اور کوئی نہیں آسکتا کہ اس حدیث کے راویوں میں سے قدح کیا گیا ہے (نعوذ باللہ
من ذلک) ترجمہ وضو میں چار فرض ہیں تین اعضا کا دھونا اور سر کا مسح کرنا۔ فائدہ تین اعضا سے
مراد منہ دونوں ہاتھ دونوں پیر ہیں حقیقت میں یہ اعضا چھ ہیں مگر تین ان کو اسلئے کہدیا ہے کہ دونوں
ہاتھ اور دونوں پیر بمنزلہ دو اعضا کے شمار کئے گئے ہیں۔ ترجمہ دونوں کہنیاں اور دونوں ٹخنے بھی
ہمارے تینوں علماء (یعنی امام ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ امام محمدؒ) کے نزدیک فرض غسل میں داخل ہیں
امام زفرؒ کا اس میں خلاف ہے اور سر کے مسح میں پیشانی کی مقدار مسح فرض ہے اور یہی مقدار چوتھائی سر
کی ہے کیونکہ مغیرہ بن شعبہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ڈلائو پر پہونچے وہاں آپ نے
پیشاب کرکے چوٹا استنجا کیا اور وضو کیا اور پیشانی کی مقدار سر کا مسح کیا اور جرابوں پر بھی مسح کیا وضو میں
یہ (نو) چیزیں سنت ہیں جسوقت کوئی سو کر اٹھے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین تین
مرتبہ دونوں ہاتھوں کو دھونا۔ ابتدار وضو کے وقت بسم اللہ پڑھنا مسواک کرنا کلی کرنا ناک میں پانی دینا
دونوں کانوں کا مسح کرنا۔ ڈاڑھی اور سب انگلیوں میں خلال کرنا۔ تین تین دفعہ ہر عضو کو دھونا۔

وضو کرنیوالے کے لیے مستحب امور یہ (چھ) ہیں وضو کی نیت کرنا۔ سارے سر کا مسح کرنا۔ ترتیب وضو کا لحاظ رکھنا یعنی جسطرح اللہ نے تعلیم دی ہے اسی طریقہ سے کرنا داہنے عضو سے شروع کرنا اور پے در پے ہر عضو کو دھونا۔ گردن کا مسح کرنا داہنے اعضو سے مراد یہ ہے کہ بائیں ہاتھ سے پہلے داہنے ہاتھ کو دھوئے اور بائیں پیر سے پہلے داہنے پیر کو دھوئے صحیح روایت کے مطابق یہی طریقہ افضل ہے ترجمہ اور وضو ان چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے جو دونوں راستوں (یعنی پیشاب اور پاخانہ کی جگہ) سے نکلیں ف پیشاب کی جگہ سے نکلنے والی یہ ہیں پیشاب منی۔ مذی۔ ودی۔ سنگریزہ۔ کیڑا حیض اور استحاضہ کا خون جو عورتوں کو بالغ ہونے کے بعد آتا ہے۔ پیچھے سے نکلنے والی یہ چیزیں ہیں پیچ۔ کیڑا۔ پاخانہ۔ وغیرہ ان سب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے صاحب قدوری کی عبارت سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جو چیزیں ان راستوں سے نکلیں اُنسے وضو ٹوٹ جاتا ہے آیا یہ اسی طرح ہے ہم کہتے ہیں کہ جو پیچ مرد کے ذکر اور عورت کی فرج سے نکلے صحیح مذہب کے مطابق اُس سے وضو نہیں ٹوٹتا ہاں اگر عورت مفضاۃ ہو تو اسکو وضو کر لینا مستحب ہے واجب نہیں ہے کیونکہ اسکے بارے میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ شاید پیچ پیچھے ہی سے نکلی ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائیگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ پیشاب کی جگہ سے نکلی ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹیگا اور وضو یقیناً تھا اور ٹوٹنے میں شک ہے فقط شک سے وضو نہیں جائیگا ہاں شک رفع کرنیکے لئے وضو کر لینا مستحب ہے ترجمہ خون اور پیپ اور کچلو جسوقت بدن سے نکلکر اپنی جگہ سے بہ جائیں تو اس جگہ کو بھی پاک کرنا لازم ہے اور قے جسوقت منھ بھر کر ہو اور سونا لیٹ کر ہو یا تکیہ لگا کر یا کسی ایسی چیز کے سہارے سے کہ اگر اُسکو علیٰحدہ کر دیا جائے تو یہ گر جائے اور بیہوشی کے باعث عقل نہ رہنی اور دیوانہ ہو جانا (یہ سب ناقض وضو ہیں) اور قہقہے کے ساتھ ہنسنا بھی ناقض وضو ہے لیکن اُس نماز میں جسمیں رکوع سجدہ ہو (چنانچہ جنازہ کی نماز اور سجدۂ تلاوت میں ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا) ف قے کی پانچ قسمیں ہیں فقط پانی نکلے یا کھانا یا خون یا صفرا یا بلغم پہلی تینوں صورتوں میں جس وقت قے منھ بھر کے ہو گی وضو ٹوٹ جائیگا اور اس سے کم ہو گی تو نہیں ٹوٹیگا۔ اور بلغم کی قے ہونے میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں جاتا اگرچہ منھ بھر کے بھی ہو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جسوقت منھ بھر کے ہو گی تو وضو جاتا رہیگا اور یہ خلاف اسی صورت میں ہے جسوقت بلغم پیٹ سے آئے اگر دماغ سے آئے تو اس صورت میں کسی کے نزدیک بھی اس سے وضو نہیں جاتا یہ اجماعی مسئلہ ہے کیونکہ وہ تو اصل میں رینٹ ہوتا ہے باقی رہا خون سو اگر وہ غلیظ جما ہوا ہو تو جبتک منھ بھر کر قے نہ ہو گی وضو نہیں جائیگا اور اگر نرم ہو تو خواہ تھوڑا ہو یا بہت شیخین کے نزدیک اُس سے وضو ٹوٹ جائیگا اور امام محمدؒ سے بھی اور خلاصوں جیسا حکم دیتے ہیں کہ جبتک اُسکی قے منھ بھر کے نہ ہو گی تو وضو نہ جائیگا ورنہ وہ

ناقض وضو ہے وجنبیں امام محمدؒ کے قول کو صحیح کہا ہے اور یہ خلاف اس صورت میں ہے کہ خون پیٹ سے آئے اگر دماغ سے آئیگا تو تھوڑا ہو یا بہت وہ بالاتفاق ناقض وضو ہے یعنی اُس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ترجمہ غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔ کلی کرنا۔ ناک میں پانی دینا۔ سارے بدن پر پانی بہانا ف یہ تینوں چیزیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فرض ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک ان تینوں کے علاوہ چوتھے بدن کو ملنا بھی فرض ہے امام شافعیؒ ان دونوں کے مخالف ہیں اُنکے نزدیک فقط دو ہی چیزیں فرض ہیں نیت کرنا۔ اور سب عضو ونکو دھونا۔ ترجمہ غسل کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نہانیوالا اول اپنے دونوں ہاتھ اور شرمگاہ کو دھوئے پھر اگر بدن پر کچھ نجاست کہیں لگی ہوئی ہو تو اُسکو (پانی سے) زائل کرے پھر ایسا ہی وضو کرے جیسا نماز کے لئے کیا جاتا ہے ہاں پیروں کو نہ دھوئے پھر اپنے سر سے لیکر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے اور اس جگہ سے علیحدہ ہو کر اب دونوں پیروں کو دھوئے ف اگر کوئی نشیب کی جگہ میں کھڑا ہو کر نہائے تو اس صورت میں بیشک پیروں کو نہانے کے بعد دھوئے اور اگر کہیں اونچی جگہ کھڑا ہو کر نہاتا ہے تو پیروں کو بھی وضو کے ساتھ ہی دھوئے اسکے علاوہ صحیح مذہب کے مطابق ایکدفعہ سارے بدن کا دھونا تو فرض ہے اور بعد میں دو دفعہ دھونا سنت ہے اور یہ تمام احکام غسل جنابت کے ہیں۔ ترجمہ غسل میں عورت کے ذمہ مینڈھیوں کا کھولنا لازم اور ضروری نہیں ہے لیکن اُسی وقت کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہونچ جائے۔ ترجمہ غسل لازم کرنے والی یہ چیزیں ہیں مرد وعورت سے شہوت کے ساتھ کود کر منی کا نکلنا حشفہ کا یا اسکی مقدار کٹا ہوا حصہ کا اندام نہانی میں غائب ہونا اگرچہ انزال نہ ہو۔ عورت کا حیض ونفاس سے پاک ہونا۔ فائدہ یہ چاروں غسل مذکورہ فرض ہیں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ منی خواہ کسی طرح نکلے یعنی شہوت سے یا بلا شہوت غسل کرنا لازم ہے انکی دلیل یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الماء من الماء یعنی منی نکلنے سے غسل کرنا لازم ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول ہے کہ اذا الحریکن بحذف الماء فلا تغتسل (یعنی جس وقت منی کود کے نہ نکلے تو تم غسل نہ کیا کرو) اور یہ ظاہر ہے کہ کود کر منی کا نکلنا شہوت ہی کے وقت ہوتا ہے پھر امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہونا معتبر ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک منی نکلتے وقت شہوت کا ہونا معتبر ہے۔ ترجمہ جمعہ عیدین۔ احرام عمرہ (چاروں) کے لئے غسل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون فرمایا ہے۔ مذی اور ودی میں غسل کرنا لازم نہیں ہے اور ان میں وضو کرنا لازم ہے۔ فائدہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من اتی الجمعۃ فلیغتسل یعنی جو شخص جمعہ میں آنے کا ارادہ کرے اُسے غسل کر لینا چاہیئے ہم کہتے ہیں کہ یہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے کیونکہ دوسری حدیث

میں یہ بھی آیا ہے کہ من توضأ یوم الجمعۃ فبہا ونعمت ومن اغتسل فھو افضل یعنی جس نے جمعہ کے دن وضو کرلیا وہ بھی بہتر اور اچھا ہے اور جس نے غسل کرلیا تو یہ اور بھی افضل ہے اور جمہور سلف اور خلف کا یہی مذہب ہے فقہاء کا قول بھی یہی ہے کہ یہ غسل مسنون ہے واجب نہیں ہے اور غسل واجب مُردے کو غسل دینا ہے اور جس وقت لڑکا بالغ ہو یا کافر مسلمان ہو تو اُسے غسل کرلینا مستحب ہے۔ ترجمہ بارش اور جھیلوں اور چشموں اور کنوؤں اور دریاؤں کے پانی سے وضو وغیرہ کرلینا جائز ہے اور اس پانی سے جائز نہیں ہے جو کسی گھاس وغیرہ اور پھل سے نچوڑ لیا گیا ہو اور نہ ایسے پانی سے جائز ہے جس پر کوئی اور شے غالب آگر پانی کی طبیعت سے اُسے نکالدے جیسے سب قسم کے شربت۔ سرکہ۔ شوربا۔ باقلا اور گاجر کا پانی۔ گلاب فائدہ پانی کی دو قسمیں ہیں مطلق مقید مطلق پانی وہ ہیں جن سے ترجمہ میں وضو وغیرہ کرلینا جائز کہا گیا ہے اور مقید وہ ہیں جن سے وضو وغیرہ جائز نہیں کہا گیا ہاں اگر کہیں نجاست لگ گئی ہو تو ان مقید پانیوں سے اسکو دھولینا جائز ہے۔ پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ہے جس پانی کی کسی چیز کے ملجانے سے یہ حالت باقی نہ رہے اُس سے وضو وغیرہ جائز نہیں ہے ترجمہ اور اس پانی سے وضو وغیرہ کرنا جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز ملکر اُس کے ایک وصف کو بدلدے جیسے ورکا پانی اور وہ پانی جس میں اشنان صابن زعفران ملا ہوا ہو۔ فائدہ پانی کے تین وصف ہیں رنگ۔ مزہ۔ بو۔ اگر پانی میں کسی پاک چیز کے ملجانے یا ایک جگہ دیر تک ٹھیرے رہنے سے ان میں سے ایک وصف بدل جاتا ہے تو اس پانی سے وضو جائز ہے اور اگر دو وصف جاتے رہیں تو اس سے جائز نہیں ہے ترجمہ اور جس وقت کسی ٹھیرے ہوئے پانی میں کچھ نجاست گر جائے خواہ تھوڑا ہو یا بہت تو اس پانی سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاست سے پانی کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ الخ یعنی ٹھیرے ہوئے پانی میں نہ پیشاب کرنا چاہئے اور نہ نجاست کا غسل کرنا چاہئے اور فرمایا اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ الخ یعنی جس وقت تم میں سے کوئی سوکر اُٹھے تو وہ اپنے ہاتھ کو تین دفعہ دھوئے بغیر برتن میں نہ ڈالدے اُسے خبر نہیں کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں کہاں پہنچا ہے۔ فائدہ ٹھیرے ہوئے پانی میں نجاست گر جانے پر اس سے وضو جائز نہ ہونا اس صورت میں ہے جبکہ وہ پانی دس در دہ نہ ہو جیسے اکثر مسجدوں میں حوض بنے ہوتے ہیں جو کہ دس در دہ ہوتے ہیں اگر ایسے حوض میں نجاست گر جانے پر بھی وضو کرنا جائز ہے ترجمہ لیکن جاری پانی میں جسوقت نجاست گر جائے تو اس سے وضو کرلینا جائز ہے جب تک کہ اس نجاست کا اثر معلوم نہ ہو کیونکہ جاری پانی میں نجاست ٹھیرا نہیں کرتی۔ فائدہ نجاست کے اثر سے یہ مراد ہے کہ اس کا رنگ اور مزہ اور بو پانی میں معلوم نہ ہو اور یہ حکم رقیق نجاست کا ہے لیکن جسوقت پانی میں

کوئی مرا ہوا جانور پڑا ہو تو اگر اسکا اکثر حصّہ یا نصف پانی میں ہے تو اس پانی کا استعمال جائز نہیں ہے اور اگر کم حصّہ پانی میں ہے اور زیادہ حصّہ باہر ہے اور پانی خوب زور سے بہہ رہا ہے تو اس کو استعمال میں لانا جائز ہے جسوقت اس میں نجاست کا اثر معلوم نہ ہو۔ ترجمہ اور غدیر عظیم (یعنی بڑا حوض) وہ ہے جسکے ایک طرف جنبش دینے سے دوسری طرف جنبش نہ ہو جس وقت اسمیں ایک طرف نجاست گر جائے تو دوسری طرف نہ لیا جائز ہے کیونکہ ظاہر ہی ہے کہ اس طرف نجاست نہ پہونچی ہوگی ف جسمیں ایک طرف جنبش دینے سے دوسری طرف جنبش نہ ہو اسے آب کثیر کہتے ہیں فقہا نے اسکی مقدار وہ دردہ مقرر کردی ہے اور اگر ادھر جنبش دینے سے اُدھر بھی جنبش ہو تو اس پانی میں نجاست گر جانے پر اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے ترجمہ جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہے مثلاً مچھر مکھی بھڑ پسو انکے پانی میں مرجانے سے پانی خراب نہیں ہوتا اور نہ انکا مرجانا ایسے خراب ہوتا ہے جو پانی ہی میں رہتے ہیں جیسے مچھلی۔ مینڈک۔ کیکڑا۔ ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کھانے یا پینے کی چیز میں کوئی ایسا جانور گر جائے جسمیں بہتا ہوا خون نہ ہو تو اس چیز کا کھانا پینا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ ناپاک کرنیوالا وہی خون ہوتا ہے کہ جسکے اجزا اُس جانور کے مرتے وقت اُس چیز میں ملجائیں یہانتک کہ ذبح کیا ہوا جانور اسی لیے حلال ہوتا ہے کہ اسمیں خون نہیں ہوتا علیٰ ہذا القیاس ان جانوروں میں بھی خون نہیں ہے اور حرام ہونے کے لئے نجاست کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسے مٹی کہ پاک نہیں لیکن اسکا کھانا حرام ہے ترجمہ اور مستعمل پانی کا استعمال طہارت احداث میں جائز نہیں ہے اور مستعمل پانی وہ ہے جس سے کوئی ناپاکی دور کی گئی ہو یا قربت الٰہی کے ارادہ سے بدن میں کیا گیا ہو ف طہارت احداث سے یہ مراد ہے کہ وضو ٹوٹ جانے کے بعد پھر وضو کرے اور مستعمل پانی میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اس پانی کا حکم مثل نجاست خفیفہ کے ہے یعنی جیسے جانوروں کا پیشاب جنکا گوشت کھانا حلال ہے کہ اگر چوتھائی کپڑے سے زیادہ بھر جائے تو تو اس سے نماز جائز نہ ہوگی اور اگر کم لگے تو نماز جائز ہے یہی حکم امام کے نزدیک مستعمل پانی کا ہے امام محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے لیکن دوسری چیز کو پاک نہیں کرسکتا یعنی وضو اس سے جائز نہیں ہے امام زفر کے نزدیک مثل نجاست غلیظہ کے ہے یعنی جیسے خون اور شراب وغیرہ کہ اگر یہ چیزیں اور مستعمل پانی کسی کپڑے وغیرہ پر مقدار درہم سے زیادہ لگجائیں تو بلا پاک کیے نماز نہ ہوگی اور اگر کم لگیں تو نماز ہوجائیگی ف ترجمہ میں پاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ ثواب کے لئے وضو کرے ترجمہ اور ہر کھال دباغت دینے سے پاک ہوجاتی ہے اس پر نماز پڑھنا اور وضو کرنا جائز ہے سوائے سور اور آدمی کی کھال کے۔ فائدہ یعنی ان دونوں کی کھالوں پر دباغت کے

بعد بھی نماز وغیرہ نہیں ہوتی سور کی کھال پر تو بوجہ پلیدی کے اور آدمی کی کھال پر بوجہ اُسکی بزرگی کے کہ نماز کے لیے نیچے بچھانے میں اسکی اہانت ہوگی۔ ترجمہ مردار جانور کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں۔ فائدہ یعنی ہمارے علماء کے نزدیک جسوقت ان میں خون وغیرہ کوئی آلایش نہ لگی ہوئی ہو ورنہ آلایش کی وجہ سے ناپاک ہونگے۔ ترجمہ۔ اور جب کنویں میں نجاست گر جائے تو اول اس نجاست کو نکالا جائے اور پھر کنویں کو پاک کرنے کے لیے اس کا سارا پانی نکالا جائے پھر اگر اس میں چوہا یا چڑیا یا مولا یا گھونگا یا چھپکلی گر کے مرگئی ہے تو ڈول کے چھوٹے بڑے ہونے کے اعتبار سے بیس سے لیکر تیس تک ڈول نکالے جائیں فائدہ بیس ڈول نکالنے ضروری ہیں اور تیس نکالنے مستحب ہیں۔ ترجمہ اور اگر کبوتر یا مرغی یا بلی گر کر مرگئی ہے تو اس صورت میں چالیس سے لیکر پچاس تک ڈول نکالے جائیں۔ فائدہ۔ ایک روایت میں ساٹھ تک نکالنے بھی ہیں لیکن اس طرح کہ چالیس نکالنے ضروری ہیں اور اس سے زیادہ نکالدینے مستحب ہیں کیونکہ ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ اُنھوں نے اُس کنویں کے بارے میں فرمایا جس میں مرغی گر کے مرگئی تھی کہ اس میں سے چالیس ڈول پانی نکالدیا جائے اور اگر کنویں میں دو چوہے گر کے مرجائیں تو اس صورت میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کا قول یہ ہے کہ بیس سے تیس تک ڈول نکالیں اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چالیس سے ساٹھ تک ڈول نکالیں اور اگر تین چوہے گر جائیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چالیس سے لیکر ساٹھ تک نکالیں اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک وہی بیس سے تیس تک ہیں اگر چار چوہے گر کے مرجائیں تب بھی یہی حکم ہے اور پانچ چوہے گر کے مرجائیں تو بالاتفاق چالیس سے ساٹھ تک ڈول نکالیں اور اگر چھ یا سات یا آٹھ یا نو گریں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر دس گر جائیں تو ان کا حکم ایک بکری کا سا ہے یعنی اس کنویں کا سارا پانی نکالنا چاہئے۔ ترجمہ اور اگر اس میں کتا یا بکری یا آدمی گر کے مرجائے تو اس کا سارا پانی نکالا جائے فائدہ کتے کا کنویں میں گر کے مرنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر وہ زندہ بھی نکل آئیگا تب بھی سارا ہی پانی نکالا جائے گا اور یہی حکم اُن سب جانوروں کا ہے جنکا جھوٹا ناپاک یا مشکوک ہے اگرچہ وہ زندہ نکل آئیں اور جس جانور کا جھوٹا مکروہ ہے اُس کے کنویں میں گر جانے پر کنویں کا پانی بھی مکروہ ہوگا جس وقت وہ زندہ نکل آئیں تو اُس میں سے دس ڈول پانی نکالدیا جائے۔ ترجمہ۔ اور اگر حیوان کنویں میں گر کے پھول جائے یا پھٹ جائے تو اُس کا سارا پانی نکالنا چاہئے خواہ حیوان چھوٹا ہو خواہ بڑا ہو اور ڈولوں کی گنتی اُس اوسط درجہ کے ڈول سے اعتبار کرلی جائیگی جو ان شہروں کے کنوؤں پر روزمرہ استعمال کیا جاتا ہو پس اگر ایک چرس سے اس قدر پانی نکالا گیا جو اوسط درجہ کے بہت سے ڈولوں سے نکلتا تو اس اوسط درجہ کے ڈول سے اس کا حساب

کرلیا جائیگا۔ **فائدہ** ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک ڈولوں کی گنتی شرط نہیں ہے اور امام زفر کے نزدیک شرط ہے مثلاً اگر ایک ڈول ایسا کھینچا گیا جس میں اوسط درجہ کے بیس ڈولوں کا پانی آسکتا ہے تو اس ایک ڈول کو تینوں اماموں کے نزدیک بیس ڈول شمار کرینگے اور امام زفر کے نزدیک یہ ایک ہی ڈول شمار ہوگا اور اُنیس ڈول اور ایسے ہی کھینچنے پر کنواں پاک ہوگا اور فتویٰ ائمہ ثلاثہ کے قول پر ہے۔ ترجمہ اور اگر کنواں جاری ہے جو صاف نہیں ہوسکتا حالانکہ اس کا صاف کرنا ضروری ہے تو اس کے پانی کا اندازہ کرکے اس میں سے اُتنا ہی پانی نکالدیں **فائدہ** کنوئیں کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا سوت کھلا ہوا ہو جس قدر پانی اسمیں سے نکالیں اتنا ہی اور آجائے اور ترجمہ میں اُتنا ہی پانی نکالدینے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اعتبار فقط اسی پانی کا ہے جو بجاست کنوئیں میں گرنے کے وقت تھا اندازہ کرنے کے بعد جس وقت اتنا پانی نکالدیا جائیگا تو وہ کنواں پاک ہوجائیگا اگرچہ سوت کھلا ہوا ہونے کی وجہ سے اس کا پانی کم بھی نہ ہو۔ ترجمہ۔ اور امام محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اُنھوں نے فرمایا کہ ایسے کنوئیں میں جسے دو سو سے لیکر تین سو تک ڈول نکالدئے جائیں **فائدہ** اس مسئلہ میں ائمہ ثلثہ کے مختلف اقوال ہیں امام ابوحنیفہ سے تین قول مروی ہیں ایک یہ کہ ایسے کنوئیں میں سے ستر ڈول پانی نکالدیں دوسرا قول یہ ہے کہ دو سو ڈول تیسرا قول یہ ہے کہ سارا پانی نکالیں لیکن سارے پانی نکالنے کی کچھ تفصیل مروی نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے بھی چند قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ جن لوگوں کو پانی کے اندازہ کرنے کا ملکہ ہو جتنا وہ کہیں اُتنا ہی پانی نکالدیا جائے دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے پانی کو ناپ کر گہرائی چوڑائی میں اسکی برابر ایک گڑھا کھودیں اور سب اس میں ڈالتے جائیں جس وقت وہ گڑھا بھر جائے تب سمجھ لیں کہ اب یہ کنواں پاک ہوگیا ہے۔ اور امام محمد کے بھی دو قول ہیں ایک قول میں دو سو ڈولوں سے ڈھائی سو تک ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے اور دوسرے میں ڈھائی سو سے تین سو تک ہیں۔ ترجمہ۔ اور جس وقت کنوئیں میں سے مرا ہوا چوہا وغیرہ نکلے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے اور نہ وہ پھولا پھٹا ہے تو جن لوگوں نے اس سے وضو کیا ہو وہ ایک دن رات کی نمازوں کو لوٹائیں اور اُن سب چیزوں کو دھوئیں جنکو اُس کا پانی لگا ہو اور اگر وہ جانور پھول گیا ہے یا پھٹ گیا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے موافق تین دن رات کی نمازیں لوٹائیں اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کا قول یہ ہے کہ جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ یہ جانور کب گرا ہے اُن لوگوں کے ذمہ کسی چیز کا لوٹانا نہیں ہے اور آدمی کا اور اُن جانوروں کا جھوٹا پاک ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور کتے سور درندگی درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے اور بلی اور کبوتر گدھ اور

شکاری پرندوں کا اور اُن جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے جو گھروں میں رہتے ہیں جیسے سانپ چوہا (وغیرہ) فائدہ صحیح مذہب یہ ہے کہ ان جانوروں کا جھوٹا مکروہ تنزیہ ہوتا ہے۔ ترجمہ گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے پس اگر کسی کے پاس یہی (مشکوک) پانی (اور پاک مٹی) ہے اور پانی نہیں ہے تو وہ وضو اور تیمم دونوں کرے اور ان میں جو سے چاہے شروع کرے۔ فائدہ ائمہ ثلثہ کا اس پر اتفاق ہے کہ وضو اور تیمم کی تقدیم و تاخیر میں اُس شخص کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے مقدم مؤخر کرے لیکن امام زفر کا قول یہ ہے کہ پہلے وضو کرے پھر تیمم کرے۔

باب التیمم

تیمم کے مسائل

ترجمہ جو شخص مسافر ہو اور (سفر میں) اُسے پانی نہ ملے یا کوئی شہر سے باہر ہو اور اُس کے اور شہر کے درمیان ایک میل کے قریب یا اس سے زیادہ فاصلہ ہو یا پانی ملجائے لیکن یہ مریض ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر پانی کو استعمال کریگا تو مرض اور بڑھ جائیگا یا جُنبی کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر پانی سے غسل کیا تو سردی سے مرجائیگا یا بیمار ہو جائیگا تو ایسے لوگ پاک مٹی سے تیمم کرلیں۔ فائدہ۔ اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ کوئی جنازہ آجائے اور اسکا ولی وارث کوئی اور ہو یا کوئی عید کی نماز پڑھنے کے لیے عید گاہ وغیرہ میں گیا اور نماز طیار ہے اور یہ اندیشہ ہے کہ وضو کرنے تک نماز جاتی رہے گی تو جائز ہے کہ تیمم کرے جیسا کہ آگے تن میں اسکا بیان آئیگا ترجمہ تیمم کی دو ضربیں ہیں ایک کو منہ کے اور دوسری کو دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک۔ فائدہ کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَۃٌ لِلْوَجْہِ وَضَرْبَۃٌ لِلْیَدَیْنِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ (یعنی تیمم دو ضربوں کا نام ہے ایک منہ کے لیے اور دوسری دونوں ہاتھوں کے لیے) پیروں پر تیمم نہیں ہوتا اور تیمم میں استیعاب ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ وضو کے قایم مقام ہوتا ہے اور اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ تیمم کرتے ہوئے انگلیوں میں خلال کرے اور انگوٹھی نکال لے تاکہ تیمم میں نقص نہ رہے۔ ترجمہ جنابت اور حدث میں تیمم یکساں ہے۔ فائدہ یعنی فعل میں بھی اور وقت میں بھی کیونکہ مروی ہے کہ کچھ لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہم ریتی کے رہنے والے ہیں ہمیں ایک ایک اور دو دو مہینے تک پانی نہیں ملتا اور ہم میں جُنبی وغیرہ سب طرح کے آدمی ہوتے ہیں حضور نے فرمایا کہ تم پاک مٹی سے تیمم کرتے رہا کرو۔ ترجمہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اُن چیزوں سے تیمم کرنا جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہوں جیسے مٹی۔ ریت۔ پتھر جست۔ تلی۔ چونہ۔ سرمہ

ٹھہرتا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ مٹی اور ریت کے سوا اور کہیں سے جائز نہیں ہے۔ فائدہ زمین کی جنس سے مراد یہ ہے کہ دھات کی قسم سے نہ ہو پس جو چیز گلانے سے گل جائے اس سے تیمم جائز نہیں ہے۔ جیسے سونا۔ چاندی۔ تانبا پیتل۔ رانگ وغیرہ۔ ترجمہ۔ نیت تیمم میں فرض ہے اور وضو میں مستحب ہے۔ فائدہ یعنی تینوں اماموں کے نزدیک اور امام زفر کا قول یہ ہے کہ دونوں میں مستحب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں میں فرض ہے۔ ترجمہ۔ اور تیمم اُن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے کہ جن سے وضو ٹوٹتا ہے اور تیمم پانی کے دیکھنے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے جس وقت کہ اُس کے استعمال کی قدرت ہو اور تیمم پاک ہی مٹی سے کرنا جائز ہے۔ فائدہ پاک ہی مٹی سے تیمم جائز ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اللہ کے قول صَعِیْدًا طَیِّبًا میں طیب سے مراد پاک ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ مٹی پاکی کا ذریعہ ہے پس اسے بھی فی نفسہ پاک ہونا چاہئے جیسے کہ پانی۔ ترجمہ اور جس شخص کو پانی نہ ملے اور (نماز کے) آخر وقت تک پانی ملجانے کی اُمید ہو تو اُسکے لیے نماز کو آخر وقت تک مؤخر کر دینا مستحب ہے۔ فائدہ یہاں اُمید سے مراد یقین یا ظن غالب ہے اور اگر ایسی اُمید پانی ملجانے کی نہ ہو تو پھر مستحب وقت سے نماز کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے ترجمہ۔ پس اگر پانی ملگیا تو وضو کرکے نماز پڑھ لے ورنہ تیمم ہی سے جسقدر فرائض اور نوافل چاہے پڑھ لے۔ فائدہ۔ یہ حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک ہے کہ ایک تیمم سے کئی وقتوں کے فرض ادا کرنے جائز ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ ایک تیمم سے ایک ہی وقت کے فرض ادا کر سکتا ہے چند فرض اس سے ادا کرنے جائز نہیں ہیں ہاں نفلیں جسقدر چاہے ادا کرے ترجمہ اور جس وقت کوئی جنازہ آجائے اور اُس کا ولی کوئی اور ہو اور یہ خوف ہو کہ اگر وضو کیا تو جنازہ کی نماز جاتی رہیگی تو ایسی صورت میں تندرست مقیم کے لیے بھی جائز ہے کہ تیمم کرکے (اس جنازہ کی) نماز پڑھ لے فائدہ۔ ولی اور ہونے کی قید اسلیے ہے کہ اسے تیمم سے پڑھنی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ دوبارہ بھی پڑھ سکتا ہے اور اس صورت میں تیمم سے نماز جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِذَا جَاءَتْکَ جَنَازَۃٌ وَاَنْتَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَتَیَمَّمْ (یعنی اگر تمہارے پاس کوئی جنازہ آجائے اور تمھیں وضو نہ ہو تو (اُسکی نماز کے لیے تم تیمم کرلیا کرو) ترجمہ۔ اور یہی حکم اُس شخص کے لیے بھی ہے کہ جو عید گاہ (وغیرہ) میں نماز کے لیے گیا اور یہ خوف ہوا کہ اگر اب وضو کیا تو عید کی نماز فوت ہوجائیگی (تو یہ بھی تیمم کرکے نماز پڑھ لے) اور اگر کسی جمعہ پڑھنے والے کو یہ خوف ہوا کہ وضو کرنے تک جمعہ جاتا رہیگا تو اُسے وضو ہی کرنا چاہئے پھر اگر جمعہ ملجائے تو جمعہ کی نماز پڑھ لے ورنہ ظہر کے چار فرض پڑھ لے۔ فائدہ مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے لیے تیمم نہ کرے کیونکہ جمعہ نہ ملنے پر ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے ترجمہ۔ اور اسی طرح اگر

نماز کا وقت تنگ ہو گیا ہو اور یہ خوف ہو کہ اگر وضو کیا تو وقت بالکل جاتا رہیگا یہ شخص بھی تیمم نہ کرے بلکہ وضو کر کے اپنی قضا نماز پڑھ لے اور جب مسافر اپنے اسباب میں پانی رکھکر بھول گیا اور اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر اُس وقت پانی یاد آگیا تو امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک نماز کو نہ پھیرے اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ پھیرے **فائدہ** مسافر کی قید یہاں اتفاقی ہے کیونکہ اس صورت میں مقیم کا بھی یہی حکم ہے چنانچہ قاضیخاں میں اسکی تصریح ہے مصنف نے یہ قید اس لیے بڑھادی ہے کہ اکثر مسافر ہی پانی ساتھ رکھا کرتے ہیں اور اسباب میں رکھنے کی قید اسلیئے ہے کہ اگر پانی سواری کے اوپر تھا یا اُسکی گردن میں لٹکا ہوا تھا یا سامنے رکھا ہوا تھا پھر بھی اُس نے بھول کر تیمم سے نماز پڑھ لی تو یہ نماز بالاتفاق جایز نہ ہوگی کیونکہ اس بھولنے کا اعتبار نہیں ہے ترجمہ۔ جس وقت تیمم کرنے والے کو غالب گمان یہ نہ ہو کہ میرے قریب پانی ہے تو اسپر پانی کا تلاش کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر اُسے یہ غالب گمان ہے کہ یہاں کہیں پانی ہے تو پانی کو تلاش کئے بغیر اُسے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ **فائدہ**۔ یہ حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک ہے کہ اگر پانی قریب ہونے کی کوئی علامت مثلاً سبزی یا کھاے وغیرہ کچھ معلوم ہوں تو اُسے پانی تلاش کرنا ضروری ہے اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ خواہ کوئی علامت معلوم ہو یا نہ ہو وہ شخص اپنے چاروں طرف دائیں بائیں آگے پیچھے ایک ایک میل پانی کو تلاش کرے اگر نہ ملے تب تیمم کر کے نماز پڑھے اور اگر کوئی اور کسی تلاش کرنے والے کو بھیجدے تو اسکا تلاش کرنا اسکی طرف سے کافی ہو جائیگا۔ ترجمہ۔ اور اگر سفر میں اپنے ساتھی کے پاس پانی ہے تو چاہیئے کہ تیمم کرنے سے پہلے اُس سے پانی مانگے پس اگر وہ نہ دے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے **فائدہ** اور اگر وہ دیدے تو وضو کر کے نماز پڑھے پانی مانگنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ غالب گمان یہی ہے کہ وہ اتنا پانی دیدیگا۔ اور اگر بلا مانگے نماز پڑھ لی پھر وہ پانی دینے لگا تو اب نماز کو نہ پھیرے اور اگر اسنے پانی مانگا اور اُس نے نہ دیا اور اُس نے تیمم سے نماز پڑھ لی پھر دوسرا ساتھی پانی دینے لگا تو اب بھی نماز کو نہ پھیرے

باب المسح علی الخفین

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

ترجمہ۔ موزوں پر مسح کرنا سنت کی وجہ سے جایز ہے ایسے حدث سے جو باعث وضو ہو اور جسوقت وضو کی حالت میں موزوں کو پہنکر حدث ہوا ہو۔ **فائدہ** ایسے حدث سے جو باعث وضو ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو حدث باعث غسل ہو اس میں موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور سنت کی وجہ سے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسح کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ترجمہ۔ پس اگر مقیم ہے تو ایک

رات دن مسح کرے اور اگر مسافر ہے تو تین رات دن کرے۔ **فائدہ** کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یَمْسَحُ الْمُقِیْمُ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً وَالْمُسَافِرُ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیَھَا یعنی مقیم ایک رات دن مسح کرے اور مسافر تین رات دن۔ **ترجمہ**۔ اور مسح کا زمانہ حدث کے بعد سے شروع ہوتا ہے (یعنی حدث کے وقت سے نہ کہ پہننے کے وقت سے)۔ **فائدہ** مثلاً کسی نے صبح کے وقت وضو کرکے موزوں کو پہن لیا پھر ظہر کے وقت اُسے حدث ہوا تو دوسرے روز ظہر ہی کے وقت مسح باطل ہوگا کیونکہ ظہر ہی کے وقت سے مسح کا زمانہ بھی شروع ہوا تھا۔ **ترجمہ**۔ اور موزوں کا مسح اُنکے اوپر کرنا چاہیے اس طرح کہ پیروں کی اُنگلیوں سے لیکر پنڈلی تک ہاتھوں کی اُنگلیوں سے (سیدھے) خط ہوجائیں۔ **فائدہ**۔ اس مسح کا مسنون طریقہ یہی ہے جو متن میں بیان ہوا ہے اور اگر کسی نے ہتیلی سے کرلیا تب بھی صحیح ہوجائیگا مسح کی صورت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی اُنگلیاں دائیں پیر کی اُنگلیوں پر اور بائیں ہاتھ کی اُنگلیاں بائیں پیر کی اُنگلیوں پر رکھکر ایک دفعہ ہی پنڈلی کی طرف کو تخنے سے اوپر تک کھینچ دے اور اُنگلیوں کو کشادہ رکھے یہی مسنون ہے ہمارے نزدیک یہ مسح فقط اوپر ہی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں طرف ہے۔ **ترجمہ**۔ اور (اس مسح میں) ہاتھوں کی اُنگلیوں میں سے تین اُنگلیوں کی مقدار فرض ہے۔ **فائدہ** یعنی اگر تین ثابت اُنگلیوں سے مسح نہ کیا بلکہ کم سے کیا تو وہ مسح نہ ہوگا۔ **ترجمہ** اور ایسے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں ہے جس میں زیادہ پٹھن جو یعنی پیر کی تین اُنگلیاں نظر آتی ہوں اور اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے۔ **فائدہ** اس جائز ہونے کی یہ وجہ ہے کہ عادۃً موزہ تھوڑا سا پھٹا ہوا ہوتا ہی ہے پس زیادہ تنگی نہ ہونے کے لئے یہ معاف ہے اور یہ حکم ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ اگر چند سوراخ سوئی کی نوک کی برابر بھی ہوں تو مسح جائز نہیں ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب تک وہ اس موزہ کو پہن کر راہ چل سکتا ہے اُس پر مسح جائز ہے۔ **ترجمہ** اور ایسے شخص کا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے جسپر غسل واجب ہو **فائدہ** یعنی جنبی کو موزہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جنابت عادۃً ہر وقت نہیں ہوتی لہٰذا موزوں کے نکالنے میں زیادہ حرج نہیں ہے بخلاف حدث کے کہ وہ اکثر ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ **ترجمہ** اور جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہی موزوں کے مسح کو بھی توڑتی ہیں اور اُسے موزوں کا نکالنا اور مدت کا تمام ہونا بھی توڑ دیتا ہے۔ **فائدہ** یعنی وضو ٹوٹنے کے بعد موزوں کے نکالنے سے بھی مسح جاتا رہتا ہے کیونکہ موزہ حدث کے اثر سے مانع ہوتا ہے اور جب موزہ نکال لیا تو مانع نہ ہونے کی وجہ سے حدث کا اثر پیر میں ہوجاتا ہے اور بعض علماء نے موزہ کی پھٹن کو بھی اس مسح کی توڑنے والی چیزوں میں شمار کیا ہے

موزوں

ترجمہ پس جب مسح کی مدت تمام ہو جائے (اور وضو ہو) تو دونوں کو نکال کر پیروں کو دھوئے اور نماز پڑھے اور باقی وضو کو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فائدہ۔ یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے کہ مدت تمام ہونے کے بعد اگر وضو ہے تو فقط پیر دھوئے اور سارا وضو نہ کرے ورنہ از سر نو وضو کرے اور شافعیؒ کے نزدیک وضو ہو یا نہ ہو از سر نو وضو کرے۔ ترجمہ اور اگر کسی مقیم نے مسح شروع کیا پھر ایک رات دن تمام ہونے سے پہلے وہ مسافر ہو گیا تو پورے تین دن رات مسح کرے اور اگر کسی مسافر نے مسح شروع کیا تھا پھر وہ مقیم ہو گیا (یعنی شہر میں اپنے پہونچ گیا یا اقامت کی نیت کر لی) تو اگر وہ ایک رات دن یا اس سے زیادہ مسح کر چکا ہے تو موزوں کو نکال لے (اور پیروں کو دھوئے) اور اگر اس سے کم کیا ہے تو ایک رات دن پورا مسح کرے اور جس نے موزے کے اوپر جرموق پہن لی تو وہ اسی پر مسح کرلے۔ فائدہ۔ جرموق ایک قسم کا جوتا ہوتا ہے جسے موزے پر پہنتے ہیں وہ سارے قدم کو مع کسی قدر پنڈلی کے ڈھک لیتا ہے اس پر مسح جائز ہے۔ ترجمہ۔ جرابوں پر مسح کرنا (امام ابوحنیفہ کے نزدیک) جائز نہیں ہے ہاں اگر وہ مجلد یا منعل ہوں اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز ہے جبوقت وہ ایسی ثخین ہوں کہ ان میں سے پیر کی کھال نظر نہ آتی ہو۔ فائدہ۔ مجلد اس کو کہتے ہیں جس پر ہر طرف چمڑا لگا ہوا ہو اور منعل وہ ہے کہ جس کے صرف تلے پر چمڑا لگا ہوا ہو اور اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جراب سخت بنی ہوئی یعنی ثخین ہو اور مجلد یا منعل بھی ہو تو اس پر بالاتفاق مسح جائز ہے دوسرے یہ کہ سخت بنی ہوئی نہ ہو اور مجلد یا منعل بھی نہ ہو تو اس پر بالاتفاق جائز نہیں ہے تیسری صورت میں اختلاف ہے وہ صورت یہ ہے کہ سخت بنی ہوئی ہو اور مجلد اور منعل نہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے چوتھے یہ کہ صرف مجلد یا منعل ہو تو اس پر بھی بالاتفاق جائز ہے ترجمہ پگڑی۔ ٹوپی برقع۔ دستانہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے فائدہ کیونکہ ان چیزوں کے نکالنے اور اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور آسانی حرج ہی رفع کرنے کے لیے کیجاتی ہے۔ ترجمہ اور زخم پر پٹی بندھی ہوئی) پٹیوں پر مسح کرنا جائز ہے اگرچہ بے وضو باندھی ہوں پس اگر کوئی پٹی بغیر زخم کے اچھے ہوئے کھل کر گر پڑے تو مسح باطل نہ ہوگا اور اگر زخم اچھا ہونے پر گرے تو مسح باطل ہو جائے گا فائدہ موزے اور پٹی کے مسح میں کئی فرق ہیں ایک یہ کہ موزے کے مسح کی مدت مقرر ہے اور پٹی کے مسح کی مقرر نہیں ہے دوسرے یہ کہ اگر موزہ بے وضو پہنا ہو تو اس پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پٹی بے وضو باندھ لی ہو تو اس پر مسح کرنا جائز ہے تیسرے یہ کہ اگر موزہ پیر سے نکل جائے تو مسح باطل ہو جاتا ہے اور اگر پٹی بغیر زخم کے اچھے ہونے کے کھل کے گر پڑے تو مسح باطل نہ ہوگا۔

باب الحیض

حیض کے مسائل

ترجمہ حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور تین رات ہیں اور جو (خون) اس سے بھی کم آئے تو وہ حیض نہیں استحاضہ ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کے دس دن ہیں اور جو اس سے بھی زیادہ ہو جائے تو وہ بھی استحاضہ ہے۔ **فائدہ** یہ حکم جو متن میں مذکور ہے یہ امام ابوحنیفہ رح اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک کم مدت ایک روز ہے اور زیادہ مدت پندرہ روز اور امام مالک کے نزدیک کم مدت ایک ساعت ہے اور زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں۔ **ترجمہ** اور جو عورت حیض کے دنوں میں (خون کا رنگ) سُرخ۔ زرد۔ سیاہ۔ دیکھے تو یہ سب حیض ہے یہاں تک کہ خالص سفید رنگ دیکھے **فائدہ** یعنی جب عورت خالص سفیدی دیکھے تو اس کے حیض کے دن ختم ہو گئے اور وہ پاک ہو گئی۔ اور حیض کے سیاہ خون میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک شروع اور آخر میں سیاہی حیض ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک شروع میں سیاہ خون آئے تو حیض نہیں اور آخر میں آئے تو حیض ہے۔ **ترجمہ** اور حیض حیض والی کے (ذمہ) سے نماز کو ساقط اور اُسے روزہ رکھنا حرام کر دیتا ہے اور روزہ قضا کیا جاتا ہے (یعنی بعد میں رکھ دیا جاتا ہے) اور نماز قضا نہیں کیجاتی اور نہ اُس عورت کو مسجد میں جانا جایز ہے اور نہ خانہ کعبہ کا طواف کرنا جائز ہے اور نہ اس کا خاوند اُس کے پاس آئے (یعنی صحبت نہ کرے) اور نہ حائض اور جنبی کو قرآن شریف پڑھنا جائز ہے اور نہ بے وضو (اور حیض والی) کو بغیر غلاف کے قرآن شریف کا چھونا جائز ہے۔ **فائدہ** حیض کے یہ سات احکام ہیں جو متن میں بیان ہوئے ہیں انکے علاوہ آٹھواں حکم اس کا یہ بھی ہے کہ اگر اُس کا خاوند اُسے طلاق دیدے تو تین حیض اس کی عدت میں گذارے اگر قرآن شریف کی چولی اُس میں سلی ہوئی ہے تو وہ بھی قرآن کے حکم میں ہے ورنہ اُسے ہاتھ لگانا جایز ہے متن میں غلاف سے مراد جزدان ہے۔ **ترجمہ** اور جب حیض کا خون (آنا) دس روز سے پہلے موقوف ہو جائے تو اس سے صحبت جایز نہیں ہے یہانتک کہ وہ غسل کرلے یا اس پر ایک کامل نماز کا وقت گذر جائے اور اگر اُس کا خون دس روز میں موقوف ہوا ہے تو اُس سے صحبت غسل سے پہلے بھی جائز ہے **فائدہ** یہ حکم چارے ائمہ ثلثہ کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک اس صورت کا بھی یہی حکم ہے کہ بغیر غسل کے صحبت جائز نہیں ہے **ترجمہ** اور جب حیض کے دنوں میں دو خونوں کے بیچ میں پاکی ہو جائے (یعنی خون آتا آتا بند ہو جائے

تو یہ جاری خون کے حکم میں ہے۔ فائدہ یعنی دس روز کے اندر اگر دو خونوں کے بیچ میں پاکی واقع ہو تو یہ پاکی بھی مثل خون جاری کے ہے۔ ترجمہ۔ اور پاکی کے کم از کم پندرہ روز ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ فائدہ یعنی جب عورت پاک رہنے لگے تو وہ نماز روزہ سب کرے اگرچہ ساری عمر اسی طرح گذر جائے۔ ترجمہ اور استحاضہ کا خون وہ ہے جو تین روز سے کم یا دس روز سے زیادہ تک آئے۔ فائدہ۔ اصل میں استحاضہ کے پانچ خون ہیں دو یہ جو تین میں بیان ہوئے اور تیسرا وہ کہ جو نو برس کی عمر سے پہلے آئے چوتھا وہ کہ جو حمل کی حالت میں آئے پانچواں وہ کہ جو ولادت کے بعد پندرہ روز سے زیادہ تک آئے۔ ترجمہ۔ پس اس کا حکم مثل نکسیر کے حکم کے ہے کہ نماز اور روزہ اور صحبت کو منع نہیں کرتا اور جب خون دس روز سے زیادہ آئے اور اس عورت کی عادت مقرر ہے تو عادت ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے فائدہ اس رجوع کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ عادت کے ایام کے بعد اس نے جو نمازیں ترک کی ہیں ان کی قضا کرے اور اگر کسی کی عادت مقرر نہیں ہے تو اس کے دس روز حیض کے ہوں گے اور باقی استحاضہ کے۔ ترجمہ۔ اور اگر عورت استحاضہ ہی کی حالت میں بالغ ہوئی تو ہر مہینے کے دس روز حیض میں شمار ہوں گے اور باقی استحاضہ میں اور مستحاضہ عورت اور جسے مسلسل ابول ہو یا ہر وقت نکسیر جاری رہتی ہو یا نابینا ہو تو یہ لوگ ہر وقت کی نماز کے لیے نیا وضو کیا کریں اور وقت کے اندر اس وضو سے جس قدر فرض اور نفلیں چاہیں پڑھ سکتے ہیں اور جب وقت نکل جائیگا تو ان کا وضو باطل ہو جائیگا اور ان کو ہر نماز کے لیے جدید وضو کرنا لازم ہے فائدہ فقہاء کی اصطلاح میں مسلس البول وغیرہ مرض والوں کو صاحب عذر کہتے ہیں ہمارے علماء کے نزدیک وقت رہنے تک یہ جس قدر چاہیں ایک وضو سے نماز پڑھ سکتے ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک فرض اور نفلیں جس قدر چاہیں پڑھ سکتے ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک فقط ایک فرض اور ایک ہی نفل پڑھ سکتے ہیں اس کے علاوہ فقہاء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ صاحب عذر کا وضو وقت نکلنے سے باطل ہوتا ہے یا کہ دوسرا وقت شروع ہو جانے سے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ فقط وقت نکلنے سے باطل ہوتا ہے اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ایک وقت نکلنے اور دوسرا وقت شروع ہونے دونوں سے باطل ہوتا ہے اور امام زفر کے نزدیک دوسرے وقت کے شروع ہو جانے ہی سے باطل ہوتا ہے اس اختلاف کی ثمرہ [illegible] میں ظاہر ہوگا مثلاً اگر کسی صاحب عذر نے صبح کی نماز وضو کر کے پڑھی تو ہمارے علماء کے نزدیک اس وضو سے چاشت کی نماز نہیں پڑھ سکتا

اسی پر فتوے ہے کیونکہ صبح کا وقت نکل جانے سے اس کا وضو باطل ہو چکا ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک چاشت کی نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک دوسرا وقت شروع ہونے سے وضو باطل ہوگا اور اسی طرح اگر کسی نے چاشت کی نماز کے لیے وضو کیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک نہیں پڑھ سکتا اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا بھی ہے

ترجمہ اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آئے اور جو خون حاملہ عورت کو آئے یا بچہ پیدا ہونے سے پہلے ولادت کے وقت آئے وہ استحاضہ ہے۔

فائدہ - اگرچہ یہ خون حیض کے نصاب کو پہونچ جائے تب بھی یہ استحاضہ ہی شمار ہوگا کیونکہ حاملہ کو حیض نہیں آیا کرتا اس کی وجہ یہ ہے کہ رحم کا منہ بچہ اندر رہونے کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے اور حیض و نفاس کا خون رحم ہی سے آتا ہے بخلاف استحاضہ کے کہ وہ فرج سے آتا ہے نہ کہ رحم سے۔ **ترجمہ** نفاس کی کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہیں اور جو اس سے زیادہ دنوں تک آئے وہ استحاضہ ہے۔ **فائدہ** - یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی کہ مدت کی تو کوئی حد نہیں ہے لیکن زیادہ مدت کے ان کے نزدیک ساٹھ دن ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک ستر دن۔ **ترجمہ** اور جب چالیس روز سے زیادہ دنوں تک خون آئے اور نفاس میں اس عورت کی پہلے سے کوئی عادت مقرر ہو تو اس کی عادت ہی کے ایام کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر اس کی کوئی عادت مقرر نہ تھی تو چالیس دن اس کے نفاس کے ہوں گے (اور باقی استحاضہ کے) **فائدہ** اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کی کوئی عادت مقرر نہیں ہے جس کا لحاظ کیا جائے گا تو نفاس کی زیادہ مدت کو لے لیں گے کیونکہ اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ **ترجمہ** - اگر کسی عورت کے دو بچے جڑواں پیدا ہوں تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آیا ہے وہی نفاس مانا جائیگا اور امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ دوسرے بچہ کے بعد سے شمار ہوگا۔

باب الانجاس

نجاستوں کے مسائل

ترجمہ نماز پڑھنے والے کو اپنا بدن اور اپنا کپڑا اور جس جگہ نماز پڑھتا ہے تینوں کو نجاست سے پاک کرنا واجب ہے۔ **فائدہ** یہاں جگہ سے اپنے کھڑے ہونے اور سجدہ کرنے اور بیٹھنے کی جگہ مراد ہے۔ **ترجمہ** اور نجاست کو پانی سے اور ہر ایک ایسی بہنے والی چیز سے جو ناپاک ہے جس سے وہ نجاست زائل ہو جائے جیسے سرکہ اور گلاب۔ **فائدہ** پانی سے مطلق پانی مراد ہے اور گلاب وغیرہ سے مقید پانی مقصود ہے

نجاست کو مطلق پانی سے تو بالاتفاق دھونا جائز ہے لیکن مقید پانی سے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے ترجمہ۔ اور جب کوئی جسم دار نجاست موزے کو لگ کے خشک ہو جائے تو اسے زمین سے مل کر اس سے نماز پڑھ لینی جائز ہے۔ فائدہ جسم دار نجاست سے مراد ہے کہ خشک ہو جانے کے بعد اس کا رنگ اور اثر باقی رہے جیسے لید۔ گوبر۔ پاخانہ۔ خون منی ہوتے ہیں ان کا حکم نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے یہ ہے کہ اگر ترے تو موزے کو دھونا چاہیئے اور اگر خشک ہو گیا ہے تو فقط زمین سے مل دینا کافی ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک خشک ہو یا تر ہو دھونے ہی سے پاک ہوگا۔ ترجمہ منی ناپاک ہے تر کو دھونا واجب ہے اور جب کپڑے پر لگ کے خشک ہو جائے تو پھر اُسے ہاتھوں سے مل دینا کافی ہے۔ فائدہ یہ حکم امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک کپڑا بدون دھوئے پاک نہیں ہوتا۔ ترجمہ۔ اور جس وقت نجاست آئینہ کو یا تلوار کو لگ جائے تو ان دونوں کو مل دینا ہی کافی ہے۔ فائدہ یہ حکم بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان کو بھی دھونا لازم ہے ترجمہ اور اگر نجاست زمین کو لگ کر دھوپ سے خشک ہو جائے اور اس کا نشان (بالکل) جاتا رہے تو اس جگہ نماز پڑھنی جائز ہے اور اس سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے فائدہ۔ یہ حکم امام ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی جائز نہیں ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک دونوں جائز ہیں۔ ترجمہ اور جس (کے کپڑے وغیرہ) کو ایک درم کی برابر یا اس سے کم نجاست غلیظہ جیسے خون۔ پیشاب۔ پاخانہ۔ شراب (وغیرہ) لگ جائے تو اس سے نماز پڑھنی جائز ہے اور اگر زیادہ لگ جائے تو نہیں ہے۔ فائدہ درم سے کم ہونے سے مراد یہ ہے کہ سوئی کی نوک کی برابر نہیں نہیں چھینٹیں پڑ جائیں چونکہ ان سے بچنا مشکل ہے اس لیے یہ معاف ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان سے بھی کپڑا وغیرہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ ترجمہ۔ اور اگر کپڑے وغیرہ کو نجاست خفیفہ لگ جائے جیسے اُن جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے تو جب تک چوتھائی کپڑا نہ بھرے اُس سے نماز ہو جاتی ہے۔ فائدہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے یہ حکم جو متن میں مذکور ہوا امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر سارا کپڑا بھی تر ہو جائے تب بھی اس کپڑے سے نماز جائز ہے۔ ترجمہ۔ اور جس نجاست کو دھونا واجب ہے اُس کا پاک کرنا دو طرح پر ہے پس جو نجاست آنکھوں سے معلوم ہوتی ہو (یعنی رنگ دار ہو) تو اُس کا پاک ہونا یہی ہے کہ اُس کا اثر اور رنگ جاتا رہے

ہاں اگر ایسا داغ ہے کہ اُس کا جانا مشکل ہے تو وہ معاف ہے اور جو نجاست آنکھوں سے نظر نہ آتی ہو تو اُسکا پاک ہونا یہ ہے کہ اسقدر دھوئے کہ دھونے والے کو غالب گمان یہ ہو جائے کہ اب کپڑا پاک ہو گیا ہے۔ فائدہ داغ کھونے میں مشکل ہونے سے یہ مراد ہے کہ پانی کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت پڑے جیسے صابون وغیرہ تو ایسا کرنا واجب نہیں ہے اور اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ عین نجاست زائل ہونے کے بعد دھونا ضروری نہیں ہے۔ ترجمہ استنجا کرنا سنّت (موکدہ) ہے پتھر اور ڈھیلے وغیرہ (پاک) چیزیں اسکے لیے کافی ہیں مخرج کو یہاں تک پونچھے کہ صاف ہو جائے اور اس میں کوئی عدد مسنون (معین) نہیں ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اور اگر نجاست اپنے مخرج سے تجاوز کر جائے تو اُس کو پانی سے یا (ہر) بہنے والی چیز سے دھونا لازم ہے۔ فائدہ امام محمد کا قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں قطعاً پانی ہی سے دھونے سے پاک ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ پانی کے علاوہ اور تمام بہنے والی چیزوں سے بھی دھونا جائز ہے جیسے گلاب وغیرہ کہ جن سے نجاست زائل ہو جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ترجمہ ہڈی اور لید اور کھانے کی چیز (جیسے نمک وغیرہ) اور داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا جائز نہیں ہے۔ فائدہ بعض علماء نے استنجے کی چھ قسمیں لکھی ہیں (۱) فرض۔ (۲) واجب (۳) سنّت (۴) مستحب (۵) مکروہ۔ (۶) بدعت۔ فرض وہ ہے کہ نجاست مخرج کے علاوہ ایک درہم سے زیادہ بدن کو لگ گئی ہو۔ واجب وہ ہے کہ ایک درہم کی برابر ہو۔ سنّت وہ ہے کہ ایک درہم سے کم ہو۔ مستحب وہ ہے کہ ناپاکی نے مخرج سے تجاوز نہ کیا ہو۔ مکروہ وہ ہے جو داہنے ہاتھ سے استنجا کرے۔ بدعت وہ ہے کہ کوئی چیز لگی نہ ہو اور استنجا کرے

کتاب الصلوٰۃ

نماز اور اُس کے وقتوں کے مسائل

ترجمہ جب صبح صادق ہو تو وہ فجر کی نماز کا اول وقت ہے اور صبح صادق ایک سپیدی ہے جو آسمان کے کناروں میں پھیلتی ہے اور فجر کی نماز کا آخر وقت وہ ہے کہ جب تک آفتاب طلوع نہ ہو اور جب آفتاب ڈھل جائے تو ظہر کا اول وقت ہو جاتا ہے اور اُس کا آخر وقت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے سوا دو مثل ہو جائے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ڈھل جائے تو ظہر کا آخر وقت ہو جاتا ہے اور جب دونوں قولوں کے مطابق ظہر کا وقت نکل جائے تو وہ عصر کا اول وقت ہے اور آخر وقت عصر کا وہ ہے کہ جب تک آفتاب غروب نہ ہو اور جب آفتاب غروب ہو جائے تو وہ مغرب کا

اول وقت ہے اور آخر وقت اس کا وہ ہے کہ جب تک شفق نہ چھپے اور شفق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ سپیدی ہے جو سرخی کے بعد آسمان کے کناروں میں معلوم ہوا کرتی ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ اس سرخی ہی کو شفق فرماتے ہیں اور جب یہ شفق چھپ جائے تو عشا کا اول وقت ہو جاتا ہے اور آخر وقت عشا کا اُس وقت تک ہے کہ جب تک صبح صادق نہ ہو اور وتروں کا اول وقت عشا کی نماز کے بعد ہے اور ان کا آخر وقت وہ ہے کہ جب تک صبح صادق نہ ہو **فائدہ** امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر اور عشا کی نماز کا وقت ایک ہی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اول فرض پڑھے پھر سنتیں پھر وتر اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وتروں کا وقت عشا کی نماز کے بعد ہی ہوتا ہے اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوگا مثلاً کسی شخص نے عشا کی نماز پڑھی اور پھر وتروں کو آخر شب میں پڑھا بعد میں اُسے یاد آیا کہ میں نے عشا کی نماز بے وضو پڑھی ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فقط عشا کی نماز کو پھیر لینا چاہیے وتروں کے پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وتر اور عشا کی نماز دونوں کو پھیرے۔ **ترجمہ** اور صبح کی نماز وقتی میں پڑھنا اور ظہر کی نماز گرمی کی موسم میں ٹھنڈا کر کے پڑھنا اور جاڑوں میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے ہاں ہذا القیاس عصر کو اس قدر مؤخر کرنا کہ دھوپ میں زردی نہ آئے اور مغرب کو اول وقت پڑھنا اور عشا کو ثلث رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور جس شخص کو تہجد پڑھنے کا شوق ہو اُس کے لیے وتروں کو آخر شب تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور اگر (تہجد کے وقت) آنکھ کھلنے پر اعتماد نہ ہو تو وتروں کو سونے سے پہلے پڑھ لے۔ **فائدہ** اس کی وجہ یہ ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا یَقُوْمَ مِنَ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَهٗ الحدیث یعنی جسے یہ اندیشہ ہو کہ میں آخر شب میں نہ اُٹھ سکوں گا تو اسے اول ہی شب میں وتر پڑھ لینے چاہییں۔

باب الاذان

اذان کے مسائل

ترجمہ پانچوں (وقت کی) نمازوں اور جمعہ کے لئے اذان پڑھنا سنت ہے نہ کہ اَوروں کے لیے **فائدہ** دوسروں کے لیے یعنی جیسے وتر تراویح جنازہ اور عید کی نماز خسوف اور کسوف کی نماز کہ اُن کے لیے اذان مسنون نہیں ہے۔ **ترجمہ** اور اذان میں ترجیع نہیں ہے۔ **فائدہ** ترجیع کے معنے یہ ہیں کہ اول شہادتین کو آہستہ سے کہے اور پھر پکار کر کہے امام شافعی اذان میں ترجیع ہونے کے قائل ہیں۔ **ترجمہ** اور فجر کی اذان میں (حی علی الفلاح کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار کہے اور تکبیر (بھی) مثل اذان کے ہے مگر تکبیر میں

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دوبار کہے اور اذان ٹھیر ٹھیر کے پڑھے اور تکبیر کو برابر پڑھتا چلا جائے اور دونوں کو قبلہ رُخ ہو کر پڑھے پس جس وقت حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر پہونچے تو اپنے مُنہ کو داہنی اور بائیں طرف پھیرے فائدہ یعنی حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کو داہنی طرف مُنہ کر کے کہے اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کو بائیں طرف مُنہ کر کے اور پیروں کو پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر کوئی اونچی جگہ مثل منارہ کے ہو اور وہاں فقط مُنہ پھیرنا کافی نہ ہو تو ایسی جگہ پیروں سے اِدھر اُدھر پھر جائے اور فوت شدہ نماز کے لیے (بھی) اذان اور تکبیر پڑھے اگر کسی کی بہت سی نمازیں فوت ہو گئی ہیں تو پہلی نماز کے لیے اذان اور تکبیر پڑھے اور باقی نمازوں میں اُسے اختیار رہے چاہے اذان اور تکبیر دونوں پڑھے اور چاہے فقط تکبیر پر اکتفا کرے اور اذان اور تکبیر وضو سے پڑھنی چاہئیں اگر کسی نے بغیر وضو اذان کہہ دی تب بھی جائز ہے (یعنی بلا کراہت) اور تکبیر بے وضو کہنی مکروہ ہے علیٰ ہذا القیاس جُنبی کو اذان کہنی (بھی) مکروہ ہے۔ فائدہ یعنی جُنبی کو اذان کہنی جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور تکبیر کہنی تو جائز ہی نہیں ہے۔ اور وقت ہونے سے پہلے اذان کہنی جائز نہیں ہے لیکن فجر میں امام ابو یوسف کے نزدیک وقت سے پہلے بھی جائز ہے۔ فائدہ اس مسئلہ میں امام شافعی اور امام مالک بھی امام ابو یوسف کے موافق ہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے جب تک کہ صبح کی نماز کا وقت نہ ہو جائے

باب شروط الصلوٰۃ التی تتقدمہا

نماز کی اُن شرطوں کا بیان جو نماز سے مقدم ہیں

ترجمہ نماز کی یہ واجب ہے کہ ناپاکیوں اور پلیدیوں سے اول اپنے بدن وغیرہ کو پاک کرے (ہم انجاستوں کے بیان میں) تفصیل بیان کریں گے ہیں اور اپنے ستر عورت کو ڈھانپے۔ فائدہ بعض فقہا نے نماز کی چھ شرطیں لکھی ہیں اول یہ کہ بے وضو ہو تو وضو کرے۔ دوسرے ستر عورت کرے۔ تیسرے ستر عورت کو چھپائے چوتھے قبلہ کی طرف مُنہ کرے پانچویں نماز کا وقت ہو جائے چھٹے نیت ہو جنھیں آگے مصنف بھی بیان کریں گے۔ ترجمہ مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنا ستر ہے ناف ستر نہیں ہے اور آزاد عورت کا ستر سوائے منہ اور دونوں ہتھیلیوں کے سارا بدن ستر ہے۔ فائدہ صحیح مذہب یہ ہے کہ چہرہ آزاد عورت کی دونوں ہتھیلیاں ستر نہیں ہیں اسی طرح دونوں قدم بھی ستر نہیں ہیں۔ ترجمہ اور جو مرد کا ستر ہے وہی لونڈی کا بھی ستر ہے اور پیٹ اور پیٹھ اس کے ستر میں زیادہ ہیں یعنی اس کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر ہے اور اس کے سوا اور اس کا بدن ستر نہیں ہے

اور جسے پلیدی دھونے کے لیے پانی وغیرہ نہ ملے تو وہ اُس پلیدی ہی کے ساتھ نماز پڑھ لے اور پھر نماز کو نہ پھیرے۔ فائدہ اس مسئلے میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اُس شخص کو اختیار ہے چاہے اُس کپڑے کو اُتار کر بیٹھ کے نماز پڑھ لے اور چاہے اُسی کپڑے سے کھڑے ہو کر پڑھ لے اور افضل یہی ہے کہ اُس کپڑے سے کھڑا ہو کر پڑھے اور امام محمدؒ کے نزدیک کھڑے ہو کر اُسی کپڑے سے پڑھنی جائز نہیں ہے بیٹھ کے پڑھنی جائز ہے ترجمہ اور جس کے پاس کپڑا نہ ہو وہ بیٹھکر ننگا ہی نماز پڑھ لے اور رکوع سجدہ اشارہ سے کرے۔ فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کپڑا نہ ہونے کے وقت اسی طرح کیا ہے اور اس طرح بیٹھے کہ اپنے دونوں پیروں کو قبلہ کی طرف پھیلا دے تاکہ حتی الوسع پردہ زیادہ ہو جائے۔ ترجمہ اگر کسی نے کپڑا نہ ہونے کی صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ لی تب بھی نماز ہو جائے گی اور افضل بیٹھ ہی کر پڑھنی ہے اور جس نماز کو شروع کرتا ہے اُس کی نیت کرے نیت اور تکبیر کے درمیان میں کوئی کام نہ کرے اور قبلہ کو منہ کرے ہاں اگر کوئی اندیشہ ہو تو اُس سے جس طرف ہو سکے اُسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ فائدہ قبلہ رُخ ہونے کی فرضیت اللہ کے اُس حکم سے ثابت ہوتی ہے کہ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ یعنی اپنے موہوں کو قبلہ رُخ کر لو پھر جو شخص مکہ ہی میں ہو تو اُس پر فرض ہے کہ قبلہ آنکھوں کے سامنے رہے اور جو مکہ میں نہ ہو اُس پر قبلہ رُخ ہونا فرض ہے یہی مذہب صحیح ہے۔ ترجمہ اگر کسی کو قبلہ معلوم نہ ہو اور نہ وہاں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس سے قبلہ دریافت کرے تو وہ اپنے دل میں غور کرے اور (جس طرف غالب گمان ہو اُسی طرف منہ کر کے) نماز پڑھ لے پھر اگر نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ (جس طرف نماز پڑھی ہے اُس طرف قبلہ نہیں ہے تو اس پر نماز کو پھیرنا لازم نہیں ہے اور اگر نماز ہی میں معلوم ہو گیا تو قبلہ کی طرف پھر جائے اور باقی نماز کو پوری کرے۔ فائدہ۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ قبا والوں نے جسوقت نماز میں قبلہ کے بدل جانے کو سُنا تو وہ نماز ہی میں قبلہ رُخ ہو گئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر اُن کی تعریف کی۔

باب صفۃ الصلوٰۃ

نماز کا بیان

ترجمہ۔ نماز میں [illegible] چیزیں فرض ہیں (تکبیر) تحریمہ۔ قیام۔ قرأت۔ رکوع۔ سجود۔ اخیر کا قاعدہ تشہد کی [illegible] اور جو وہ سنت ہے۔ فائدہ۔ بعض فقہاء نے رفع سجود کو ایک چیز شمار کیا ہے

اور سلام وغیرہ کے ساتھ نماز سے نکلنے کو چھوٹی چیز شمار کیا ہے لیکن یہ امام ابوحنیفہ ہی کے نزدیک فرض ہے اسی پر فتویٰ ہے امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فرض نہیں ہے اور ایسے ہی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا اور سجدوں کے درمیان بیٹھنا امام ابویوسفؒ کے نزدیک فرض ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فرض نہیں ہے اسی پر فتویٰ ہے ترجمہ اور جب آدمی نماز شروع کرے تو اللہ اکبر کہے اور اسکے ساتھ دونوں ہاتھوں کو اتنا اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابلہ میں ہو جائیں پھر اگر کسی نے اللہ اکبر کے بدلے اللہ اجل اللہ اعظم یا الرحمن اکبر کہہ لیا تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک (جائز اور) کافی ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سوائے اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ الکبیر کے اور کچھ کہنا جائز نہیں ہے۔ فائدہ۔ اس مسئلہ میں فتویٰ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ہے اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ سوائے اللہ اکبر یا اللہ الاکبر کے اور کچھ کہنا جائز نہیں ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک فقط اللہ اکبر ہی کہنا جائز ہے۔ ترجمہ اور (اللہ اکبر کہکر) اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں کو پکڑ کر ناف سے نیچے باندھے پھر یہ پڑھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پھر بسم اللہ پڑھے اور ان دونوں کو آہستہ سے پڑھے اس کے بعد الحمد پڑھے اور اس کے بعد کوئی سورت یا جس سورت کی چاہے تین آیتیں پڑھے اور جب امام وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تو آمین (بھی) کہے اور آہستہ سے مقتدی بھی آمین کہے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیوں کو کشادہ رکھے اور پیٹھ کو برابر رکھے نہ سر کو اونچا کرے اور نہ زیادہ نیچا کرے (بلکہ برابر رکھے) اور رکوع میں تین دفعہ یہ کہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور یہ (تین دفعہ کہنا) ادنیٰ درجہ ہے (اگر زیادہ کہے تو بہتر ہے) پھر سر اٹھائے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے اور مقتدی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہیں پھر جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور منہ کو دونوں ہتیلیوں کے بیچ میں کرے اور ناک اور پیشانی سے سجدہ کرے اور اگر (کسی نے) فقط ناک یا پیشانی ہی سے کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے فقط ناک سے (سجدہ کرنا) جائز نہیں ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور اگر کسی نے پگڑی کے پیچ پر یا زائد کپڑے پر سجدہ کر لیا تو جائز ہے (لیکن مع الکراہت) اور بغلوں کو کشادہ رکھے اور پیٹ کو دونوں رانوں سے علیحدہ رکھے اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے اور سجدہ میں تین مرتبہ یہ کہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى اور یہ ادنیٰ درجہ ہے (اگر پانچ یا سات مرتبہ کہہ لے تو اور اچھا ہے) پھر

اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ سے سر اٹھائے اور جب اچھی طرح سے بیٹھ جائے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر (دوسرا) سجدہ کرے اور جب اطمینان سے سجدہ کر چکے تو اللہ اکبر کہتا ہوا دونوں پیروں پر سینہ کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے (یعنی دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھکر) اور بیٹھے نہیں اور نہ ہاتھوں کے ساتھ زمین پر سہارا لے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرے جیسے پہلی رکعت میں کیا ہے مگر ثنا تبارک اللہ اور اعوذ نہ پڑھے اور نہ ہاتھوں کو اٹھائے مگر تکبیر اولے میں پس جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو اپنے بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور داہنے پیر کو کھڑا کرے اور ساری انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے اور انگلیوں کو (قبلہ رخ) پھیلائے رکھے پھر تشہد پڑھے اور تشہد یہ ہے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور پہلے قعدہ میں اس سے زیادہ نہ پڑھے۔ **فائدہ** پہلے قعدہ میں فقط تشہد پڑھنے کی دلیل یہ ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کا درمیانی اور اخیر کا تشہد مجھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سکھایا کہ جب پہلا تشہد پڑھ چکو تو کھڑے ہو جاؤ اور اخیر کا تشہد پڑھ کر اپنے لیے جس قدر چاہو دعا کرو۔ ترجمہ اور اخیر کی دونوں رکعتوں میں فقط الحمد پڑھے۔ **فائدہ** افضل یہی ہے کہ الحمد پڑھے اور اگر کسی نے سبحان اللہ وغیرہ پڑھا یا خاموش کھڑا رہا تب بھی نماز ہو جائے گی۔ ترجمہ اور اخیر نماز میں اسی طرح بیٹھے کہ جیسے پہلے قعدہ میں بیٹھا تھا اور تشہد پڑھ کر درود پڑھے پھر اگر چاہے تو ایسی دعا بھی پڑھ لے جو قرآن (شریف) اور منقولہ دعاؤں کے الفاظ کے مشابہ ہو ایسی دعا نہ پڑھے جو لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو پھر داہنی طرف سلام پھیرے یعنی کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اور اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرے۔ **فائدہ** اور سلام پھیرنے میں اتنا سا قصد رکھے کہ دونوں سلاموں میں دونوں طرف کے مقتدی اس کے رخساروں کو دیکھ لیں اور جب داہنی طرف سلام پھیرے تو یہ نیت کرے کہ میں ان مسلمانوں اور فرشتوں کو سلام کرتا ہوں جو اس طرف ہیں اسی طرح بائیں طرف کے سلام میں نیت کرے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ پہلے فرشتوں کی نیت کرے اور پھر مسلمانوں کی۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ پہلے مسلمانوں کی نیت کرے پھر فرشتوں کی اور اگر مقتدی امام کے داہنی طرف ہے تو پہلے سلام میں اول مسلمانوں کی نیت کرے پھر فرشتوں کی اور اگر امام کے بائیں طرف ہے تو پہلے سلام میں اول امام کی نیت کرے پھر مسلمانوں کی پھر فرشتوں کی اور دوسرے سلام میں فقط مسلمانوں اور فرشتوں کی کرے اور اگر امام کے پیچھے ہی کھڑا ہے

تو دونوں سلاموں میں امام اور مسلمانوں اور فرشتوں سب کی نیت کرے۔ ترجمہ اور اگر یہ امام ہے تو فجر میں (اور اسی طرح جمعہ اور عیدین میں) اور مغرب وعشا کی پہلی دو رکعتوں میں قرارت آواز سے پڑھے اور آخر میں آہستہ سے اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہے تو اسے اختیار ہے چاہے آواز سے پڑھے اور اپنے نفس کو سنائے اور چاہے آہستہ پڑھے اور ظہر و عصر میں امام (قرارت) آہستہ پڑھے اور وتر تین رکعت ہیں ان کے درمیان میں سلام نہ پھیرے۔ **فائدہ** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وتر واجب ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک سُنت ہیں اور ہمارے علماء کے نزدیک وتر ایک سلام سے تین رکعت ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک پڑھنے والے کو اختیار ہے چاہے ایک سلام سے پڑھے اور چاہے دو سلام سے پڑھے۔ ترجمہ اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے سارے سال (دعا) قنوت پڑھے۔ **فائدہ** یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک رمضان شریف کی پندرھویں تاریخ سے آخر ماہ تک پڑھے ترجمہ اور وتر کی ہر رکعت میں الحمد اور اُس کے ساتھ کوئی سورت پڑھے اور جس وقت (دعا) قنوت پڑھنی چاہے تو اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ اُٹھائے پھر قنوت پڑھے اور وتر کے سوا اور کسی نماز میں (دعا) قنوت نہ پڑھے **فائدہ** یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صبح کی نماز کی آخر رکعت میں رکوع کے بعد پڑھے۔ ترجمہ اور ایسی کوئی نماز نہیں ہے جس میں کسی خاص سورت کا پڑھنا ہو کہ اس کے سوا اور کوئی سورت جائز نہ ہو بلکہ کسی نماز کے لیے کوئی سورت اس طرح معین کر کے پڑھنا مکروہ ہے کہ اس کے سوا اس نماز میں اور سورت نہ پڑھے **فائدہ** اس حکم سے وہ شخص مستثنےٰ ہے کہ جس کو ایک ہی سورت یاد ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ہمیشہ وہی ایک سورت پڑھتا رہے ترجمہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز میں کم از کم اسقدر قرارت کافی ہے کہ جسے قرآن (شریف کی آیت) کہہ سکیں اور امام ابو یوسف اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چھوٹی تین آیتوں یا ایک بڑی آیت سے کم کے ساتھ نماز نہیں ہوتی **فائدہ** بڑی آیت سے مراد یہ ہے جیسے آیۃ الکرسی اور آیۃ دین۔ ترجمہ اور مقتدی امام کے پیچھے قرارت نہ پڑھے **فائدہ** یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک الحمد کا پڑھنا فرض ہے ترجمہ اور جو شخص کسی کے پیچھے نماز پڑھنی چاہے تو اُسے دو نیتیں کرنی ضروری ہیں ایک نماز کی اور دوسری مقتدی بننے کی (کہ میں اس امام کی اقتدا کرتا ہوں) اور جماعت سُنت مؤکدہ ہے (یعنی قریب قریب واجب کے ہی) اور سب سے بہتر امامت کے لیے وہ ہے جو سب سے زیادہ مسئلے جانتا ہو اور اگر اس میں سب برابر ہوں تو جو سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو سب سے پہلے [illegible]

فقہا کا قول ہے کہ اگر عمر میں بھی سب برابر ہیں تو جو سب سے خوبصورت ہو۔ ترجمہ اور غلام۔ گنوار فاسق نابینا حرامی بچہ کو امام بنانا مکروہ ہے اور اگر یہ امام ہو جائیں تو نماز ہو جائیگی اور امام کو چاہیئے کہ لوگوں کو زیادہ نماز نہ پڑھائے اور عورت کو نماز پڑھانی مکروہ ہے لیکن اگر وہ جماعت کریں تو جو اُن میں سے نماز پڑھائے تو وہ (اول صف کے) بیچ میں کھڑی ہو (مرد امام کی طرح آگے نہ کھڑی ہو) جیسے برہنہ لوگوں کو حکم ہے (کہ ان کا امام بھی بیچ میں کھڑا ہوتا ہے) اور جس کا ایک ہی مقتدی ہو تو امام کو چاہیے کہ اُسے اپنی داہنی طرف کھڑا کرے اور اگر دو مقتدی ہوں تو امام آگے ہو جائے اور مردوں کو جائز نہیں ہے کہ عورت یا لڑکے کو امام بنائیں۔ **فائدہ** عورت کو امام نہ بنانے کی یہ وجہ ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اَخِّرُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَخَّرَھُنَّ اللّٰہُ یعنی عورتوں کو پیچھے کیا کرو کیونکہ اللہ نے بھی ان کو پیچھے ہی کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو امام بنانا جائز نہیں ہے اور لڑکے سے مراد نابالغ لڑکا ہے چونکہ اس کے ذمہ نماز فرض نہیں ہوتی اس لیے اس کے فرض بھی نفلیں ہوتی ہیں اور مفترض کو متنفل کی اقتدا کرنی جائز نہیں ہے۔ ترجمہ اول مردوں کی صف ہو پھر لڑکوں کی پھر خنثی کی پھر عورتوں کی اگر عورت مرد کے پاس کھڑی ہو جائے اور یہ دونوں ایک ہی نماز پڑھ رہے ہوں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ **فائدہ** اصل میں اس حکم کا دار مدار امام کی نیت پر ہے اگر امام نے عورت کے مقتدی ہونے کی نیت کی تھی تو مرد کی نماز فاسد ہو گی اور اگر مرد کی نیت کی تھی تو عورت کی نماز فاسد ہو جائیگی ترجمہ عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک۔ فجر۔ مغرب۔ عشا میں بڑھیا کے آنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ بڑھیا کو سب نمازوں میں آجانا جائز ہے۔ **فائدہ** جوان عورتوں کو جماعت کی نماز پڑھنا اسلئے مکروہ ہے کہ ان کی وجہ سے فساد ہو جانے کا اندیشہ ہے اور چونکہ بڑھیوں کی طرف لوگوں کو کم رغبت ہوتی ہے اس لیے ان کے لیے جائز ہے اور فتویٰ اب اس پر ہے کہ عورتوں کو سب نمازوں میں جانا مکروہ ہے کیونکہ آجکل فتنہ و فساد زیادہ ہے۔ ترجمہ پاک آدمی ایسے کے پیچھے نماز نہ پڑھے جسے سلسل البول (وغیرہ) ہو (یعنی صاحب عذر ہو) اور نہ پاک عورت مستحاضہ کے پیچھے اور نہ پڑھا ہوا ان پڑھ کے پیچھے اور نہ کپڑے پہنے ہوئے ننگے کے پیچھے اور جائز ہے کہ تیمم والا وضو والوں کو اور موزوں پر مسح کرنے والا پیر دھونے والوں کو نماز پڑھا دے (اسی پر فتویٰ ہے) اور کھڑا ہو کر پڑھنے والا بیٹھ کر پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ لے تو جائز ہے (اسی پر فتویٰ ہے) **فائدہ** - اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری نماز بیٹھ ہی کر پڑھی اور آپ کے پیچھے سب لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ ترجمہ اور جو شخص رکوع سجدہ کرتا ہو وہ اشارہ سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے

نماز نہ پڑھے اور (اسی طرح) فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہ پڑھے اور جو فرض پڑھتا ہو وہ ایسے کے پیچھے نہ پڑھے جو دوسرے فرض پڑھ رہا ہو اور نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ سکتا ہے اور جس نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ لی پھر معلوم ہوا کہ امام وضو سے نہ تھا تو یہ شخص نماز پھیرے۔ فائدہ نماز پھیرنے کا حکم ہمارے علمائے نزدیک ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہ پھیرے ترجمہ نمازی کو اپنے کپڑے یا بدن سے کھیلنا مکروہ ہے اور نہ وہ (نماز کی جگہ سے نماز میں) کنکریوں کو ہٹائے ہاں اگر ان پر سجدہ نہ ہو سکے تو فقط ایک دفعہ انھیں ہموار کرلے اور نہ اپنی انگلیوں کو چٹکائے اور نہ کولے پر ہاتھ رکھے اور نہ اپنا کپڑا لٹکائے اور نہ اُسے سمیٹے اور نہ اپنے بالوں کو گوندھے اور نہ دائیں بائیں دیکھے اور نہ کتے کی طرح بیٹھے اور نہ زبان سے یا ہاتھ سے سلام کا جواب دے اور نہ پالتھی مار کر بیٹھے ہاں اگر کوئی عذر ہو اور نہ کھائے اور نہ پیئے پھر اگر وضو ٹوٹ جائے اور یہ امام نہیں ہے تو (اُسی وقت) نماز سے پھر جائے اور اپنی نماز پر بنا کرے (یعنی جہاں سے چھوڑی تھی اب وہیں سے پڑھے) اور اگر یہ امام ہے تو (نماز پڑھانے کے لیے) کسی کو (اپنا) خلیفہ کر دے (تاکہ وہ مقتدیوں کو نماز پڑھائے اور یہ وضو کر کے جب تک کہ کسی سے بات نہ کی ہو اپنی نماز پر بنا کرے اور نماز کو نئے سرے سے پڑھ لینا افضل ہے اور اگر کوئی نماز میں سو گیا تھا اور اُسے احتلام ہو گیا یا دیوانہ ہو گیا یا بیہوش ہو گیا یا قہقہے کے ساتھ ہنسا تو وضو بھی نئے سرے سے کرے اور نماز بھی پھر سے پڑھے اور اگر کسی نے بھول کر یا جان کر نماز میں بات کر لی تو اُسکی نماز باطل ہو گئی اور اگر تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد کسی کا وضو ٹوٹ گیا تو وہ وضو کر کے (پھر سے بیٹھ کر) سلام پھیرے اور اگر کوئی اس حالت میں (یعنی تشہد کے بعد) بے وضو ہوا یا کوئی بات کر لی یا کوئی ایسا عمل کر لیا جو نماز کے منافی تھا تو اُس کی نماز پوری ہو گئی (لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے) اور اگر تیمم والا نماز میں پانی کو دیکھے تو اُس کی نماز باطل ہو جاتی ہے اور اگر اس نے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد پانی کو دیکھا یا وہ موزوں پر مسح کرتا تھا اور اُس کی مدت ختم ہو گئی یا اُس نے ذرا سے اشارے سے اپنے موزوں کو نکال لیا یا ان پر رہ گیا تھا پھر اس کو کوئی سورت یاد ہو گئی یا اشارے سے نماز پڑھ رہا تھا پھر اُس میں کوئی سجدہ کرنے کی طاقت آگئی یا اُسے یہ یاد آگیا کہ میرے ذمہ اس سے پہلی ایک نماز ہے (اگرچہ وہ وتر ہی ہوں یا ننگا تھا پھر کسی سے کپڑا مل گیا یا خواندہ امام کا وضو ٹوٹ گیا تھا اور اُس نے ان پڑھ کو (اپنا) خلیفہ کر دیا یا صبح کی نماز پڑھ رہا تھا کہ آفتاب نکل آیا یا جمعہ (کی نماز) میں (تاخیر ہو کر) عصر کا وقت شروع ہو گیا یا پٹی پر مسح کیا کرتا تھا کہ زخم اچھا ہو کر وہ پٹی کھل کر گر پڑی یا عورت مستحاضہ تھی پھر اس کا یہ مرض جاتا رہا تو ان (سب صورتوں میں ان) لوگوں کی نمازیں امام ابوحنیفہؒ کے قول کے موافق

باطل ہوجائیں گی (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابو یوسف اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سب صورتوں میں ان کی نمازیں پوری ہوجائیں گی۔

باب قضاء الفوائت

فوت شدہ نمازوں کے مسائل

ترجمہ اور جس شخص کی کوئی نماز فوت ہوجائے تو جب اُسے یاد آئے پڑھ لے اور اُس وقت کی نماز سے اُسے پہلے پڑھے ہاں اگر اس وقتی نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو پہلے اسے پڑھ لے اور بعد میں اسے پڑھے اور جسکی چند نمازیں فوت ہوجائیں تو انھیں اسی ترتیب سے پڑھے کہ جس ترتیب سے وہ فرض ہوئی ہیں لیکن اگر پانچ نمازوں سے زیادہ فوت ہوگئی ہیں تو ان (کے ادا کرنے) میں ترتیب ساقط ہوجاتی ہے۔ فائدہ ترتیب تین وجہ سے ساقط ہوجاتی ہے اول بھول جانے سے مثلاً کسی نے ظہر عصر کی نماز پڑھی پھر اُسے یاد آیا کہ میں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تو چاہیے کہ ظہر کی نماز پڑھ لے اور عصر کی نماز کو پھیرے دوسرے تنگ وقت ہوجانے سے مثلاً کسی نے عشا کی نماز نہ پڑھی اور صبح کی نماز میں اُسے یاد آیا کہ میں نے عشا کی نماز نہیں پڑھی اور نہ اتنا وقت ہے کہ آفتاب نکلنے سے پہلے دونوں وقت کی نمازیں پڑھ لے تو ایسی صورت میں صبح کی نماز پڑھ لے اور آفتاب نکلنے کے بعد عشا کی پڑھے تیسرے یہ کہ نمازیں زیادہ فوت ہوجائیں اگر پانچ نمازیں فوت ہوئی ہیں تو انکو اسی ترتیب سے ادا کرے جس ترتیب سے فوت ہوئی ہیں اور اگر چھ نمازیں فوت ہوئی ہیں تو ترتیب ساقط ہوجائیگی انھیں جسطرح چاہے پڑھ لے اور یہ قول امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک پانچ ہی نمازیں فوت ہوں تو زیادہ کے حکم میں ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ترتیب بالکل شرط نہیں ہے۔

باب الاوقات التی تکرہ فیہا الصلوٰۃ

اُن وقتوں کا بیان جن میں نماز پڑھنی مکروہ ہے

ترجمہ آفتاب نکلنے کے وقت نماز پڑھنی جائز نہیں ہے اور نہ غروب کے وقت ہاں اسی روز کی عصر کی نماز ہوجاتی ہے اور نہ عین دوپہر کے وقت نماز پڑھنی جائز ہے اور نہ (ان وقتوں میں) جنازہ کی نماز پڑھی جائے اور نہ سجدۂ تلاوت کیا جائے۔ فائدہ یہ تین وقت جو بیان ہوئے ہیں انمیں نماز پڑھنی ممنوع ہے اور چھ وقت ایسے ہیں کہ انمیں نماز پڑھنی مکروہ ہے جنکا بیان آگے آتا ہے۔

ترجمہ صبح کی نماز کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد آفتاب کے غروب ہونے تک نفلیں پڑھنی مکروہ ہیں اور ان دونوں وقتوں میں قضا نمازیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور صبح صادق ہونیکے بعد صبح کی دو سنتوں سے زیادہ پڑھنی مکروہ ہیں اور نہ مغرب سے پہلے نفلیں پڑھے۔ فائدہ مغرب سے پہلے نفلیں پڑھنے میں مغرب کی نماز میں تاخیر ہونی لازم آتی ہے اور جمعہ کے روز خطبہ ہوتے ہوئے بھی نفلیں پڑھنی مکروہ ہیں اور عید کے روز عید کی نماز سے پہلے بھی۔

باب النوافل و السنۃ

نفلوں اور سنتوں کا بیان

سنتیں نماز میں یہ ہیں کہ صبح صادق ہونے کے بعد دو رکعت پڑھے اور چار ظہر (کے فرضوں) سے پہلے اور دو اسکے بعد اور چار عصر سے پہلے اور اگر چاہے (ان چار کی جگہ) دو پڑھلے (یہ سنتیں مستحب ہیں) اور دو مغرب (کی نماز) کے بعد اور چار عشاء (کی نماز) سے پہلے اور چار اسکے بعد اگر چاہے (ان چار کی جگہ) دو پڑھلے (یہ بھی مستحب ہیں) اور دن کی نفلیں چاہے دو دو کرکے پڑھے اور چاہے چار چار (ایک سلام کے ساتھ) اس سے زیادہ پڑھنی مکروہ ہیں ہاں رات کی نفلوں کی بابت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر آٹھ رکعتیں ایک سلام سے پڑھلے تو جائز ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور اس سے زیادہ مکروہ ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ رات کو بھی دو دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے اور پہلی دو رکعتوں میں قرأت (یعنی قرآن پڑھنا) فرض ہے اور اخیر کی رکعتوں میں اختیار ہے چاہے الحمد پڑھے چاہے چپکا کھڑا رہے اور چاہے (سبحان اللہ وغیرہ کوئی تسبیح پڑھے (یہ حکم فرضوں کا ہے) اور نفلوں کی اور وتروں کی سب رکعتوں میں قرأت فرض ہے اور جس نے نفلی نماز شروع کرکے پھر اسے فاسد کردیا (یعنی کسی وجہ سے نیت توڑ دی) تو اسکی قضا کرے اگر چار رکعتوں کی نیت کی تھی اور پہلی دو رکعتوں کے بعد بیٹھ چکا تھا پھر اخیر کی دو رکعتوں کو فاسد کردیا تو یہ دو ہی رکعتوں کی قضا کرے۔ اور باوجود کھڑے ہوکر پڑھنے کی طاقت ہونیکے نفلوں کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے (امام شافعی رح کے نزدیک جائز نہیں) اور اگر کسی نے کھڑے ہوکر نفلیں پڑھنی شروع کیں پھر بیٹھ گیا (یعنی بیٹھ کے پڑھنے لگا) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے (یہ نفلیں ہوجائیں گی) اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے جائز نہیں ہے اور جو شخص شہر سے باہر (یعنی مسافر) ہو تو وہ اشاروں سے اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے نفلیں پڑھ سکتا ہے خواہ سواری کسی طرف جائے (لیکن سواری پر فرضوں کا پڑھنا جائز نہیں ہے)۔

باب سجود السہو

سجدۂ سہو کا بیان

ترجمہ - (نماز میں) زیادتی اور کمی ہونے (کی صورت) میں سجدۂ سہو واجب ہے (ایک طرف) سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے پھر التحیات وغیرہ پڑھکر سلام پھیرے اور سجدۂ سہو نماز کی پڑ سو قت لازم ہوتا ہے کہ نماز میں کوئی ایسا فعل کرے جو جنس نماز سے ہو اور نماز میں داخل نہ ہو یا کوئی مسنون فعل چھوڑ دے یا الحمد (دعاء قنوت - التحیات - عیدین کی تکبیریں چھوڑ دے یا جس نماز میں امام کو آہستہ پڑھنا تھا آواز سے پڑھ دیا یا جہاں آواز سے پڑھنا تھا آہستہ پڑھ دیا (ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو لازم ہے) اور امام کو سہو ہونا مقتدیوں پر بھی سجدہ واجب کر دیتا ہے پس اگر امام سجدہ نکرے تو مقتدی بھی سجدہ نہ کریں اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو امام پر سجدہ لازم نہیں ہوتا اور نہ مقتدی پر اور اگر کوئی قعدہ اولیٰ کو بھول گیا پھر اُسے (نماز ہی میں) ایسے وقت یاد آیا کہ وہ بیٹھنے کے زیادہ قریب ہے (یعنی تھوڑا ہی اُٹھا ہے) تو وہ بیٹھ جائے اور التحیات پڑھے (اور بعد میں سجدہ سہو نہ کرے) اور اگر کھڑے ہونے کے زیادہ قریب ہے تو (اُسوقت) کھڑا ہو جائے اور بعد میں سجدۂ سہو کرے اور اگر کوئی آخر کا قعدہ بھول کر پانچویں رکعت میں کھڑا ہو گیا ہے تو جبتک (اس پانچویں رکعت کا) سجدہ اسنے نہ کیا ہو لوٹ کر بیٹھ جائے اور اس پانچویں رکعت کو چھوڑ دے اور سجدہ سہو کرے - (کیونکہ اسنے ایک واجب یعنی آخر کے قعدہ میں تاخیر کی ہے) اور اگر یہ پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تو اُسکے فرض باطل ہو گئے اور یہ نماز نفل ہو گئی اور اسپر لازم ہے کہ ان نفلوں میں چھٹی رکعت اور ملا دے اور اگر کوئی چوتھی رکعت میں بیٹھ چکا تھا اور سلام اس خیال سے نہیں پھیرا (یعنی یہ سمجھا) کہ یہ قعدہ اولیٰ ہے تو جبتک اُسنے پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو انہیں ایک رکعت اور ملا دے اس صورت میں اسکی نماز پوری ہو جائیگی (یعنی چار فرض ہو جائینگے) اور یہ دو رکعت نفل ہونگی اور جس شخص کو نماز میں شک ہو جائے اور یہ یاد نہ رہے کہ تین (رکعت) پڑھی ہیں یا چار اور یہ بھول اُسے پہلی ہی دفعہ ہوئی ہے تو نماز کو پھر سے پڑھے اور اگر اُسے اکثر بھول ہوتی ہے تو اگر کچھ ظن غالب ہے تو اسپر بنا کرے اور اگر ظن غالب کچھ نہیں ہے تو تیقن پر بنا کرے (یعنی کم کو اختیار کر کے نماز پوری کرلے)

باب صلوۃ المریض

بیمار کی نماز کا بیان

ترجمہ جسوقت بیمار پر کھڑا ہونا دشوار ہو جائے تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے (اور بیٹھے ہی) رکوع سجدہ کرے

اگر رکوع سجدہ (بھی) نہ کرسکے تو (بیٹھے ہی ہوئے) اشارے سے پڑھے اور سجدہ کو رکوع سے زیادہ جھکے اور کسی چیز کو اپر سجدہ کرنیکے لئے چہرہ کی طرف نہ اٹھائے پھر اگر بیٹھ بھی نہ سکے تو چت لیٹ جائے اور دونوں پیر قبلہ کیطرف کرے اور رکوع سجود کو (سر کے) اشارہ سے کرے اور اگر کروٹ سے لیٹ جائے اور منہ قبلہ رخ کرے اور اشاروں سے پڑھے تب بھی نماز ہوجائیگی اور اگر سر سے بھی اشارہ نہ کرسکے تو نماز کو موقوف رکھے (یعنی پھر تندرست ہوکر پڑھے) اور آنکھوں اور ابروؤں اور دل کے اشارہ سے نہ پڑھے (ان اعضاء کے اشاروں سے نماز نہیں ہوتی) اور اگر کوئی کھڑا ہوسکتا ہے اور رکوع سجدہ نہیں کرسکتا تو اسپر کھڑا ہونا (یعنی کھڑے ہوکر نماز پڑھنا) لازم نہیں ہے اور جایز ہے کہ وہ اشاروں سے بیٹھ کے نماز پڑھ لے۔ **فائدہ** اس مسئلہ میں ہمارے ائمہ ثلثہ کا اختلاف ہے امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص پر کھڑا ہونا لازم ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اسپر کھڑا ہونا لازم نہیں ہے اسکی نماز بیٹھ کر ہوجائیگی (اسی پر فتوی ہے) ترجمہ اگر تندرست آدمی نے کچھ نماز کھڑے ہوکر پڑھی تھی پھر (نماز ہی میں) اسے کوئی بیماری ہوگئی تو وہ بیٹھ کر نماز پوری کرلے اور رکوع سجدے کرے اور اگر رکوع سجدہ نہ کرسکے تو اشاروں سے پڑھے اور اگر بیٹھ بھی نہ سکے تو چت لیٹ کے پڑھے اور جو شخص کسی بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا پھر (نماز ہی میں) وہ اچھا ہوگیا تو وہ اپنی (بقیہ نماز کو) اسی نماز پر بنا کرے (یعنی جتنی رہ گئی ہے اسے کھڑا ہوکر پڑھلے) اور اگر کچھ نماز اشاروں سے پڑھی تھی پھر (اسی نماز ہی میں) رکوع سجدہ کرنیکی طاقت آگئی تو یہ (اس نماز پر بنا نہ کرے بلکہ) نماز پھر سے پڑھے اور جس شخص پر پانچ نمازوں تک یا پانچ سے کم تک بیہوشی رہی تو وہ تندرست ہونیکے بعد انکو قضا کرے اور اگر بیہوشی کیوجہ سے پانچ سے زیادہ نمازیں فوت ہوگئی ہیں تو ان کو قضا نہ کرے۔

باب سجود التلاوۃ

تلاوت کے سجدوں کا بیان

ترجمہ قرآن (شریف) میں چودہ سجدے ہیں (یعنی) سورۂ اعراف کے آخر میں سورۂ رعد میں سورۂ نحل میں سورۂ بنی اسرائیل میں سورۂ مریم میں۔ سورۂ حج میں سورۂ فرقان میں۔ سورۂ نمل میں سورۂ الم تنزیل میں سورۂ ص میں سورۂ حم سجدہ میں سورۂ نجم میں سورۂ انشقاق میں۔ سورۂ علق میں اور ان سب جگہوں میں پڑھنے والے اور سننے والے (دونوں) پر سجدہ کرنا واجب ہے خواہ سننے والے نے قرآن (شریف) کے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ **فائدہ** اور برابر ہے کہ پڑھنے والا وضو سے ہو یا بے وضو ہو یا جنبی ہو

اور عورت ہے تو اسے حیض آتا ہو یا نفاس آتا ہو۔ ترجمہ پس جسوقت امام نے سجدہ کی آیت پڑھی تو وہ سجدہ کرے اور اسکے مقتدی بھی سجدہ کریں (کیونکہ مقتدی پر امام کی متابعت لازم ہے) اور اگر مقتدی نے (سجدہ کی آیت) پڑھی تو (اس صورت میں) نہ امام پر سجدہ کرنا لازم ہے اور نہ مقتدی پر اور اگر لوگوں نے نماز میں ایسے شخص سے سجدہ کی آیت سنی جو انکے ساتھ نماز میں نہ تھا تو اس سجدہ کو یہ نماز میں نہ کریں (کیونکہ وہ سجدہ نماز کے متعلق نہیں ہے) اور نماز کے بعد کریں اور اگر یہ سجدہ نماز ہی میں کرلیا تو کافی نہ ہوگا اور نہ انکی نماز فاسد ہوگی **فائدہ** نماز فاسد نہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ سجدہ افعال نماز میں سے ہے اور نوادر میں لکھا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جائیگی اور یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور پہلا قول شیخین کا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ ترجمہ اور جسنے نماز سے باہر سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہانتک کہ نماز شروع کرکے نماز میں پھر اُسی آیت کو پڑھا اور سجدہ (بھی) کرلیا تو یہ سجدہ دونوں تلاوتوں (یعنی دونوں دفعہ پڑھنے) کو بھی ایک سجدہ کافی ہے اور اگر کسی نے اس آیت کو نماز سے باہر پڑھا اور سجدہ کرلیا پھر نماز میں اسی آیت کو پڑھا تو چاہیئے کہ دوسری دفعہ سجدہ کرے اور پہلا سجدہ کافی نہ ہوگا۔ **فائدہ** اسکے کافی نہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ نماز کا سجدہ زیادہ قوی ہوتا ہے پس یہ سجدہ اسکے قائم مقام نہیں ہوسکتا ترجمہ اور جسنے ایک مجلس میں (یعنی ایک جگہ بیٹھے ہوئے) سجدہ کی آیت کو بار بار پڑھا تو اسے (آخر میں) فقط ایک سجدہ کرلینا کافی ہے۔ **فائدہ** اصل یہ ہے کہ دفع حرج کے لئے سجدہ کا دار مدار تداخل پر ہے اور تداخل کی شرط یہ ہے کہ آیت بھی ایک ہو اور مجلس بھی ایک ہو جب آیت اور مجلس دونوں ایک ہونگی تو اُسوقت ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور اگر یہ دونوں مختلف ہو جائینگی تو پھر حکم اصل کی طرف لوٹ جائیگا اور فقط کھڑے ہونے سے مجلس نہیں بدلتی۔ ترجمہ اور جو شخص سجدہ (تلاوت) کرنا چاہے تو وہ بغیر دونوں ہاتھ اُٹھائے اللہ اکبر کہکر سجدہ میں چلا جائے اور اللہ اکبر کہکر سر اُٹھائے نہ تشہد پڑھے اور نہ سلام پھیرے

باب صلوۃ المسافر

مسافر کی نماز کا بیان

ترجمہ۔ جس سفر کے سبب سے احکام (شریعت) بدلجاتے ہیں وہ سفر ہے کہ آدمی ایسی جگہ (جانے) کا قصد کرے کہ اسکے اور اس جگہ کے درمیان میں اونٹ یا پاپیدل کی رفتار سے تین دن کی مسافت ہو اور دریا کے سفر میں اس رفتار کا اعتبار نہیں ہے۔ **فائدہ** یعنی خشکی کے سفر میں دریائی رفتار کا

اعتبار نہیں ہے اور دریا کے سفر میں خشکی کی رفتار کا اعتبار نہیں بلکہ ہر ایک میں اسکے مناسب رفتار کا اعتبار ہوگا چنانچہ اس دریائی سفر میں ایسے تین دن کی رفتار کا اعتبار ہوگا کہ نہ ہوا انمیں بالکل بند ہو اور نہ تیز آندھی ہو اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کہیں جانا چاہتا ہے اور اسکے دو راستے ہیں ایک خشکی کا اور دوسرا تری کا اور پہلے راستے سے تین دن کا سفر ہے تو اس راستے سے جانے میں اسکے لئے مسافر کا حکم ہوگا یعنی نماز کو قصر کریگا اور دوسرے راستے سے تین دن سے کم میں پہونچ جاتا ہے تو اس طرف سے جانے میں اسکے لئے یہ حکم نہ ہوگا اور اگر معتاد رفتار سے تین دن کا سفر ہو اور گھوڑے سوار دو دن میں یا اس سے کم میں وہاں پہونچ جائے تو اسے قصر نماز پڑھنی چاہئے اور یہی حکم ریل کا ہے یعنی جب معتاد سفر ہو تو قصر نماز پڑھے اگر پہ ریل میں بیٹھکر وہاں ایک ہی دن میں پہونچ جائے ترجمہ اور ہر چار رکعت فرض میں ہمارے نزدیک مسافر پہ دو رکعت فرض ہیں۔ فائدہ چار رکعت کی قید لگانے سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ فجر اور مغرب کا یہ حکم نہیں ہے کیونکہ ان دونوں میں قصر نماز نہیں ہوا کرتی۔ ترجمہ اور دو رکعت (فرض) سے زیادہ پڑھنی مسافر کو جائز نہیں ہیں (اگر پڑھیگا تو گنہگار رہوگا) پس اگر کسی نے چار رکعت پڑھیں (اور نیت دو ہی کی کی تھی) اور دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار بیٹھ چکا تھا تو اسکے ذمہ سے فرض ادا ہونیکے لئے دو رکعت کافی ہو جائینگی۔ اور اخیر کی دو رکعت نفل ہونگی (اور سلام میں تاخیر کرنیکی وجہ سے گنہگار رہوگا) اور اگر دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار نہ بیٹھا تھا تو اسکی یہ نماز باطل ہو جائیگی۔ فائدہ اس مسئلہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ چاروں رکعتیں نفل ہونگی اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ یہ نماز ہی باطل ہو جائیگی کیونکہ فرضوں کے ارکان پورے ہونے سے پہلے ہی انمیں مل گئی ہیں ترجمہ اور جو شخص سفر کے ارادے سے چلا تو جس وقت وہ شہر کی آبادی سے نکل جائے تو وہیں سے دو رکعت پڑھنی شروع کردے اور جب تک یہ کسی شہر میں پندرہ روز یا اس سے زیادہ ٹھیرنے کی نیت نہ کریگا مسافر ہی رہیگا یہ نیت کرنیکے بعد اسپر پوری نماز پڑھنی لازم ہوگی اور اگر اس سے کم ٹھیرنے کی نیت کی ہے تو پوری نماز نہ پڑھے اور اگر کوئی شخص کسی شہر میں پہونچا اور وہاں پندرہ روز ٹھیرنے کی نیت نہیں کی بلکہ یہ کہتا رہا کہ کل جاؤنگا پرسوں جاؤنگا یہانتک کہ دو برس اسیطرح گذر گئے تو یہ (فرضوں کی) دو ہی رکعت پڑھتا رہے اور جب کوئی لشکر دارالحرب میں پہونچکر پندرہ روز ٹھیرنے کی نیت کرے تو اس لشکر کے لوگ پوری نماز نہ پڑھیں۔ فائدہ یعنی پندرہ روز کی نیت کرنے سے یہ لوگ مقیم نہ ہونگے کیونکہ

اگر یہ غالب آگئے تو یہاں ٹھیر جائینگے اور اگر مغلوب ہوگئے تو پھر بھاگنا پڑیگا لہذا انکا ٹھیرنا کچھ قابل اعتبار نہیں ہے اور انکا مقیم نہ ہونا امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اگر یہ لوگ خیموں میں رہتے ہیں تو اس نیت سے یہ مقیم نہ ہونگے اور اگر شہر میں قیام کرایا ہے تو اس نیت سے مقیم ہوجائینگے ترجمہ اور جب مسافر باوجود وقت باقی رہنے کے مقیم کا مقتدی ہوجائے تو (اسکی متابعت کی وجہ سے) پوری نماز پڑھے اور اگر اسکے ساتھ قضا نماز میں ملا ہے تو اسکی نماز اسکے پیچھے جائز نہ ہوگی اور جب مسافر مقیم لوگوں کو نماز پڑھائے تو یہ دو رکعت پڑھکر سلام پھیردے پھر مقیم لوگ اپنی نماز پوری کرلیں۔ فائدہ یعنی اکیلے اکیلے پڑھ لیں اور ان رکعتوں میں قرأت نہ پڑھیں کیونکہ یہ لاحق ہیں۔ ترجمہ اور اسکے لئے مستحب ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد انسے یہ کہدے کہ تم اپنی نماز پوری کرلو کیونکہ ہم لوگ مسافر ہیں (یعنی ہم نے مسافر ہونیکی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا ہے) اور جب مسافر اپنے شہر میں پہونچے تو پوری نماز پڑھے اگرچہ وہاں ٹھیرنے کی نیت نکرے اور جسکا کوئی وطن تھا پھر یہ کہیں اور بسا رہا اور اس وطن کو چھوڑ دیا تو جب یہ سفر کرکے اپنے پہلے وطن میں جائے پوری نماز نہ پڑھے (یعنی قصر کرے) فائدہ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اسکا وطن نہیں رہا اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کرنے کے بعد اپنے آپکو مکہ میں مسافر ہی لوگوں میں شمار کیا تھا باوجودیکہ مکہ آپکا مولد تھا ہدایہ میں اسی طرح ہے اور اصل اس بارے میں یہ ہے کہ وطن تین قسم کے ہیں۔ وطن اصلی وطن اقامت وطن سکنی۔ وطن اصلی وہ ہے کہ جہاں اسکے بال بچے ہوں یہ وطن اپنے ہی جیسے وطن سے باطل ہوا کرتا ہے اور وطن اقامت وہ ہے کہ جہاں آدمی پندرہ روز یا اس سے زیادہ ٹھیرنے کی نیت کرے یہ وطن تین چیزوں سے باطل ہوجاتا ہے یعنی وطن اصلی سے اور اپنے جیسے وطن سے اور تین دن کے سفر کا ارادہ کرنے سے اور وطن سکنی وہ ہے جہاں آدمی پندرہ روز سے بھی کم ٹھیرنے کی نیت کرے اور یہ سب سے ادنی درجہ میں ہے کیونکہ سب سے باطل ہوجاتا ہے ترجمہ اور جب مسافر مکہ اور منی میں پندرہ روز ٹھیرنے کی نیت کرلے تو وہ پوری نماز نہ پڑھے فائدہ یہاں پوری نماز نہ پڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ مکہ اور منی دو جگہ ہیں اور مقیم بننے میں پندرہ روز کی نیت ایک ہی جگہ رہنے کی ہونی چاہئیے ترجمہ اور مسافر کے لئے دو نمازوں کو جمع کرنا فعلاً جائز ہے اور وقتاً جائز نہیں ہے ف فعلاً جمع کرنے سے یہ مراد ہے کہ ظہر کو مؤخر کرکے پڑھے اور عصر کو اول وقت میں پڑھکر دونوں کو ایک جگہ اکٹھی پڑھ لے اور وقتاً جمع نہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھ لے یہ ہمارے

نزدیک جائز نہیں ہے ترجمہ اور کشتی کے اندر ہر حالت میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے ف ہر حالت سے یہ مراد ہے کہ خواہ کھڑا ہو سکے یا نہ ہو سکے ترجمہ اور صاحبینؒ کے نزدیک بغیر عذر کے جائز نہیں ہے اور جسکی نماز سفر میں فوت ہو جاوے تو وہ حضر میں اُسکے عوض دو ہی رکعت پڑھے (کیونکہ قضا مثل ادا کے ہوتی ہے) اور اگر کسی کی نماز حضر میں فوت ہوئی تھی تو سفر میں اُسکے عوض چار ہی رکعت پڑھے اور گنہگار اور مطیع سفر کی رخصت میں برابر ہیں ف یعنی دونوں قصر نماز پڑھیں اور گنہگار سے مراد وہ ہے کہ کوئی چوری کرنے یا ڈاکا ڈالنے کے لیے کہیں کا سفر کرے

باب صلوۃ الجمعہ

جمعہ کی نماز کا بیان

ترجمہ جمعہ سوائے شہر جامع یا عید گاہ کے اور جگہ درست نہیں ہے ف صحیح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک متعدد جگہوں میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے ترجمہ گانوں میں جمعہ جائز نہیں ہے اور جمعہ قائم کرنا سوائے بادشاہ کے اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے یا جسے بادشاہ حکم دیدے (یہ دونوں جمعہ صحیح ہونیکی شرطیں ہیں) اور منجملہ اسکی شرطوں کے ایک شرط وقت ہے کہ ظہر کے وقت میں صحیح ہوتا ہے اور بعد ظہر کے (وقت کے) صحیح نہیں ہوتا اور ایک شرط خطبہ ہے کہ نماز سے پہلے امام دو خطبے پڑھے یعنی دونوں کے درمیان میں تھوڑی دیر بیٹھ جاوے ف خطبہ شرط ہونیکی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری عمر میں جمعہ کی نماز بغیر خطبے کے کبھی نہیں پڑھی ترجمہ اور امام کھڑا ہو کر یا بیٹھ خطبہ پڑھے اگر فقط ذکر الٰہی پر اکتفا کرے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے ف امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کیونکہ اسمیں اللہ تعالےٰ نے ذکر اللہ کی کچھ تفصیل نہیں کی اور یہ جواز بھی اسی وقت ہے کہ جب خطبہ کے قصد سے ذکر الٰہی کرے ترجمہ اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ ذکر ایسا طویل ہونا چاہئے جسے خطبہ کہہ سکیں ف کیونکہ خطبہ واجب ہے اور فقط سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کو کوئی خطبہ نہیں کہتا ترجمہ اگر امام بیٹھ کر یا بے وضو خطبہ پڑھے تب بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور ایک شرط جمعہ کی جماعت (کا ہونا) ہے ف جمعہ کی چھ شرطیں ہیں جنمیں سے پانچ یہ ہیں جو مصنف نے بیان کی ہیں اور چھٹی شرط اذان عام ہے جو فقہ کی اور کتابوں میں مذکور ہے ترجمہ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام کے سوا کم از کم تین آدمی ہونے ضروری ہیں (اسی پر فتویٰ ہے) اور صاحبین کے نزدیک امام کے سوا دو آدمی (بھی کافی) ہیں اور امام (جمعہ کی) دونوں رکعتوں میں قرأت جہر سے پڑھے اور ان دونوں رکعتوں میں کوئی سورت معین نہیں ہے (قرآن شریف

ہیں سے جہاں سے چاہے پڑھ لے) اور مسافر۔ عورت۔ بیمار۔ لڑکے۔ غلام۔ نابینا پر جمعہ واجب نہیں ہے لیکن اگر یہ آجائیں اور لوگوں کے ساتھ (جمعہ کی) نماز پڑھ لیں تو اس وقت کے فرض ان کے ذمہ سے ادا ہو جائیں گے (یعنی ظہر پڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی) اور غلام اور مسافر اور بیمار کو جمعہ کی امامت کرنی جائز ہے ف ان کی امامت جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انکے ذمہ سے جمعہ ساقط فقط انکی آسانی کے لئے تھا اور جب یہ جمعہ میں آگئے تو اب انکی طرف سے فرض ہی ادا ہوگا ترجمہ اگر جمعہ کے دن امام کے نماز پڑھنے سے پہلے کسی نے اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھ لی اور کوئی عذر اُسے نہ تھا تو یہ اُسکے لیے مکروہ ہے اور اسکی نماز ہو جائیگی۔ اگر اسکے بعد اُسنے جمعہ پڑھنا چاہا اور (جمعہ کے ارادے سے) اس طرف چلا یا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس طرف چلتے ہی سے ظہر کی نماز باطل ہو جائیگی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جبتک (نماز میں امام کے ساتھ نہ ملیگا وہ نماز باطل نہ ہوگی اور مذور لوگوں کو جمعہ کے دن جماعت سے ظہر کی نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اسی طرح قیدیوں کو بھی مکروہ ہے ف کیونکہ جمعہ کے دن ظہر کی جماعت کرنے سے جمعہ میں خلل آتا ہے اسلیئے چاہیئے کہ یہ لوگ اپنی اپنی پڑھ لیا کریں ترجمہ اور جمعہ کے دن جو شخص امام کو نماز پڑھتے ہوئے پائے تو جتنی نماز اُسے ملے اُسکے ساتھ پڑھ لے اور جمعہ کو اس پر بنا کرے اور اگر امام کو تشہد یا سجدہ سہو میں پائے تب بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسپر جمعہ ہی کو بنا کرے (یعنی تنہا دو رکعت پڑھ لے اور اسی پر فتویٰ ہے) اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر امام کے ساتھ اسنے دوسری رکعت کا زیادہ حصہ ملگیا ہے تو اُس پر جمعہ کو بنا کرے اور اگر امام کے ساتھ کم حصہ ملا ہے تو اس پر ظہر کو بنا کرے (یعنی ظہر کے چار فرض پورے کرے) اور جمعہ کے دن جسوقت امام (خطبہ پڑھنے کے لئے) آئے تو جبتک وہ خطبہ سے فارغ نہ ہو لوگوں کو چاہیئے کہ نماز پڑھیں اور نہ باتیں کریں ف اس نماز سے نفل مراد ہیں اور قضا نماز پڑھنی جائز ہے ترجمہ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جبتک امام خطبہ شروع نہ کرے باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب مؤذن جمعہ کے روز پہلی اذان پڑھیں تو لوگ خرید و فروخت (اور دنیا کے کاروبار) کو چھوڑ دیں اور جمعہ (پڑھنے) کے لئے چل پڑیں پھر امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن منبر کے سامنے (کھڑے ہو کر دوسری) اذان پڑھیں پھر امام خطبہ پڑھے اور خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا دے۔

باب صلوٰۃ العیدین

عیدین کی نماز کا بیان

ترجمہ عید الفطر کے دن مستحب ہے کہ آدمی عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ کھالے اور غسل کرے

اور خوشبو لگائے اور (حتی المقدور) بہت اچھے کپڑے پہنے پھر عیدگاہ جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عیدگاہ کے راستے میں (جہر سے) تکبیر نہ پڑھے (اسی پر فتویٰ ہے) ف اسکی وجہ یہ ہے کہ اصل ذکر الٰہی میں آہستہ ہی پڑھنا ہے اور عید الضحیٰ پر قیاس نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکے بارے میں حکم شریعت آچکا ہے ترجمہ اور صاحبینؒ کے نزدیک (اُونچی سے) تکبیر کہتا ہوا جائے اور عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے نفل نہ پڑھے اور جب آفتاب بلند ہو کر نماز پڑھنی جائز ہو جائے تو عید کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوال تک اس کا وقت رہتا ہے پھر جسوقت زوال ہو جائے تو اسکا وقت نکل جاتا ہے ف زوال تک وقت ہونے سے یہ مراد ہے کہ زوال سے پہلے پہلے عید کی نماز پڑھ لی جائے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز ایسے وقت پڑھی تھی کہ آفتاب ایک دو نیزے کی مقدار اونچا ہوا تھا ترجمہ اور امام لوگوں کو دو رکعت پڑھائے پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد تین بار اور تکبیر کہے ف اور ان تین تکبیروں کے درمیان میں تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش کھڑا رہے اور ہاتھ نہ باندھے ہاں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللھم پڑھ کے تین تکبیریں کہے پھر اعوذ باللہ پڑھ کے الحمد شروع کر دے دونوں رکعتوں کی تکبیریں ملکر نو ہو جائینگی یہ قول امام ابوحنیفہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ترجمہ پھر امام الحمد اور اسکے ساتھ کوئی سورت (جہر سے) پڑھے پھر اللہ اکبر کہکر رکوع میں جائے پھر دوسری رکعت میں قرأت سے شروع کرے اور جب قرأت سے فارغ ہو تو تین تکبیریں یعنی تین بار اللہ اکبر کہے اور چوتھی بار اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے اور دونوں عیدوں کی تکبیروں میں دونوں ہاتھ اُٹھائے ف عیدوں کی تکبیر کہنے سے یہ مراد ہے کہ رکوع کی تکبیر میں ہاتھ نہ اُٹھائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے سات موقعوں کے اور کہیں ہاتھ نہ اُٹھائے جائیں اور منجملہ ان سات موقعوں کے عیدین کی تکبیروں کو بھی حضور نے بیان فرمایا ترجمہ پھر نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے انمیں صدقۂ فطر اور اسکے احکام لوگوں کو سمجھائے اور جس شخص کو امام کیساتھ عید کی نماز نہ ملے تو پھر اسکی قضا نہ کرے ف امام کے ساتھ نماز نہ ملنے سے یہ مراد ہے کہ عیدگاہ میں ایسے وقت پہونچے کہ امام نماز پڑھا چکا ہو تو پھر اس نماز کی قضا نہیں ہے اسی پر فتویٰ ہے اور یہ قول امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک قضا واجب ہے ترجمہ اگر (ابر وغیرہ کی وجہ سے) لوگوں کو چاند نظر نہ آئے اور (اگلے روز) آفتاب ڈھلنے کے بعد امام کے روبرو چاند دیکھنے کی شہادت دیں تو امام دوسرے روز نماز پڑھائے اور اگر کوئی (بارش وغیرہ کا) ایسا عذر پیش آجائے کہ لوگ دوسرے روز بھی نماز نہ پڑھ سکیں تو اسکے بعد (تیسرے روز) نماز نہ پڑھیں اور عید الضحیٰ میں مستحب کرتا ہے [illegible]

اور خوشبو لگائے اور کھانے میں تاخیر کرے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو اور (جہر سے) تکبیر کہتا ہوا عیدگاہ جائے اور مثل عید الفطر کے عید الضحیٰ کی دو رکعت پڑھے اور اسکے بعد (امام) دو خطبے پڑھے اور انمیں قربانی (کے احکام) اور (ایام) تشریق کی تکبیریں لوگوں کو سکھائے اور اگر کوئی ایسا وقت پیش آجائے کہ عید الضحیٰ کے روز لوگ نماز نہ پڑھ سکیں تو دوسرے یا تیسرے روز پڑھ لیں اور اس کے بعد (یعنی چوتھے روز) نہ پڑھیں اور (ایام) تشریق کی تکبیریں عرفہ کے روز صبح کی نماز کے بعد سے شروع ہوتی ہیں (اور اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قربانی کے آخر دن عصر کی نماز کے بعد ختم ہو جاتی ہیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ ایام تشریق کے آخر دن یعنی تیرھویں تاریخ عصر کے بعد ختم ہوتی ہیں (اور اسی پر فتویٰ ہے) اور تکبیر فرض نمازوں کے بعد ہے اس طرح کہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان تکبیروں کے واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں ایک یہ کہ آدمی مقیم ہو دوسرے شہر ہو تیسرے جماعت ہو چوتھے جماعت مستحب یعنی مردوں کی جماعت ہو عورتوں کی نہ ہو پانچویں نماز فرض ہو اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فرض ہونی شرط نہیں ہے۔

باب صلوٰۃ الکسوف

سورج گہن کی نماز کا بیان

ترجمہ جب سورج گہن ہو تو امام لوگوں کو نفلوں کی طرح دو رکعت پڑھائے ہر رکعت میں ایک رکوع کرے ف نفلوں کی طرح سے یہ مراد ہے کہ نہ اذان ہو نہ تکبیر ہو اور نہ رکوع متعدد ہوں اسی پر فتویٰ ہے امام شافعیؒ کے نزدیک اسمیں دو رکوع ہیں کہ امام ایک رکوع کرکے سیدھا کھڑا ہو جائے اور کچھ آیتیں پڑھ کے پھر رکوع کرے ترجمہ اور دونوں رکعتوں میں قرأت طویل پڑھے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آہستہ پڑھے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جہر سے پڑھے (یہی قول امام شافعیؒ کا ہے) پھر اس کے بعد اتنی دیر تک دعا کرے کہ سورج کھل جائے اور یہ نماز وہی امام پڑھائے جو ان لوگوں کو جمعہ پڑھاتا ہے اگر وہ امام نہ ہو تو لوگ اکیلے اکیلے پڑھ لیں اور چاند گہن میں جماعت (مسنون) نہیں ہے بلکہ ہر ایک اپنی اپنی پڑھ لے اور سورج گہن میں خطبہ نہیں ہے۔

باب صلوٰۃ الاستسقاء

بارش کے لیے نماز پڑھنے کا بیان

ترجمہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ بارش کے لئے جماعت سے کوئی نماز مسنون نہیں ہے اگر لوگ

اکیلے اکیلے پڑھ لیں تو جائز ہے اور بارش مانگنے کے لئے فقط دعا اور استغفار ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ امام دو رکعت پڑھائے دونوں میں قرأت جہر سے پڑھے پھر خطبہ پڑھے اور قبلہ رُخ ہو کر دعا کرے اور اپنی چادر کو پھیرے اور لوگ (یعنی مقتدی) اپنی چادروں کو نہ پھیریں اور ذمی لوگ اس نماز میں شامل نہ ہوں ف چادر پھیرنا امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نہ پھیرے کیونکہ اُنکے نزدیک یہ نماز بمنزلہ دعا کے ہے اسلئے اسکا حکم بھی اور دعا دن جیسا ہوگا اور چادر پھیرنے کی یہ صورت ہے کہ اگر وہ چوگوشی ہے تو اُوپر کا کنارہ نیچے کرے اور نیچے کا اوپر اور اگر گول ہے تو دائیں جانب کو بائیں طرف کرے اور بائیں کو دائیں طرف اور ذمی وہ کافر ہیں جو اسلامی سلطنت میں سلطان سے اجازت لیکر رہنے لگیں۔

باب قیام شہر رمضان

رمضان میں تراویح پڑھنے کا بیان

ترجمہ مستحب ہے کہ ماہِ رمضان میں عشا کے بعد لوگ جمع ہوں اور اُن کا امام اُنھیں پانچ ترویحے پڑھائے ف ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہے اس حساب سے پانچ ترویحوں کی بیس رکعتیں ہوئیں اور مصنف نے اسے استحباب کے لفظ سے ذکر کیا ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہیں پس مصنف کا مقصود اس سے یہ ہے کہ تراویح کو جماعت سے پڑھنا مستحب ہے نہ یہ کہ تراویح مستحب ہیں ترجمہ ہر ترویحہ میں دو سلام ہیں (یعنی دو دو رکعت میں سلام پھیرے) اور دو ترویحوں کے درمیان ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھے پھر لوگ تنہا وتر پڑھائے اور سوائے ماہِ رمضان کے اور دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھے جائیں۔

باب صلوٰۃ الخوف

خوف (کے وقت) کی نماز کا بیان

ترجمہ جب (دشمن وغیرہ کا) خوف زیادہ (اور نماز کا وقت ہو جائے ف ہمارے علماء کے نزدیک خوف زیادہ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ فقط دشمن وغیرہ کا نزدیک ہونا کافی ہے ترجمہ تو امام لوگوں کی دو جماعت کردے ایک جماعت دشمن کے مقابلے میں کھڑی کردے اور دوسری کو اپنے پیچھے کھڑی کرے پھر اسی جماعت کو دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائے اور جب امام دوسرے سجدے سے سر اُٹھائے تو یہ جماعت دشمن کے مقابلے میں کھڑی ہو جائے اور وہ جماعت (امام کے پیچھے) آجائے

پھر امام ان لوگوں کو دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائے اور التحیات وغیرہ پڑھ کے سلام پھیر دے اور یہ لوگ سلام نہ پھیریں اور دشمن کے مقابلے میں جا کھڑے ہوں اور وہ پہلی جماعت (جنہے امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لی تھی) آئے اور یہ لوگ اکیلے اکیلے ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ بغیر قرأت کے پڑھ لیں (کیونکہ یہ لاحق ہیں) اور التحیات پڑھکر سلام پھیر کے دشمن کے مقابلے میں جا کھڑے ہوں پھر دوسری جماعت آئے اور یہ لوگ ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ قرأت سے پڑھیں (کیونکہ یہ مسبوق ہیں اور مسبوق پر قرأت لازم ہے) اور التحیات وغیرہ پڑھکے سلام پھیر دیں ف اصل اس بارے میں وہ روایت ہے جو ابو داؤد نے ابن مسعود سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کی نماز اس صورت سے پڑھائی جو مصنف نے بیان کی ہے اور اسی صورت کو اشہب اور اوزاعی نے پسند کیا ہے اور اسی کو ہمارے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور انکے متبعین نے لیا ہے ترجمہ پھر اگر امام مقیم ہے تو دونوں جماعتوں کو دو دو رکعت پڑھائے اور مغرب کی نماز میں پہلی جماعت کو دو رکعت پڑھائے اور دوسری کو ایک ف اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک رکعت میں تنصیف نہیں ہو سکتی پس سبقت کے لحاظ سے اُسے پہلی جماعت میں رکھنا بہتر ہے ہدایہ میں اسیطرح ہے ترجمہ اور نماز کی حالت میں نہ لڑیں ف کیونکہ لڑنا عمل کثیر ہے اعمال نماز سے نہیں ہے ترجمہ اور اگر انھوں نے ایسا کیا تو انکی نماز باطل ہو گئی اور اگر خوف بہت ہی زیادہ ہو تو اپنی اپنی سواری پر اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیں رکوع سجود اشاروں سے کریں اور جب قبلہ رُخ نہ ہو سکیں تو جس طرف چاہیں پڑھ لیں۔

باب الجنائز

جنازے کا بیان

ترجمہ جس وقت کوئی آدمی مرنے لگے تو اُسے داہنی کروٹ سے لٹا کر قبلہ رُخ کر دیں اور اُسکے سامنے کلمہ شہادت پڑھیں ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لقنوا موتاکم شهادة ان لا اله الا الله یعنی اپنے مردوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو اور مردوں سے مراد وہ ہیں جو مرنے کے قریب ہوں ہدایہ میں اسی طرح ہے اور تلقین کی صورت یہ ہے کہ نزع کی حالت میں اس کے پاس کھڑے ہو کر کہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا چاہیئے تاکہ وہ سُن لے اور اس سے یہ نہ کہیں کہ تو کلمہ پڑھ کیونکہ وہ وقت بہت دشواری کا ہوتا ہے شاید وہ کہنے سے اس کا انکار نہ کر دے ترجمہ اور جب مر جائے تو (ایک کترہ وغیرہ سے کر) اسکے دونوں جبڑوں کو باندھ دیں اور آنکھوں کو بند کر دیں ف کیونکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ صحابی کے پاس تشریف لے گئے تو انکے مرنے کے بعد اِن کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں حضور نے انکو بند کر دیا اور یہ فرمایا کہ جب روح قبض ہو جاتی ہے تو بینائی اُسکے ساتھ ہی چلی جاتی ہے اور آنکھوں ہی سے آدمی کی خوبصورتی ہے کیونکہ جب آنکھیں بند نہ کی جائیں اور نہ جھاڑے باندھے جائیں تو آدمی کی بہت ڈراؤنی صورت ہو جاتی ہے اور آنکھیں بند کرتے وقت یہ پڑھے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللھم یسر علیہ امرہ وسھل علیہ مابعدہ واسعد بلقائک وما خرج الیہ خیرا مما خرج عنہ ترجمہ پھر جب میت کو غسل دینا چاہیں تو اُسے تختے پر لٹائیں اور اسکی ستر عورت پر (پردہ کی غرض سے) کچھ کپڑا ڈال دیں اور اسکے سب کپڑے نکال لیں اور وضو کرائیں لیکن نہ کلی کرائیں اور نہ ناک میں پانی ڈالیں پھر اس کے اوپر پانی بہا دیں اور تختے کو (لوبان وغیرہ سے) طاق مرتبہ دھونی دیں ف دھونی دینے کی صورت یہ ہے کہ دھونی کی رکابی وغیرہ کو لیکر تختے کے چاروں طرف پھریں ایک دفعہ یا تین دفعہ یا پانچ دفعہ اور اس سے زیادہ نہ کریں ترجمہ اور بیری کے پتے یا اشنان ڈال کر پانی گرم کیا جائے اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو خالص پانی کافی ہے اور اس کے سر اور ڈاڑھی کو گل خیرو سے دھوئیں پھر پائیں کروٹ میں لٹائیں (تاکہ غسل داہنی طرف سے شروع ہو) پھر بیری کے پتوں دار پانی سے غسل دیں یہانتک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ پانی میت کے نیچے تک پہونچ گیا ہے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر اس پر بھی اس طرح پانی بہائیں کہ پانی نیچے تک پہونچ جائے پھر اسکی کمر کے نیچے کوئی چیز رکھکر اسے سہارے سے بٹھائیں اور اسکے پیٹ کو آہستہ آہستہ (نیچے کو) سُوتیں اگر کچھ نکلے تو اسے دھو دیں اور دوبارہ غسل نہ دیں (نہ پھر وضو کرائیں پھر کسی کپڑے سے اس (کے جسم) کو خشک کر کے کفنا دیں اور سر اور ڈاڑھی پر حنوط (خوشبو) ملیں اور سجدے کے اعضاء پر کافور ملیں ف سجدے کے اعضاء سے وہ اعضاء مراد ہیں جو سجدے کرتے وقت زمین پر ٹکتے ہیں یعنی پیشانی ناک دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے دونوں قدم اسی پر فتویٰ ہے اور حنوط ایک قسم کا عطر ہے جو چند خوشبودار چیزیں ملا کر بنایا جاتا ہے ترجمہ اور سنت یہ ہے کہ مرد کو ازار یعنی لفافہ تین کپڑوں میں کفنایا جائے ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تین ہی سفید کپڑوں میں کفنایا گیا تھا اور اگر دو ہی کپڑوں پر (یعنی ازار اور کفنی پر) اکتفا کر لیں تب بھی جائز ہے ف ان دو کپڑوں کو کفن کفایہ کہتے ہیں میت کے لئے دو کپڑوں کے کافی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ میرے ان ہی دونوں کپڑوں کو دھو لو اور مجھے ان ہی میں کفنانا ترجمہ اور جب میت پر لفافہ لپیٹنا چاہیں تو پہلے بائیں طرف سے

لپیٹیں یعنی بائیں طرف سے اسپر ڈالدیں پھر داہنی طرف سے اور اگر (ہوا وغیرہ کی وجہ سے) کفن کے کھلنے کا اندیشہ ہو تو اُسے باندھ دیں اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنایا یعنی ازار۔ کفنی۔ دامنی سینہ بند۔ لفافہ اور اگر (ازار۔ لفافہ۔ دامنی) تین کپڑوں پر اکتفا کریں تب بھی جائز ہے (اور یہ عورت کے لئے کفنِ کفایہ ہے) ف انکی لمبائی اسقدر ہونی چاہیئے کہ ازار سر سے پیروں تک ہو اور کفنی مونڈھوں سے گھٹنوں سے نیچے تک اور لفافہ ازار سے بھی لمبا ہو۔ ترجمہ اور دامنی کفنی سے اوپر اور لفافہ کے نیچے رہے اور عورت کے بال اُسکے سینہ پر کردیے جائیں اور میت کے (سر کے) بالوں اور ڈاڑھی میں کنگھا نہ کیا جاوے اور نہ ناخن کترے جائیں نہ بال کترے جائیں اور کفنانے سے پہلے سارے کفن طاق مرتبہ خوشبو میں بسالیں پھر جب اس سے فارغ ہوں تو اسپر نماز پڑھیں اور جنازے کی نماز پڑھانے کے لئے سب سے بہتر سلطان ہے اگر موجود ہو اور اگر سلطان نہ ہو تو مستحب ہے کہ اس محلہ کی مسجد کا امام نماز پڑھائے پھر اسکے بعد (میت کے) ولی (کا درجہ) ہے پس اگر ولی اور سلطان کے علاوہ کسی اور شخص نے نماز پڑھادی تو ولی (اگر چاہے) دوبارہ نماز پڑھ لے۔ فائدہ کیونکہ ولی میت کا حقدار ہوتا ہے لہذا اُسے اختیار ہے کہ وہ دوبارہ بھی پڑھ لے۔ ترجمہ اور اگر ولی (اپنی میت کے) جنازہ کی نماز پڑھ چکا ہے تو پھر جائز نہیں ہے کہ اسکے بعد کوئی نماز پڑھے اور اگر کوئی جنازہ بغیر نماز پڑھے دفن کردیا جائے تو تین روز تک اسکی قبر پر نماز پڑھ لی جائے اور اسکے بعد نہ پڑھی جائے اور نماز پڑھانیوالا میت کے سینے کے مقابلے میں کھڑا ہو۔ فائدہ کیونکہ یہ دل کی جگہ ہے اور دل ہی میں نورِ ایمان ہوتا ہے پس اس جگہ کھڑے ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ امام اسکے ایمان کی سفارش کرتا ہے ترجمہ اور نماز (جنازہ کی) یہ ہے کہ اول اللہ اکبر کہکر اللہ کی حمد وثنا پڑھے پھر دوبارہ اللہ اکبر کہکر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجے پھر تیسری دفعہ اللہ اکبر کہکر اپنے اور میت اور سب مسلمانوں کے لئے دعا کرے فائدہ یعنی یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اور اگر لڑکے کا جنازہ ہے تو یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا اور اگر لڑکی ہو تو وہ کی جگہ ھا پڑھے ترجمہ اور جنازہ کی نماز اُس مسجد میں نہ پڑھی جائے کہ جسمیں جماعت ہوتی ہو فائدہ کیونکہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا اَجْرَ لَہٗ یعنی جو جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھے اُسے ثواب نہیں ہوتا ترجمہ پھر جب میت کو چارپائی وغیرہ پر (رکھکر) اُٹھائیں تو اس (چارپائی) کے چاروں پائے

پکڑ لیں اور جلدی جلدی چلیں دوڑ کے نہ چلیں (اور آہستہ آہستہ بھی چلنا جائز ہے) پھر جب جنازہ قبر پر پہونچے تو جنازہ رکھے جانے سے پہلے لوگوں کو بیٹھنا مکروہ ہے اور قبر کھود کر اُسمیں لحد بنا دی جائے اور میت کو قبلہ رُخ کر کے اُسمیں اُتار لیا جائے اور جسوقت لحد میں اُتاریں تو اتارنے والے یہ پڑھیں بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اور (لحد میں رکھ کے) اُسکا منہ قبلہ کیطرف کریں۔ فائدہ قبلہ کیطرف منہ کر دینا واجب ہے عبدالمطلب کے خاندان کا ایک شخص مرگیا تھا تو اسکو قبر میں رکھتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو یہی حکم دیا تھا کہ اسکا منہ قبلہ کیطرف کر دو ترجمہ اور کفن کے بند کھول دیں (کیونکہ اب کفن کے کھلنے کا اندیشہ نہیں ہے) اور لحد پر کچی اینٹیں لگا دیں پکی اینٹیں اور تختے لگانے مکروہ ہیں اور بانس (وغیرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے پھر اُسپر مٹی دیدی جائے اور قبر کو ہان جیسی بنا دی جائے اور چوکوشی نہ بنائی جائے اگر بچہ پیدا ہونیکے بعد رویا (اور پھر مرگیا) تو اُسکا نام رکھا جائے اور غسل دیکر اُسکی نماز پڑھی جائے اور اگر رویا نہیں (بلکہ مرا ہی پیدا ہوا ہے) تو اُسے ایک خرقہ سے کپڑے میں لپیٹ کے دفن کر دیا جائے اور اُسکی نماز نہ پڑھی جائے فائدہ اُسکے غسل دینے میں دو روایتیں ہیں صحیح یہی ہے کہ اُسکو غسل نہ دیا جائے۔

باب الشہید

شہید کا بیان

ترجمہ شہید وہ ہے جسے مشرک (اور کافر) لوگوں نے مارا ہو (اور ڈاکو وغیرہ بھی اسی حکم میں ہیں) یا میدان جنگ میں (سے) مرا ہوا ملے اور اُس (کے بدن) پر کاری زخم ہوں یا کسی کو مسلمانوں نے ظلماً مار دیا ہو اور اُسکے مارنے پر خونبہا واجب نہ ہوئی ہو تو اُسکو کفن دیا جائے اور اُسکی نماز پڑھی جائے اور غسل نہ دیا جائے اور جب کوئی جُنبی شہید ہو جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُسے غسل دیا جائے (اور اسی پر فتویٰ ہے) اور یہی حکم لڑکے (اور دیوانے) کا ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو بھی غسل نہ دیا جائے اور شہید (کے بدن) سے اسکا خون نہ دھویا جائے اور نہ اُسکے کپڑے اُتارے جائیں اور پوستین وغیرہ (جو کفن کی قسم سے نہیں ہیں) اور موزے اور ہتھیار اُتار لئے جائیں اور مرتث کو غسل دیا جائے اور مرتث وہ شخص ہے جو زخمی ہونیکے بعد کچھ کھالے یا پی لے یا اسکا علاج کیا جائے یا وہ اتنی دیر زندہ رہے کہ اُسکے ہوش میں ایک نماز کا وقت گذر جائے یا وہ میدان جنگ سے زندہ اپنے گھر آجائے اور جو شخص کسی حد یا قصاص میں مارا جائے

تو اُسکو غسل بھی دیا جائے اور اُسکی نماز (بھی) پڑھی جائے (کیونکہ وہ ظلماً نہیں مارا گیا) اور جو شخص بغاوت یا رہزنی میں مارا گیا ہو تو اُسکی نماز نہ پڑھی جائے فائدہ اسکی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے باغیوں پر نماز نہیں پڑھی تھی۔

باب الصلوٰۃ فی الکعبہ

کعبہ میں نماز پڑھنے کا بیان

ترجمہ (خانہ) کعبہ میں نماز پڑھنی جائز ہے فرض بھی اور نفل بھی پس اگر (خانہ) کعبہ میں کوئی امام نماز پڑھائے اور مقتدیوں میں سے کوئی اپنی پیٹھ امام کی پیٹھ کیطرف کرے تو اُسکی نماز ہو جائیگی اور جو انمیں سے اپنا منھ امام کے منھ کیطرف کرے تو اُسکی نماز بھی ہو جائیگی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی اپنی پیٹھ امام کے منھ کیطرف کرے تو اُسکی نماز نہ ہوگی (کیونکہ وہ امام سے آگے ہے اور یہ جائز نہیں) اور جب امام مسجد حرام میں نماز پڑھائے تو لوگ (خانہ) کعبہ کے گرد اگر دحلقہ باندھ لیں اور امام کی نماز کے ساتھ (ساتھ) نماز پڑھیں پھر انمیں سے جو شخص امام کی نسبت کعبہ سے زیادہ نزدیک ہو تو اُسکی نماز ہو جائیگی (لیکن) جبکہ امام کیطرف نہ ہو اور جو شخص (خانہ) کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے تو اُسکی نماز (بھی) ہو جاتی ہے فائدہ امام شافعیؒ کے نزدیک کعبہ کی چھت پر نماز نہیں ہوتی کیونکہ اُنکے نزدیک قبلہ وہ عمارت ہے اور ہمارے نزدیک کعبہ کے اندر کا میدان اور ہوا آسمان تک قبلہ ہے نہ کہ یہ عمارت۔

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ زکوٰۃ ایسے شخص پر واجب (یعنی فرض) ہے جو آزاد مسلمان بالغ عاقل ہو جسوقت وہ پوری نصاب کا پورا مالک ہو جائے اور اسپر ایک سال (پورا) گذر جائے۔ فائدہ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا زَکٰوۃَ عَلٰی مَالٍ حَتّٰی یَحُوْلَ عَلَیْہِ الْحَوْلُ یعنی کسی مال میں زکوٰۃ نہیں ہے جبتک کہ اسپر پورا سال نہ گذر جائے ترجمہ لڑکے اور دیوانے اور مکاتب پر زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے فائدہ یہ قول ہمارے ائمہ ثلاثہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک لڑکے اور دیوانے پر بھی واجب ہے ترجمہ اگر کسی کے ذمہ اسکے مال کے برابر ہی قرض بھی ہو تو اُسپر زکوٰۃ نہیں ہے اور جسکے پاس قرض سے زیادہ مال ہو تو اگر یہ زیادہ مال نصاب کو پہونچ جائے تو

اُسکی زکوٰۃ دینی واجب ہے اور رہنے کے گھروں میں اور پہننے کے کپڑوں میں اور گھر کے اسباب میں اور سواری کے جانوروں میں اور خدمت کے غلاموں میں اور استعمالی ہتیاروں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور بغیر نیت کے زکوٰۃ ادا کرنی جائز نہیں ہے یا تو دینے کے وقت نیت ہو (کہ یہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں اور) یا (جسقدر مال اسے زکوٰۃ میں دینا واجب ہے) اُس واجب کی مقدار (مال سے) نکالتے وقت نیت ہو (کہ یہ میں زکوٰۃ نکالتا ہوں۔ اور جس شخص نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا اور زکوٰۃ کی نیت نہ کی تو زکوٰۃ کی فرضیت اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگی۔

باب زکوٰۃ الابل

اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے اور جب پانچ ہو جائیں اور وہ جنگل میں چرتے ہوں اور پورا سال اُنپر گذر جائے تو انمیں نو تک ایک بکری ہے پھر جب دس ہو جائیں تو انمیں چودہ تک دو بکریاں ہیں اور جب پندرہ ہو جائیں تو انمیں انیس تک تین بکریاں ہیں اور جب بیس ہو جائیں تو انمیں چوبیس تک چار بکریاں ہیں اور جب پچیس ہو جائیں تو انمیں پینتیس تک ایک بنت مخاض ہے فائدہ بنت مخاض اونٹنی کے اُس بوتہ کو کہتے ہیں جسے ایک سال ختم ہو کر دوسرا سال لگ گیا ہو ترجمہ اور جب چھتیس ہو جائیں تو اُن میں پینتالیس تک ایک بنت لبون ہے فائدہ بنت لبون وہ بوتہ ہے جسے تیسرا سال لگ جائے ترجمہ اور جب چھیالیس ہو جائیں تو انمیں ساٹھ تک ایک حقہ ہے فائدہ حقہ اُس بوتہ کو کہتے ہیں جو تین سال پورے کر کے چوتھے میں لگ جانے ترجمہ اور جب اکسٹھ ہو جائیں تو انمیں پچھتر تک ایک جذعہ ہے فائدہ جذعہ اُس بوتہ کو کہتے ہیں جو چار سال پورے کر کے پانچویں میں لگجائے ترجمہ اور جب چھہتر ہو جائیں تو انمیں نوے تک دو بنت لبون ہیں اور جب اکیانوے ہو جائیں تو اُن میں ایکسو بیس تک دو حقے ہیں (اور جب اس سے بھی زیادہ ہو جائیں تو پھر زکوٰۃ کا حساب نئے سرے سے شروع کیا جائے پس پانچ میں (یعنی ایکسو پچیس میں) دو حقے اور ایک بکری ہے اور (اسی طرح) دس میں دو بکریاں ہیں اور پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں (یعنی ایکسو پینتالیس میں) ایکسو چالیس تک دو حقے اور ایک بنت مخاض ہے اور پورے ایکسو پچاس میں تین حقے ہیں (اسکے بعد پھر نئے سرے سے حساب کیا جائیگا پس پانچ میں ایک بکری اور دس میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں اور

پچیس میں ایک بنتِ مخاض اور چھتیس میں ایک بنتِ لبون اور جب یہ اکیسو چھیانوے ہوجائیں تو اُنمیں دوسو تک چار حقے ہونگے اور پھر جیسا کہ اُن پچاس میں نئے سرے سے حساب کیا جاتا ہے جو ڈیڑھ سو کے بعد ہوں اسی طرح ہمیشہ نئے سرے سے حساب ہوتا رہیگا اور نجتی اور عربی اونٹ برابر ہیں (یعنی انمین زکوٰۃ کی بابت کوئی فرق نہیں ہے)۔

باب صدقۃ البقر

گائے بیل کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ تیس گائے یا بیلوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جب وہ تیس ہوجائیں اور سب جنگل میں چرتے ہوں اور ایکسال (پورا) اُنپر گذر جائے تو اُن میں ایک تبیع یا ایک تبیعہ ہے فائدہ تبیع اور تبیعہ اُس بچھڑے بچھیا کو کہتے ہیں جنھیں ایکسال پورا ہوکے دوسرا سال لگجائے اور دونوں کے ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس بارے میں نر اور مادہ دونوں برابر ہیں اور یہی حکم بکریوں میں ہے ترجمہ اور چالیس میں ایک مسن یا ایک مسنہ ہے فائدہ مسن اور مسنہ اس بچھڑے بچھیا کو کہتے ہیں جنھیں دو سال پورے ہوکر تیسرا سال لگ جائے ترجمہ اور جب چالیس سے زیادہ ہوجائیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس زیادتی میں ساٹھ تک اسی مقدار سے واجب ہے پس ایک میں مسنہ کا چالیسواں حصہ ہے اور دو میں بیسواں حصہ اور تین میں مسنہ کے چالیس حصوں میں سے تیں حصے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ اس زیادتی میں کچھ (زکوٰۃ) نہیں ہے یہانتک کہ یہ ساٹھ ہوجائیں پھر ساٹھ میں دو تبیعے ہونگے اور ستر میں ایک مسنہ اور ایک تبیعہ اور اسّی میں دو مسنے اور نوّے میں تین تبیعے اور سو میں دو تبیعے اور ایک مسنہ اور اسی طریقہ پر ہر دس میں تبیعہ سے مسنہ کی طرف یہ فرض (زکوٰۃ) بدلتا رہیگا اور بھینس اور گائے (زکوٰۃ) میں برابر ہیں۔

باب صدقۃ الغنم

بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ چالیس بکریوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جب پوری چالیس ہوجائیں اور وہ جنگل میں چرتی ہوں اور ان پر ایک سال پورا گذر جائے تو اُن میں اکیسو (۱۲۱) تک ایک بکری ہے اور جب (اکیسو (۱۲۱) سے) ایک زیادہ ہوجائے تو اُن میں دوسو تک دو بکریاں ہیں پھر جب دوسو سے بھی

ایک زیادہ ہو جائے تو ان میں تین بکریاں ہیں اور جب چار سو ہو جائیں تو ان میں چار بکریاں ہیں پھر ہر سیکڑے میں ایک بکری ہے فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کتاب میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے جسے بخاری نے نقل کیا ہے اور اسی پر اجماع ہے۔ اور بھیڑ بکریاں (زکوٰۃ کے حکم میں برابر ہیں۔)

باب زکوٰۃ الخیل

گھوڑوں کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ اور جب گھوڑے اور گھوڑیاں ملے ہوئے ہوں اور سب جنگل میں چرتے ہوں اور ایک سال پورا ان پر گذر جائے تو اُنکے مالک کو اختیار ہے چاہے ہر گھوڑے کی زکوٰۃ میں ایک دینار دیدے (یعنی دو روپے آٹھ آنے) اور چاہے اُنکی قیمت کر کے دو سو درم میں سے پانچ درم دیدے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فقط گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں میں (خواہ نر و مادہ دونوں ہوں) بالکل زکوٰۃ نہیں ہے اور نہ خچروں اور گدھوں میں (بالاتفاق) کچھ (زکوٰۃ) نہیں ہے ہاں اگر وہ سوداگری کے لئے ہوں۔ فائدہ خچروں اور گدھوں میں زکوٰۃ نہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ یعنی ان دونوں کی بابت مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا اور یہ احکام آنحضرت کے فرمانے ہی سے ثابت ہوتے ہیں ترجمہ اونٹ اور گائے اور بکری کے بچوں میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک زکوٰۃ نہیں ہے (اور یہی صحیح ہے اسی طرح تحفہ میں ہے) ہاں اگر ان میں بڑے بھی شامل ہوں اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اُن میں سے ایک دیدینا واجب ہے اور جس شخص پر (زکوٰۃ میں) مسنہ (دینا) واجب ہو اور اُسکے پاس مسنہ نہ ہو تو مصدق اِس سے اعلیٰ درجہ کا جانور (یعنی تبیعہ) لیلے اور (اسکی قیمت ٹھیرا کے مسنہ کی قیمت رکھ لے) اور باقی دام اُسے واپس دیدے یا اِس سے کم درجہ کا لیلے اور باقی دام اُسی سے وصول کرلے اور زکوٰۃ میں قیمتوں کا دیدینا (بھی) جائز ہے۔ فائدہ مصدق اُس آدمی کو کہتے ہیں جو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور سب سے وصول کر کے امام کے حوالے کر دے ترجمہ اور عوامل اور حوامل اور علوفہ میں زکوٰۃ نہیں ہے فائدہ عوامل اور حوامل اُن چوپاؤں کو کہتے ہیں جو مالک [illegible] کے کام میں [illegible] ہوں اور علوفہ وہ جانور ہیں جنھیں گھاس دانہ دیا جاتا ہو۔ ترجمہ اور مصدق سب سے اچھا مال (چھانٹ کر) نہ لے اور نہ سب سے ردّی لے بلکہ اوسط درجہ کا لے۔ فائدہ اوسط درجہ کا مال

لیئے کی یہ وجہ ہے کہ اس میں جانبین کی رعایت ہے یعنی زکوٰۃ دینے والے کی بھی اور شریعت کی بھی ترجمہ اور جو شخص (شروع سال میں) مالک نصاب تھا پھر درمیان سال میں اُسنے اسی قسم کا اور مال کما لیا تو یہ اسے اپنے مال میں ملا کر سارے کی زکوٰۃ دے اور سائمہ (یعنی جنگل میں چرنے والے) سے وہ چوپایہ مراد ہے جو چھ مہینے سے زیادہ فقط چرنے ہی پر اکتفا کرے (یعنی گھر آ کے نہ کھائے) اور اگر اس نے چھ مہینے یا اس سے کچھ زیادہ جنگل میں چرا تو ایسے چوپاؤں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک زکوٰۃ نصاب میں ہے عفو میں نہیں ہے اور امام محمد اور امام زفر کے نزدیک دونوں میں واجب ہے فائدہ نصاب اور عفو کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس اسی بکریاں تھیں اور ان پر ایک سال گذر گیا لیکن اُسکے زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے اُن میں سے چالیس بکریاں مر گئیں تو چالیس میں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بکری دینی واجب ہے اور امام محمد کے نزدیک نصف بکری واجب ہے ترجمہ اور جب زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد مال ہلاک ہو جائے تو (اس صورت میں) زکوٰۃ بھی (اُسکے ذمہ سے) ساقط ہو جائیگی اور اگر کوئی مالک نصاب تھا اور سال پورا ہونے سے پہلے ہی اُس نے زکوٰۃ دیدی تو یہ بھی جائز ہے۔

باب زکوٰۃ الفضۃ

چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ دو سو درم سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے پس جب دو سو درم ہوں اور ایک سال اُن پر گذر جائے تو اُن میں (زکوٰۃ کے) پانچ درم ہیں اور دو سو سے زیادہ میں زکوٰۃ نہیں ہے یہانتک کہ وہ چالیس ہو جائیں (یعنی دو سو کے بعد انتالیس میں زکوٰۃ نہیں ہے) اور پورے چالیس میں ایک درم ہے پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک چالیس میں ایک درم ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ دو سو سے زیادہ میں بھی اسی حساب سے زکوٰۃ ہے اور اگر کسی چیز میں چاندی زیادہ ہو تو وہ چاندی ہی کے حکم میں ہے اور اگر اسمیں (چاندی سے) ملونی زیادہ ہے تو وہ اسباب کے حکم میں ہے اور ایسی چیزوں میں معتبر یہ ہے کہ انکی قیمت نصاب (کی مقدار) کو پہونچ جائے

باب زکوٰۃ الذہب

سونے کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ سونے کے بیس مثقال سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے پس جب پورے بیس مثقال ہوں اور اُنپر پورا

سال گذر جاے تو ان میں نصف مثقال ہے ہر چار مثقالوں میں دو قیراط ہیں فائدہ چار مثقال میں دو قیراط ہونیکی یہ وجہ ہے کہ زکوٰۃ میں مال کا چالیسواں حصّہ دینا واجب ہے اور چار مثقال اسّی قیراط کے ہوتے ہیں اور چالیسواں حصّہ دو قیراط ہوئے اور شریعت نے ایک دینار دس درم کا معتبر رکھا ہے پس چار مثقال مثل بائیس درموں کے ہیں ترجمہ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چار مثقال سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ بیس سے جسقدر زیادہ ہوں اُنکی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے ہے اور سونے چاندی کی سری اور اُنکے زیور اور برتنوں میں بھی زکوٰۃ واجب ہے فائدہ یہ ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سونے چاندی کی سری میں واجب ہے اور اگر اسکے زیور یا برتن بنا لیے جائیں تو انمیں زکوٰۃ نہیں ہے

باب زکوٰۃ العروض

اسباب کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ تجارتی مال میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ وہ کسی قسم کا ہو جسوقت اسکی قیمت چاندی یا سونے کی نصاب کو پہونچ جائے اور اسکی ایسی چیز سے قیمت کریں جسمیں فقیروں اور مسکینوں کا زیادہ فائدہ ہو اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اسی سے اسکی قیمت کریں جس سے اُسے خریدا ہو پھر اگر روپیہ پیسے سے نہیں خریدا تو ایسی چیز سے قیمت کریں جسکا اس شہر میں زیادہ رواج ہو اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ ہر حال میں اُسی سے قیمت کریں جسکا اس شہر میں زیادہ رواج ہو اور جب سال کے اول و آخر میں نصاب پورا ہو (اور درمیان میں کمی آگئی ہو) تو (یہ) درمیانی کمی زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نصاب پورا کرنیکے لئے (تجارتی) اسباب کی قیمت سونے چاندی میں ملا دیجائے اور اسی طرح سونے کی قیمت چاندی میں ملا دیجائے فائدہ اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کچھ تجارتی اسباب تھا اور کچھ سونا چاندی تھا لیکن پورا نصاب دونوں میں سے کسی میں بھی نہ تھا ہاں اگر ان دونوں میں سے کسی کی قیمت کرکے دوسری چیز میں ملا دیں تو نصاب پورا ہو جاتا ہے ایسی صورت میں ایک کی قیمت معین کرکے دوسری میں ملا دینگے تاکہ نصاب پورا ہو جائے ترجمہ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ سونے کی قیمت کرکے چاندی میں نہ ملایا جائے اور اجزا ملا دیئے جائیں فائدہ اسکی صورت یہ ہے مثلاً کسی کے پاس دس دینار بیچاس درموں کی قیمت کے تھے اور اُسکے پاس سو درم بھی تھے تو ایسے شخص پر امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ اجزا کے اعتبار سے نصاب پورا ہے یعنی اُس صورت میں نصف نصاب سونے کا ہے اور نصف چاندی کا

پس دونوں نصفوں کو ملا کے پورا نصاب سمجھ لیا جائے گا۔

باب زکوۃ الزروع والثمار

کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمین کی پیداواری میں خواہ تھوڑی ہو یا بہت دسواں حصہ واجب ہے اگر برابر ہے کہ نہر کے پانی سے ہو یا بارش کے پانی سے ہو سوائے لکڑی اور بانس اور گھاس کے فائدہ ان تینوں میں عشر نہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ یہ چیزیں عادۃً بوئی نہیں جاتیں ترجمہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ دسواں حصہ ان ہی میں واجب ہے جبکہ پھل باقی رہتا ہو (یعنی بلا تکلف سال بھر تک رہتا ہو) جسوقت وہ (پھل) پانچ وسق کو پہونچ جائے اور وسق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صاع سے ساٹھ صاع کا ہوتا ہے فائدہ صاع بعض محققین کے نزدیک دو سو چونتیس تولہ کا ہوتا ہے ترجمہ اور صاحبین کے نزدیک سبز ترکاریوں میں دسواں حصہ نہیں ہے اور جن کھیتوں میں ڈول یا ہرٹ یا چرس سے پانی دیا گیا ہو انمیں دونوں قول پر دسواں حصہ ہے اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جو چیزیں پیمانہ سے ناپتی ہیں جیسے زعفران اور روئی (وغیرہ) انمیں دسواں حصہ اسوقت واجب ہے کہ جب اسکی قیمت ایسے ادنی درجہ کے غلہ کے پانچ وسق کو پہونچ جائے جو وسق سے ناپا جاتا ہو (جیسے باجرا وغیرہ) اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ دسواں حصہ اسوقت واجب ہے کہ جب یہ پانچ عدد اعلی اس مقدار کو پہونچ جائے جسکے ساتھ اس قسم کی چیزوں کا اندازہ کیا جاتا ہو پس روئی میں پانچ گونے معتبر ہیں (ایک گون کا وزن تین سو سیر ہوتا ہے) اور زعفران میں پانچ سیر معتبر ہیں ف یہاں سیر سے چھبیس اوقیہ کا وزن مراد ہے ترجمہ اور شہد میں دسواں حصہ ہے جس وقت وہ عشری زمین سے حاصل ہو خواہ شہد تھوڑا ہو یا بہت ہو ف یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور عشری زمین اسکو کہتے ہیں جسکی پیداواری میں سے دسواں حصہ بادشاہ کو دیا جائے ترجمہ اور اس بارے میں امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ دسواں حصہ اسوقت واجب ہے کہ شہد دس مشکیں ہوں اور امام محمد پانچ فرق فرماتے ہیں اور فرق چھتیس رطل عراقی کا ہوتا ہے ف رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے چھتیس رطل اٹھارہ سیر کے ہوئے اس حساب سے کل نوّے سیر ہونگے ترجمہ اور خراجی زمین کی پیداواری میں سے دسواں حصہ دینا واجب نہیں ہے۔

باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لا یجوز

یہ بیان کہ زکوٰۃ کس کو دینا جائز ہے اور کس کو ناجائز ہے

ترجمہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ پس یہ آٹھ قسم (کے آدمی) ہیں اور مؤلفۃ القلوب ان میں سے ساقط ہو گئے ہیں ف مؤلفۃ القلوب اُن کافروں کو کہتے ہیں جو شروع اسلام میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں میں مدد کرتے تھے اُن کے دل پرچانے کے لئے زکوٰۃ کا مال انکو دیا جاتا تھا اسلئے وہ لوگ مؤلفۃ القلوب کہلاتے تھے ترجمہ اسکی وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کو اللہ نے قوت دیدی ہے اور اُن سے بے پروا کر دیا ہے اور فقیر وہ ہے جسکے پاس تھوڑا سا مال ہو (یعنی نصاب کی مقدار نہ ہو) اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو ف بعض فقہا نے اس کے برعکس معنے کئے ہیں یعنی یہ کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور مسکین وہ ہے جس کا مال نصاب سے کم ہو اور صحیح پہلے ہی معنے ہیں ترجمہ اور عامل وہ ہے کہ بادشاہ اُس کے کام کا اندازہ کر کے کچھ اُسے دیدے ف عامل میں یہ شرط ہے کہ وہ بادشاہ کا مقرر کیا ہوا ہو اس کام پر کہ لوگوں سے زکاتیں وصول کر کے بادشاہ کے سپرد کیا کرے ترجمہ اور وفی الرقاب سے یہ مراد ہے کہ مکاتب غلاموں کے چھوڑانے میں انکی مدد کیجائے ف مکاتب وہ غلام ہوتا ہے جس نے اپنے آپ کو اپنے آقا سے خرید لیا ہو یعنی اپنی قیمت اپنے ذمہ لے لی ہو ترجمہ غارم وہ ہے جس کے ذمہ قرض ہو (اور اُسکے پاس دینے کو نہ ہو) اور وفی سبیل اللہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو (راہ خدا میں) لڑنے سے عاجز ہوں (یعنی اُن کے پاس ہتیار یا گھوڑے وغیرہ نہ ہوں) اور ابن السبیل سے وہ (مسافر) لوگ مراد ہیں جنکا مال اُنکے وطن میں ہو اور وہ دوسری جگہ ہوں کہ وہاں اُنکے پاس کچھ نہ ہو پس یہ (سات) مصرف زکوٰۃ ہیں اور مالک کو (یعنی زکوٰۃ ادا کرنے والے کو) اختیار ہے کہ چاہے ان میں سے ہر ایک کو دے اور چاہے ایک ہی قسم کے لوگوں کو دیدے

فائدہ یہ مذہب ہمارے ائمہ کا ہے اور امام شافعی کے اس بارے میں دو قول ہیں ایک قول ہمارے ائمہ کے موافق ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا ہونیکے لئے ہر قسم میں سے تین تین آدمیوں کو دینا ضروری ہے ترجمہ اور ذمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے فائدہ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ خُذْهَا مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَرُدَّهَا فِيْ فُقَرَائِهِمْ

یعنی زکوٰۃ مسلمان دولتمندوں سے لیکر مسلمان فقیروں کو دیدیا کرو اور زکوٰۃ کے سوا اور صدقہ ذمی کو دینا جائز ہے اور ذمی اُس کافر کو کہتے ہیں جو باج گذار ہو اور مسلمانوں سے امان لیکر دارالاسلام میں رہنے لگا ہو ترجمہ اور نہ زکوٰۃ کے مال سے مسجد بنائی جائے اور نہ اس سے (خرید کر) میت کو کفن دیا جائے اور نہ آزاد کرنیکے لئے اس سے کوئی غلام خریدا جائے اور نہ زکوٰۃ دولتمندوں کو دیجائے اور نہ زکوٰۃ دینے والا اپنی زکوٰۃ اپنے باپ دادا اور پڑدادا وغیرہ کو دے اور نہ بیٹے پوتوں وغیرہ کو دے اور نہ مال اور نانی اور دادی کو دے اور نہ اپنی بی بی کو دے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نہ عورت اپنے خاوند کو دے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ خاوند کو دیدے فائدہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بی بی سے فرمایا تھا کہ اگر تم اپنے خاوند کو دید و تو تمھارے لئے دونا اجر ہے ایک اجر صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا اسی حدیث کی وجہ سے صاحبین اسکے قایل ہیں کہ عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ دیدے تو جائز ہے یعنی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث نفلی صدقہ پر محمول ہے فرض زکوٰۃ خاوند کو انکے نزدیک جائز نہیں ہے ترجمہ اور نہ زکوٰۃ اپنے (غلام) مکاتب کو دے اور نہ اپنے غلام کو اور نہ کسی امیر کے غلام اور نہ امیر کے بچے کو جبکہ وہ چھوٹا ہو فائدہ اسکی وجہ یہ ہے کہ چھوٹا بچہ اپنے باپ کے مال کی وجہ سے امیر ہی شمار کیا جاتا ہے بخلاف بڑے کے کہ وہ باپ کے مال کی وجہ سے امیر شمار نہیں ہوتا اگرچہ اسکا خرچ باپ ہی کے ذمہ ہو ترجمہ اور نہ زکوٰۃ بنی ہاشم کو دیجائے اور بنی ہاشم وہ لوگ ہیں جو حضرت علی حضرت عباس جعفر عقیل حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں ہو اور نہ اُنکے غلاموں کو زکوٰۃ دیجائے فائدہ کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غلام ان ہی لوگوں میں شمار ہوتا ہے کہ جنکا وہ غلام ہو ترجمہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ امیر آدمی ہے یا ہاشمی ہے یا کافر ہے یا اندھیرے میں کسی فقیر کو زکوٰۃ دی تھی پھر معلوم ہوا کہ وہ اسکا باپ یا بیٹا ہے تو اسپر دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم نہیں ہے فائدہ یعنی اسکے ذمہ سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اور اسی پر فتویٰ ہے ترجمہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اُسے دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم ہے اور اگر کسی کو زکوٰۃ دی پھر معلوم ہوا کہ وہ اسکا غلام یا مکاتب تھا تو ان سب ائمہ کے نزدیک وہ زکوٰۃ جائز نہ ہوگی فائدہ اس زکوٰۃ کے جائز نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جسکو زکوٰۃ دیجائے اُسکو زکوٰۃ کا مالک بنا دینا زکوٰۃ کا رکن ہے اور چونکہ غلام اور مکاتب میں مالک بننے کی قابلیت نہیں ہے لہذا وہ مالک نہ ہونگے کیونکہ انکا مال آقا کا ہوتا ہے ترجمہ اور اپنے شخص کو زکوٰۃ

دینا جائز نہیں ہے جو (مقدار) نصاب کا مالک ہو خواہ وہ مال کسی قسم کا ہو اور ایسے شخص کو دینا جائز ہے جو نصاب سے کم کا مالک ہو اگرچہ وہ تندرست اور کمانے والا ہو یعنی پیشہ ور) ہو اور ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں لیجانا مکروہ ہے بلکہ ہر قوم کی زکوٰۃ وہیں کے لوگوں میں تقسیم کر دیجائے ہاں اگر کسی کو اپنے قرابت دار یا ایسے لوگوں کے لئے لیجانے کی ضرورت ہو کہ جو اس شہر والوں سے زیادہ حاجتمند ہوں۔

باب صدقۃ الفطر

صدقۂ فطر کا بیان

فائدہ صدقۂ فطر کو ہماری زبان میں فطرہ کہتے ہیں **ترجمہ** فطرہ آزاد مسلمان پر واجب ہے جبکہ وہ مقدار نصاب کا مالک ہو اور یہ نصاب رہنے کے گھر اور پہننے کے کپڑوں اور اسباب اور سواری کے گھوڑے اور ہتھیار اور خدمت کے غلاموں سے زیادہ ہو اسکو (ہر مسلمان آزاد) اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی اولاد اور خدمت کے غلاموں کی طرف سے ادا کرے اور اپنی بی بی کی طرف سے ادا نہ کرے اور نہ اپنی بڑی اولاد کی طرف سے اگرچہ انکا خرچ کھانے پینے کا اسی کے ذمہ ہو اور نہ کوئی اپنے مکاتب کی طرف سے دے اور نہ سوداگری کے غلاموں کی طرف سے اور جو غلام دو آدمیوں کی شراکت میں ہو تو (اسکا) فطرہ انمیں سے کسی پر واجب نہیں ہے اور مسلمان اپنے کافر غلام کی طرف سے فطرہ ادا کرے۔ ف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافر غلام کا فطرہ آقا کے ذمہ واجب نہیں ہے **ترجمہ** اور فطرہ گیہوں کا نصف صاع ہے اور جو اور چھوہارے اور منقے کا ایک صاع اور صاع امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عراقی رطل سے آٹھ رطل کا (معتبر) ہے **فائدہ** اور رطل وزن میں چھ شاہی روپیہ سے چالیس روپیہ کے قریب ہوتا ہے **ترجمہ** اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ (صاع) پانچ رطل اور تہائی رطل کا معتبر ہے اور فطرہ عید کے روز صبح صادق ہونے کے بعد واجب ہو جاتا ہے پس جو شخص اس سے پہلے مر جائے اسپر فطرہ واجب نہیں ہے اور جو شخص صبح صادق ہونے کے بعد مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا تو اسپر فطرہ واجب نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ لوگ عید کے روز عیدگاہ جانے سے پہلے فطرہ نکال دیں اور اگر عید کے روز سے پہلے دیدیں تو تب بھی جائز ہے اور اگر عید کے روز سے مؤخر کر دیں تو وہ ادا نہ ہوگا اور ادا کرنا ان کے ذمہ لازم ہے

کتاب الصوم

روزے کا بیان

ترجمہ روزے کی دو قسمیں ہیں واجب اور نفل پھر واجب کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جو کسی خاص

زمانہ سے تعلق رکھے جیسے رمضان شریف اور نذر معین کے روزے پس یہ روزے رات سے نیت کر لینے سے ہوتے ہیں اگر کسی نے صبح تک نیت نہیں کی تو اُسے زوال سے پہلے پہلے نیت کر لینی کافی ہے ف جامع صغیر میں دوپہر سے پہلے نیت کرنی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے ترجمہ اور دوسری قسم وہ ہے جو ذمہ ثابت ہوتی ہے جیسے رمضان شریف کی قضا اور نذر مطلق اور کفارے پس اس قسم کا روزہ رات سے نیت کئے بغیر نہیں ہوتا اور یہی حکم ظہار کے روزے کا ہے اور نفلی سب روزے زوال سے پہلے نیت کر لینے سے ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو چاہیئے کہ شعبان کی انتیسویں[۲۹] تاریخ خوب غور سے چاند دیکھیں اگر چاند نظر آجائے تو روزے رکھنے شروع کر دیں اور اگر ابر ہو تو شعبان کے پورے تیس روز پورے کر کے پھر روزے رکھیں اگر کسی اکیلے شخص نے رمضان شریف کا چاند دیکھ لیا تو (اگلے روز) وہ روزہ رکھے اگرچہ امام (یعنی مسلمانوں کا حاکم) اُسکی گواہی کو نہ سُنے اور جب آسمان میں کوئی علت (یعنی غبار یا ابر) ہو تو چاند دیکھنے کے بارے میں امام ایک ہی عادل آدمی کی گواہی کو مان لے مرد ہو یا عورت ہو آزاد ہو یا غلام ہو۔ ف کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے چاند کے بارے میں ایک آدمی کی گواہی مان لی تھی اس حدیث کو اصحاب سنن اربعہ نے نقل کیا ہے ترجمہ اور اگر آسمان میں کوئی علت (ابر وغیرہ کی) نہیں ہے تو یہ گواہی نہ مانی جائے یہانتک کہ اتنے لوگ چاند دیکھ لیں کہ جن کے بیان کرنے پر یقین آجائے اور روزے کا وقت صبح صادق سے لیکر آفتاب غروب ہونے تک ہے اور روزہ اُسے کہتے ہیں کہ آدمی (روزہ کی) نیت کے ساتھ دن کو کھانے اور پینے اور صحبت داری کرنے سے رُکا رہے اور اگر کوئی روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے یا صحبت داری کر لے تو اُس کا روزہ نہیں جاتا اور اگر روزہ دار سو گیا تھا اور اُسے احتلام ہو گیا یا اُس نے اپنی بی بی کی طرف دیکھا تھا اور (دیکھنے ہی سے) انزال ہو گیا یا کسی نے (سر میں) تیل لگا لیا یا پچھنے لگوائے یا سرمہ ڈال لیا یا (اپنی بی بی کا) بوسہ لیا اور اُسے انزال نہیں ہوا) تو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں جاتا اور اگر بوسہ لینے یا ہاتھ لگانے سے انزال ہو گیا ہے تو اُسکے ذمہ (اس روزہ کی) قضا لازم ہے اور کفارہ لازم نہیں ہے اور جب کسی کو اپنے اوپر اطمینان ہو (یعنی شہوت بڑھ جانے اور انزال ہونے کا شبہ نہ ہو) تو بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اطمینان نہیں ہے تو بوسہ لینا مکروہ ہے اور اگر کسی کو خود بخود قے ہو جائے تو اُس کا روزہ نہیں جاتا اور اگر کسی نے جان بوجھ کر قے کی تو اُس پر (اُس روزہ کی) قضا لازم ہے اور اگر کسی شخص نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا یا گھلی نگل لی تو اُس کا روزہ جاتا رہا وہ قضا روزہ رکھے (اس پر کفارہ نہیں ہے) اور جو شخص جان بوجھ کر قبیلہ یا دُبر میں جماع کرے یا کھالے یا ایسی چیز پی لی جو غذا ہو سکے یا دوا ہو سکے تو اُسکے ذمہ

قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں ف یعنی قضا تو روزہ توڑ دینے کی وجہ سے اور کفارہ پوری خطا کرنے کی وجہ سے ترجمہ اور (روزہ کا) کفارہ مثل کفارۂ ظہار کے ہے ف کیونکہ مروی ہے کہ ایک گنوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں تو مر مٹا حضرت نے پوچھا کہ کیوں کیا کر دیا کہنے لگا کہ میں نے رمضان شریف میں جان بوجھ کر دن میں اپنی بی بی سے صحبت کر لی ہے حضور نے فرمایا ایک غلام آزاد کرو عرض کیا کہ میں سوائے اپنی اس گردن کے اور کسی گردن کا مالک نہیں ہوں حضور نے فرمایا کہ اچھا دو مہینے کے پے در پے روزے رکھو عرض کیا کہ یہ بلا مجھ پر روزے ہی رکھنے سے آئی ہے یعنی اس تباہی میں میں روزہ ہی کے سبب پھنسا ہوں پھر دو مہینے کے روزے پے در پے کس طرح رکھ سکتا ہوں حضور نے فرمایا کہ اچھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ الی آخر الحدیث اس سے معلوم ہوا کہ کفارہ اس طریقہ پر واجب ہے پس یہ مثل کفارۂ ظہار کے ہے ترجمہ اور جس شخص نے فرج کے سوا اور کہیں جماع کی اور اُسے انزال ہو گیا تو اُس پر قضا لازم ہے کفارہ لازم نہیں ہے اور رمضان شریف کے روزہ کے سوا اور کسی روزہ کے توڑنے میں کفارہ نہیں ہے اور جس نے اپنے حقنہ کیا (یعنی عمل لیا) یا ناک میں دوا ڈالی یا کان میں ڈالی یا پیٹ یا سر کے زخم میں تر دوا لگائی اور وہ دوا پیٹ کے اندر یا دماغ میں پہونچ گئی تو اُس کا روزہ ٹوٹ جائیگا ف یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ترجمہ اور اگر کوئی اپنے ذکر کے سوراخ میں کوئی دوا ڈالے تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس سے روزہ نہیں جاتا (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس سے روزہ جاتا رہتا ہے فائدہ اس اختلاف کا دار و مدار اس پر ہے کہ مثانہ اور پیٹ کے درمیان میں کوئی منفذ ہے یا نہیں امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں نہیں ہے کیونکہ مثانہ اُسکے درمیان میں حائل ہے اور یہ خلاف اسی صورت میں ہے کہ وہ دوا مثانہ تک پہونچ جائے لیکن اگر دوا ذکر ہی میں رہے تو پھر بالاجماع روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر عورت اپنی فرج میں دوا ڈالے تو اس سے بالاجماع روزہ جاتا رہتا ہے جوہرہ اور خلاصہ میں اسی طرح ہے ترجمہ اور اگر کسی شخص نے اپنی زبان سے کوئی چیز چکھی تو اس سے روزہ نہیں جاتا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور عورت کے لئے مکروہ ہے کہ وہ بلا ضرورت اپنے بچہ کو روٹی وغیرہ چبا کر دے فائدہ بلا ضرورت سے مراد یہ ہے کہ اُسکے پاس کوئی اور چھوٹا بچہ ہو جس کا روزہ نہ ہو اور وہ اُسکے بچے کو کھلا دے یا کوئی چبا کھلانے والا موجود ہو اور اُسکے چبا کی ضرورت نہ ہو تو ان صورتوں میں اُسکے چبا کر دینا مکروہ ہے [illegible]

سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن یہ مکروہ ہے فائدہ اس سے روزہ نہ ٹوٹنے کی یہ وجہ ہے کہ گوند پیٹ تک نہیں پہونچتا بلکہ دانتوں میں چپک جاتا ہے اور یا اُس گوند کا حکم ہے جو سفید اور جما ہوا ہو ریزہ ریزہ نہ ہو اور اگر سیاہ گوند ہے تو اسکے چبانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ وہ جما ہی ہوا ہو کیونکہ وہ باریک ہوکر پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ ہدایہ ترجمہ اور جو شخص رمضان شریف میں بیمار ہو اور یہ ڈر ہو کہ روزہ رکھنے سے بیماری بڑھ جائیگی تو وہ روزہ نہ رکھے اور (بعد میں) قضا رکھے اور اگر کوئی مسافر ہے کہ اُسے روزہ رکھنے میں کچھ تکلیف نہیں ہوتی تو اسکے لیئے روزہ رکھنا افضل ہے اور اگر اُسوقت نہ رکھے اور (بعد میں) قضا رکھنے تو تب بھی جائز ہے اور اگر بیمار یا مسافر اپنی اُسی حالت (بیماری اور سفر میں مرجائیں تو اُنکے ذمہ روزوں کی قضا لازم نہیں ہے اور اگر بیمار تندرست ہو گیا تھا یا مسافر مقیم ہو گیا تھا پھر یہ دونوں مرگئے تو ان دونوں کے ذمہ تندرست اور مقیم ہونیکی مقدار کے روزوں کی قضا لازم ہے فائدہ ان پر لازم ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان پر واجب ہے کہ اپنے روزوں کے عوض میں کھانا کھلانے کی وصیت کردیں ترجمہ اور رمضان کی قضا کے روزے چاہے کوئی متفرق طور پر رکھے اور چاہے پے در پے رکھ لے اور اگر کسی نے (قضا روزے رکھنے میں) اتنی تاخیر کردی کہ دوسرا رمضان آگیا تو وہ دوسرے ہی رمضان کے روزے رکھے اور پہلے رمضان کی بعد میں قضا رکھے اور اسپر فدیہ نہیں ہے فائدہ یہ مذہب ہمارے ائمہ کا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاخیر کی صورت میں فدیہ دینا لازم ہے ترجمہ اور حمل والی اور دودھ پلانے والی عورتوں کو جب یہ اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے سے ہمارے بچوں کو بھوک وغیرہ کی تکلیف ہوگی تو یہ روزہ نہ رکھیں اور (بعد میں) قضا رکھ لیں اور ان پر فدیہ نہیں ہے فائدہ اور نہ ان دونوں قسم کی عورتوں پر کفارہ ہے کیونکہ انھوں نے ایک عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا اور کفارہ اُسپر لازم ہوتا ہے جو بلا عذر اور بلا ضرورت کے روزہ نہ رکھے۔ ترجمہ اور جو آدمی بہت بوڑھا ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتا تو وہ افطار کرے اور (رمضان میں) ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلاتا رہے جیسا کہ کفاروں میں کھانا کھلایا جاتا ہے اور اگر کسی کے ذمہ رمضان کی قضا تھی اور اُسنے اپنے روزوں کی بابت وصیت کردی تو اسکا ولی اُسکی طرف سے ہر روز ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوہارے یا جَو دے اور اگر کسی نے نفلی روزہ شروع کرکے پھر اُسے توڑ دیا تو وہ اُسکی قضا رکھے اور اگر کوئی لڑکا رمضان میں بالغ ہو گیا یا کوئی کافر مسلمان ہو گیا تو انھیں چاہیئے کہ جتنا دن باقی ہے اُسمیں کھانے پینے سے رُکے رہیں اور اس روزے کے بعد اور سب روزے رکھیں اور جو دن پہلے گذر چکے ہیں اُن کی قضا نہ رکھیں اور اگر کوئی شخص رمضان میں بیہوش ہو گیا تو جس روز بیہوش ہوا ہے

اُس روز کا قضا روزہ نہ رکھے اور اُسکے بعد کے روزے قضا رکھے **فائدہ** اُس روز کی قضا نہ رکھنی بھی اُسی صورت میں ہے کہ اسکے حلق میں کوئی چیز نہ گئی ہو یعنی دوا وغیرہ نہ دی گئی ہو اور اگر دوا وغیرہ دیگئی ہے اُس روزہ کی قضا بھی واجب ہوگی۔ **ترجمہ** اور جب رمضان کے بعض دنوں میں کسی دیوانے کو افاقہ ہوجائے تو باقی دنوں کے روزے رکھے اور گذشتہ دنوں کی قضا کرے اور اگر (رمضان شریف میں) عورت کو حیض آجائے یا نفاس آجائے تو وہ روزہ افطار کرلے اور پاک ہونیکے بعد قضا روزہ رکھلے اور اگر رمضان کے اندر دن میں سفر سے (اپنے گھر) آگیا یا عورت حائضہ تھی وہ پاک ہوگئی تو یہ دونوں باقی دن میں کھانے پینے (وغیرہ) سے رُکے رہیں اور اگر کسی نے سحری کھائی اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی یا کسی نے اِس خیال سے روزہ افطار کرلیا کہ آفتاب غروب ہوچکا ہے پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق ہوچکی ہے یا آفتاب غروب نہیں ہوا تو یہ شخص اُس روزے کے عوض قضا روزہ رکھے اور اسپر کفارہ نہیں ہے اور اگر کسی نے تنہا عید کا چاند دیکھا تو وہ (احتیاطاً) روزہ افطار نہ کرے اور جب آسمان میں کچھ ابر وغیرہ ہو تو عید کے چاند میں امام دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی گواہی نہ سُنے اور اگر آسمان میں کچھ ابر وغیرہ نہیں ہے تو امام کسی کی گواہی نہ سُنے جب تک کہ اتنے لوگ گواہی نہ دیں کہ جنکے بیان کرنے پر یقین آجائے۔

باب الاعتکاف

اعتکاف کا بیان

ترجمہ اعتکاف مستحب ہے اور اعتکاف کے معنے یہ ہیں کہ روزے اور اعتکاف کی نیت کے ساتھ مسجد میں رہے اور معتکف (یعنی اعتکاف کرنے والے) پر صحبت کرنا اور عورت کو چھونا اور بوسہ لینا حرام ہے اور اگر بوسہ لینے سے انزال ہوگیا یا (عورت کو) چھُولیا تو اُس کا اعتکاف باطل ہوگیا اور اُس پر قضا لازم ہے اور معتکف مسجد سے نہ نکلے مگر حاجتِ انسانی یا جمعہ کے لیئے **ف** کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معتکف (یعنی اعتکاف کی جگہ) سے نہ نکلتے تھے مگر حاجتِ انسانی کے لیئے اور حاجتِ انسانی سے مراد پیشاب و پاخانہ کی ضرورت ہے **ترجمہ** اور مسجد کے اندر بغیر اسباب لائے خرید و فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (اور اگر کوئی اسباب لے آیا تو یہ فعل مکروہ ہے) اور معتکف کو چاہیئے کہ اچھی ہی باتیں کرے اور چُپ رہنا مکروہ ہے اگر معتکف نے رات کو یا دن کو بھول کر یا جان کر جماع کرلی تو اُس کا اعتکاف باطل ہوگیا اور اگر کوئی معتکف بغیر عذر کے ایک گھنٹہ مسجد سے باہر رہا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اُس کا اعتکاف فاسد ہوگیا اور صاحبین فرماتے ہیں کہ فاسد نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ نصف

دن سے زیادہ باہر رہے اور اگر کسی نے دنوں کا اعتکاف کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا تو اسپر ان دنوں کی راتوں کا اعتکاف کرنا بھی لازم ہوگا اور اعتکاف کے دن پے در پے ہونگے اگرچہ اُنسے پے در پے کرنے کی نیت نہ کی ہو۔

کتاب الحج

حج کا بیان

ترجمہ حج ایسے لوگوں پر واجب ہے جو آزاد مسلمان بالغ عاقل تندرست ہوں اور رہنے کے گھر اور ضروریات اور واپس آنے تک اپنے بال بچوں کے خرچ سے بچکر اتنا مال اور انکے پاس ہو کہ راستہ اور سواری کا خرچ اُٹھا سکیں اور راستہ بھی امن کا ہو اور عورت کے حق میں معتبر یہ ہے کہ اُسکے ساتھ کوئی اسکا محرم یا اسکا خاوند ہو جسکے ساتھ (جاکر) وہ حج کرے اور جسوقت اُسکے اور مکّہ کے درمیان میں تین دن کی یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو اِن دونوں کے سوا اور کسی کے ساتھ (جاکر) اسے حج کرنا جائز نہیں ہے اور وہ مواقیت جن سے آدمی کو احرام باندھے بغیر گذر جانا جائز نہیں ہے یہ ہیں اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ ایک چشمہ کا نام ہے اسکے اور مدینہ منورہ کے درمیان میں چھ میل کا فاصلہ ہے اور بعض کہتے ہیں سات میل اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے چلے تو آپ نے بھی یہیں پڑاؤ کیا تھا آپ اس درخت کے نیچے ٹھیرتے تھے جہاں ذوالحلیفہ میں آجکل مسجد بنی ہوئی ہے ترجمہ اور اہل عراق کے لئے ذات عرق ہے اور اہل شام کے لیئے جحفہ ہے اور اہل نجد کے لئے قرن ہے اور اہل یمن کے لیئے یلملم ہے ف مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی مواقیت معین فرمائی تھیں اور اہل ہند کی میقات بھی یلملم ہے ترجمہ اور اگر کوئی ان مواقیت سے ورے ہی احرام باندھلے تب بھی جائز ہے اور جو شخص ان مواقیت سے پرے رہتا ہو تو اسکی میقات (یعنی احرام باندھنے کی جگہ) حل ہے ف حل سے مراد وہ ہے جو مواقیت اور حرم کے درمیان میں ہے اور حج اور عمرہ دونوں کے احرام کے لئے کافی ہے۔ ترجمہ اور جو شخص مکّہ میں ہو اُسکی میقات حج (کا احرام باندھنے) کے لیئے حرام ہے اور عمرہ کے لیئے حل ہے اور جب کوئی احرام باندھنا چاہے (خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا یا دونوں کا) تو (اول) غسل کرے یا وضو کرے اور غسل کرنا افضل ہے اور دو کپڑے یعنی تہمد اور چادر نئے یا دُھلے ہوئے پہنے ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احرام باندھتے وقت یہی دو کپڑے پہنے تھے جیسے امام بخاری نے نقل کیا ہے اور یہ دونوں کپڑے سِلے ہوئے نہ ہوں ترجمہ اور خوشبو لگائے اگر اسکے پاس ہو اور دو رکعت پڑھے ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ذوالحلیفہ میں احرام باندھتے وقت دو رکعت پڑھی تھیں ترجمہ اور یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ (یعنی الٰہی میں حج کرنا چاہتا ہوں

تو اسے میرے لئے آسان کردے اور قبول فرمالے) پھر اِس نماز کے بعد تلبیہ (یعنی لبیک) کہے پھر اگر فقط حج ہی کا ارادہ کیا ہے تو اپنے تلبیہ میں حج ہی کی نیت کرے اور تلبیہ یہ ہے اِس طرح کہے لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک اور ان کلمات میں سے کچھ کم کرنا جائز نہیں ہے اگر کچھ زیادہ کردے تو جائز ہے اور جب کسی نے تلبیہ کہہ لیا تو وہ محرم ہوگیا اب اُسے چاہیئے کہ جن چیزوں سے اللہ نے منع کیا ہے اُنسے بچے یعنی جماع کرنے اور جھوٹ بولنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بہت ہی پرہیز کرے اور شکار نہ کرے اور نہ شکار کی طرف اشارہ کرے اور نہ شکار کسی کو بتلائے ف یعنی زبان سے یہ نہ کہے کہ شکار فلاں جگہ ہے ترجمہ اور نہ کرتہ پہنے نہ پائجامہ اور نہ عمامہ باندھے اور نہ ٹوپی اُوڑھے اور نہ قبا پہنے اور نہ موزے ہاں اگر کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کے پہن لے اور اپنے سر اور مُنہ کو نہ ڈھکے اور نہ (سر اور چہرہ کو) کوئی خوشبو لگائے ف اور نہ تیل لگائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کے حق میں فرمایا تھا جو احرام کی حالت میں مرگیا تھا کہ لا تحمروا وجھہ ولا راسہ فانہ یبعث یوم القیامۃ ملبیا یعنی اسکے چہرہ اور سر کو خوشبو نہ لگانا کیونکہ قیامت کے دن یہ تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا ترجمہ اور نہ سر منڈوائے اور نہ بدن کے بال منڈوائے اور نہ ڈاڑھی کترے اور نہ ناخن تراشے اور نہ گلاب اور زعفران اور اور کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنے ہاں اگر وہ دھلا ہوا ہو اور رنگ نہ جھڑتا ہو ف کیونکہ ممانعت خوشبو کی ہے نہ کہ رنگ کی ترجمہ اور اسمیں کچھ حرج نہیں ہے کہ محرم غسل کرے اور حمام میں داخل ہو اور بیت اللہ اور ہودہ کے سایہ میں بیٹھے اور ہمیانی کو کمر سے باندھے لورا اپنے سر اور ڈاڑھی کو خطمی سے نہ دھوئے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ خطمی میں ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ اس سے سر کی جوئیں مرجاتی ہیں اور احرام کی حالت میں جوؤں کو مارنا جائز نہیں ہے ترجمہ اور سب نمازوں کے بعد تلبیہ بکثرت کہے اور اُسوقت بھی تلبیہ کہے کہ جب کہیں بلندی پر چڑھے یا نشیب میں اُترے یا سواروں سے ملے اور جب صبح کو اُٹھے اور جب مکہ پہونچے تو اول مسجد حرام میں جائے پھر جسوقت بیت اللہ کو دیکھے تو اُسکی تعظیم کے لئے تکبیر اور تہلیل (یعنی اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ) کہے پھر حجر اسود کی طرف منہ کرکے تکبیر اور تہلیل کہے اور تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو (مونڈھوں تک) اُٹھائے اور اسے استلام کرے ف استلام کی یہ صورت ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو حجر اسود پر رکھے اور اپنے منہ کو ہاتھوں کے درمیان میں رکھے اور اُسے بوسہ دے یعنی مُنہ سے چُومے اگر ہوسکے واگر نہ ہوسکے تو اپنے ہاتھوں کو اُسکی طرف کرکے ہاتھوں ہی کو چُوم لے۔ نہایہ میں کہا ہے کہ طواف کے لئے حجر اسود کو استلام کرنا ایسا ہے جیسے نماز کے لئے

تکبیر ہے یعنی نماز تکبیر سے شروع ہوجاتی ہے اور طواف استلام سے شروع ہوجاتا ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن حجر اسود اس کیفیت سے اُٹھایا جائیگا کہ اسکے دو آنکھیں ہونگی جن سے یہ دیکھے گا اور ایک زبان ہوگی جس سے یہ اُن لوگونکی گواہی دیگا جنھوں نے اسے استلام کیا ہے **ترجمہ** اور اگر بلا کسی مسلمان کو تکلیف دیئے ہو سکے تو حجر اسود کو بوسہ دے پھر حجر اسود کی داہنی طرف سے یعنی جو جانب دروازے کی طرف ہے طواف شروع کرے **ف** اگر کسی نے بائیں طرف سے شروع کیا تب بھی جائز ہے اور اسپر دم لازم ہے یعنی اسکی سزا میں اللہ کے نام پر ایک جانور ذبح کرے اور اُس طواف کو اُلٹا طواف کہتے ہیں **ترجمہ** اور طواف کرنے سے پہلے اپنی چادر کو دائیں بغل سے نکالکر بائیں کاندھے پر ڈال لے پھر بیت اللہ کے چوطرف سات مرتبہ پھرے (اسے طواف کہتے ہیں) اور طواف میں حطیم (کعبہ) کو بھی شامل رکھے اور پہلے تین پھیروں میں اکڑتا ہوا چلے اور باقی (چار) پھیروں میں اپنی چال سے چلے **ف** ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس اکڑکے چلنے کا سبب یہ تھا کہ جب حضور انور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے صحابہ کے حج کرنے تشریف لیگئے تو مشرکین مکہ نے طعنہ کے طور پر کہا کہ مدینہ کے بخار نے انھیں کم طاقت کر رکھا ہے اُسوقت حضور نے یہ حکم دیا کہ تم اکڑتے ہوئے چلو تاکہ تمھاری توانائی انپر ظاہر ہو کر انہیں صدمہ ہو پھر یہ سب زائل ہونیکے بعد بھی یہ حکم اسی طرح رہا **ترجمہ** اور اگر ہو سکے تو جب حجر اسود کے پاس سے گذرے اسے استلام کرے **ف** کیونکہ طواف کے پھیرے مثل نماز کی رکعتوں کے ہیں پس جیسا کہ ہر رکعت تکبیر سے شروع کیجاتی ہے اسی طرح ہر پھیرا بھی حجر اسود کے استلام سے شروع کیا جائے اور اگر ازدہام کی وجہ سے استلام نہ ہو سکے تو اسکی طرف منھ کرکے تکبیر اور تہلیل کہہ لے اور رکن یمانی کا استلام کرے ظاہر الروایۃ میں یہی مستحب ہے اور امام محمد نے اسے مسنون فرمایا ہے اور ان دونوں رکنوں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا اور کسی رکن کو استلام نہ کرے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی دونوں کا استلام کیا ہے اور رکن یمانی کو بوسہ دینا مسنون نہیں ہے اسوجہ سے کہ حضرت نے اُسے بوسہ نہیں دیا فقط استلام ہی کیا ہے اسیطرح جوہرہ میں ہے **ترجمہ** اور طواف کو استلام پر ختم کرے پھر (اس سے فارغ ہونیکے بعد) مقام (ابراہیم) میں آئے اور اُسکے پاس (کھڑا ہو کر) دو رکعت پڑھے (یہ دونوں رکعتیں ہمارے نزدیک واجب ہیں) یا مسجد (حرام یعنی حرم) میں جہاں آسانی سے پڑھ سکے وہیں پڑھ لے اور یہ طواف قدوم ہے اور یہ سنت ہے واجب نہیں ہے اور اہل مکہ پر طواف قدوم نہیں ہے پھر صفا کی (پہاڑی کی) طرف جائے (یعنی باب الصفا سے حرم کے باہر آئے) اور صفا پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف منھ کرے **ف** یعنی صفا کی پہاڑی پر اتنا اونچے چڑھ جائے کہ وہاں سے بیت اللہ

دکھنے لگے کیونکہ اوپر چڑھنے سے مقصود اُسکی طرف منھ کرنا اور اُسے دیکھنا ہی ہے ترجمہ اور تکبیر تہلیل کہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اپنی حاجت (جو کچھ ہو اُسکے پورے ہونے) کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے پھر وہاں سے اُترکے مروہ (کی پہاڑی) کی طرف جائے اور اپنی چال سے چلے اور جب بطن وادی میں پہونچے تو میلین اخضرین کے درمیان میں خوب دوڑے جب مروہ پر پہونچے تو اُسکے اوپر چڑھ جائے اور اسیطرح کرے جس طرح صفا پر کیا تھا ف یعنی تکبیر اور تہلیل کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اپنی ضرورت کے لئے دعا کرے ترجمہ اور یہ ایک پھیرا ہے (اور یہی صحیح ہے) پھر (اسیطرح) سات پھیرے کرے صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے پھر احرام باندھے ہوئے مکہ میں رہے اور جب جی چاہے بیت اللہ کا طواف کرلیا کرے اور یوم ترویہ سے ایک روز پہلے امام خطبہ پڑھے ف یوم ترویہ ذی الحج کی آٹھویں تاریخ کو کہتے ہیں اور واضح رہے کہ حج میں تین خطبے ہیں پہلا خطبہ تو یہی ہے اور یہ ایک ہی ہوتا ہے اسکے درمیان میں بیٹھنا نہیں ہے اور یہ خطبہ ظہر کی نماز کے بعد ہوتا ہے دوسرا خطبہ عرفہ کا ہے یہ دو خطبے ہوتے ہیں انمیں بیٹھنا بھی ہے اور یہ بھی ظہر کی نماز سے پہلے ہوتا ہے اور تیسرا خطبہ منا کا ہے جو گیارہویں تاریخ ہوتا ہے یہ بھی ظہر کی نماز کے بعد ہے اور اسمیں بھی بیٹھنا نہیں ہے ترجمہ اس خطبہ میں امام لوگوں کو منا جانا اور عرفات میں نماز پڑھنا اور وقوف کرنا اور (طوافِ) افاضہ کرنا (وغیرہ) سکھلائے ف منا مکہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے اُسمیں تیس محلے ہیں ترجمہ پھر ترویہ کے روز صبح کی نماز پڑھ کر منا جائے اور وہیں ٹھیرا رہے یہانتک کہ عرفہ کے روز صبح کی نماز وہیں پڑھے پھر عرفات جائے اور وہیں ٹھیرا رہے جب آفتاب ڈھل جائے تو امام لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھادے لیکن نماز سے پہلے اول امام دو خطبے پڑھے اِن دونوں میں لوگوں کو نماز پڑھنا اور عرفہ اور مزدلفہ میں وقوف کرنا اور رمی جمار اور قربانی کرنے (کے احکام) اور سر منڈوانا اور طوافِ زیارت کرنا سکھلائے اور ظہر ہی کے وقت ایک اذان اور دو تکبیروں سے لوگوں کو ظہر عصر دونوں نمازیں پڑھادے ف کیونکہ حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ یہ دونوں نمازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اذان اور دو تکبیروں سے پڑھائی تھیں ترجمہ اور جو شخص اپنے ٹھیرنے کی جگہ اکیلا ظہر کی نماز پڑھے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان دونوں نمازوں میں سے ہر ایک کو اُسکے وقت پر پڑھے (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابو یوسف اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اکیلا پڑھنے والا بھی دونوں کو جمع کرے پھر نماز سے فارغ ہونیکے بعد موقف کی طرف (یعنی کھڑے ہونیکی جگہ) جائے اور پہاڑ کے قریب کھڑا ہو ف یہ پہاڑ عرفات کے درمیان میں ہے اس پہاڑ کا نام کوہِ رحمت ہے

اور اسی کو کوہ دعا بھی کہتے ہیں **ترجمہ** اور عرفات سارا موقف ہے (یعنی عرفات میں ہر جگہ قیام جائز ہے) سوائے بطن عرنہ کے (اور یہ ایک جگہ کا نام ہے اور امام کو چاہیئے کہ عرفہ میں اپنی سواری پر سوار رہے اور دعا کرے **ف** یعنی دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرے کیونکہ عرفہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کی تھی جیسے کوئی مسکین فقیر کھانا مانگا کرتا ہے **ترجمہ** اور امام لوگوں کو حج کے احکام سکھلائے اور مستحب ہے کہ عرفہ میں کھڑے ہونے سے پہلے امام غسل کرے **ف** اور ہدایہ میں کہا ہے کہ یہ غسل سنت ہے **ترجمہ** اور خوب دعا کرے **ف** کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لئے اس موقف میں بہت کوشش سے دعا کی تھی اور ناحق خونریزیاں اور ظلم ہونے میں آپ کی دعا قبول بھی ہوگئی **ترجمہ** پس جب آفتاب غروب ہو جائے تو امام اور اسکے ساتھ سب لوگ میانہ چال سے مزدلفہ آئیں اور وہیں اُتر جائیں اور مستحب یہ ہے کہ اُس پہاڑ کے پاس اُتریں جس پر مقدہ ہے اُسے قزح کہتے ہیں **ف** مقدہ اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں آگ جلائی جائے یہاں بھی اس لفظ سے ایک جگہ مراد ہے زمانہ جاہلیت کے لوگ اس پر آگ جلایا کرتے تھے اسی طرح بنایہ میں ہے **ترجمہ** پھر امام عشا کے وقت ایک اذان اور ایک تکبیر سے لوگوں کو مغرب اور عشا دونوں کی اکٹھی نماز پڑھادے **ف** ان دونوں نمازوں کے درمیان میں نفلیں نہ پڑھے کیونکہ اس سے نمازوں کے جمع کرنے میں خلل واقع ہوتا ہے اگر کسی نے نفلیں پڑھیں یا اور کوئی کام کیا تو چاہیئے کہ تکبیر دوبارہ کہے اسی طرح جوہرہ میں ہے **ترجمہ** اور اگر کوئی مغرب کی نماز (مزدلفہ کے) راستہ میں پڑھنی چاہے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے (اسی پر فتویٰ ہے) **ف** اگر کسی نے پڑھ لی تو اسپر لازم ہے کہ صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے اس نماز کو دوبارہ پڑھے اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ یہ نماز ہو جائیگی کیونکہ اسنے اسکے وقت پر پڑھی ہے اور یہی قول امام شافعی کا ہے **ترجمہ** اور جب صبح صادق ہو تو امام لوگوں کو اندھیرے میں نماز پڑھائے **ف** یعنی اول وقت نماز پڑھادے کیونکہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز اندھیرے میں نماز پڑھائی تھی **ترجمہ** پھر امام کھڑا ہوا اور اسکے ساتھ لوگ بھی کھڑے ہوں **ف** یہ کھڑا ہونا ہمارے نزدیک واجب ہے اور رکن نہیں ہے یہانتک کہ اگر کوئی بغیر عذر کے اسکو چھوڑیگا تو اسپر دم لازم آئیگا **ترجمہ** اور امام دعا کرے **ف** کیونکہ اس جگہ کھڑے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعا کی تھی اسی طرح ہدایہ میں ہے **ترجمہ** اور سوائے بطن محسر کے مزدلفہ سارا موقف ہے پھر آفتاب کے نکلنے سے پہلے امام اور اسکے ساتھ سب لوگ لوٹ آئیں جب منا پہونچیں تو اول جمرۂ عقبہ سے شروع کریں پس بطن وادی سے مثل خذف کی کنکریوں کے سات کنکریاں اسپر مارے **ف** افضل یہی ہے کہ بطن وادی سے مارے اگر کسی نے عقبہ کے اوپر سے ماریں

تب بھی جائز ہے **ترجمہ** اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتا رہے اور جمرہ کے پاس کھڑا نہ ہو اور پہلی کنکری مارنے سے لبیک کہنا موقوف کردے **ف** مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی جمرہ کے پاس نہیں کھڑے ہوئے تھے اور جب آپنے جمرہ پر پہلی کنکری ماری تو لبیک کہنا موقوف کردیا تھا **ترجمہ** پھر اگر چاہے تو قربانی کرے پھر سر منڈوائے یا بال کتروائے اور منڈوانا افضل ہے اور اسوقت سوائے عورتوں سے صحبت کرنے کے اور سب چیزیں اسکے لئے حلال ہوجائینگی پھر اسی روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز (یعنی دسویں تاریخ یا گیارہویں تاریخ یا بارہویں تاریخ) مکہ میں آئے اور سات پھیروں سے بیت اللہ کا طواف کرے اسے طوافِ زیارت کہتے ہیں **ف** اور یہ طواف حج میں فرض ہے اسی طواف کا نام طواف افاضہ اور طوافِ یوم النحر اور طوافِ رکن بھی ہے **ترجمہ** اگر کوئی طوافِ قدوم کے بعد صفا مروہ کے درمیان میں سعی کرچکا تو وہ اس طواف میں رمل نہ کرے (یعنی اکڑتا ہوا نہ چلے) اور نہ سعی کرے **ف** کیونکہ سعی کرنا یعنی دوڑنا ایک ہی دفعہ مشروع ہے پس اگر کوئی پہلے کرچکا ہے تو اب دوبارہ نہ کرے اور اگر نہیں کی تھی تو اب کرلے جیسا کہ مصنف نے بیان کیا ہے **ترجمہ** اور اگر پہلے سعی نہیں کی تھی تو اب اس طواف میں رمل کرے اور اسکے بعد سعی کرے جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اور اسوقت اسکے لئے عورتیں بھی حلال ہوجائینگی اور حج میں بھی طواف فرض ہے اور ان ایام (یعنی قربانی کے دنوں) سے اسے مؤخر کرنا مکروہ ہے پس اگر ان سے کسی نے اسے مؤخر کردیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سپرد م لازم ہے **ف** کیونکہ اسنے واجب کو ترک کردیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے **ترجمہ** اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اسپر کوئی چیز لازم نہیں ہے پھر منا کو لوٹ جائے اور وہیں رہے اور عید کے دوسرے روز جب آفتاب ڈھل جائے تو تینوں جمروں پر (سات سات) کنکریاں مارے اور اس جمرہ سے شروع کرے جو (خیف کی) مسجد کے پاس ہے اسپر سات کنکریاں مارے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتا رہے پھر اس جمرہ کے پاس کھڑا رہے اور دعا مانگے پھر اسیطرح اس جمرہ پر کنکریاں مارے جو اسکے پاس ہے اور اسکے پاس بھی تھوڑی دیر کھڑا ہو پھر اسی طرح جمرۂ عقبہ پر مارے اور اسکے پاس کھڑا نہ ہو **ف** حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعالِ حج کی تفصیل بیان کی ہے تو اسمیں اسی طرح ہے اور یہی ہدایہ میں ہے **ترجمہ** اور جب اگلا روز ہووے تو آفتاب ڈھلنے کے بعد پھر اسی طرح تینوں جمروں پر کنکریاں مارے اور جب کوئی جلدی چلا جانا چاہے تو (تیرھویں تاریخ کی صبح صادق ہونے سے پہلے) مکہ چلا جائے اور اگر رہنا چاہے تو عید کے چوتھے روز بھی آفتاب ڈھلنے کے بعد اسی طرح تینوں جمروں پر کنکریاں مارے پس اگر اس روز

کسی نے صبح صادق کے بعد اور آفتاب ڈھلنے سے پہلے کنکریاں ماردیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اور یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اسباب وغیرہ کو پہلے ہی مکہ روانہ کردے اور کنکریاں مارنے تک خود وہیں رہے پھر جب مکہ میں آئے تو اول محصب میں اُترے پھر بیت اللہ کا طواف سات پھیرے کرے ان (پھیروں) میں رمل نہ کرے (کیونکہ اسکے بعد سعی نہیں ہے) اور یہ طواف صدر ہے (اسی کو طوافِ وداع بھی کہتے ہیں) اور یہ طواف واجب ہے مگر اہل مکہ پر واجب نہیں ہے پھر (حاجی) اپنے گھر کو روانہ ہوجائے اور اگر کوئی محرم مکہ میں نہیں گیا اور (بالا بالا) عرفات چلا گیا اور وہاں وقوف کیا جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں تو طوافِ قدوم اسکے ذمہ سے ساقط ہوگیا اور اُسکے ترک کرنے سے اسپر کوئی چیز لازم نہیں ہے ف کیونکہ طوافِ قدوم مکہ میں جانیکی وجہ سے لازم ہوتا ہے اور یہ مکہ میں نہیں گیا ترجمہ اور اگر کسی شخص کو عرفہ کے دن آفتاب ڈھلنے سے لیکر عید کے دن کی صبح صادق تک وقوف عرفات ملگیا تو اسکا حج ہوگیا (برابر ہے کہ وہ اسے جانتا ہو یا نہ جانتا ہو) اور اگر کوئی شخص سوتا ہوا یا بیہوشی میں عرفات سے گذر جائے یا اُسے معلوم نہ ہو کہ یہ عرفات ہے تو اسکا یہ گذر جانا وقوفِ عرفات میں محسوب ہوجائیگا اور اِن سب احکام میں عورت (اور خنثیٰ مشکل) مثل مرد کے ہے لیکن وہ اپنے سر کو نہ کھولے (کیونکہ وہ عورت ہے) اور اپنے چہرہ کو کھولے رکھے اور تلبیہ اونچی آواز سے نہ کہے اور نہ طواف میں رمل کرے اور نہ میلین اخضرین کے درمیان میں دوڑے اور نہ سر منڈوائے بلکہ بال کتروالے ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بال منڈوانے سے منع فرمادیا تھا اور بال کتروانے کا حکم دیا تھا

باب القِران

قِران کا بیان

ف لغت میں قِران کے معنے ملانیکے ہیں اور شریعت میں حج اور عمرہ کے ہیں احرام اور انکے افعال کو ایک سفر میں جمع کردینے کو قِران بولتے ہیں ترجمہ ہمارے نزدیک تمتع اور افراد سے قِران افضل ہے ف اور تمتع افراد سے افضل ہے اور ایک روایت میں امام ابوحنیفہ سے یہ بھی مروی ہے کہ اول درجہ قِران ہے پھر افراد پھر تمتع اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک افراد افضل ہے پھر تمتع پھر قِران اور یہی قول امام مالک اور امام احمد کا ہے اور امام احمد سے یہ بھی مروی ہے کہ سب سے افضل تمتع ہے پھر افراد پھر قِران ترجمہ اور قِران کی تفصیل یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھے اور نماز (یعنی

احرام کی دو رکعتوں) کے بعد یہ کہے اللھم انی ارید الحج والعمرۃ فیسرھما لی وتقبلھما منی (یعنی الٰہی میں حج اور عمرہ کرنا چاہتا ہوں تو ان دونوں کو میرے لئے آسان کر دے اور انکو میری طرف سے قبول فرمالے) پھر جب یہ مکہ میں داخل ہو دے تو طواف سے شروع کرے (یعنی بیت اللہ کا طواف سات پھیروں سے کرے پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور باقی پھیروں میں اپنی چال سے چلے اور اسکے بعد صفا مروہ (کی پہاڑیوں) کے درمیان میں سعی کرے اور بدانعمال عمرہ کے (ان پھیروں کے بعد طواف قدوم کرے اور وہاں حج کے لئے صفا مروہ کے درمیان میں سعی کرے جیسا کہ مفرد (یعنی فقط حج کرنیوالے) کے حق میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ف اور حج اور عمرہ کے بیچ میں سر نہ منڈوائے کیونکہ یہ حج کے احرام سے جنایت ہے بلکہ قربانی کے دن سر منڈوائے ترجمہ پھر جب قربانی کے دن جمرہ (عقبہ) پر کنکریاں مار چکے تو ایک ایک بکری یا ایک گائے یا ایک اونٹ ذبح کرے یا اونٹ یا گائے میں سات حصہ لیلے پس یہ دم قران کا ہے اور اگر اسکے پاس کوئی جانور ذبح کرنے کو نہیں ہے تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اس طرح کہ آخر روزہ عرفہ کے دن کا ہو اور اگر روزے نہیں رکھ سکا یہانتک کہ قربانی کا دن آگیا تو اب اُسکے لئے سوائے دم قران کے اور کوئی چیز کافی نہ ہوگی پھر (یعنی ایام تشریق گذر جانیکے بعد) اپنے گھر آکر سات روزے رکھے اور اگر ان روزوں کو مکہ سے فارغ ہونیکے بعد مکہ ہی میں رکھ لے تب بھی جائز ہے پھر اگر کوئی قارن (یعنی قران ادا کرنیوالا) مکہ میں نہیں گیا اور عرفات چلا گیا تو وقوف کی وجہ سے وہ عمرہ کا تارک ہو گیا اور دم قران بھی اُسکے ذمہ سے ساقط ہو گیا ف کیونکہ جب اسنے عمرہ کو چھوڑ دیا تو یہ مثل مفرد کے بھی فقط حج کرنیوالے کے ہو گیا اور مفرد پر دم نہیں ہے ترجمہ اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے ایک اور دم اسپر لازم ہے اور اس عمرہ کی قضا بھی اسپر لازم ہے ف یعنی تشریق کے ایام کے بعد اسکی قضا کرے۔

باب التمتع

تمتع کا بیان

ترجمہ ہمارے نزدیک (ظاہر روایت میں) تمتع افراد سے افضل ہے اور تمتع (یعنی تمتع کرنیوالے) کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جو ہدی لیجائے دوسرا وہ کہ جو ہدی نہ لیجائے اور تفصیل تمتع کی یہ ہے کہ حاجی میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو دے اور عمرہ کے لئے طواف کرے اور (صفا مروہ کے درمیان) سعی کرے اور (اسکے بعد) سر منڈوا کر یا بال کتروا کر اپنے عمرہ سے حلال ہو جائے اور

اور جسوقت طواف شروع کرے تلبیہ کہنا چھوڑ دے **ف** یعنی حجر اسود کو استلام کرنیکے بعد لبیک کہنا چھوڑ دے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضا میں حجر اسود کو استلام کرتے وقت لبیک کہنا چھوڑ دیا تھا دوسری دلیل یہ ہے کہ عمرہ سے مقصود طواف ہے یعنی طواف شروع کرتے وقت لبیک کہنا چھوڑ دیا جائے **ترجمہ** اور حلال ہوکر مکہ میں ٹھیرا رہے پھر جب یوم ترویہ آئے تو مسجد حرام سے حج کا احرام باندھے اور جو (فقط) حج کرنیوالا کرتا ہے وہ ہی یہ بھی کرے اور تمتع کا دم اسپر لازم ہے پس اگر دم میسر نہ ہو تو حج (کے دنوں) میں تین روزے اور گھر آتے وقت سات روزے رکھے اور اگر کوئی تمتع ہدی لیجانی چاہے تو وہ (عمرہ کا) احرام باندھکر اپنی ہدی کو لیجائے پس اگر ہدی اونٹ ہے تو اسکی گردن میں پٹہ انا مشکیزہ یا پرانے جوتے ڈالدے **ف** یہ مشکیزہ وغیرہ جو ہدی کی گردن میں ڈالا جاتا ہے اسے عرب میں قلادہ کہتے ہیں اس سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ یہ ہدی ہے قربانی کے لیئے بھیجی گئی ہے کیونکہ وہاں کے لوگ جس جانور کو ہدی سمجھ لیتے ہیں اسے پانی پینے اور گھاس وغیرہ چرنے سے نہیں روکتے اور یہ حکم انہی جانوروں کا ہے جو اپنے مالک کے ساتھ نہ ہونے سے تلف نہ ہوں جیسے اونٹ اور گائے اور بکری کی گردن میں قلادہ ڈالنے کا حکم نہیں ہے کیونکہ اسکے ساتھ اگر اسکا مالک نہ ہو تو تلف ہو جائیگی اور بہتر یہ ہے کہ لبیک کہکر قلادہ ڈالے کیونکہ قلادہ ڈالنے سے محرم ہو جاتا ہے **ترجمہ** اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اونٹ کو اشعار کرے (اور اونٹ کے سوا اور جانوروں میں اشعار مسنون نہیں ہے) اور اشعار کے یہ معنے ہیں کہ اسکی دائیں جانب سے اسکے کوہان میں زخم کردے **ف** اور اولےٰ یہ ہے کہ بائیں جانب میں زخم کرے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بائیں جانب میں قصداً زخم کیا تھا اور دائیں جانب میں کبھی اتفاقاً کیا ہے **ترجمہ** اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اشعار نہ کرے (سی پر فتویٰ ہے) **ف** امام موصوف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ لوگوں کو اسکا ہدی ہونا ظاہر کرنے کے لیئے اسکے کوہان پر خون پھیلدے اور ہدایہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اشعار مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حسن ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور طحاوی اور شیخ ابو منصور ماتریدی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں فرمایا اور امام مکروہ کیونکر فرما سکتے ہیں باوجودیکہ اس بارے میں بہت سی حدیثیں مشہور ہیں بلکہ انھوں نے اپنے زمانہ کے اشعار کو مکروہ فرمایا تھا کیونکہ وہ لوگ ایسا زخم کرتے تھے کہ اونٹ کے مرجانیکا اندیشہ تھا اسلیئے امام موصوف نے عام لوگوں کو اس سے منع ہی کردینا بہتر سمجھا لیکن اگر کوئی اشعار کے معنے سے بخوبی واقف ہو کہ فقط کھال ہی کٹے گوشت تک نوبت نہ پہونچے تو اسمیں کچھ حرج نہیں ہے کرمانی نے کہا ہے

کہ یہی صحیح بھی ہے اسی طرح درالمختار اور عینی میں ہے **ترجمہ** پس جب مکہ میں داخل ہووے تو طواف کرے اور سعی کرے اور حلال نہ ہووے یہانتک کہ ترویہ کے دن حج کا (دوسرا) احرام باندھے اور اگر اس سے پہلے احرام باندھ لیا تب بھی جائز ہے اور اسپر دم تمتع کا لازم ہوگا **ف** یہ دم تمتع کا شکرانہ کے طور پر لازم ہوتا ہے اور احرام باندھنے میں جسقدر جلدی ہوگی اتنا ہی یہ فعل افضل ہوگا۔ **ترجمہ** پس جب یہ قربانی (یعنی عید) کے دن سر منڈوالیگا تو دونوں احراموں سے حلال ہوجائیگا اور اہل مکہ کے لیے نہ تمتع ہے اور نہ قران ہے بلکہ اُنکے لئے خاص افراد ہی ہے **ف** خاص افراد ہی ہے یعنی فقط حج ہی کرنا ہے اور اگر کسی مکہ والے نے ایسا کرلیا تو وہ گنہگار رہوگا اور اس گناہ کی وجہ سے اسپر دم دینا لازم ہوگا **ترجمہ** اور اگر متمتع اپنے عمرہ سے فارغ ہوکر اپنے شہر کو چلا آیا اور وہ ہدی نہیں لیگیا تھا تو اسکا تمتع باطل ہوگیا۔ **ف** اور اگر ہدی لیگیا تھا تو متمتع باطل نہ ہوگا بلکہ اسے چاہیئے کہ حج کے افعال ادا کرے اور اسکے بعد حلال ہوجائے **ترجمہ** اور اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور اُسکے طواف کے چار پھیروں سے (بھی) کم کئے پھر حج کے مہینے شروع ہوگئے تو اسنے اُن پھیروں کو پورا کردیا (یعنی پورے سات پھیرے کرلئے) اور حج کا احرام باندھ لیا تو یہ شخص متمتع ہوجائیگا اور اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے اپنے طواف کے چار پھیرے یا اس سے زیادہ کرلئے تھے اور پھر اُسی سال اُسنے حج کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا اور حج کے مہینے یہ ہیں شوال ذیقعدہ اور دس روز ذی الحجہ کے اگر کسی نے اسنے پہلے حج کا احرام باندھ لیا تو تب بھی جائز ہے اور اُسکا حج درست ہوجائیگا **ف** حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے اور آدمی گنہگار ہوجاتا ہے **ترجمہ** اور اگر احرام کے وقت عورت کو حیض آجائے تو وہ غسل کرکے احرام باندھ لے اور جسطرح حاجی کرتے ہیں اسی طرح کرے سوائے اسکے کہ پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور اگر وقوف عرفات اور طواف زیارت کے بعد حیض آجائے تو وہ مکہ سے لوٹ (کر اپنے گھر آ) جائے اور طواف صدر ترک کرنیکی وجہ سے اُسپر کوئی چیز لازم نہ ہوگی

باب الجنایات

جنایتوں (یعنی قصوروں) کا بیان

ف جب مصنف محرموں کے احکام کو بیان کرچکا تو اب اُن عوارض اور قصوروں وغیرہ کا بیان کیا جو محرموں کو پیش آتے ہیں اور جنایت لغت میں اُس فعل کو کہتے ہیں جو شرعاً حرام ہو خواہ مال میں ہو یا نفس میں ہو لیکن شرع میں جنایت اُس فعل کو کہتے ہیں جو نفوس اور اعضاء میں ہو یعنی اُنکے متعلق احرام میں کوئی ممنوع فعل کرے **ترجمہ** اگر کوئی محرم خوشبو لگائے تو اسپر کفارہ (دینا) واجب ہے پس اگر ایک

پورے عضو یا اس سے زیادہ کو خوشبو لگائی ہے تو اسپر ایک دم واجب ہے اور اگر ایک عضو سے کم کو لگائی ہے تو اسے صدقہ کرنا واجب ہے اور اگر کسی نے سلا ہوا کپڑا پہنا یا سارے دن اپنے سر کو ڈھکے رکھا تو اسپر ایک دم واجب ہے اور اگر اس سے کم پہنا تو صدقہ واجب ہے ف امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی نصف دن سے زیادہ سلا ہوا کپڑا پہنے رہا تو اسپر دم واجب ہے اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ جتنی دیر پہنے گا اتنا ہی دم واجب ہوگا مثلاً اگر کسی نے نصف دن پہنا ہے تو اسپر نصف بکری واجب ہوگی اور اگر نصف سے زیادہ یا کم پہنا ہے تو اسی کی مقدار یہ بھی واجب ہے ترجمہ اور اگر کسی نے چوتھائی یا اس سے زیادہ سر منڈا ڈالا (یا چوتھائی یا اس سے زیادہ داڑھی منڈا ڈالی) تو اسپر دم واجب ہے اور اگر چوتھائی (سر وغیرہ) سے کم منڈوایا ہے تو اسپر صدقہ واجب ہے اور اگر کسی نے گدی پر پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال منڈوا دئے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسپر دم واجب ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ صدقہ واجب ہے اور اگر کسی نے اپنے دونوں ہاتھ اور دونوں پیروں کے ناخن تراش لئے تو اسپر دم واجب ہے اور اگر ایک ہاتھ یا ایک پیر کے تراشے تب بھی دم ہی واجب ہے اور اگر کسی نے پانچ انگلیوں سے کم کے تراشے تو اسپر صدقہ واجب ہے ف صدقہ واجب ہونے کے یہ معنے ہیں کہ ہر ناخن کے بدلے گیہوں کا نصف صاع صدقہ کر دینا واجب ہے اور واضح رہے کہ یہ سب احکام محرم ہی کے ہیں ترجمہ اور اگر کسی نے پانچ ناخن اپنے دونوں ہاتھ اور دونوں پیروں میں سے مختلف طور پر تراشے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اسپر صدقہ واجب ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دم واجب ہے اور اگر کسی نے کسی عذر کی وجہ سے خوشبو لگائی یا سر منڈا لیا یا سلا ہوا کپڑا پہنا تو اسے اختیار ہے کہ چاہے ایک بکری قربانی کر دے اور چاہے چھ مسکینوں کو نصف نصف صاع اناج (یعنی گیہوں) صدقہ کر دے اور چاہے تین روزے رکھے اور اگر کسی (محرم) نے (عورت وغیرہ کا) بوسہ لیا یا شہوت سے چھو لیا تو اسپر دم واجب ہے انزال ہو یا نہ ہو (یعنی منی نکلے یا نہ نکلے) اور اگر کسی نے وقوف عرفات سے پہلے مجامعت کر لی خواہ فرج میں کی ہو یا دبر میں تو اسکا حج باطل ہو گیا اور اسپر ایک بکری اسپر واجب ہے اور یہ حج کے سب افعال کو اسی طرح کرے جیسے کوئی باطل نہ کرنیوالا کر رہا ہے اور اسپر (اسکی) قضا واجب ہے ف (نسل اس بارے میں یہ حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ سے کسی نے ایسے شخص کی بابت پوچھا تھا جسنے اپنی بی بی سے مجامعت کر لی تھی اور محرم دونوں تھے یعنی دونوں حج کا احرام باندھے ہوئے تھے حضور نے فرمایا کہ دونوں قربانی کریں اور اس حج کے افعال کو دونوں پورے کر لیں اور آئندہ سال پھر دونوں پر حج کرنا واجب ہے اور اسی طرح بہت سے صحابہ سے بھی منقول ہے ترجمہ اور اس (مرد) پر ہمارے نزدیک یہ واجب نہیں ہے کہ اگر اسکی بی بی بھی (جس سے گذشتہ سال

مجامعت ہوگئی تھی، اسکے ساتھ حج کو قضا کرنا چاہے تو یہ اُسے علٰحدہ کردے **ف** اسکی وجہ یہ ہے کہ میاں بی بی کے اکٹھے رہنے کا سبب نکاح ہے اور وہ اِن دونوں میں ابھی تک قائم ہے لہذا اسکے جُدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے نہ احرام سے پہلے کیونکہ اُسوقت تو صحبت بھی درست تھی اور نہ احرام کے بعد میں کیونکہ اگر دونوں ہونگے تو انھیں یہ بات ضرور یاد آجائیگی کہ ہم نے تھوڑی سی لذت کے سبب سے اتنی بڑی مشقت اپنے ذمہ لیلی تھی اِس سے اُنھیں اور ندامت ہوگی اور پہلے سے بھی زیادہ پرہیز رکھینگے لہذا علٰحدہ کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے **ترجمہ** اور اگر کسی نے وقوفِ عرفات کے بعد مجامعت کی تو اُسکا حج باطل نہ ہوگا **ف** کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهٗ یعنی جسنے وقوفِ عرفات کرلیا تو اُسکا حج پورا ہوگیا **ترجمہ** اور اُسپر ایک بدنہ واجب ہے **ف** بدنہ اونٹ اور گائے کو کہتے ہیں اور اونٹ یا گائے واجب ہونیکی یہ وجہ ہے کہ جماع اعلٰے درجہ کی جنایت ہے اسلیئے اسکی سزا بھی اعلٰے درجہ کی ہوگی پھر اگر کسی نے دوبارہ جماع کی تو اسپر ایک بکری واجب ہے کیونکہ یہ نقص ناقص احرام میں آیا ہے اسواسطے اِسکو ایک بکری ہی کافی ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے **ترجمہ** اور اگر کسی نے سر منڈانے کے بعد مجامعت کرلی تو اسپر ایک بکری واجب ہے اور اگر کسی نے عمرے سے طواف [illegible] مجامعت کرلی تو اسکا عمرہ باطل ہوگیا وہ اس عمرے کے افعال پورے کرے اور اُسکی قضا کرے اور اسپر ایک بکری واجب ہے اور اگر چار پھیروں کے بعد جماع کی ہے تو اُسپر ایک بکری واجب ہوگی اور عمرہ باطل نہ ہوگا اور نہ اسکی قضا لازم آئیگی اور اگر کسی نے بھولکر جماع کرلی تو وہ حکم میں مثل اُسی شخص کے [illegible] اور اگر کوئی شخص بے وضو طوافِ قدوم کرے تو اُسپر صدقہ واجب ہے اور اگر کوئی جنبی تھا اور طوافِ قدوم کرلیا) تو اسپر بکری واجب ہے اور اگر کسی نے طوافِ زیارت بے وضو کرلیا تو اُسپر ایک گائے واجب ہے اور یہ جنبی تھا تو اسپر بدنہ واجب ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر اُسوقت تک مکہ میں ہو تو اُس [illegible] کرے اور (دوبارہ طواف کرنیکے بعد قربانی کرنا اسپر واجب نہیں ہے اور اگر کسی [illegible] کیا تو اسپر صدقہ واجب ہے اور اگر وہ جُنبی تھا تو اُسپر بکری واجب ہے اور اگر کسی نے [illegible] تین پھیرے یا اس سے کم چھوڑ دئے تو اُسپر ایک بکری واجب ہے اور اگر چار پھیرے چھوڑ دیئے [illegible] وہ اِس طواف کو نکر یگا محرم ہی رہیگا **ف** کیونکہ متروک نصف سے زیادہ ہے پس یہ ایسا ہوگیا کہ گویا کسی نے اسنے بالکل طواف ہی نہیں کیا **ترجمہ** اور اگر کسی نے طوافِ صدر کے تین پھیرے چھوڑ دیئے تو اُسپر صدقہ واجب ہے اور اگر طوافِ صدر کو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے یا اسکے چار پھیرے چھوڑ دیئے ہیں تو اُسپر [illegible] واجب ہے اور اگر کسی نے صفا مروہ کے درمیان کی سعی کو چھوڑ دیا ہے تو اسپر ایک بکری واجب ہے اور اسکا

حج پورا ہو جائیگا ف بکری واجب ہونیکی یہ وجہ ہے کہ سعی ہمارے نزدیک واجب ہے لہذا اسکے ترک کرنے سے دم لازم آئیگا اور حج پورا ہو جائیگا اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ حج پورا نہ ہوگا کیونکہ انکے نزدیک طوافِ زیارت کے لئے سعی فرض ہے ترجمہ اور اگر کوئی امام سے پہلے عرفات (کے میدان) سے چلا آئے تو اُسپر دم واجب ہے اور اگر کسی نے مزدلفہ کا وقوف چھوڑ دیا تو اُسپر دم واجب ہے اور اگر کسی نے سب دنوں میں جمروں کی رمی (یعنی اُنپر کنکریاں مارنی) چھوڑ دیں تو اُسپر دم واجب ہے اور اگر تینوں جمروں میں سے ایک کی رمی کو چھوڑ دیا ہے تو اسپر صدقہ واجب ہے اور اگر کسی نے قربانی کے دن جمرۂ عقبہ کی رمی کو چھوڑ دیا ہے تو اسپر دم واجب ہے اور اگر کسی نے سر منڈانے میں اسقدر تاخیر کی کہ قربانی کے دن گذر گئے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اسپر دم واجب ہے اور اسی طرح اگر کسی نے طوافِ زیارت میں تاخیر کردی تو امام موصوف کے نزدیک اسپر بھی دم ہی واجب ہے اور اگر کسی محرم نے خود شکار کیا یا شکار شکاری کو بتلا دیا تو اُسپر (اُس شکار کی) جزا واجب ہے اور اسمیں (یعنی جزا واجب ہونے میں) جانکر بتلانے والا اور بھولکر بتلانیوالا اور پہلی ہی دفعہ بتلانیوالا اور دوسری دفعہ بتلانیوالا سب برابر ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جزا یہ ہے کہ جہاں اُسکو شکار کیا ہے وہیں اسکی قیمت ٹھیرائی جائے اور اگر جنگل میں ہے تو جو آبادی اُسکے قریب ہو (وہاں) دو منصف آدمی قیمت ٹھیرائیں ف قیمت ٹھیرانے میں ایک آدمی بھی کافی ہے اگر دو ہوں تو اور زیادہ احوط ہے اور بعض فقہا کا قول یہ ہے کہ نص کی وجہ سے دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے ترجمہ پھر قیمت میں اسے اختیار ہے چاہے اُسکی ایک ہدی خرید کر اسکی قربانی کردے اگر اس قیمت میں ہدی آسکے واگر چاہے تو اس قیمت کا غلہ خرید کر وہ مسکینوں کو خیرات کردے اگر گیہوں ہیں تو ہر مسکین کو نصف صاع دے واگر چھوہارے یا جو ہیں تو ہر ایک کو ایک ایک صاع دے واگر چاہے تو اسی حساب سے روزے رکھے یعنی گیہوں کے نصف صاع کے عوض میں ایک روزہ اور جو اور خیرہ کے پورے صاع کے عوض میں ایک روزہ پھر اگر نصف صاع سے کم غلہ بچ جائے تو اسمیں بھی اسے اختیار ہے چاہے اسے خیرات کردے اور چاہے اُسکے عوض میں سارے دن کا روزہ رکھے ف سارے دن کی قید اسلئے ہے کہ نصف صاع سے کم بچنیکی وجہ سے کوئی یہ نہ کرے کہ روزہ میں کمی کردے کیونکہ دن سے کم کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے ترجمہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مثلی شکار میں (اسکا) مثل ہی واجب ہوگا مثلاً ہرن اور کفتار کے شکار کرنے میں بکری ہے اور خرگوش (کے عوض) تین عناق ہے اور لگاسہ (کے عوض) میں بدنہ ہے اور یربوع (کے عوض) میں جفرہ ف عناق بکری کے چھ مہینے کے بچہ کو کہتے ہیں اور لگاسہ شتر مرغ کو اور یربوع گوہ مڑی کو کہتے ہیں اور جفرہ بکری کے چار مہینے کے بچہ کو ترجمہ اور اگر کسی نے

کسی شکار کو زخمی کر دیا یا اُسکے بال اکھیڑ لیے یا اُسکا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو جتنا نقصان اُسکی قیمت میں آئیگا اُسکا دینا واجب ہے اور اگر پرند کے پر اکھیڑ لیے یا کسی شکار کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے کہ اب وہ پرند اُڑ نہیں سکتا یا وہ شکار دوڑ نہیں سکتا تو اس صورت میں اسپر اسکی پوری قیمت واجب ہے اور اگر کسی پرند کا انڈا توڑ دیا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہے اور اگر انڈے میں سے مرا ہوا بچہ نکلا ہے تو اس جیسے زندہ بچہ کی قیمت اسپر واجب ہے اور کوّے چیل بھیڑیے سانپ بچھو چوہے کٹکھنے کتے کے مارنے میں کچھ واجب نہیں ہے اور نہ مچھر اور پسو اور چیچڑی کے مارنے میں کچھ واجب ہے اور اگر کسی نے جوں کو مار دیا ہے تو جتنا چاہے صدقہ دیدے ف یعنی چاہے ایک مٹھی اناج دیدے اور چاہے روٹی کا ذرا سا ٹکڑا دیدے کیونکہ جوں بدن کے میل وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے اور جوہرہ میں لکھا ہے کہ یہ صدقہ حکم اس صورت میں ہے کہ بدن سے یا کپڑے پر سے یا سر میں سے جوں کو پکڑے اور اگر محرم زمین پر پکڑ کے مار دے تو اسپر کچھ نہیں ہے اور مچھر وغیرہ میں صدقہ وغیرہ نہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ وہ چیزیں شکار نہیں ہیں اور نہ بدن کے میل وغیرہ سے پیدا ہوتی ہیں اسکے علاوہ بطبعہا موذی بھی ہیں اسلیئے اُنکے مارنے کی جزا واجب نہیں ہے ترجمہ اور اگر اسنے ٹڈی کو مار دیا تو وہ جو کچھ چاہے صدقہ دیدے اور ایک کھجور ٹڈی سے بہتر ہے اور اگر درندوں وغیرہ میں سے (محرم) ایسے جانور کو مار دے جسکا گوشت نہ کھایا جاتا ہو تو اسپر جزا واجب ہے اور یہ جزا قیمت میں ایک بکری (کی قیمت) سے نہ بڑھیگی ف درندوں سے مراد یہ ہیں جیسے شیر چیتا بگیر افغار اور وغیرہ کہنے سے یہ درند شکاری مراد ہیں جیسے باز اور شکرا وغیرہ اور یہ جانور خواہ کسی قیمت کے ہوں لیکن انکی جزا ایک بکری کی قیمت سے نہ بڑھیگی ہاں کمی کی صورت میں یہ کم ہو جائیگی ترجمہ اگر کسی درندے نے محرم پر حملہ کیا اور اس محرم نے اسے مار دیا تو اسپر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر کسی محرم کو مجبوراً شکار کا گوشت کھانا ہو اور شکار کرلے تو اسپر جزا واجب ہے اور اسمیں کچھ حرج نہیں ہے کہ بکری اور گائے اور اونٹ اور مرغی اور گھر کی پلی ہوئی بطخ کو محرم ذبح کردے اور اگر وہ پالو کبوتر اور پلے ہوئے ہرن کو ذبح کریگا تو اسپر جزا واجب ہے ف کیونکہ یہ دونوں جانور اصل میں وحشی اور جنگلی ہیں اور انکا پلا ہوا ہونا عارضی امر ہے اسلیئے اسکا اعتبار نہ ہوگا ترجمہ اگر محرم کسی شکار کو ذبح کردے تو اُسکا ذبح کیا ہوا مردار ہے اسکا کھانا درست نہیں ہے اور محرم کو ایسے شکار کا گوشت کھانے میں کچھ حرج نہیں ہے جو کسی حلال آدمی نے شکار کیا ہو اور اُسی نے ذبح کیا ہو جبوقت کہ نامحرم نے وہ شکار اسے بتلایا ہو اور نہ اُسکے شکار کرنیکے لئے اُسے کہا ہو اور حرم کے شکار میں جبوقت اُسے حلال آدمی ذبح کرے تو اُسپر جزا واجب ہے ف اس جزا کے عوض میں [illegible] نہ ہوگا کیونکہ یہ تاوان ہے کفارہ نہیں ہے پس یہ مالوں کی ضمان کے مشابہ ہے ترجمہ اور اگر کسی محرم نے حرم کا گھاس اکھیڑ لیا

یا وہاں کا ایسا درخت کاٹ دیا جو کسی کی ملکیت نہ تھا اور نہ ایسا تھا کہ جسے بوتے ہوں تو اسپر اسکی قیمت واجب ہی اور جو احکام ہمنے ایسے ذکر کئے ہیں کہ انمیں مفرد پر ایک دم واجب ہوتا ہے اگر انکو قارن کریگا تو اسپر دو دم واجب ہونگے ایک اسکے حج کیوجہ سے اور دوسرا اسکے عمرے کی وجہ سے ہاں اگر وہ بغیر احرام باندھے میقات سے گذر جائے پھر حج اور عمرے کا احرام باندھے تو اسپر ایک ہی دم لازم ہوگا اور اگر حرم کے شکار کرنے میں وہ محرم شریک ہو جائیں تو دونوں پر پوری پوری جزا واجب ہوگی اور اگر حرم کے شکار میں دو حلال شریک ہوں تو دونوں پر ایک ہی جزا واجب ہوگی (یعنی دونوں نصف نصف جزا دیں) اور اگر کوئی محرم شکار کو بیچدے یا خریدے تو یہ خرید و فروخت باطل ہے۔

باب الاحصار

حج سے رُک جانیکا بیان

لغت میں احصار کے معنے رک جانیکے ہیں اور شریعت میں احصار سے مراد یہ ہے کہ محرم کسی امر شرعی کیوجہ سے وقوف عرفات اور طواف کرنے سے رُک جائے اگلے لے حتی الامکان قضا شرط ہونے پر ایک دم کے حلال ہو جاتا ہے جیسا کہ جوہرہ میں ہے پھر اگر وہ ان دونوں یعنی وقوف اور طواف میں سے کسی پر قادر ہو جائے تو مختار ہوتا ہے اسیطرح کنز کی شرح عینی میں ہے ترجمہ اور محرم دشمن یا بیماری کیوجہ سے (حج یا عمرہ کے لیے) جانے سے رُک جائے تو اسے حلال ہونا جائز ہے اور بعض (فقہا) کا قول یہ ہے کہ ایک بکری (یا بکری کی قیمت) بھیجدے جو حرم میں ذبح کیجائے (اور اس بکری کے ذبح ہونے سے پہلے احرام سے حلال ہونا جائز نہیں ہے) اور شخص اس بکری کو بھیجائے اس سے کہدے کہ فلاں روز ذبح کرنا پھر اسی روز اسکے حلال ہو جائے تو اگر وہ قارن تھا تو دو بکریاں بھیجے (کیونکہ اُسے دو احراموں سے حلال ہونیکی ضرورت ہے اور احصار کی بکری حرم کے سوا اور کہیں ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک قربانی کے دن سے پہلے اسے ذبح کرا لینا جائز ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے کہ اگر [illegible] گیا تو اسکی بکری کو نحر قربانی ہی کے دن ذبح کرنا جائز ہے اور عمرے سے رُک جانے والے کی بکری (بالاتفاق) جب بھیجدے ذبح کر دے جہاں چاہے (لیکن حرم ہی میں کرے) اور حج سے رُک جانے والا جب حلال ہو جائے تو دوسرے سال [illegible] حج کرے اور ایک عمرہ کا اسپر واجب ہے اور عمرے سے رُک جانے والا ایک ہی عمرے کی قضا واجب ہے [illegible] پر ایک حج اور دو عمرے کرنے واجب [illegible] حرم میں بھیجدی اور لیجانے والوں [illegible] ذبح کرنا جب اسکے

وہ احصار جاتا رہا تو اگر حج اور ہدی دونوں اسے مل سکتے ہیں تو اسے حلال ہونا جائز نہیں ہے اور جانا لازم ہے اور اگر فقط ہدی ملسکتی ہے اور حج نہیں ملسکتا (یعنی حج کے تھوڑے دن رہگئے ہیں) تو یہ حلال ہوجائے اور اگر حج ملسکتا ہے اور ہدی نہیں ملسکتی تو استحساناً اسے حلال ہوجانا جائز ہے ف استحسان خلاف قیاس کو کہتے ہیں قیاس یہاں یہ چاہتا تھا کہ اسے حلال ہونا جائز نہ ہوتا کیونکہ یہ اصل پر یعنی حج کرنے پر قادر ہے مگر چونکہ حلال ہدی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور اب ہدی نہیں ملسکتی تو اسلیے خلاف قیاس سے حلال ہوجانا جائز ہے ترجمہ اور اگر کوئی مکہ میں روکدیا گیا حالانکہ اُسنے ابھی وقوف (عرفات) اور طواف نہ کیا تھا تو وہ محصر ہے اور اگر ان دونوں سے ایک کو کرسکتا ہے تو وہ محصر نہیں ہے

باب الفوات

حج کے فوت ہونے کا بیان

ترجمہ اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور وقوف عرفات نہ کرسکا یہانتک کہ عید کے دن صبح صادق ہوگئی تو اُسکا حج فوت ہوگیا (کیونکہ حج وقوف عرفات ہی ہے) اور اُسپر لازم ہے کہ طواف وسعی کرکے حلال ہوجائے اور آئندہ سال حج کرے اور اسپر دم (واجب) نہیں ہے اور عمرہ فوت نہیں ہوتا اسکو سارے سال میں جب کوئی چاہے کرسکتا ہے مگر پانچ دنوں میں کرنا مکروہ ہے عرفہ کے دن میں اور عید کے دن اور تشریق کے تین دنوں میں اور عمرہ (کرنا) سنت ہے اور اسکے افعال یہ ہیں احرام۔ طواف۔ سعی۔

باب الھدی

ہدی کا بیان

ترجمہ سب سے اونچے درجہ ہدی بکری ہے اور ہدی کی تین قسمیں ہیں۔ اونٹ۔ گائے۔ بکری ان سب میں ثنی یا اس سے زیادہ عمر کی جائز ہے سوائے بھیڑ کے کہ اسکا چھ مہینے کا بچہ بھی ہدی میں کافی ہے ف ثنی اونٹوں میں اُسکو کہتے ہیں جو چھٹے برس میں ہو اور گائے میں وہ کہ جو تیسرے برس میں ہو اور بکری میں وہ جو دوسرے برس میں ہو اسی طرح کشف میں ہے ترجمہ ہدی میں ایسا جانور (بھیجنا) جائز نہیں ہے جسکے کان بالکل ہی کٹے ہوئے ہوں یا آدھے سے زیادہ کٹے ہوئے ہوں اور نہ دم کٹا ہو اور نہ سرکٹا ہوا اور نہ ہاتھ کٹا ہوا اور نہ اندھا اور نہ (ایسا) دبلا کہ جسکی ہڈیوں میں گودا نہ ہو) اور نہ ایسا لنگڑا جو ذبح تک نہ جاسکے اور سب جناتیوں میں بکری جائز ہے مگر دو موقعوں میں ایک یہ کہ جنبی طواف زیارت کرلے

اور دوسرا یہ کہ وقوفِ عرفات کے بعد کوئی مجامعت کرے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں سوائے اونٹ یا گائے کے اور کچھ جائز نہیں ہے اور اونٹ اور گائے میں سے ہر ایک سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہو سکتی ہے جب کہ اُن ساتوں کی نیت قربانی کی ہو اور اگر ان میں سے ایک آدمی (بھی) اپنے حصّہ میں گوشت کا ارادہ کرلے تو اوروں کے لئے اسکی قربانی جائز نہ ہوگی اور تطوع (یعنی نفلی) اور تمتع اور قران کی ہدی میں سے کھانا جائز ہے اور باقی ہدیوں میں سے (کھانا) جائز نہیں ہے اور تطوع اور تمتع اور قران کی ہدی کو فقط عید ہی کے دن ذبح کرنا جائز ہے اور باقی ہدیوں کو جس وقت کوئی چاہے ذبح کر دینا جائز ہے اور ہدیوں کو فقط حرم ہی میں ذبح کرنا جائز ہے (کیونکہ اللہ نے فرمایا بالغ الکعبۃ) اور جائز ہے کہ ہدیوں کا گوشت حرم کے مسکینوں وغیرہ پر صدقہ کردے۔ ف لیکن حرم کے مسکینوں فقیروں کو دینا افضل ہے ہاں اگر اور لوگ اُن سے بھی زیادہ حاجتمند ہوں تو جمہ اور ہدیوں کی شہرت دینا واجب نہیں ہے اور اونٹوں میں افضل نحر کرنا ہے اور گائے اور بکری کو ذبح کرنا افضل ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ آدمی اپنی قربانیوں کو خود ذبح کرے جب کہ وہ اچھی طرح کر سکتا ہو اور ان کی جھولوں اور نکیلوں کو خیرات کردے اور قصاب کی مزدوری اس میں سے نہ دے اور اگر کوئی شخص اونٹ یا گائے کو (ہدی کرکے) لیجائے پھر (بیماری وغیرہ کی وجہ سے) اُسے سواری کی سخت ضرورت ہو تو وہ ہدی پر سوار ہو جائے اور اگر ضرورت نہیں ہے تو اسپر سوار نہ ہو اور اگر اسکے دودھ ہے تو اُسے نہ دوہے بلکہ اُسکے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک دے تاکہ دودھ خشک ہو جائے اور اگر کسی نے ہدی روانہ کردی تھی پھر وہ مرگئی اگر یہ ہدی نفل کی تھی تو اور ہدی واجب نہ ہوگی اور اگر واجب کی تھی تو دوسری ہدی اُسکے قائم مقام کرنی اسپر واجب ہے اور اگر ہدی میں کوئی بڑا عیب پیدا ہو گیا ہے تب بھی اور ہدی اُسکے قائم مقام کرے اور عیب دار کو جو چاہے کرے اور جس وقت ہدی کا اونٹ راستہ میں مرجائے اگر وہ نفل کا تھا تو اُسے نحر کردے اور اُسکے کھروں کو اُسکے خون میں رنگ دے اور اُسے اُسکے شانہ پر مار دے اور اُسکا گوشت نہ خود کھائے اور نہ اسکے سوا مالدار لوگ کھائیں اور اگر وہ واجب کا تھا تو اُسکے قائم مقام اور اونٹ کردے اور اُسے جو چاہے کرے اور نفلی اور تمتع اور قران کی ہدی کے قلادہ ڈالا جائے اور احصار اور جنایتوں کے دم کے نہ ڈالا جائے۔

کتاب البیوع

خرید و فروخت کا بیان

ترجمہ مع ایجاب و قبول سے ہو جاتی ہے جب کہ یہ دونوں ماضی کے لفظ سے ہوں ف ماضی گذشتہ زمانے کو

کہتے ہیں اور مستقبل زمانۂ آیندہ کو ماضی کے لفظ سے کہنے کے یہ معنے ہیں یعنی ایک کہے میں نے بیچا دوسرا کہے میں نے خرید لیا اور اگر ایک نے ماضی کے لفظ سے کہا اور دوسرے نے مستقبل کے لفظ سے تو بیع نہ ہوگی ترجمہ اور جب ان دونوں یعنی بیچنے اور خریدنے والوں میں سے ایک نے بیع کا ایجاب کر دیا (یعنی یہ کہدیا کہ میں بیچ چکا) تو دوسرے کو اختیار ہے اگر چاہے اُسی مجلس میں (یعنی وہیں بیٹھا ہوا) اُسے قبول کرلے اور چاہے تو اُٹھ دے پس قبول کرنے سے پہلے اگر کوئی ان دونوں میں سے اس مجلس سے کھڑا ہو جائیگا تو یہ ایجاب باطل ہو جائیگا اور جسوقت ایجاب و قبول دونوں ہو جائیں تو بیع لازم ہو جائیگی اور ان دونوں میں سے کسی کو کچھ اختیار نہ رہے گا۔ ہاں اگر (بیع میں یعنی جو چیز خریدی ہے اُس میں) کوئی عیب نکل آئے یا بلا دیکھے خرید لی تھی (اور پھر کچھ نقص معلوم ہوا) اور بیع کے جائز ہونے میں اُن چیزوں کی مقدار وغیرہ معلوم کرانے کی ضرورت نہیں ہے جو سامنے موجود ہوں اور اثمان مطلقہ کے ساتھ بیع درست نہیں ہوتی ہاں اگر انکی مقدار اور وصف معلوم ہو **وف** اثمان مطلقہ کے ساتھ بیع ہونیکی یہ صورت ہے مثلاً بائع کہے کہ میں نے یہ چیز تمہارے ہاتھ فروخت کی جو بھی اسکی قیمت ہے تو جبتک یہ بائع قیمت کو مقرر کرکے نہ کہیگا یہ بیع درست نہ ہوگی ترجمہ نقد اور اُدھار دونوں طرح بیچنا جائز ہے مگر اُدھار اس صورت میں جائز ہے کہ اُسکی مدت معین ہو اور اگر کسی نے قیمت کو بیع میں مطلق چھوڑ دیا ہے تو اس سکّہ پر حمل کیا جائیگا جو اِس شہر میں چلتا ہوگا **ف** قیمت کو مطلق چھوڑ دینے کی یہ صورت ہے مثلاً کسی بائع نے کہا کہ میں اپنی یہ چیز دس روپیہ میں فروخت کر چکا اور اُسنے کوئی سکہ مقرر نہیں کیا تو یہ بیع جائز ہے لیکن اُسی روپیہ کے ساتھ جو اِس شہر میں چلتا ہو وہی روپیہ اِس بائع کو دیدیا جائیگا ترجمہ اور اگر اس شہر میں بہت طرح کے روپیہ چلتے ہیں تو یہ بیع فاسد ہوگی ہاں اگر وہ کسی ایک قسم کے روپے کو بیان کر دے اور سب قسم کے اناج کو پیمانے سے اور اُکل سے بیچنا جائز ہے اور ایسے معین برتن سے اور ایسے وزندار معین پتھر سے بھی کہ جنکی مقدار معلوم نہ ہو **وف** یہ اُس صورت میں جائز ہے کہ وہ برتن اور پتھر اسی طرح باقی رہیں اور اگر اُس بیع کے سونپ دینے سے پہلے وہ تلف ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی کیونکہ جس سے بیچا ہے اسکی مقدار معلوم نہ ہوگی اور یہ جھگڑا ہوگا ترجمہ اگر کسی نے اناج کا ڈھیر اسطرح بیچا کہ ایک قفیز (یعنی ایک پیمانہ) ایک درہم کا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بیع فقط ایک پیمانہ میں جائز ہوگی (اسی پر فتویٰ ہے) اور باقی میں باطل ہو جائیگی ہاں اگر سب پیمانوں کا نام لیدے (یعنی یہ کہدے کہ دس پیمانے دس درہم کے ہیں تو انمیں جائز ہوگی) اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے (یعنی خواہ سب پیمانوں کا نام لیوے یا نہ لیوے) اور اگر کوئی بکریوں کا ریوڑ اس حساب سے بیچے کہ ایک بکری ایک درہم کی ہے

تو یہ بیع سب کپڑوں میں فاسد ہوگی (اسی پر فتویٰ ہے) اور اسی طرح اگر کسی نے میت پر کپڑا بیچا کہ فی گز ایک درہم کا ہے اور سب گزوں کا نام نہ لیا تو یہ بیع بھی درست نہ ہوگی اور اگر کسی نے اناج کا ڈھیر خریدا اس شرط پر کہ تلو پیمانے سو درہم کے ہیں پھر اناج (کو ناپا تو) اس سے کم نکلا تو خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے اس موجودہ اناج کو اسی کے حصہ کی قیمت دیکر لیلے اور چاہے بیع کو فسخ کردے ف مثلاً سو پیمانے اناج ٹھیرا تھا اور اتنی پیمانے نکلا تو اب خریدنیوالے کو اختیار ہے کہ چاہے اسی درہم دیکر ان اتنی پیمانوں کو لیلے اور چاہے پھیر دے ترجمہ اور اگر اس سے زیادہ پیمانے نکل آئیں تو وہ زیادہ بیچنے والے کے ہیں اور اگر کسی نے کوئی کپڑا خریدا اس شرط پر کہ دس گز کپڑا دس درہم کا ہے یا زمین خریدی اس شرط پر کہ تلو کر زمین سو درہم کی ہے پھر وہ کپڑا یا وہ زمین اس سے کم نکلی تو خریدنیوالے کو اختیار ہے چاہے پوری قیمت کے عوض میں اسے لیلے اور چاہے چھوڑ دے اور اگر جتنے گزوں کا نام لیا تھا اس سے زیادہ نکل آئے تو وہ خریدنیوالے کی ہے بیچنے والے کو پھیرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر بیچنے والے نے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ اس کپڑے کو اس شرط پر بیچتا ہوں کہ یہ اتنے گز سو درہم کا ہے فی گز ایک درہم کو پھر وہ کپڑا اس سے کم نکلا تو خریدنیوالے کو اختیار ہے چاہے اسکے حصہ کی قیمت دیکر اسے لیلے اور چاہے چھوڑ دے اور اگر وہ زیادہ نکل آیا ہے تب بھی خریدنیوالے کو اختیار ہے ہمارے کوفی گز ایک درہم کے حساب سے لیلے اور چاہے بیع فسخ کردے اور اسی طرح اگر بیچنے والے نے یہ کہا کہ یہ کپڑا میں تمہارے ہاتھ اس شرط سے بیچتا ہوں کہ اس میں دس کپڑے سو درہم کے ہیں ہر کپڑا دس درہم کا ہے پس اگر خریدنے والا اسے کم پائے تو اسی حصہ میں بیع ہو جائیگی اور اگر دس کپڑوں سے زیادہ پائے تو بیع فاسد ہے اور اگر کوئی شخص مکان بیچے تو اس کی دیواریں اور چھت بیع میں داخل ہونگی اگرچہ اس کا نام نہ لے اور اگر کسی نے زمین بیچی تو جسقدر کھجوروں وغیرہ کے درخت اس میں ہونگے وہ سب بیع میں داخل ہونگے وہ درخت بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں پھلدار ہوں یا بے پھل ہوں صحیح مذہب یہی ہے اسی طرح نہایہ میں ہے ترجمہ اور زمین کے بیع کرنے میں کھیتی بیع میں نہ آئیگی ہاں اگر اسکا نام لیدے اور اگر کسی نے کھجور کے درخت یا اور پھلدار درخت بیچے تو وہ پھل بیچنے والیکا ہوگا ہاں اگر خریدنے والا یہ شرط کرلے کہ پھل بھی میرا ہی ہے اور بائع راضی ہونیکی صورت میں بائع سے کہا جائیگا کہ اس پھل کو توڑلے اور بیچنے والیکے سپرد کر اور اگر کسی نے ایسا پھل بیچا جو کھانے قابل نہ ہوا تھا یا ہو گیا تھا تو یہ بیع جائز ہے اور خریدنے والے پر واجب ہے کہ اس پھل کو اسی وقت توڑے اور اگر درختوں ہی میں رہنے دینے کی شرط کرلی تھی تو یہ بیع فاسد ہوگئی اور پھل کو اسطرح بیچنا جائز نہیں ہے کہ چند سیر پھل اپنے لئے مستثنےٰ کرلے ف یعنی اسطرح کہدے کہ ان درختوں میں جو پانچ من یا جسقدر پھل ہے اسمیں سے چار سیر

میرا ہے وہ میں نہیں بیچا تو یہ بیع جایز نہ ہوگی ترجمہ اور گیہوں کو اسکی بالوں میں اور باقلی کو اسکی پھلیوں میں بیچنا جائز ہے اور اگر کسی نے مکان بیچ کیا تو اُسکے قفلوں کی کنجیاں بھی بیع میں داخل ہونگی اور ناپنے والے اور روپیہ پرکھنے والے کی مزدوری بائع کے ذمہ ہے اور قیمت جانچنے والے کی مزدوری مشتری کے ذمہ ف آجکل فتوٰی اسپر ہے کہ ناپنے والے کی مزدوری بائع کے ذمہ ہے اور روپیہ پرکھنے والے کی مشتری کے ذمہ ترجمہ اور اگر کسی نے کسی قیمت پر کچھ اسباب بیچا تو اول مشتری سے کہا جائیگا کہ قیمت ادا کر جب وہ قیمت ادا کریگا تو اب بائع سے کہا جائیگا کہ مبیع مشتری کے سپرد کر اور اگر کسی نے کچھ اسباب اسباب کے عوض بیچا یا قیمت قیمت کے عوض بیچی (یعنی چاندی سونے کے عوض بیچی یا سونا چاندی کے عوض بیچا) تو دونوں سے کہا جائیگا کہ دونوں ساتھ ساتھ دیں (یعنی ہاتھوں ہاتھ دے لیں)

باب خیار الشرط

یعنی جائز شرط کا بیان

ترجمہ بیع میں بائع اور مشتری دونوں کے لئے خیار شرط جایز ہے اور دونوں کو تین دن یا اس سے کم اختیار رہتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ جائز نہیں ہے اور امام ابویوسف اور امام فرماتے ہیں کہ جب کوئی مدت مقرر کریں تو (اس سے زیادہ بھی) جائز ہے اور بائع کا خیار مبیع کو اسکی ملک سے نکلنے سے روک دیتا ہے ف یعنی اگر خاص بائع ہی کو خیار ہے تو اس صورت میں بیع کرنے سے مبیع اسکی ملک سے نہیں نکلتی ترجمہ پس اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا تھا اور خیار کی مدت میں مبیع اسکے ہاتھ سے ہلاک ہوگئی تو مشتری اسی قیمت کا ضامن ہوگا ف یعنی جب کہ وہ مبیع مثلی نہ ہو اور اگر مثلی ہو تو مشتری پر اسکی مثل دینا واجب ہوگا ترجمہ اور مشتری کا خیار مبیع کو بائع کی ملک سے نہیں روکتا لیکن امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مشتری بھی اسکا مالک نہیں ہوتا اور امام ابویوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ مشتری مالک ہو جاتا ہے پس اگر وہ چیز (جس میں مشتری کا خیار تھا) مشتری کے اختیار سے جاتی رہی تو مشتری کو اسکا ثمن دینا پڑیگا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اس چیز میں کوئی عیب پیدا ہو گیا ہو ف ثمن اُن داموں کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے آپس میں ٹھیر جائیں خواہ وہ چیز اُتنے کی ہو یا نہ ہو اور قیمت اُسے کہتے ہیں جو بازار کے نرخ وغیرہ سے اسکے دام لگیں ترجمہ اور جو شخص اپنے لئے خیار شرط کرے تو اُسے اختیار ہے کہ خیار کی مدت میں چاہے اُس چیز کو رکھ لے اور چاہے پھیر دے لیکن اگر رکھنے تو یہ بلا موجود گی بائع کے جائز ہے اور اگر پھیرے تو اُسکے موجود ہونے پھیرنا جائز نہیں ہے (اسی پر فتوٰی ہے) اور اگر جسکے لئے

خیار تھا وہ مرگیا تو خیار باطل ہوگیا وہ وارثوں کی طرف منتقل نہ ہوگا اگر کسی نے ایک غلام کو اس شرط پر بیع کیا کہ یہ روٹی پکانی جانتا ہے یا کاتب ہے اور پھر وہ اسکے خلاف نکلا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے پوری قیمت دیکر لیلے اور چاہے نہ لے۔

باب خیار الرؤیۃ

دیکھنے کے اختیار کا بیان

ترجمہ اگر کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خریدلی تو یہ بیع جائز ہے اور اُسے اختیار ہے کہ جسوقت دیکھے چاہے (پوری قیمت میں) اُسے رکھلے اور چاہے پھیر دے اور اگر کسی نے اپنی کوئی چیز بغیر دیکھے فروخت کردی تو اُسے اختیار نہیں رہتا **ف** اسکی مثال یہ ہے مثلاً کسی کو ورثہ میں کوئی چیز ملی تھی اور اُسنے اُسے بے دیکھے ہی فروخت کردی ایسی صورتیں اکثر پیش آتی ہیں **ترجمہ** اور اگر کسی نے اناج کے ڈھیر کو اوپر سے دیکھ لیا تھا (یعنی اندر ہاتھ ڈالکر نہیں دیکھا تھا) یا لپٹے ہوئے کپڑے کو اوپر سے دیکھ لیا تھا یا لونڈی کے مُنھ کو دیکھ لیا تھا یا چوپایہ کی اگاڑی پچھاڑی کو دیکھ لیا تھا (اور پھر خریدلیا) تو اب اُسے اختیار نہ رہیگا **ف** اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ بیع میں ساری مبیع کو دیکھنا شرط نہیں ہے کیونکہ یہ دشوار امر ہے اس لئے فقط اتنا دیکھ لینا کافی ہے جو مقصود کا علم ہوجانے پر دلالت کرے **ترجمہ** اور اگر کسی نے مکان کا صحن دیکھکر اُسے خرید (لیا تھا تو اُسے بھی اختیار نہیں رہتا اگرچہ اُسکے کمرے (وغیرہ) نہ دیکھے ہوں اور اندھے کی خرید و فروخت جائز ہے اور وہ جب خریدیگا اُسے اختیار رہوگا اور مبیع کو چھوکر دیکھنے سے اسکا اختیار ساقط ہوجائیگا جسوقت کہ وہ اسی چیز کو چھونے سے معلوم ہوجاتی ہو اور جو سونگھنے سے معلوم ہوگی اُسمیں اختیار سونگھنے سے ساقط ہوجائیگا اور جو چکھنے کی ہوگی اس میں چکھنے سے ساقط ہوجائیگا اور اگر اسے زمین خریدی ہے تو جبتک زمین کھود کر اس کا حال بیان نہ کردیجائیگی اسکا اختیار ساقط نہ ہوگا اور اگر کوئی کسی کی چیز کو بغیر اسکی اجازت کے بیع کردے تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے بیع کو رکھے اور چاہے نہ رکھے اور اسکی اجازت دینے یا سوقت ہے کہ وہ بیع اور لینے دینے والے تینوں موجود ہوں اور اگر دو کپڑے رکھے تھے کسی نے اُنکو دیکھکر دونوں خریدلئے پھر دوسرے کو دیکھا تو اُسے دونوں کا لوٹا دینا جائز ہے اور اگر کسی کو دیکھنے کا اختیار تھا اور وہ مرگیا تو اسکا اختیار باطل ہوگیا **ف** یعنی اختیار باطل ہوکر بیع پوری ہوگئی اور خیار شرط کی طرح یہ بھی ورثہ کیطرف منتقل نہ ہوگا **ترجمہ** اور اگر کسی نے کوئی چیز دیکھی تھی اور وہ مدت کے بعد خریدی تو اگر وہ اسی حالت پر ہے جس حالت میں اُسنے دیکھی تھی تو اُسے کچھ اختیار نہیں ہے

اور اگر اسمیں کچھ فرق آگیا ہے تو اُسے اختیار ہے (چاہے رکھے چاہے نہ رکھے)۔

باب خیار العیب

عیب کے سبب سے اختیار ہونیکا بیان

ترجمہ اگر مشتری کو مبیع ہو جانے کے بعد مبیع میں کوئی عیب معلوم ہوا تو اُسے اختیار ہے چاہے قیمت کے عوض اُسے لیلے اور چاہے پھیر دے اور یہ اُسکے لیئے جائز نہیں ہے کہ مبیع کو رکھلے اور عیب کے نقصان کا طالب ہو اور سوداگروں کے نزدیک جس سے قیمت میں کمی آجائے وہی عیب ہے اور (غلام کا) بھاگنا اور چھُٹ پنے میں بچھونے پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا عیب ہے جبتک کہ وہ بالغ نہ ہوں یہانتک کہ بالغ ہونیکے بعد (بائع کے ہاں) وہ پھر عود نہ کریں ف یعنی اگر کسی غلام کے اندر چھُٹ پن میں یہ چیزیں پائی جاتی تھیں اور بالغ ہونیکے بعد بائع کے ہاں یہ چیزیں نہ رہیں تو اگر مبیع ہونیکے بعد مشتری کے ہاں جاکر پھر ہوجائیں تو انہیں حادث عیب شمار کرینگے یعنی کویا یہ عیب مشتری ہی کے ہاں پیدا ہوا ہے قدیمی نہیں ہے لہذا مشتری کو ایسے غلام کے پھیرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر بالغ ہونیکے بعد بھی بائع کے ہاں ان چیزوں کا ظہور ہوا ہے تو انکو قدیمی عیب شمار کرینگے ترجمہ اور گندہ دہن اور گندہ بغل لونڈی میں ہونا عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے مگر یہ کہ کسی بیماری سے ہو (تو یہ غلام میں بھی عیب شمار ہوگا) اور زنا سے ہونا لونڈی میں عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے ف مگر یہ کہ غلام کی عادت ہی زنا کی ہوجائے اور عادت ہوجانے سے یہ مراد ہے کہ وہ عورتوں سے زیادہ سے زنا کرے کیونکہ عورتوں کے پیچھے پھرنے سے ضرور خدمتگذاری میں قصور آئیگا اسلیئے یہ عیب شمار ہوگا ترجمہ اور اگر مشتری کے ہاں کوئی عیب پیدا ہوگیا پھر اسے (اس میں) ایک ایسا عیب معلوم ہوا جو بائع کے ہاں بھی تھا تو مشتری کو اختیار ہے کہ عیب کی کمی کو اس سے واپس لیلے اور مبیع کو خود اپنے ہاں اگر بائع باوجود مبیع کے عیب دار ہونے کے اُسے لینے پر راضی ہو اور اگر مشتری نے کپڑے کو کتر دیا اور سی لیا ہے یا رنگ لیا ہے یا ستو (تھا اور اس) میں گھی وغیرہ ملا لیا ہے اور اسکے بعد اسمیں اُسے عیب معلوم ہوا تو مشتری اس عیب کا نقصان بائع سے لیلے اور بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس چیز کو [illegible] اور اگر کسی نے ایک غلام خریدا تھا پھر اُسے آزاد کردیا یا وہ اسکے پاس آکر مرگیا پھر مشتری کو اسکا کوئی عیب معلوم ہوا تو مشتری اس عیب کا نقصان بائع سے لیلے اور اگر غلام (یعنی مبیع) کو خود مشتری [illegible] دیا ہے یا (مبیع) کھانا تھا اور وہ مشتری نے کھا لیا پھر اُسے اُس کا کوئی عیب معلوم ہوا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اب مشتری کچھ واپس

نہیں لے سکتا اور امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ اس عیب کا نقصان بائع سے لیلے ف نہایہ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور اگر کسی نے کوئی کھانے کی چیز خریدی اور اسمیں سے کچھ کھالی کچھ رکھدی پھر اسمیں کوئی ایسا عیب معلوم ہوا جو بائع کے گھر کا تھا تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نہ بچی ہوئی کو پھیر سکتا ہے اور اس عیب کا نقصان لے سکتا ہے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ جو بچی ہے یا تو اتنے واپس کردے اور یا عیب کا نقصان لیلے ترجمہ اور اگر کسی نے ایک غلام خریدا اور خریدنے والے نے پھر اور کسی کے ہاتھ بیچ یا پھر وہ کسی عیب کیوجہ سے اسکے پاس واپس آیا تو اگر اس پہلے خریدنیوالے نے اس غلام کو قاضی کے حکم سے قبول کیا تھا تو اسکے لئے جائز ہے کہ یہ اپنے بائع کو پھیر دے اور اگر بدون حکم قاضی کے لیا تھا تو اب یہ اپنے پہلے بائع کو نہیں پھیر سکتا اور اگر کسی نے غلام (وغیرہ) خریدا اور بائع نے ہر عیب سے بری الذمہ ہونے کی شرط کرلی (یعنی یہ کہدیا کہ اب اس میں خواہ کوئی عیب ہو میں واپس نہ کرونگا) تو اب کسی عیب کیوجہ سے مشتری کو اسکے واپس کرنیکا اختیار نہیں ہے اگرچہ سب عیبوں کا نام نہ لیا ہو اور نہ انھیں شمار کرکے کہا ہو۔

باب البیع الفاسد

فاسد بیع کا بیان

ترجمہ جسوقت بیع اور قیمت میں سے ایک یا دونوں حرام چیزوں میں سے ہوں (اور ان کی حرمت خواہ نص سے ہو یا اجماع سے ہو) تو یہ بیع فاسد (یعنی باطل) ہے جیسے مردار کو یا خون کو یا خنزیر کو یا سور کو بیچنا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب بیع ملکیت میں نہ ہو جیسے آزاد آدمی کو بیچ دینا اور ام ولد اور مدبر اور مکاتب کی بیع فاسد ہے ف ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جسکے اپنے آقا سے اولاد ہو جائے اور مدبر وہ غلام ہے جس سے آقا کہدے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے اور مکاتب وہ غلام ہے جو آقا سے اپنی قیمت اپنے ذمہ لیلے اور یہاں بیع فاسد ہونے سے مراد بیع کا باطل ہونا ہے کیونکہ یہ لونڈی اور یہ دونوں قسم کے غلام آزاد ہونے کے مستحق ہو جاتے ہیں لہذا ان کا بیچنا جائز نہیں ہے ترجمہ مچھلی کو شکار کرنے سے پہلے دریا ہی میں بیچ دینا جائز نہیں ہے اور نہ پرندے کو ہوا میں بیچنا جائز ہے اور نہ حمل کو پیٹ میں بیچ دینا جائز اور نہ تاج کا (یعنی حمل کا حمل) بیچنا جائز ہے اور نہ اون کو بکری (وغیرہ) کی پیٹھ پر (یعنی کترنے سے پہلے) بیچنا جائز ہے اور نہ تھنوں میں دودھ کو بیچنا جائز ہے اور نہ کپڑے میں سے (جو بناوٹ میں مختلف ہو) ایک گز اور نہ چھت میں سے ایک کڑی

بیچنا جائز ہے اور نہ ضربۃ القانص (یعنی جال کی پھینک) کا بیچنا جایز ہے ف ضربۃ القانص اُسے کہتے ہیں جو ایک دفعہ دریا میں جال ڈالنے سے کچھ شکار وغیرہ آجائے اور چونکہ بیع مجہول ہے یعنی یہ معلوم نہیں ہے کہ اب کے جال میں کیا آجائیگا اسلیئے یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ ایسا اوقات ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ کچھ بھی نہیں آتا اسی طرح ہدایہ کی شرح کفایہ میں ہے ترجمہ اور نہ بیع مزابنہ جائز ہے اور بیع مزابنہ اُسے کہتے ہیں کہ ٹوٹے ہوئے پھل سے اندازہ کرکے درخت پر لگے ہوئے پھل کو بیچدینا اور نہ بیع بالقاء حجر اور نہ بیع ملامسہ جایز ہے ف بیع بالقاء حجر اُسے کہتے ہین کہ بائع مشتری نے ایک چیز کا نرخ ٹھیرالیا پھر مشتری نے مبیع پر کچھ پتھر وغیرہ ڈالدیا تو یہ مبیع مشتری کی ہوگئی خواہ اسوقت اور اُسکے دینے سے بائع راضی ہو یا نہ ہو اور اگر مشتری نے مبیع کو ہاتھ لگا دیا تو اُسے بیع ملامسہ کہتے ہیں اس قسم کی بیع زمانۂ جاہلیت کے لوگ کیا کرتے تھے اب اس طرح سے بیع کرنا جایز نہیں ہے ترجمہ اور نہ دو کپڑوں میں سے ایک کو (بلا تعیین) بیچنا جائز ہے ف مثلاً بائع کے پاس دو کپڑے ہیں اور وہ کہے انمیں سے میں نے ایک بیچدیا تو یہ بیع جائز نہیں ہے جبتک کہ اُسکو معین نہ کردے چونکہ کپڑے مختلف ہوتے ہیں اسلئے ایسی بیع سے جھگڑا ہوگا ترجمہ اور اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ مشتری اُسے (خرید کر) آزاد کردے یا مدبر کردے یا مکاتب کردے یا لونڈی کو اس شرط پر بیچا کہ اُسے اُم ولد کرے تو یہ بیع فاسد ہے ف کیونکہ یہ بیع مع شرط ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع مع شرط سے منع فرمایا ہے۔ جوہرہ ترجمہ اور اسی طرح اگر کسی نے ایک غلام کو اس شرط پر بیچا کہ ابھی ایک مہینہ اس سے بائع خدمت لیگا یا مکان بیچا اس شرط پر کہ اتنی مدت تک اِس میں بائع رہیگا یا اس شرط پر کہ مشتری بائع کو ایک درہم قرض دیدے یا اس شرط پر کہ مشتری کچھ تحفہ دے اور اگر کسی نے ایک لونڈی یا ایک چوپایہ بیچا اور اسکا حمل مستثنےٰ کرلیا تو یہ بیع بھی فاسد ہے اور اگر کسی نے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع اُسے کترے اور وہی اُسکا کرتہ یا قباسی دے یا جوتے کا چمڑا خریدا اس شرط پر کہ بائع اُسے سیے یا اسمیں قسمہ لگائے تو یہ بیع (بھی) فاسد ہے اور اگر کسی نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اسکی قیمت نوروز کے دن دونگا یا مہرجان میں دونگا یا نصارےٰ کے روزے کیدن دونگا یا یہودیونکے عید کیدن تو اگر بائع اور مشتری ان نوروز وغیرہ کو جانتے ہیں تو یہ بیع جائز ہے ورنہ یہ بیع فاسد ہے اور اگر مشتری نے یہ شرط کی ہو کہ گیہوں کٹنے یا گے جانے یا انگور اترنے یا حاجیوں کے آنے کے وقت روپیہ ادا کرونگا تو یہ بیع بھی جائز نہیں ہے اور اگر لوگوں کے گیہوں کاٹنے اور گاہنے اور حاجیوں کے آنے سے پہلے بائع اور مشتری دونوں اس مدت کے ساقط کرنے پر رضامند ہوگئے تو یہ جائز ہوجائیگی اور جب بیع فاسد میں مشتری نے

بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کرلیا اور عوضین میں سے (یعنی مبیع اور قیمت میں سے) ہر واحد مال تھا تو مشتری مبیع کا مالک ہو جائیگا اور اسکی قیمت اُسے دینی لازم ہوگی اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو اسکے فسخ کر دینے کا بھی اختیار ہے پھر اگر مشتری نے اِس مبیع کو بیچ دیا تو اُسکی بیع جائز ہو جائیگی اور اگر کسی نے آزاد کو اور غلام کو یا ذبح کی ہوئی اور مری ہوئی بکری کو اکٹھا بیچ دیا تو یہ بیع دونوں چیزوں میں باطل ہے اور اگر کسی نے ایک غلام اور ایک مدبر کو یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو ملا کے بیچ دیا تو غلام کی اُسی کے حصہ کی قیمت سے بیع ہو جائیگی ف اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ مثلاً بائع نے غلام اور مدبر کو بیع تو ملا کر کر دیا تھا لیکن دونوں کی قیمتیں علیحدہ علیحدہ معین کر دی تھیں یعنی یہ کہدیا تھا کہ غلام سو روپیہ کا ہے اور مدبر پچاس روپیہ کا ہے یہ صورت تو بالاتفاق جائز ہے کہ غلام سو روپیہ میں بیع ہو جائیگا اور مدبر نہ ہوگا دوسری صورت یہ ہے مثلاً بائع یہ کہدے کہ میں نے اِن دونوں کو سو روپیہ میں فروخت کیا اور یہ نہیں معین کیا کہ اسکی قیمت ہے اور اسکی یہ ہے تو یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے تیسری صورت یہ ہے کہ بائع اسطرح کہے کہ ان دونوں کو سو روپیہ میں نے فروخت کر دیا لیکن ہر ایک کو پچاس کو تو یہ صورت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ غلام میں جائز ہوگی اور مدبر وغیرہ میں جائز نہ ہوگی (اگر کسی نے دوسرے کی چیز کو بغیر اسکی اجازت کے بیچ دیا تو یہ بیع اصل مالک کی اجازت پر موقوف رہتی ہے اگر اسنے اجازت دیدی تو بیع جائز ہو ورنہ ناجائز ترجمہ اور بلا ارادے خرید کے کسی چیز کی قیمت بڑھانے اور دوسرے کے بھاؤ کرتے ہوئے بھاؤ کرنے اور (ازراں مال خریدنے کے لیے باہر جاکر) سوداگروں سے لجانے اور دیہاتی کا مال شہری کے فروخت کرنے اور جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور یہ سب صورتیں مکروہ ہیں اور ان سے بیع فاسد نہیں ہوتی ف بیع فاسد نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ انکی اصلی قیمت یعنی جو بازار میں عام طور پر اٹھتی ہو مشتری کے ذمہ لازم ہو جاتی ہے اور قبضہ کرنے سے پہلے وہ اس چیز کا مالک ہو جاتا ہے ترجمہ اور اگر کوئی چھوٹے چھوٹے دو غلاموں کا مالک ہو گیا (یعنی خواہ خریدے ہوں یا ورثہ وغیرہ کے ذریعہ سے آگئے ہوں) اور وہ دونوں آپس میں بہت ہی قریب کے رشتہ دار ہیں تو ان میں جدائی نہ کرے (یعنی اسطرح کہ ایک کو خود رکھ لے اور دوسرے کو بیچ دے یا دونوں کو دو آدمیوں کے ہاتھ بیچ دے) اور یہی حکم اِس صورت میں ہے کہ ایک بڑا ہو اور دوسرا چھوٹا ہو پس اگر انمیں جدائی کر دے تو یہ مکروہ ہے اور بیع ہو جائے گی اور اگر دونوں بڑے بڑے ہیں تو جدائی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے

باب الاقالۃ

بیع توڑنے کا بیان

ف اقالہ کے لغوی معنے پہلے قول کو غلط کردینے کے ہیں اور شریعت میں اقالہ بیع کو توڑنے یعنی مبیع اور قیمت کے واپس کردینے کو کہتے ہیں ترجمہ بیع میں بائع اور مشتری دونوں کو پہلی قیمت کے ساتھ اقالہ کرنا جائز ہے اور اگر کسی نے پہلی قیمت سے زیادتی یا کمی کی شرط کی تو یہ شرط باطل ہے اور مبیع پہلی قیمت کے ساتھ واپس کردیجائیگی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اقالہ ان بائع اور مشتری کے حق میں بیع کو توڑنا ہے اور انکے سوا تیسرے کے حق میں بیع جدید ہے ف اس بیع جدید ہونے کا نتیجہ ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے اپنی کوئی چیز دوسرے کو ہبہ کردی اور جسکو ہبہ کی تھی پھر اُسنے وہ فروخت کردی تو ہبہ کرنے والے کو جو اپنی چیز پھر لینے کا حق حاصل تھا وہ اس بیع سے جاتا رہیگا اب اگر یہ بائع اور مشتری اقالہ کرلیں تو ہبہ کرنیوالا اپنی دی ہوئی چیز کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ اقالہ تیسرے کے حق میں بیع جدید ہے گویا اس ہبہ کرنے والے کے اعتبار سے تو اب اس چیز کو بائع نے مشتری سے خریدا ہے لہذا اب اس چیز سے اسے کوئی واسطہ نہیں ہے ترجمہ اور قیمت کا تلف ہونا اقالہ کے صحیح ہونے کو نہیں روکتا ہاں مبیع کا تلف ہونا اسکی صحت کو روکدیتا ہے (یعنی پھر اقالہ نہیں ہوسکتا) اور اگر مبیع کا کچھ حصہ تلف ہوگیا ہے تو باقی مبیع میں اقالہ کرلینا جائز ہے

باب المرابحۃ والتولیۃ

مرابحت اور تولیہ کا بیان

ترجمہ پہلی خرید پر کچھ نفع زیادہ کرکے کسی چیز کو بیچنے کا نام مرابحت ہے اور پہلی خرید پر بلا نفع کے کسی چیز کو بیچنے کا نام تولیہ ہے ف خلاصہ یہ ہے کہ نفع سے بیچنے کو مرابحت کہتے ہیں اور بے نفع بیچنے کو تولیہ ترجمہ اور مرابحت اور تولیہ اُسی وقت درست ہوتے ہیں کہ اسکا عوض مثلی چیزوں میں سے ہو ف یعنی ایسی چیز ہو کہ اُسکے تلف ہوجانے سے ویسی ہی چیز دینی پڑے جیسے روپیہ وغیرہ اور وہ چیزیں جو ناپ سے یا تول سے فروخت ہوتی ہیں ترجمہ اور دھوبی اور رنگریز اور بیل اونٹ کا کاٹنے والے اور غلہ اُٹھوانے کی مزدوری کو اصل مال میں ملادینا جائز ہے اور یہ کہے کہ یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے اور یہ نہ کہے کہ اتنے میں میں نے خریدی ہے ف مثلاً کسی نے ایک تھان کپڑے کا پانچ روپیہ میں خریدا اور ایک روپیہ اُسکی دھلوائی یا رنگوائی وغیرہ میں دیا تو جب یہ اُسے مرابحت یا تولیہ کے طور پر فروخت کرے تو یہ کہے کہ یہ تھان مجھے چھ روپیہ

میں پڑا ہے یہ نہ کہے کہ میں نے چھ روپیہ میں خریدا ہے **ترجمہ** پس مرابحت میں مشتری کو کچھ خیانت معلوم ہوئی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے اختیار ہے چاہے اس چیز کو کل ثمن کے عوض لیلے اور چاہے واپس کردے اور اگر تولیہ میں خیانت معلوم ہوئی ہے تو خیانت کی مقدار قیمت کم کردے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (مرابحت اور تولیہ) دونوں میں کم کردے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیمت کسی میں کم نہ کرے لیکن اُسے اختیار دونوں میں ہے (کہ چاہے پوری قیمت سے لیلے اور چاہے نہ لے) اور اگر کسی نے کوئی منقولہ چیز خریدی تو اُسپر اسے اپنا قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے **ف** مبیع دو قسم کی ہوتی ہے ایک منقولہ جیسے چوپائے اور غلّہ اور کپڑے وغیرہ اور دوسری غیر منقولہ جیسے زمین اور مکانات وغیرہ **ترجمہ** اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک زمین کو قبضہ کرنے سے پہلے بیچ کر دینا جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اسکا بیچ کرنا بھی جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے کوئی پیمودنی چیز پیمانے سے اور وزن سے بکنے والی وزن کرا کے خریدی اور پھر خود بھی اُسکو ماپ لیا یا تول لیا پھر اُسکو وزن سے یا پیمت سے بیچدی تو اب اس دوسرے مشتری کو بغیر ماپنے یا تولے اُس چیز کا بیچنا یا کھانا جائز نہیں ہے اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے **ف** یعنی اسطرح کہ اگر مشتری کو ثمن میں درہم دینا تھا اور بائع نے ابھی اُنپر اپنا قبضہ نہیں کیا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ اُن درہموں کی جگہ کوئی کپڑا وغیرہ لیلے **ترجمہ** اور مشتری کے لئے جائز ہے کہ بائع کیواسطے کچھ قیمت میں بڑھادے **ف** مثلاً کوئی چیز دو روپیہ میں ٹھیر گئی تھی تو مشتری کے ذمہ تو اصل میں دو ہی روپیہ ہیں لیکن اگر مشتری بائع کی رعایت سے دو کی جگہ تین دیدے تو یہ بھی جائز ہے **ترجمہ** اور بائع کو مبیع میں مشتری کے لئے کچھ بڑھا دینا جائز ہے اور یہ (بھی) جائز ہے کہ (بائع) قیمت میں کچھ کمی کردے اور ان سب کے ساتھ استحقاق متعین ہو جاتا ہے **ف** یعنی جو اصلی چیز تھی اُسکے ساتھ بھی اور جو بڑھائی گئی ہے اُسکے ساتھ بھی پس مثلاً بائع کو اختیار ہے کہ جبتک مبیع کی اصلی قیمت اور جو مشتری نے اپنی طرف سے بڑھادی تھی وصول نہ ہو جائے مبیع کو نہ دے اور مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ زبان دے چکنے کے بعد اب زیادہ رقم کو نہ دے کیونکہ اب اِس رقم میں بھی بائع کا حق اصل بیع ہی کی وجہ سے ثابت ہو گیا ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ مشتری کے لئے مبیع میں کچھ بائع نے بڑھا دیا ہے اُسے بھی اُسکا نہ دینا جائز نہیں ہے اور اگر ایسی بیع میں اقالہ ہو تو بائع مشتری نے جتنا روپیہ دیا ہے سب پھیرنا پڑے گا **ترجمہ** اور اگر کسی نے کوئی چیز نقد فروخت کی اور پھر کچھ میعاد معین کر کے (مشتری کو) مہلت دیدی تو یہ مہلت جائز ہو جائیگی اور بے مہلت میں

جب اسکا مالک مہلت دیدے تو وہ مہلت ہوجاتی ہے مگر قرض میں مہلت کرنا درست نہیں ہے
ف یہاں درست ہونے نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً اگر روپیہ پیسہ قرض دیا ہے اور قرض لینے
والا کچھ دنوں کی مہلت معین کرتا ہے تو یہ مہلت معین کرنا درست نہیں ہے بلکہ قرضخواہ مہلت کے اندر
جب چاہے مانگ سکتا ہے اور اگر کوئی چیز بیچی تھی تو اُسکی قیمت مشتری کے ذمہ دین ہے اگرچہ بیع کے
وقت نقد انقدی سودا ہوا ہو لیکن اگر بائع نے پھر اُسے مہلت دیدی ہے تو یہ مہلت درست ہوگئی
یعنی اب مہلت کے اندر اُس سے قیمت طلب نہیں کرسکتا۔

باب الربوا

سود کا بیان

ترجمہ سود حرام ہے ہر چیز میں خواہ وہ کیلی ہو یا وزنی (یعنی پیمانہ سے ناپ کر بکنے والی ہو یا وزن ہوکر
جسوقت ایک جنس دوسری جنس کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچی جائے (برابر ہے کہ کھانے کی ہو
یا کھانے کی نہ ہو) پس علت اسمیں یا تو کیل معہ جنس ہے اور یا وزن معہ جنس ہے ف یعنی علت
سود ہونے کی یہ ہے کہ دونوں چیزیں کیلی بھی ہوں اور ایک جنس کی ہوں جیسے گیہوں کو گیہوں سے
بیچنا یا دونوں وزن سے بکنے والی بھی ہوں اور ایک جنس کی ہوں جیسے چاندی سونا وغیرہ یعنی جو
چیزیں وزن ہی ہوکر بکتی ہیں ترجمہ پس اگر کوئی کیلی یا وزنی چیز اپنی جنس کے ساتھ برابر سرابر بیچی جائے
تو جائز ہے اور اگر کمی زیادتی کے ساتھ بیچی جائے تو جائز نہیں ہے (کیونکہ ایک کو زیادہ دینا ہی سود ہے)
اور جن چیزوں میں سود ہے انمیں سے عمدہ کو ردی کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے مگر اسوقت کہ دونوں
برابر ہوں اور جب یہ دونوں وصف یعنی جنس اور قدر ایک نہ ہو تو زیادتی اور اُدھار دونوں جائز ہیں
ف قدر ایک نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ دونوں کیلی نہ ہوں یا دونوں وزنی نہ ہوں بلکہ ایک کیلی ہو اور
دوسری وزنی ہو تو اس صورت میں انمیں سود کا حکم نہیں رہتا ترجمہ اور جب یہ دونوں وصف
ہونگے تو زیادتی اور اُدھار دونوں حرام ہونگے اور اگر انمیں سے ایک ہوگا اور دوسرا نہ ہوگا تو زیادتی جائز
ہوجائیگی اور اُدھار حرام رہیگا ف مثلاً کسی نے گیہوں کو جَو کے ساتھ بیچا کہ اس صورت میں یہ دونوں وصف
نہیں ہیں بلکہ فقط ایک وصف ہے کہ دونوں پیمانہ سے بکتے ہیں اور دوسرا وصف یعنی جنس دونوں کی
ایک نہیں ہے یا مثلاً کوئی سونے کو چاندی کے بدلے تو ان دونوں صورتوں میں کمی زیادتی سے دینا تو جائز ہوگا
کہ بیس تولہ چاندی کا ایک تولہ سونا دے یا پندرہ سیر جَو کے دس سیر گیہوں دے مگر اسمیں اُدھار جائز نہ ہوگا

ترجمہ اور جس غلہ وغیرہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا ہو کہ اسمیں بطور کیل (یعنی پیمانہ) کے زیادتی کرنا حرام ہے تو وہ غلہ ہمیشہ کے لئے کیلی ہے اگرچہ لوگوں نے اسمیں کیل کرنا (یعنی ناپنا) چھوڑ دیا ہو جیسے گیہوں۔ جَو۔ چھوہارے۔ نمک۔ اور جس چیز کی بابت آپ نے یہ فرمادیا ہو کہ اسمیں بطور وزن کے زیادہ حرام ہے تو وہ ہمیشہ کے لئے وزنی ہے اگرچہ لوگوں نے اسمیں وزن کرنا چھوڑ دیا ہو جیسے چاندی سونا اور جس چیز پر کوئی نص نہ ہوگی تو وہ لوگوں کی عادت پر محمول ہوگی ف عادت پر محمول ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر لوگ اسے ناپ کر فروخت کرتے ہونگے تو اُسے کیلی شمار کریں گے اور اگر وزن سے فروخت کرتے ہونگے تو وہ وزنی شمار ہوگی ترجمہ اور عقد صرف وہ (بیع) ہے جو قیمت کی جنس (یعنی چاندی سونے پر واقع ہو اسمیں دونوں عوض پر اسی مجلس میں قبضہ ہوجانا معتبر ہے اور اسکے سوا جن چیزوں میں سود جاری ہوتا ہے (جیسے کیلی اور وزنی چیزیں) انمیں معین کردینا معتبر ہے (اسی مجلس میں) جانبین سے قبضہ ہوجانا معتبر نہیں ہے اور گیہوں کو آٹے اور ستو کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ آٹے کو ستو کے ساتھ بیچنا جائز ہے ف یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور صاحبین کے نزدیک اس طرح بیچنا جائز ہے امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ انمیں ایک قسم کی مجانست باقی ہے یعنی یہ قریب قریب ایک ہی جنس کے ہیں کیونکہ یہ دونوں گیہوں کے اجزا ہیں اور انکو برابر برابر کیل کا آلہ پیمانہ ہے لیکن پیمانہ میں آٹا اور گیہوں یا ستو برابر نہیں آتے بلکہ گیہوں کے دانوں میں تخلخل رہتا ہے اور آٹا وغیرہ خوب بھر جاتا ہے اسلئے ایک کیل کو اگرچہ ایک ہی کیل سے بیچے مگر باوجود دونوں کی ایک جنس ہونیکے پھر برابر سرابر نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح بیچنا جائز نہیں ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے ترجمہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک گوشت کو حیوان کے ساتھ بیچنا جائز ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام محمد فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے جبتک کہ اُس سے زیادہ گوشت نہ ہو جتنا کہ اس حیوان میں ہے تاکہ گوشت گوشت کے مقابلے میں ہوجائے اور باقی گوشت کھال وغیرہ کے مقابلے میں ہوجائے اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ترچھوہاروں کو سوکھے ہوئے چھوہاروں سے برابر سرابر بیچنا جائز ہے اور اسی طرح انگوروں کو منقے کے ساتھ اور زیتون کو روغن زیتون کے ساتھ اور تلوں کو تیل کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے جبتک کہ روغن زیتون اور تیل اس سے زیادہ نہ ہو کہ جتنا اُس موجود زیتون اور تلوں میں ہے تاکہ تیل تیل کے برابر رہے اور باقی تیل کھلی کے بدلہ میں ہوجائے اور مختلف گوشتوں میں بعض کو بعض کے ساتھ کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے ف مختلف گوشتوں سے مراد یہ ہے کہ اونٹ گائے بکری تینوں کے گوشت ہوں تو انکو کمی زیادتی سے بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً بکری کے سیر بھر گوشت کو اونٹ کے چار سیر گوشت سے بیچنا جائز ہے ترجمہ اور اسی طرح اونٹ گائے بکری کے دو حصوں میں بعض کو بعض

کے ساتھ کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے اور چھوہارے اور انگور کے سرکہ کو کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے اور روٹی کو گیہوں اور آٹے کے ساتھ کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے اور غلام اور مولیٰ کے درمیان (اگر کسی خرید فروخت میں زیادتی ہو تو ان) میں سود نہیں ہوتا اور نہ دارالحرب میں مسلمان اور حربی میں ہوتا ہے ف کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب (یعنی دارالحرب میں مسلمان اور حربی میں ربوا نہیں ہوتا) اور اگر حربی دارالحرب سے دارالاسلام میں آجائے اور اُسپر بادشاہ کی طرف سے خراج وغیرہ مقرر ہو جائے تو پھر اس بیع میں بھی سود ہو جاتا ہے اور غلام مولیٰ میں سود نہ ہونا اس شرط سے ہے کہ غلام اسکی ملک میں ہو ورنہ سود ہو جائیگا

باب السلم

بدہنی کا بیان

ترجمہ بدہنی ان چیزوں میں جائز ہے جو ناپ کر یا تول کر یا گنتی کے ساتھ فروخت ہوتی ہیں جنمیں کچھ (ایسا زیادہ) تفاوت نہیں ہوتا جیسے اخروٹ اور انڈے اور ان چیزوں میں بھی جائز ہے جو گزوں سے ناپ کر بکتی ہیں۔ (جیسے کپڑا وغیرہ) اور حیوان اور اسکے اطراف (یعنی سری وغیرہ) میں بدہنی جائز نہیں ہے اور نہ کھالوں میں گنتی کے ساتھ اور نہ سوختہ کے بندھے ہوئے گٹھے میں اور نہ گھاس کے پولے میں ف یعنی ان چیزوں کی اسطرح بدھنی جائز نہیں ہے بلکہ وزن کے ساتھ جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ترجمہ اور بدہنی فقط ایسی چیز میں جائز ہے جو بدہنی کرنیکے وقت سے بدہنی کی مدت گزرنے تک موجود رہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور بدہنی بے مہلت کے جائز و درست نہیں ہے اور نہ بغیر مہلت معلوم کے درست ہے ف مہلت معلوم سے مراد یہ ہے کہ اس مہلت کی مدت کے مہینے اور دن خوب معین ہونے چاہییں بغیر انکے معین کئے بدہنی درست نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ترجمہ اور بدہنی کسی خاص آدمی کے پیمانہ سے کرنی جائز نہیں ہے اور نہ کسی خاص آدمی کے گز سے اور نہ کسی خاص گاؤں کے غلہ میں اور نہ کسی خاص کھجور کے پھل میں ف خاص آدمی کے پیمانہ سے بدہنی ناجائز ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ پیمانہ اور گز وغیرہ ایسے ہوں جنکی مقدار معلوم نہ ہو کیونکہ بعض لوگ ان چیزوں کو کم و زیادہ بھی رکھا کرتے ہیں اور چونکہ بدہنی کے اندر مبیع کے سپرد کرنے میں ایک عرصہ لگتا ہے اسلیئے شاید وہ خاص پیمانہ وغیرہ تلف ہو پھر جھگڑے کی نوبت آئے اور انکا انسداد ضروری ہے اسکے علاوہ پیمانہ ایسا ہونا چاہیئے جو خشک ہونے وغیرہ کی وجہ سے خود بخود چھوٹا بڑا نہ ہوتا ہو اسیطرح ہدایہ میں ہے ترجمہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بدہنی بغیر سات شرطوں کے

ف بدہنی بیع موجل ہی ہوتی ہے

جائز نہیں ہے جو بدہنی کرتے وقت ذکر کر دیجائیں اوّل جنس معلوم ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ گیہوں ہیں یا چنے وغیرہ ہیں) دوسرے یہ کہ قسم معلوم ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ لال گیہوں وغیرہ نہری زمین کے ہونگے یا بارانی کے) تیسرے یہ کہ صفت معلوم ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ لال گیہوں ہونگے یا سفید نئے یا پرانے) چوتھے یہ کہ مقدار معلوم ہو (یعنی یہ بیان کیا جائے کہ اتنے پیمانہ ہونگے یا اتنے مَن ہوں گے) پانچویں یہ کہ مدت معین ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ چار مہینے میں یا اتنے دنوں میں دینگے) چھٹے یہ کہ اصل مال کی مقدار معلوم ہونی ہے یہ شرط اس صورت میں ہے کہ اصل مال اس قسم کا ہو کہ اسکی مقدار سے بیع وغیرہ کو تعلق ہوتا ہو جیسے کیلی اور وزنی چیزیں ساتویں شرط یہ ہے کہ بدہنی کے ادا کرنے کی جگہ مقرر کر دیجائی یہ شرط اس بدہنی کی چیز میں ہے جسکی بار برداری میں کچھ مشقت اُٹھانی پڑتی ہو (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب اصل مال معین ہو تو اسکے نام لینے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ بدہنی کے ادا کرنے کی جگہ کے نام لینے کی ضرورت ہے بلکہ جہاں بدہنی کی ہے وہیں اُسے ادا کر دے اور بدہنی اسوقت تک درست نہیں ہوتی کہ بدہنی کرنیوالا دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے اصل مال پر قبضہ نہ کرے اور اصل مال میں اور مسلم فیہ میں (یعنی جسمیں بدہنی کی ہے) دونوں میں قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور مسلم فیہ میں قبضہ کرنے سے پہلے نہ شرکت جائز ہے اور نہ تولیہ (کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا تصرف ہے) اور کپڑوں میں بدہنی جائز ہے جبکہ اُنکی لمبائی چوڑائی اور غفٹ یا ہلکا ہونا بیان کر دیا جائے اور جواہرات اور موتیوں میں بدہنی جائز نہیں ہے اور کچی پکی اینٹوں کے اندر بدہنی کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے جبکہ اسکا سانچا مقرر کر دیا جائے اور (کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ) جن چیزوں کی صفت کو ضبط (اور بیان) کر سکیں اور انکی مقدار معلوم کر سکیں تو ان میں بدہنی جائز ہے اور جنمیں یہ دونوں باتیں نہ ہوں انمیں بدہنی جائز نہیں ہے اور کتے اور چیتے اور درندے کو بیچنا ناجائز ہے (یعنی خواہ وہ سکھیے ہوئے ہوں یا نہ ہوں) اور شراب اور سور کی بیع جائز نہیں ہے اور نہ ریشم کے کیڑوں کی بیع جائز ہے اگر وہ ریشم کے ساتھ ہوں اور نہ شہد کی مکھی کی بیع جائز ہے ہاں اگر وہ مع چھتوں کے ہو اور ذمی لوگ خرید و فروخت میں مثل مسلمانوں کے ہیں مگر خاص شراب اور سور کے بارے میں کہ انکا شراب پر کوئی معاملہ کرنا ایسا ہے جیسے کوئی مسلمان شربت پر معاملہ کرے اور اسی طرح سور پر انکا معاملہ کرنا ایسا ہے جیسے کوئی مسلمان بکری پر معاملہ کرے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ شراب اور سور انکے اعتقادوں میں قیمتی چیزیں ہیں اور ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم انکو انکے اعتقادوں پر رہنے دیں

باب الصرف

بیع صرف کا بیان

ترجمہ صرف وہ بیع ہے کہ دونوں عوض (یعنی مبیع اور قیمت) ثمن کی جنس سے ہوں پس اگر کسی نے چاندی کو

چاندی سے اور سونے کو سونے سے بیچا تو جائز نہیں ہے مگر برابر برابر (بیچنا جائز ہے کیونکہ اسمیں برابر ہونا شرط ہے) اگرچہ وہ دونوں کھرے کھوٹے ہونے میں مختلف ہوں اور (بائع مشتری کے) جدے ہونیسے پہلے دونوں عوضوں پر قبضہ ہونا (بھی) ضروری ہے اور جب کوئی سونے کو چاندی سے بیچے تو اُسمیں زیادتی ہونی (یعنی چاندی کا زیادہ ہونا) جائز ہے (کیونکہ یہاں دونوں عوضوں کی جنس ایک نہیں ہے) اور جانبین سے قبضہ ہونا واجب ہے اور اگر (بیع) صرف میں دونوں عوضوں پر ایک پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع مشتری علٰحدہ علٰحدہ ہوگئے تو یہ عقد (یعنی معاملۂ بیع) باطل ہوجائیگا اور قبضہ کرنیسے پہلے (بیع) صرف کی قیمت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور سونے کو چاندی سے اُنکلوں بیچنا جائز ہے ف کیونکہ دونوں کی ایک جنس شرط نہ ہونیکی وجہ سے انمیں برابری شرط نہیں ہے لیکن اسی مجلس میں قبضہ ہوجانا شرط ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے ترجمہ اور اگر کسی نے ایک زیور دار تلوار سو درہم میں بیچی اور اس (کے اوپر) کا زیور پچاس درہم کا ہے اور مشتری نے اسکی قیمت میں سے پچاس درہم بائع کو دیدیئے تو یہ بیع جائز ہے اور یہ مقبوضہ درہم چاندی کے حصّہ میں (یعنی اس زیور کے عوض میں) شمار ہونگے اگرچہ (دونوں میں سے کسی نے) اسکو بیان نہ کیا ہو اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اگر (مشتری نے) یہ کہا کہ ان دونوں کی قیمت یہ پچاس (درہم) ہے پس اگر دونوں نے (اپنی اپنی چیز پر) قبضہ نہیں کیا یہانتک کہ دونوں علٰحدہ علٰحدہ ہوگئے تو یہ بیع اس زیور میں ناجائز ہوگی اور اگر وہ زیور بلا نقصان کے تلوار سے علٰحدہ ہوسکتا ہے تو تلوار کی بیع ہوجائیگی اور زیور کی نہ ہوگی ف اور اگر اس زیور کو بلا نقصان کے تلوار سے علٰحدہ نہیں کرسکتے تو دونوں کی بیع ناجائز ہوگی ترجمہ اور اگر کسی نے چاندی کا برتن (چاندی یا سونے سے) بیچا اور کچھ قیمت لیلی اور کچھ نہیں لی پھر دونوں علٰحدہ علٰحدہ ہوگئے تو جسقدر قیمت بائع نے لیکر اپنے قبضہ میں کرلی ہے اسمیں بیع ہوجائیگی اور باقی میں نہ ہوگی اور یہ برتن (بائع مشتری) دونوں میں مشترک رہیگا اور اگر (خریدے ہوئے) برتن میں جزوی حصّہ کا کوئی مستحق نکل آیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اسکے حصّہ کی قیمت دے کر وہ حصہ بھی لیلے اور چاہے وہ (سارا ہی) واپس کردے اور اگر کسی نے چاندی کی ایک ڈھیلی بیچی پھر اُسمیں کوئی حصّہ دار نکل آیا تو مشتری اُسکو پہلے جو اُسکے حصّہ سے بچے اور مشتری کو کچھ اختیار نہیں ہے ف مشتری کو اس صورت میں اختیار نہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اس ڈھیلی کے ٹکڑے کرلینے میں کوئی حرج نہیں ہے لہذا یہ شرکت عیب بانہ شمار ہوگی بخلاف برتن کے کہ اسکے ٹکڑے کرنے میں سخت نقصان پڑتا ہے ترجمہ اور اگر کسی نے دو درہم اور ایک دینار کو دو دینار اور ایک درہم سے بیچا یا تو یہ بیع درست ہے اور ہر ایک جنس کو دوسری جنس کے بدلے میں سمجھ لیا جائیگا ف یعنی اس بیع کی یہ صورت رکھیں گے کہ دو درہم دو دینار میں کے بدلے میں ہیں اور ایک درہم ایک دینار کے بدلہ میں ہے ترجمہ اور اگر کوئی گیارہ درہم کو دس درہم

اور ایک دینار سے بیچے تو یہ بھی جائز ہے دس درہم دس دیناروں کے بدلہ میں ہونگے اور ایک درہم ایک دینار کے بدلہ میں اور دو کھرے درہم اور ایک کھوٹے درہم ایک کھرے درہم اور دو کھوٹے درہموں سے بیچنا جائز ہے (اور یہی حکم روپوں میں سمجھ لینا چاہیئے) اور اگر درہموں میں چاندی (زیادہ ہو یعنی چاندی) کو غلبہ ہو تو وہ چاندی کے حکم میں ہیں اور اگر دیناروں میں سونا غالب ہو تو وہ سونے کے حکم میں ہیں پس ان دونوں میں کمی زیادتی کی حرمت وہی معتبر ہوگی جو کھروں میں معتبر ہوتی ہے (یعنی انھیں کمی زیادتی سے بیچنا جائز نہ ہوگا) اور اگر انمیں کھوٹ غالب ہے تو وہ درہم و دینار کے حکم میں نہیں ہیں بلکہ وہ اسباب کے حکم میں ہیں پس جسوقت انھیں انکی جنس سے زیادتی کے ساتھ فروخت کیا جائے تو وہ بیع جائز ہوگی (مگر اُدھار بیع جائز نہ ہوگی) اور اگر کسی نے ان (کھوٹے) درہموں سے کچھ اسباب خریدا اور (انپر مال کا) قبضہ ہونے سے پہلے اُنکا بھاؤ گھٹ گیا یعنی لوگوں نے انکے ساتھ معاملہ کرنا بالکل چھوڑ دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع باطل ہو جائیگی ف امام محمد کے قول کے مطابق بھاؤ گھٹ جانے سے یہ مراد ہے کہ کسی شہر میں بھی انکا رواج نہ رہا ہو اور شیخین کا قول یہ ہے کہ فقط ایک شہر میں انکا رواج نہ رہنا اس شہر میں بیع باطل ہونیکے لئے کافی ہے اسی طرح علامہ عینی نے لکھا ہے ترجمہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں (کہ یہ بیع جائز ہے اور) مشتری پر ان درہموں کی وہ قیمت جائز ہوگی جو بیع کے دن تھی (یعنی اُس قیمت کے کھرے روپیہ دے) اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشتری پر وہ قیمت واجب ہے جو لوگوں کے معاملہ کرنے میں آخر دن ان درہموں کی قیمت تھی اور رائج پیسوں سے بیچنا جائز ہے اگرچہ معین نہ کرے (کیونکہ انکی تعیین کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے) اور اگر پیسے کھوٹے ہیں تو بغیر معین کئے انسے بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے رائج پیسوں سے کوئی چیز بیع کی اور قبضہ ہونے سے پہلے اُنکا رواج موقوف ہو گیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بیع باطل ہو جائیگی ف امام ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور صاحبین کا اسمیں خلاف ہے ترجمہ اور اگر کسی نے نصف درہم کے پیسوں کی کوئی چیز خریدی تو یہ بیع جائز ہے اور مشتری کو اتنے ہی پیسے دینے لازم ہیں جتنے کو نصف درہم فروخت ہوتا ہے اور اگر کسی نے صراف کو ایک روپیہ دیا اور یہ کہا کہ نصف کے بدلہ میں پیسے دیدے اور نصف کے بدلہ میں رتی بھر کم کی ایک اٹھنی دیدے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بیع کل میں ناجائز ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ پیسوں میں جائز ہے اور باقی اٹھنی میں ناجائز ہے اور اگر مشتری نے (روپیہ دیتے وقت) یوں کہا کہ نصف کے پیسے دیدے اور ایک رتی بھر کم کی اٹھنی دیدے تو یہ بیع جائز ہے (کیونکہ اسمیں بدلہ کا لفظ نہیں ہے) اور اگر مشتری نے (کوئی بڑا روپیہ دیتے وقت یہ) کہا کہ مجھے ایک چھوٹا روپیہ دیدو جسکا وزن نصف روپیہ ہے (بھی) ایک رتی بھر کم ہو اور باقی کے پیسے دیدو تو یہ بیع جائز ہے اور یہ رتی بھر کم نصف چھوٹے روپیہ کے مقابلہ میں ہوگا اور باقی پیسوں کے مقابلہ میں

کتاب الرہن

رہن کا بیان

ترجمہ رہن ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتا ہے ف ایجاب وقبول کا یہ مطلب ہے مثلاً ایک شخص کہے کہ میں نے اپنی اس چیز کو اسقدر روپیہ کے عوض رہن کیا اس شخص کو راہن کہتے ہیں اور دوسرا کہے کہ میں نے اس چیز کو اسقدر روپیہ کے عوض میں رہن رکھ لیا اس کہنے والے کو مرتہن کہتے ہیں اور اس چیز کا نام رہن اور مرہون ہے ترجمہ اور (مرہون پر) قبضہ ہوتے رہن پورا ہوجاتا ہے پس جسوقت مرتہن نے مرہون پر مجوز مفرغ ممیز ہونے کی حالت میں اپنا قبضہ کرلیا تو عقد (رہن) اسمیں پورا ہوگیا ف مجوز ہو یعنی مقسوم ہو اسمیں کسی کی شراکت نہ ہو مقسوم ہونا رہن میں شرط ہے مشترک چیز کا رہن کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے مفرغ ہو یعنی راہن کی ملک سے خالی ہو اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ ایسے مکان کو رہن کرنا جائز نہیں ہے جسمیں راہن کا کچھ اسباب ہو۔ کیونکہ اسمیں اسباب ہونیکی وجہ سے وہ راہن کی ملک سے خالی نہیں ہے ممیز ہو یعنی اس مرہون کو کسی دوسری چیز کے ساتھ خلق اتصال نہ ہو مثلاً کوئی درخت پر لگے ہوئے پھل کو رہن کرنے لگے اور درخت کو رہن نہ کرے تو یہ رہن جائز نہیں ہے کیونکہ مرہون یعنی پھل کو دوسری چیز یعنی درخت کے ساتھ خلقی اتصال ہے اسی طرح کفایہ میں ہے ترجمہ اور جبتک کہ مرتہن نے مرہون پر قبضہ نہیں کیا تو راہن کو اختیار ہے چاہے (رہن کردے اور) مرہون کو اُسکے حوالہ کردے اور چاہے رہن سے پھر جائے پس اگر اسکے حوالہ کرچکا ہے اور اُسنے اپنا قبضہ کرلیا ہے تو وہ چیز اسکی ضمان میں داخل ہوجائیگی (اب راہن کو رہن کا روپیہ ادا کرنے تک اسکا کچھ اختیار نہ ہوگا) اور رہن بغیر دین مضمون کے درست نہیں ہے ف دین کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جو بغیر ادا کئے یا مالک دین کے بغیر معاف کئے ذمہ سے ساقط نہ ہو اسے دین مضمون کہتے ہیں دوسرا وہ کہ جو بغیر ان دونوں صورتوں کے ذمہ سے ساقط ہوجائے اسے دین غیر مضمون کہتے ہیں اور بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ دین مضمون سے وہ مراد ہے جو فی الحال ذمہ واجب ہو نہ کہ ایسا دین جو آئندہ کو واجب ہوگا۔ ترجمہ اور وہ رہن چیز اپنی قیمت کے یعنی اُس قرض کے عوض میں مضمون ہوگی پس اگر رہن چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی اور اسکی قیمت اور قرض دونوں برابر تھے تو مرتہن اپنے قرض کو حکماً (گویا) وصول کرچکا (یعنی راہن کی وہ چیز گئی اور مرتہن کا قرض گیا اب ایک دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا) اور اگر رہن کی قیمت قرض سے زیادہ تھی تو یہ زیادتی (مرتہن کے پاس) امانت ہے ف یعنی اس صورت میں بھی اگر رہن مرتہن کے پاس ہلاک ہوجائے تو مرتہن کا

قرض جاتا رہا اور قرض سے زیادہ قیمت کا مال جو راہن کا تھا بطور امانت کے ہلاک ہوا اور امانت کے ہلاک ہونے میں تاوان دینا نہیں آتا اسلیئے اب بھی راہن مرتہن سے کچھ نہ لے سکیگا **ترجمہ** اور اگر رہن کی قیمت قرض سے کم تھی (اور رہن چیز ہلاک ہوگئی) تو اس قیمت کی مقدار قرض ساقط ہوجائیگا اور باقی قرض کو مرتہن (راہن سے) وصول کرے اور مشترک چیز کو رہن کرنا جائز نہیں ہے اور نہ بغیر درختوں کے درختوں پر لگے ہوئے پھل کو رہن کرنا درست ہے اور نہ بلا زمین کے زمین پر کھڑی ہوئی کھیتی کو رہن کرنا درست ہے اور جسوقت زمین پر کھیتی کھڑی ہو اور درخت پر پھل لگا ہوا ہو تو درخت اور زمین کو بلا ان دونوں کے رہن کرنا جائز نہیں ہے اور نہ امانتوں کو رہن رکھنا درست ہے (امانتیں) جیسے ودیعتیں اور مانگی ہوئی چیزیں اور مضاربت کا مال اور شرکت کا مال اور بدہنی کے اصل مال اور صرف کی قیمت اور سلم فیہ پس اگر رہن ہوتے ہی صرف کی قیمت اور بدہنی کا اصل مال (مرتہن کے قبضہ میں آکر) ہلاک ہوگیا تو صرف اور بدہنی پوری ہوجائیں گی اور مرتہن حکماً اپنے حق (یعنی قرض) کو پہنچا **ف** غرض یہ ہے کہ مرتہن کا قبضہ ہونیکی وجہ سے اُسی کا مال تلف ہوا اور راہن کے ذمہ اسکا قرض نہیں رہا **ترجمہ** اور اگر راہن اور مرتہن دونوں کا کسی تیسرے سچے آدمی کے پاس رہن کو رکھدینے پر اتفاق ہوجائے تو جائز ہے اور اُس سے لینے کا نہ پھر مرتہن کو اختیار ہے اور نہ راہن کو پس اگر اسکے پاس یہ رہن ہلاک ہوجائے تو مرتہن کا ہلاک ہوگا (یعنی اب راہن کے ذمہ قرض نہ رہیگا) **ف** اور درہم و دینار اور کیلی اور وزنی چیزوں کو رہن کرنا جائز ہے پس اگر کوئی چیز اپنی جنس کی عوض میں رہن کیگئی اور مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو اسی کی برابر قرض ہلاک ہوجائیگا (یعنی راہن کے ذمہ سے اتنا ہی قرض کم ہوجائے گا) اگرچہ وہ دونوں گھٹیا بڑھیا ہونے میں مختلف ہوں **ف** یعنی مثلاً جو رہن کی تھے وہ گھٹیا تھی اور جو راہن نے مرتہن سے لی تھی وہ بڑھیا تھی اور انمیں فرق نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جنس سے مقابلہ ہونیکے وقت بڑھیا ہونے کا اعتبار نہیں ہے **ترجمہ** اگر کسی کا روپیہ دوسرے کے ذمہ قرض تھا اور اپنے قرض کی برابر اس سے روپیہ لیکر اُسنے خرچ کرلیا پھر معلوم ہوا کہ وہ روپیہ تو کھوٹا تھا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اب اسکا کچھ حق نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ویسا ہی روپیہ اسے واپس کردے اور کھرا لیلے اور اگر کسی نے ایک ہزار روپیہ میں دو غلام رہن کئے پھر ایک کا حصہ کا روپیہ ادا کردیا تو اُسے ابھی اختیار نہیں کہ (جسکے حصہ کا روپیہ ادا کیا ہے) اُسپر اپنا قبضہ کرے جبتک کہ سارا قرض ادا نہ کردے پھر اگر راہن قرض کی مدت گزرنے کے وقت رہن کو بیچنے کے لئے مرتہن کو یا کسی اور شخص کو وکیل کردے تو یہ وکالت جائز ہے اور اگر عقد رہن میں وکالت شرط تھی تو اب راہن کو اس وکالت وکیل کو معزول کرنیکا اختیار نہیں ہے اگر اُسنے معزول کردیا تب بھی وہ وکیل معزول نہ ہوگا اور اگر راہن مرگیا تب بھی معزول نہ ہوگا اور مرتہن کو اختیار رہے کہ راہن سے

اپنا قرض طلب کرے اور اگر وہ نہ دے تو) اسمیں اسے قید کرادے اور اگر رہن اُسکے قبضہ میں ہے تو اُسکے ذمہ یہ نہیں ہے کہ وہ راہن کو بیچنے دے سکے یہانتک کہ اسکی قیمت سے اپنا قرض وصول کرلے پس اگر راہن نے اسکا قرض ادا کردیا تو اب مرتہن سے کہا جائیگا کہ رہن اسکے حوالہ کر اور اگر راہن نے مرتہن سے اجازت لیے بغیر رہن کردیا تو یہ بیع موقوف ہے پس اگر مرتہن نے اجازت دیدی تو ہوجائیگی ورنہ نہیں) اور اگر راہن نے (اسکو بیع کرتے ہی) مرتہن کا قرض ادا کردیا تب بھی بیع جائز ہوجائیگی اور اگر راہن نے مرتہن سے اجازت لیے بدون رہن غلام کو آزاد کردیا تو اس کا آزاد کرنا جائز ہوجائیگا پس اگر راہن دولتمند ہے اور قرض کی مدت پوری ہوچکی ہو تو اُس سے فوراً قرض طلب کیا جائے اور اگر قرض کی مہلت باقی ہے تو راہن سے غلام کی قیمت لیلے اور قرض کی مہلت گزرنے تک اس قیمت کو غلام کی جگہ رہن کرلے اور اگر راہن تنگدست ہے تو غلام اپنی قیمت کے کمانے میں کوشش کرے اور اس قیمت سے قرض ادا کردے پھر یہ غلام آقا سے (جسنے آزاد کیا ہے) قیمت وصول کرے اور یہی حکم اُس صورت میں ہے کہ راہن خود رہن کو ہلاک کردے اور اگر رہن کو کوئی اجنبی ہلاک کردے تو اس سے مرتہن کو تاوان لینا چاہیئے پس اس سے قیمت اپنے قبضہ میں رہن رکھلے اور راہن کے رہن پر تعدی کرنے سے اُس سے تاوان لیا جائیگا **ف** تعدی کرنے کی یہ صورت ہے مثلاً ایک شخص نے ایک غلام کو رہن کیا اور پھر خود ہی اس غلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی یا ہاتھ کاٹ ڈالا تو راہن کو اسکا تاوان دینا پڑیگا

ترجمہ اور مرتہن کے رہن پر تعدی کرنیسے اسی کی مقدار (یعنی جتنا رہن میں نقصان آیا ہے) قرض ساقط ہوجاتا ہے اور رہن کا راہن اور مرتہن اور اُسکے مال پر تعدی کرنا بے تاوان ہے **ف** مثلاً ایک شخص نے ایک غلام رہن کیا اور اُس غلام نے راہن یا مرتہن کی آنکھ پھوڑ ڈالی یا کوئی مال تلف کردیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس غلام پر کچھ واجب نہیں ہے اسی پر فتویٰ ہے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ مرتہن پر تاوان واجب ہے ترجمہ اور جس مکان میں رہن چیز کی حفاظت کیجائے اس کا کرایہ مرتہن کے ذمہ ہے اور (اگر بکریاں وغیرہ رہن ہوں تو) چرواہے کی تنخواہ راہن کے ذمہ ہے اور رہن کا (نان) نفقہ (یعنی خرچہ) راہن کے ذمہ ہے اور رہن کی بڑھوتری (بھی) راہن کی ہے **ف** بڑھوتری سے مراد یہ ہے مثلاً بھیڑ بکریاں رہن ہیں تو اُنکے بچے اور دودھ اور اُون وغیرہ اور اگر درخت رہن ہے تو اُسکا پھل وغیرہ علی ہذا القیاس اور اسی طرح یہ سب چیزیں اصل کے تابع ہونیکی وجہ سے راہن کی ہوتی ہیں ترجمہ پس یہ بڑھوتری اصل کے ساتھ رہن رہیگی اور اگر یہ تلف ہوگئی تو اسکا کچھ تاوان نہ ہوگا اور اگر اصل مال تلف ہوگیا اور بڑھوتری رہ گئی تو اس حصہ کا قرض ادا کرکے راہن چھڑالے اور قرضہ کو رہن اور بڑھوتری دونوں کی قیمت پر بانٹا جائے رہن کی تو وہ قیمت رکھی جائے جو رہن کرنیکے روز تھی اور بڑھوتری کی قیمت وہ کہ جو چھڑانے کے

روز ہے پس جسقدر قرض اصل کی قیمت کے مقابلہ میں پڑیگا وہ ساقط ہو جائیگا (کیونکہ اصل مال تلف ہو چکا ہے) اور جو بڑھوتری کی قیمت کے مقابلہ میں پڑیگا اُسکو راہن ادا کرکے بڑھوتری کو چھڑالے **ف** اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک بکری چار روپیہ میں رہن کی اور وہ قیمت میں دو ہی روپیہ کی تھی پھر اس بکری کے بچہ ہوا اور بچہ ہو جانے پر بکری مرگئی اور بچہ رہ گیا اب اُسے راہن چھڑانا چاہتا ہے اور اسوقت اسکی قیمت دو روپیہ ہے تو راہن دو ہی روپیہ دیکر اس بچہ کو لیلے اور باقی جو دو روپیہ مرتہن کے رہے وہ اصل کے مقابلہ آکر ساقط ہو گئے گویا راہن کی اصل بکری گئی اور مرتہن کے دو روپیہ گئے لہذا دونوں برابر ہیں اور کچھ ایک دوسرے سے نہیں لے سکتا ترجمہ اور رہن میں زیادہ کر دینا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک (مرتہن کو) قرض میں زیادہ کرنا جائز نہیں ہے اور رہن ان دونوں (یعنی پہلے مال اور اس زیادتی) کے عوض میں رہن نہ ہوگا اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ یہ (یعنی رہن اور قرض دونوں میں زیادتی جائز ہے) اور اگر کسی نے ایک ہی چیز کو دو شخصوں کے پاس ایسی قرض کے عوض رہن رکھدیا جو دونوں کا مشترک تھا تو یہ رہن جائز ہے اور یہ چیز ہر ایک کے پاس پوری رہن سمجھی جائیگی اور (اسکے تلف ہو جانے کی صورت میں) ان دونوں میں سے ہر ایک پر اسکے قرض کے حصہ کے مطابق اسکا تاوان پڑیگا پس اگر راہن نے انمیں سے ایک کا قرض ادا کر دیا تو یہ اب یہ ساری چیز دوسرے کے قبضہ میں رہن رہیگی یہانتک کہ وہ بھی اپنا قرض وصول کرے اور اگر کسی نے ایک غلام کو اس شرط پر بیع کیا کہ مشتری قیمت کے عوض کوئی خاص چیز (جو بائع معین کرے) اُسکے پاس رہن رکھدے اور بیع ہونیکے بعد مشتری نے رہن رکھنے سے انکار کر دیا تو اب اسپر جبر نہیں کیا جا سکتا **ف** یعنی قاضی اسپر جبر نہ کرے کیونکہ رہن کرنا راہن کی طرف سے عقد تبرع ہوتا ہے اور تبرعات پر جبر نہیں ہوتا ترجمہ اور اس بائع کو اختیار ہے چاہے اُسکے رہن نہ کرنے پر رضامند ہو جائے (اور بیع رہنے دے) اور چاہے بیع کو فسخ کر دے ہاں اگر مشتری نے اُسی وقت قیمت دیدی ہو (تو اب بائع کو اختیار نہ رہیگا) یا رہن کی قیمت دیدی ہو پس یہ قیمت رہن ہو جائیگی اور مرتہن کو اختیار ہے کہ رہن کی حفاظت خود یا اپنی بی بی سے یا اپنی (بڑی) اولاد سے یا ایسے ملازم سے کرائے جو اُسکی عیالداری میں ہو اور اگر ایسے شخص سے حفاظت کرائیگا جو اُسکی عیالداری میں نہیں ہے یا کسی کے پاس امانت رکھدیگا تو ضامن ہوگا **ف** یعنی اگر وہ رہن تلف ہو گیا تو اس مرتہن کو تاوان دینا پڑیگا ترجمہ اور اگر مرتہن نے رہن میں تعدی اور تصرف کیا تو وہ رہن کی ساری قیمت کا ضامن ہوگا **ف** تعدی اور تصرف کرنیکی یہ صورت ہے مثلاً کسی نے کپڑا رہن کیا تھا اور مرتہن نے پہن لیا یا گھوڑا رہن کیا تھا اور اُسنے اسپر سواری یعنی شروع کر دی اور اتفاق سے وہ کپڑا پھٹ گیا یا یہ گھوڑا مر گیا تو اس مرتہن سے ان دونوں کی ایسی پوری قیمت لیجائیگی جیسے کوئی انمیں غصب کر لیتا اور اُسکے پاس تلف

ہوجانے پر اِس سے قیمت لیجاتی ترجمہ اور جب مرتہن نے رہن راہن کو واپس دیدیا اور اُسنے اپنا قبضہ کرلیا تو اب وہ مرتہن کی ضمانت سے نکل گیا پس اگر اب وہ راہن کے پاس تلف ہوجائے تو مرتہن کے ذمہ کچھ نہ ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہے کہ اسے پھر اپنے قبضہ میں کرلے پس جب مرتہن اُسے لے لیگا تو وہ رہن پھر اسکی ضمانت میں آجائیگا اور اگر کوئی راہن مرجائے تو اُسکا وصی رہن کو بیع کرکے قرض ادا کردے اور اگر اسکا کوئی وصی نہیں ہے تو قاضی اُسکے لئے ایک وصی مقرر کردے اور رہن کو بیع کردینے کا اُسے حکم دیدے۔

کتاب الحجر

تصرف سے روکنے کا بیان

ف لغت میں حجر کے معنے فقط روکدینے کے ہیں اور شرع میں حجر سے یہ مراد ہے کہ ایک آدمی کو تصرفات سے اِس طرح روکا جائے کہ دوسرا شخص اسمیں اُسکے قایم مقام ہوجائے جوہرہ نیرہ میں اسطرح ہے ترجمہ حجر کو واجب کرنیوالے تین سبب ہیں صغر (سنی) غلام ہونا۔ دیوانا ہونا۔ اور لڑکے کا تصرف بغیر اُسکے ولی کی اجازت کے درست نہیں ہے اور نہ غلام کا تصرف بغیر اُسکے آقا کی اجازت کے درست ہے اور نہ ایسے دیوانے کا تصرف جائز ہے جو ہر وقت مخبوط الحواس رہتا ہو اور اگر ان تینوں میں سے کوئی کسی چیز کو بیچدے یا خریدے اور وہ بیع کو سمجھتا اور اسکا قصد کرتا ہو تو (اُسکے) ولی کو اختیار ہے اگر اس بیع میں کچھ مصلحت سمجھے تو اُسکو رکھے ورنہ توڑ دے **ف** مخبوط الحواس سے وہ دیوانہ مراد ہے جسے کبھی کچھ افاقہ نہ ہوتا ہو اور اگر کسی وقت کچھ افاقہ ہوجاتا ہے اور وہ نفع نقصان کو سمجھنے لگتا ہے تو اس افاقہ کی حالت میں اسکا تصرف جائز ہے ترجمہ پس یہ تینوں حالتیں اقوال میں حجر کرتی ہیں افعال میں نہیں کرتیں **ف** یعنی اُن اقوال میں کہ جنمیں نفع نقصان کا احتمال ہو جیسے خرید فروخت پس یہ اقوال ولی کی اجازت پر موقوف رہتے ہیں اور رہے وہ اقوال کہ جنمیں محض ضرر ہی ضرر ہو جیسے صغیر اور مجنون کے حق میں طلاق دیدینا اور آزاد کردینا سو یہ اقوال سرے ہی سے باطل ہوتے ہیں انمیں ولی کے اجازت دینے نہ دینے کی بھی ضرورت نہیں اور جن اقوال میں محض نفع ہی نفع ہو مثلاً ہبہ قبول کرلینا تو انمیں حجر نہیں ہے ترجمہ اور لڑکے اور دیوانے کا خرید و فروخت کرنا اور اقرار کرلینا اور طلاق دینا اور آزاد کردینا درست نہیں ہے (کیونکہ یہ سب اقوال ہیں) اور اگر یہ دونوں (کسی کا) کوئی چیز تلف کردیں تو اسکا تاوان اُنپر لازم ہوگا (کیونکہ یہ فعل ہے اور فعل میں حجر نہیں ہے) اور غلام کے اقوال اسکے حق میں نافذ ہوجاتے ہیں اسکے آقا کے حق میں نافذ نہیں ہوتے پس اگر غلام نے کسی (کا) مال (اپنے ذمہ ہونے) کا اقرار کرلیا تو آزاد ہونیکے بعد اسپر (اسکا ادا کرنا) لازم ہوگا اور فی الحال لازم نہ ہوگا

کیونکہ اسوقت ایک مانع ہے اور وہ آقا کا حق ہے) اور اسنے کسی حد یا قصاص کا اقرار کرلیا تو وہ اسیر فی الحال ہی لازم ہوجائیگا اور اسکے (اپنی بی بی کو) طلاق دینے پر طلاق پڑجاتی ہے **ف** کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لا یملک العبد شیئا الا الطلاق یعنی غلام سوائے طلاق دینے کے اور کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا **ترجمہ** اور اسکے آقا کی طلاق اُسکی بی بی پر نہیں پڑتی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیوقوف پر حجر نہیں ہے جسوقت کہ وہ عاقل بالغ آزاد ہو اور اُسکا تصرف اُسکے مال میں جائز ہے اگرچہ وہ کیسا ہی فضول خرچ ہو اور چاہے وہ اپنے مال کو ایسی چیز میں برباد کردے کہ نہ اسمیں اسکی کوئی غرض ہو اور نہ کوئی مصلحت ہو مثلاً وہ مال کو دریا میں ڈبودے یا آگ میں جلادے لیکن امام موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ جب کوئی لڑکا بیوقوفی کی حالت میں بالغ ہو (یعنی بالغ ہوجائے اور اُسے عقل نہ آئے) تو اُسکا مال اسکے سپرد نہ کرنا چاہئے یہانتک کہ وہ پچیس برس کا ہوجائے (اسی پر فتویٰ ہے) اور اگر اتنی عمر ہونے سے پہلے وہ اس میں تصرف کریگا تو اسکا تصرف نافذ ہوگا اور جب وہ پچیس برس کا ہوجائے تو اسکا مال اُسکو دیدیا جائے اگرچہ سمجھدار ہونا اس سے نہ ٹپکتا ہو اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ بیوقوف پر حجر کیا جائے اور اُسکے مال میں اُسے تصرف کرنیسے روکدیا جائے پس اگر اسنے کوئی چیز بیع کردی تو اُسکی بیع اُسکے مال میں نافذ نہ ہوگی اور اگر اسمیں کوئی مصلحت ہو تو حاکم اُسے جائز کردے اور اگر اُسنے کوئی غلام آزاد کردیا تو اُسکا آزاد کرنا نافذ ہوجائیگا (کیونکہ آزادی مستحق ہونیکے بعد اسمیں فسخ نہیں ہوسکتا) اور غلام پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت (ادا کرنے) میں کوشش کرے اور اگر اسنے کسی عورت سے نکاح کرلیا تو وہ نکاح درست ہوجائیگا پھر اگر اس عورت کا مہر مقرر کردیا ہے تو اسمیں سے اُسکے مہر مثل کی مقدار جائز ہوگا اور باقی ساقط ہوجائیگا **ف** کیونکہ مہر مثل ہونا نکاح کی ضروریات میں سے ہے اور زیادہ کی نفس نکاح میں ضرورت نہیں ہے **ترجمہ** اور بیوقوفی کی حالت میں بالغ ہونیوالے لڑکے کے بارے میں صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اسکا مال کبھی اسکے سپرد نہ کیا جائے جبتک کہ اُسکا سمجھدار ہونا معلوم نہ ہوجائے اور نہ اُسکے مال میں اسکا تصرف جائز ہے اور بیوقوف کے مال میں سے زکوٰۃ نکالی جائے اور اُسکے بی بی بچوں کو خرچ دیا جائے (کیونکہ بی بی بچوں کا زندہ رکھنا اسکی ضرورت میں داخل ہے) اور اُسکو بھی خرچ دیا جائے جسکا خرچ اُسکے قرابتداروں میں سے اس پر واجب ہے **ف** کیونکہ قرابتداروں کا خرچ حق قرابتداری کیوجہ سے واجب ہے اور بیوقوف ہونا لوگوں کے حق کو باطل نہیں کرتا **ترجمہ** پس اگر وہ حج کرنا چاہے سے منع نہ کیا جائے اور نہ حاکم اُسکا خرچ اُسکے سپرد کرے بلکہ حاجیوں میں سے ایک معتبر آدمی کے سپرد کردے کہ وہ حج کے راستہ میں اسکا خرچ اُٹھاتا رہے اور اگر وہ بیمار ہوگیا اور اپنے مال میں سے مسجدیں وغیرہ بنانے اور نیک موقعوں میں صرف کرنیکی وصیت کردے تو یہ اُسکے تہائی مال میں جاری ہوگی اور لڑکے کے بالغ ہونیکی تین علامتیں

ہیں احتلام (یعنی خواب میں منی نکلنا) انزال (یعنی صحبت کرنیسے منی نکلنا) احبال (یعنی) جب صحبت کرے
تو عورت حاملہ ہوجائے اور اگر انمیں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ بالغ نہیں ہے
یہانتک کہ وہ پورے اٹھارہ برس کا ہوجاے اور لڑکی کے بالغ ہونیکی علامت حیض اور احتلام اور حمل ہے
اور اگر انمیں سے کوئی علامت معلوم نہ ہو تو وہ بالغ نہیں ہے یہانتک کہ اُسکی عمر پورے سترہ برس کی ہوجائے
تو وہ بالغ ہے ف فتویٰ صاحبین ہی کے قول پر ہے اور بالغ ہونیکی ادنےٰ مدت لڑکے کے حق میں بارہ برس
ہیں اور لڑکی کے حق میں نو برس یعنی دونوں اِس عمر سے کم میں بالغ نہیں ہوتے ترجمہ اور جب لڑکا اور
لڑکی سن بلوغ کو پہونچ جائیں اور انکا بالغ معلوم ہونا دشوار ہو اور وہ دونوں کہیں کہ ہم بالغ ہو گئے
ہیں تو انہی دونوں کا کہنا معتبر ہوگا اور اُنکے احکام مثل بالغوں کے احکام کے ہونگے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ
فرماتے ہیں کہ قرض کی بابت میں مفلس پر حجر نہ کرونگا اور جب کسی مفلس آدمی کے ذمہ بہت سے قرض ہوجائیں
اور قرضخواہ اُس کو قید کرانا اور اُسپر حجر کرانا چاہیں تو میں اُسپر حجر نہ کرونگا اور اگر اُسکے پاس کچھ مال ہے تو (اس مال)
میں حاکم (کسی طرح کا) تصرف نہ کرے ہاں اُسکو ہمیشہ قید رکھے یہانتک کہ وہ اپنے قرض (کو ادا کرنے) میں اُسکو
خود فروخت کردے اور اگر اُسکے پاس درہم ہیں اور اُسکا قرض بھی درہم ہی ہیں یا اُسکے پاس دینار ہیں اور
اُسکے ذمہ بھی قرض کے دینار ہی ہیں تو قاضی بغیر اُسکی اجازت کے اُسکا قرض ادا کردے اور اگر اُسکا قرض
درہم ہیں اور اُسکے پاس دینار ہیں تو قاضی اُسکے قرض میں اُنھیں فروخت کردے اور امام ابو یوسف
اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب مفلس (یعنی تنگدست) کے قرضخواہ اُسپر حجر کرانا چاہیں تو قاضی اُسپر حجر کردے
اور بیع اور تصرف اور اقرار (وغیرہ) سے اُسے روکدے تاکہ قرضخواہوں کا نقصان نہ ہو اور اگر وہ اپنے مال کو بیچنے سے انکار کرے
تو قاضی اُسکو بیع کردے اور اُسکی قیمت کو حصہ رسد سب قرضخواہوں کو تقسیم کردے پھر اگر وہ حجر کی حالت میں کسی کا مال اپنے ذمہ ہونیکا
اقرار کرے تو وہ مال اُسکے ذمہ ان قرضوں کے ادا ہوجانیکے بعد لازم ہوگا اور مفلس کے مال میں سے خود مفلس کو اور اُسکی
بی بی اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو اور ذی رحم محرم کو خرچ دیا جائے اور اگر مفلس کے پاس مال معلوم نہ ہوتا ہو اور اُسکے قرضخواہ
اُسے قید کرانا چاہیں اور وہ کہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے تو حاکم اُسے ایسے قرض میں قید کردے جو اُسکے ذمہ
مقبوضہ مال کے بدلے میں لازم ہوا ہو جیسے کہ مبیع کی قیمت اور قرض کا بدلہ یا ایسے قرض میں جو کسی عقد سے اُسکے
ذمہ لازم ہوا ہو جیسے مہر اور کفالت اور اُنکے سوا اور کسی قرضہ میں قید نہ کرے جیسے غصب کی ہوئی چیز کا بدلہ
اور جنایتوں کا تاوان ہاں اگر گواہوں سے یہ ثابت ہوجائے کہ مال اسکے پاس ہے اور حاکم اسے دو یا تین مہینے
قید میں رکھے اور اسکے حال کی خوب تحقیق کرے اگر اُسکے پاس مال ہونا ظاہر نہ ہو تو اُسے رہا کردے اور
اسی طرح (اِس صورت میں بھی رہا کردے) جب گواہوں سے یہ ثابت ہوجائے کہ اسکے پاس واقعی مال نہیں ہے

اور اُسکے قید خانہ سے نکلنے کے بعد اسکے اور اُسکے قرضخواہوں کے بیچ میں درک نہ دے اور قرضخواہ ہر وقت اُسکے پیچھے نہ رہیں اور نہ اُسے تصرف اور سفر سے روکیں ہاں جو کچھ اُسکی کمائی میں سے بچے اُسے لیلیں یا وہ حصہ رسد آپسمیں تقسیم کرتے رہیں اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ جب کسی پر حاکم نے مفلسی کا حکم لگا دیا تو اب حاکم اُسکے اور اُسکے قرضخواہوں کے بیچ میں ہو جائے (یعنی قرضخواہوں کو اُسپر تقاضا نہ کرنے دے) ہاں اگر وہ گواہوں سے یہ ثابت کردیں کہ اسکے پاس مال آ گیا ہے اور جب فاسق اپنے مال کو خود ہشیاری سے برتنے والا ہو تو اُسپر حجر نہ کیا جائے اور فسق اصلی و فسق طاری دونوں یکساں ہیں۔ فاسق اصلی سے کہتے ہیں جو بالغ ہونے سے بھی پہلے سے ہو اور آخر تک ویسا ہی رہے اور فاسق طاری وہ ہے کہ پہلے اچھا تھا اور اب فاسق ہو گیا حکم ان دونوں کا یکساں ہے۔ اور اگر کوئی مفلس ہو گیا اور کچھ اسباب کسی خاص شخص سے خریدا ہوا بجنسہٖ اُسکے پاس ہے تو یہ اسباب والا بھی مثل اور قرضخواہوں کے ہوگا یعنی یہ اسباب بیچکر اُسکی قیمت اس اسباب والے کو اور دوسرے قرضخواہوں کو حصہ رسد ملیگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ یہ اسباب اُس کو دیدینا چاہیئے۔

کتاب الاقرار

اقرار کرنے کا بیان

ترجمہ جب کوئی آزاد عاقل بالغ کسی کا حق (اپنے ذمہ ہونے) کا اقرار کرے تو وہ اُسپر لازم ہو جائے گا خواہ وہ چیز جس کا اقرار کیا ہے معلوم ہو یا مجہول ہو (یعنی نہ معلوم ہو) اور (نہ معلوم ہونے کی صورت میں) اس سے کہا جائیگا کہ اس مجہول کو بیان کر (کیونکہ یہ جہالت اسی کی طرف سے ہے) پس اگر وہ بیان نہ کرے تو حاکم اس سے زبردستی بیان کرائے اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلانے کا میرے ذمہ کچھ ہے تو اسپر لازم ہے کہ ایسی چیز بیان کرے جو کسی قیمت کی ہو مثلاً یہ کہے کہ میرے ذمہ ایک پیسہ ہے یا ایک سیر غلہ ہے ایسی چیز بیان نہ کرے جو کسی قیمت کی نہو مثلاً کہے کہ میرے ذمہ گیہوں کا ایک دانہ ہے یا مردار کی کھال ہے اور علیٰ ہذا القیاس ترجمہ اور اگر جسقدر مقر نے بیان کیا ہے مقرلہ اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے تو اسمیں مع قسم کے مقر ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر کہے کہ فلان شخص کا میرے ذمہ مال ہے تو اسمیں اُسی کے بیان کیطرف رجوع کیا جائیگا اور تھوڑے بہت میں اسکا قول قبول کیا جائیگا اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ مال عظیم (یعنی بڑا) مال ہے تو دو سو درہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے بہت سے درہم ہیں تو دس درہم سے کم میں اسکی تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے درہم ہیں تو اُس سے تین درہم مراد لئے جائینگے ہاں اگر وہ خود تین درہم سے زیادہ بیان کرے (تو اُسی کا قول معتبر ہوگا) اور اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے ذمہ

فلاں شخص کے اتنے اتنے درہم ہیں تو اس صورت میں گیارہ درہم سے کم میں اسکی تصدیق نہ کیجائیگی ف کیونکہ اُسنے دو مبہم عددوں کو ذکر کیا ہے جنکے درمیان میں حرفِ عطف نہیں ہے اور اسکی تفسیر اور تفصیل کم از کم گیارہ سے ہوتی ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے ترجمہ اور اگر کہا کہ (میرے ذمہ) اتنے اور اتنے درہم ہیں تو اب اکیس درہموں سے کم میں اسکی تصدیق نہ کیجائیگی ف کیونکہ یہاں اسنے دو عدد مبہم ایسے ذکر کئے ہیں جنکے درمیان حرف عطف ہے اور اُسکی تفسیر کم از کم اکیس سے ہوتی ہے۔ ہدایہ ترجمہ اور اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ ہے تو یہ (یعنی اس طرح کہنا) قرض کا اقرار ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ میرے پاس ہے تو یہ کہنا اُسکے پاس امانت ہونیکا اقرار ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تیرے ذمہ میرے ہزار روپیہ ہیں اور اُسنے جواب دیا کہ انکو تول لے یا (کہا) پرکھ لے یا (کہا) مجھے مہلت دے یا (کہا) وہ میں تجھ کو ادا کر چکا ہوں تو یہ اقرار ہوگا (اور روپیہ اُسے دینا لازم ہوگا) اور اگر کسی نے میعادی قرض کا اقرار کیا اور مقرلہ نے (یعنی جسکے قرض کا اُسنے اقرار کیا ہے) قرض کی بابت تو اُسکی تصدیق کی (یعنی یہ کہا کہ واقعی میرا قرض اتنا ہی ہے) اور میعاد میں تکذیب کی (کہ میعاد اور مہلت کچھ نہیں ہے) تو اس (مقر) کو فی الحال ہی قرض ادا کرنا لازم ہوگا اور میعاد میں مقرلہ سے قسم لیجائیگی اور اگر کسی نے کسی (کے) قرض کا اقرار کیا اور اپنے اقرار کے ساتھ ہی کچھ استثنا کر لیا تو وہ استثنا معتبر ہوگا اور باقی اُسے ادا کرنا لازم ہوگا خواہ استثنا تھوڑا ہو یا بہت ہو ف تھوڑے استثنا کی مثال یہ ہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ بیس (۲۰) روپیہ ہیں مگر دو روپیہ تو اُس پر اٹھارہ روپیہ لازم ہونگے اور بہت کی مثال یہ ہے مثلاً کوئی کہے کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے چالیس پیسے ہیں مگر تیس تو اُسکے ذمہ دس روپیہ لازم ہونگے ترجمہ اور اگر کوئی (اقرار کرنیکے بعد) کل کا استثنا کرے تو یہ اقرار اُسپر لازم ہوگا (یعنی اقرار کے موافق کل روپیہ دینا پڑیگا) اور یہ استثنا باطل ہو جائیگا اور اگر کسی نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ سو درہم ہیں مگر ایک دینار یا (کہا) مگر ایک قفیز گیہوں تو اُسپر سو درہم لازم ہونگے مگر ایک دینار یا گیہوں کا ایک قفیز لازم نہ ہوگا اور اگر کہا کہ فلاں کے میرے ذمہ سو درہم ہیں پس سو کے سو درہم ہی مراد ہونگے اور اگر یہ کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ ثوب اور ایک کپڑا ہے تو اُسپر ایک کپڑا لازم ہوگا اور سو کی تشریح بھی اسی سے کرائی جائیگی ف یعنی اُس سے پوچھا جائیگا کہ سو کیا ہیں سو کپڑے ہیں یا سو روپیہ ہیں یا سو اشرفیاں ہیں پھر جو کچھ وہ بیان کریگا وہی اُسکے ذمہ لازم ہو جائینگے خواہ کچھ ہی بیان کرے ترجمہ اور اگر کسی نے کسی حق کا اقرار کرکے اُس کے ساتھ ہی اِن شاء اللہ کہدیا تو یہ اقرار اس پر لازم نہ ہوگا اور اگر کسی نے (کسی چیز کا) اقرار کیا اور (اسی میں) اپنے لئے شرطِ خیار کی (یعنی یہ کہا کہ تین دن کا مجھے اس میں اختیار ہے) تو یہ اقرار اس پر واجب ہوگا اور خیار باطل ہو جائیگا اور اگر کسی نے اِس طرح اقرار کیا کہ یہ گھر زید کا ہے لیکن اِس میں میرا ہے تو یہ گھر اور ملبہ زید ہی کا ہوگا ف اسکی وجہ یہ ہے کہ جب اُسنے زید کا گھر ہونے کا اقرار کر لیا تو اسمیں

مابہ بھی آگیا کیونکہ گھر ملبہ اور زمین دونوں کو کہتے ہیں لہٰذا اس کا یہ استثنا کرنا بیکار ہوگا ترجمہ اور اگر کسی نے کہا کہ اس گھر کا ملبہ میرا ہے اور زمین فلاں شخص کی ہے تو یہ اسکے کہنے کے مطابق ہوگا اور اگر کسی نے اس طرح اقرار کیا کہ فلاں شخص کے میرے اوپر ٹوکرے میں چھوہارے تو اُس پر ٹوکرہ اور چھوہارے دونوں لازم ہونگے اور اگر کسی نے یہ اقرار کیا کہ زید کا میرے ذمہ طویلہ میں ایک گھوڑا ہے تو اسپر فقط گھوڑا ہی لازم ہوگا اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے گٹھری میں کپڑا غصب کرلیا ہے تو اُسکے ذمہ دونوں چیزیں واجب ہونگی اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ کپڑے میں کپڑا ہے تو اُسے دو کپڑے دینے لازم ہونگے اور اگر یہ کہا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ دس کپڑوں میں ایک کپڑا ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اُسپر ایک ہی کپڑا لازم ہوگا **ف** امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عادت کے موافق ایک کپڑا دس کپڑوں میں نہیں رکھا جایا کرتا اسلئے اسکا یہ کہنا بیکار سمجھا جائیگا ترجمہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسے گیارہ کپڑے دینے لازم ہونگے اور اگر کسی نے ایک کپڑے کے غصب کرنیکا اقرار کیا تھا (کہ میں نے واقعی غصب کیا ہے) اور پھر وہ پھٹا ہوا کپڑا لایا تو اس بارے میں اسی کا قول معتبر ہوگا لیکن قسم کے ساتھ **ف** یعنی اگر مقر کہے کہ یہ وہی کپڑا ہے جو میں نے غصب کیا تھا اور کپڑے والا اور کپڑا ہونیکا دعویٰ کرے تو اس بارے میں قول غاصب ہی کا معتبر ہوگا اور اس سے قسم لیجائیگی اور وجہ معتبر ہونے کی یہ ہے کہ غصب سالم ہی کپڑے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے ترجمہ اور اسی طرح اگر کسی نے (اپنے ذمہ) دراہم ہونیکا اقرار کیا اور کہا کہ وہ کھوٹے ہیں (تو اس صورت میں بھی مع قسم کے اسی کا قول معتبر ہوگا) اور اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ پانچ میں پانچ ہیں اگر اس سے اسکی مراد ضرب اور حساب ہے تو فقط پانچ ہی لازم ہونگے اور اگر وہ خود کہے کہ میری مراد پانچ کے ساتھ پانچ ہے تو اسپر دس لازم ہونگے اور حسن بن زیاد کا قول یہ ہے کہ پچیس لازم ہونگے اور اگر کسی نے کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے ایک درہم سے لیکر دس تک ہیں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسپر نو درہم لازم ہونگے (کیونکہ) امام ابو حنیفہ ابتدا کو اور اُسکے مابعد کو لازم کرتے ہیں اور انتہا کو ساقط فرماتے ہیں اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اسپر پورے دس لازم ہونگے اور اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ ایک غلام کی قیمت کے ایک ہزار درہم ہیں جو میں نے اُس سے خریدا تھا اور میں نے قبضہ ابھی تک نہیں کیا تھا پس اگر اُسنے کوئی (خاص) معین غلام کی بابت کہا ہے تو اس مقر لہ سے کہا جائیگا کہ اگر تم چاہو تو یہ غلام اُسکے حوالہ کرو اور ہزار درہم (اس سے) لیلو اور نہیں تو تمہارا اسپر کچھ نہیں ہے اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ ایک غلام کی قیمت کے ہزار درہم ہیں اور غلام کی تعیین نہیں کی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ایکہزار درہم اُسپر واجب ہونگے اور اگر کسی نے کہا کہ (فلاں شخص کے) میرے ذمہ ہزار درہم ہیں شراب کی قیمت کے

یا سو رکی قیمت کے تو ہزار درہم اُسپر واجب ہونگے اور اسکی یہ تفسیر تسلیم نہیں کیجائیگی
اور اگر کسی نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ اسباب کی قیمت کے ایک ہزار درہم ہیں اور وہ کھوٹے ہیں (یعنی
کھوٹے ہی ٹھہرے ہیں) اور مقر لہ کہتا ہے کہ کھرے ٹھہرے تھے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اُسپر
کھرے ہی واجب ہونگے (اسی پر فتویٰ ہے) اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اگر اُسنے ساتھ کہدیا ہے تو اُسکی تصدیق
کرلیجائیگی اور کچھ بعد میں کہا ہے تو تصدیق نہیں کیجائیگی اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کی میرے پاس ایک انگوٹھی
ہے تو اُسے انگوٹھی اور نگینہ دونوں دینے پڑینگے ف کیونکہ انگوٹھی کا لفظ دونوں کو شامل ہے لہذا یہ اقرار دونوں کا قرار
دیا جائیگا ترجمہ اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کی میرے پاس تلوار ہے تو اُسے تلوار اور پرتلہ اور میان تینوں چیزیں
واجب ہونگی اور اگر کوئی کہے کہ میرے پاس فلاں شخص کا ڈولہ ہے تو اُسکے ذمہ (ڈولے کی) لکڑیاں اور پردہ
واجب ہوگا اور اگر کوئی کہے کہ فلاں عورت کے حمل کے میرے ذمہ ہزار درہم ہیں پس اگر (اُسکے ساتھ ہی یہ
کہے کہ فلاں شخص نے اسکے لئے وصیت کردی تھی یا اسکا باپ مرگیا ہے اور یہ اسکا وارث ہے تو یہ اقرار درست ہوگا
اور اگر اس اقرار کی اُسنے خود کوئی تفصیل نہیں کی تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ اقرار ٹھیک نہیں ہے اور
امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ اقرار ٹھیک ہے ف اسوجہ سے کہ اسمیں زیادہ جہالت نہیں ہے اور
مجہول چیز کا اقرار ٹھیک اور دُرست ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ لڑکے کا پیٹ میں ہونا معلوم ہوجائے اور
معلوم ہونیکی یہ صورت ہے کہ اس وارث کے مرنے سے یہ چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوجائے اور اگر چھ مہینے میں
یا اس سے زیادہ میں پیدا ہوا تو یہ وصیت وغیرہ سب باطل ہوگی ترجمہ اور اگر کسی نے کسی لونڈی کے حمل کا یا بکری
کے حمل کا کسی شخص کے لئے اقرار کرلیا تو یہ اقرار درست ہوگا اور (اُسکے پیدا ہونیکے بعد اُسے دینا) اسپر لازم ہوگا
اور اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں چند قرضوں کا اقرار کیا (کہ یہ میرے ذمہ ہیں اور اُنکے اسباب معلوم نہیں ہیں
اور اسکے ذمہ صحت کی حالت کے اور بھی قرض ہیں اور کچھ قرض اس مرض میں بھی ہوگئے ہیں جنکے اسباب معلوم
ہیں تو صحت کا قرض اور جس قرض کے اسباب معلوم ہیں یہ مقدم ہیں پس جسوقت یہ ادا ہوجائیں اور انمیں سے
کچھ بچے تو اس قرض میں دیا جائے جس کا اسنے مرض کی حالت میں اقرار کیا ہے اور اگر اسکے ذمہ ایسے قرض نہیں ہیں
جو صحت کی حالت کے ہوں تو اسکا یہ اقرار درست ہوگا اور جسکے لئے اقرار کیا ہے وہ وارثوں سے اولیٰ ہے اور
مریض کا اپنے وارث کے لئے اقرار کرنا باطل ہے ہاں اگر اور ورثا بھی اسکی اسمیں تصدیق کرلیں تو جائز ہے اور
اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں کسی اجنبی لڑکے کے لئے (کچھ روپیہ وغیرہ کا) اقرار کیا پھر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو یہ
اسکا بیٹا ہوجائیگا اور اسکے حق میں اس کا اقرار کرنا باطل ہوگا اور اگر کسی نے کسی اجنبی عورت کے لئے
اقرار کرکے پھر اُس سے نکاح کرلیا تو اُسکے حق میں اسکا اقرار کرنا باطل نہ ہوگا اور اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں

اپنی بی بی کو تین طلاقیں دیدیں پھر (اپنے ذمہ) اسکا کچھ قرض ہونے کا اقرار کیا تو اُسے وہ دیا جائیگا جو اسکی میراث میں اور قرض میں کم ہوگا ف یعنی اگر میراث قرض سے کم پہونچتی ہے تو میراث دیدیجائیگی اور اگر قرض میراث سے کم ہے تو قرض ادا کردیا جائیگا ترجمہ اور اگر کوئی کسی لڑکے کا اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس جیسا لڑکا اس مقر جیسے شخص کے پیدا ہوسکتا ہے اور اس لڑکے کا نسب معروف نہیں ہے (یعنی کوئی یہ نہیں جانتا کہ یہ کس کا بیٹا ہے) اور وہ لڑکا اسکی تصدیق کرتا ہے (کہ بیشک میں اسکا بیٹا ہوں تو اُس لڑکے کا نسب اس سے ثابت ہوجائیگا اگرچہ یہ مقر (اقرار کرنے والا) بیمار ہو اور (اِس کے فوت ہونے کے بعد) یہ لڑکا بھی میراث میں اور وارثوں کے ساتھ شریک ہوگا اور مرد کا اقرار (اپنے) والدین اور بی بی اور لڑکے اور مولے کے لئے جایز ہے اور عورت کا اقرار (اسکے) والدین اور شوہر اور مولے کے حق میں قبول کیا جائے اور بیٹے کے حق میں اِس کا اقرار نہ قبول کیا جائے ہاں اگر شوہر اس بارے میں اسکی تصدیق کرے یا اسکے تولد ہونیکی دائی گواہی دے ف یعنی یہ کہے کہ یہ لڑکا بیشک اِس عورت کا ہے چونکہ دائیوں کو اسکی شناخت خوب ہوتی ہے اسلئے دائی کا قول اس بارے میں معتبر ہے ترجمہ اور اگر کسی نے والدین اور بیٹے ہونیکے علاوہ کسی کے بھائی یا چچا ہونیکا اقرار کیا (یعنی یہ کہا کہ شخص میرا بھائی ہے یا میرا چچا ہے) تو اسکا اقرار نسب کے بارے میں قبول نہ ہوگا پس اگر اس اقرار کرنیوالے کے اور کوئی وارث معلوم ہے خواہ قریب کا یا دور کا تو وہ اس مقرلہ سے (یعنی جسکے لئے یہ اقرار کرتا ہے) اولیٰ ہوگا (اس وارث کے ہوتے اس مقرلہ کو میراث نہ ملیگی) اور اگر اسکے کوئی اور وارث نہیں ہے تو اسکی میراث کا یہی مقرلہ وارث ہوگا اور اگر کسی کا باپ مرگیا اور اسنے کسی شخص کی بابت اپنے بھائی ہونیکا اقرار کیا تو اُسکے بھائی کا اس سے نسب ثابت نہ ہوگا اور میراث میں وہ اُسکا شریک ہوجائیگا۔

کتاب الاجارہ

کرایہ کا بیان

ترجمہ اجارہ ایک عقد ہے جو کسی چیز کے بدلے میں منافع پر واقع ہوتا ہے اور جب تک منافع اور اُجرت معلوم نہ ہو اجارہ درست نہیں ہوتا اور جس چیز کا بیع میں قیمت ہونا جایز ہو اُس اجارہ میں اُجرت ہونا جایز ہے اور منافع کبھی تو مدت (بیان کردینے) سے معلوم ہوتے ہیں جیسے مکانوں کو رہنے کے لئے کرایہ پر لینا اور زمینوں کو کاشت کرنے کے لئے لینا تو ان میں ایک مدت معین پر (لینے سے) عقد (اجارہ) درست ہوجائیگا خواہ مدت کتنی ہی ہو اور کبھی منافع کام (ظاہر کردینے) اور نام لینے سے معلوم ہوتے ہیں مثلاً کسی نے ایک آدمی کو پیٹار نگنے پر یا کپڑا سینے پر نوکر رکھا یا کوئی گھوڑا وغیرہ کرایہ پر لیا کہ اسپر من بھر بوجھ لاد کے چار کوس لیجائیگا یا اسپر خود سوار ہوکے

چھ کوس جائیگا اور کبھی منافع معین کرنے اور اشارہ کرنے سے معلوم ہوتے ہیں مثلاً ایک شخص نے قلی کیا کہ یہ غلہ (وغیرہ) فلاں معلوم جگہ تک لیجائے (اور وہ جگہ اِس قلی کو بھی معلوم ہے) اور مکانوں اور دکانوں کو رہنے کے لئے کرایہ پر لینا جائز ہے اگرچہ یہ نہ بیان کرے کہ انمیں کیا کام کریگا اور اُسے اختیار ہے کہ (کرایہ پر لیکر) جو کام چاہے کرے مگر یہ تین کام (بغیر مکاندار کی اجازت کے) نہ کرے لوہار کا کام اور دھونی کا کام اور خراس کا کام ف ہدایہ میں لکھا ہے کہ لوہار کا کام نہ کرنیکی تو یہ وجہ ہے کہ اسمیں مکان کا نقصان ظاہر ہے کیونکہ مکان میں یہ کام کرنے سے دیواریں کمزور ہو جاتی ہیں لہذا فقط کرایہ پر لینے سے اِس کام کی اجازت نہ ہوگی علیٰ ہذا القیاس بعد کی دونوں صورتوں میں بھی مکان کا نقصان ہے ترجمہ اور زمینوں کو کاشت کے لئے کرایہ پر دینا جائز ہے اور کاشت کار کو اسمیں پانی دینے اور راستہ بنانے کا اختیار ہے اگرچہ (لیتے وقت) یہ شرط نہ کی ہو اور یہ عقد درست نہیں ہوتا جبتک کہ اُس چیز کا نام نہ لیوے جو اس زمین میں کاشت کرے یا یہ کہدے کہ میں جو چاہونگا اسمیں کاشت کرونگا اور کسی تیسرے زمیں کو اس میں مکان بنانے یا کھجور وغیرہ کے درخت لگانے کے لئے کرایہ پر لینا جائز ہے اور جب کرایہ کی مدت ختم ہو جائیگی تو اس مستاجر (یعنی کرایہ پر لینے والے) پر لازم ہوگا کہ اِس عمارت اور درختوں کو اُکھاڑے اور زمین کو خالی کرکے زمیندار کے حوالے کردے ہاں اگر وہ زمیندار یہ چاہے کہ اِس شخص کو (جس نے یہ مکان بنایا یا درخت لگائے ہیں) وہ قیمت دیدیگا جو اُنکے اُکھڑ جانے کے بعد انکی قیمت ہوگی اور ان درختوں اور مکان کا مالک ہو جائیگا یا زمیندار اسپر راضی ہو جائے کہ وہ اِسی طرح رہنے دے تو اس (دوسری) صورت میں مکان (وغیرہ) اس مستاجر کا اور زمین زمیندار کی اور چوپاؤں کو سواری اور بوجھ لیجانے کے لئے کرایہ پر لینا جائز ہے پس اگر مطلق سوار ہونا ذکر کیا (یہ تعیین نہیں کی کہ میں خود ہی سوار ہونگا) تو مستاجر کو اختیار ہے کہ جسے چاہے اُسپر سوار کردے اور اسی طرح اگر کسی نے کپڑا پہننے کے لئے کرایہ پر لیا اور مطلق پہننا ذکر کیا ہے اور اگر مالک سے یہ کہدیا تھا کہ (مثلاً اس گھوڑے پر فلاں شخص سوار ہوگا یا یہ کپڑا فلاں شخص پہنے گا اور پھر سوار اور کو کردیا یا وہ کپڑا اور کو پہنا دیا تو اگر یہ گھوڑا مرگیا یا یہ کپڑا تلف ہو گیا تو یہ شخص اسکا ذمیدار ہوگا اور یہی حکم اُن سب چیزوں کا ہے جو استعمال کرنیوالوں کے مختلف ہونے سے بدل جائیں (کیونکہ ہر ایک کے استعمال کرنے میں فرق ہے) لیکن زمین اور وہ چیزیں جو استعمال کرنیوالوں کے مختلف ہونے سے نہیں بدلتیں سو اُنکو کرایہ پر لینے میں اگر کسی نے یہ شرط کرلی کہ اسمیں ہی رہونگا یا فلاں ہی شخص رہیگا تو اسے اختیار ہے کہ اسمیں کسی اور کو بسا دے اور اگر مستاجر نے (بوجھ کی) قسم اور مقدار کا نام لے دیا تھا کہ گھوڑے پر یہ چیز لادونگا مثلاً یہ کہدیا تھا کہ گیہوں کے پانچ قفیز لاد کے لیجاؤنگا تو اس مستاجر کو اختیار ہے کہ جو چیز بوجھ میں گیہوں جیسی ہو یا اُس سے کم ہو وہ لادے جیسے جَو اور تل اور گیہوں سے

زیادہ بوجھ کی چیز اسپر لادنے کا اُسے اختیار نہیں ہے جیسے نمک لوہا اور تانبا (وغیرہ) پس اگر کسی نے ایک گھوڑا کرایہ پر لیا تاکہ اسپر روئی لیجاوے روئی کا نام لے دیا اور اب روئی کے وزن کے برابر اسے اسپر لوہا لیجانا جائز نہیں ہے (کیونکہ اس سے جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے) اور اگر کسی نے ایک گھوڑا کرایہ پر لیا کہ اسپر میں سوار ہونگا پھر اُسنے اپنے پیچھے ایک اور کو بٹھا لیا اور گھوڑا مر گیا تو اگر یہ گھوڑا ان دونوں کو لیجا سکتا تھا تو یہ شخص اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور بوجھ کا کچھ اعتبار نہ کیا جائیگا اور اگر کوئی جانور کرایہ پر لیا تاکہ اسپر دو من گیہوں لیجائے اور (دو من کی جگہ) ڈھائی من گیہوں لے گیا اور وہ جانور مر گیا تو یہ اُس زیادہ بوجھ کا ضامن ہوگا ف مثلاً چار من گیہوں لادنے کی اجازت تھی اور پانچ من لاد لیئے تو پانچویں حصہ قیمت کا تاوان واجب ہوگا کیونکہ یہ جانور دو چیزوں سے مرا ہے ایک وہ کہ جسکی اجازت تھی دوسری وہ کہ جسکی اجازت نہ تھی اور کرایہ دینے کا سبب بوجھ ہی ہے اسلیئے تاوان بھی ان ہی دونوں پر منقسم ہوگا ہاں اگر اتنا بوجھ ہو کہ عادۃً ایسے جانوروں سے نہ اُٹھتا ہو تو اس صورت میں یہ کرایہ پر لینے والا اُسکی ساری قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اسکی اجازت بالکل نہ تھی جوہرہ نیرہ میں اسی طرح ہے ترجمہ اور اگر کسی نے (گھوڑا کرایہ پر لیکر) لگام کھینچ کے گھوڑے کو زخمی کر دیا یا اُسے (عادت سے زیادہ) مارا اور وہ مر گیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ شخص ضامن ہوگا ف کیونکہ اس بارے میں مالک کیطرف سے اجازت ہونا اِس شرط سے ہوتا ہے کہ میرے جانور کو تکلیف نہ دینا اچھی طرح رکھنا اور یہاں اُسکے خلاف پایا گیا اسلیئے اُسکے ذمہ تاوان واجب ہوگا اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الجوہرۃ۔ ترجمہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ضامن نہ ہوگا اور کل مزدور دو قسم کے ہیں۔ ایک مزدور مشترک دوسرا مزدور خاص۔ مزدور مشترک وہ ہے کہ جبتک وہ کام نہ کر دے اُجرت (لینے) کا مستحق نہیں ہوتا جیسے رنگریز دھوبی اور ان کے پاس کپڑا امانت (کے طور پر) ہوتا ہے اگر کہیں تلف ہو جائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسپر تاوان بالکل نہیں ہے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اُسپر تاوان واجب ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور جو چیز ایسے مزدور کے کچھ کرنے سے تلف ہو جائے مثلاً دھوبی کندی کرتے ہوئے کپڑے کو پھاڑ دے یا مزدور کا پیر پھسل جائے یا وہ رسّی ٹوٹ جائے جس سے کرایہ دینے والا بوجھ کو باندھتا ہے یا ملاح کے کشتی کو کھینچنے سے کشتی غرق ہو جائے (اور ان سب صورتوں میں اسباب کا نقصان ہو) تو یہ سب ضامن ہونگے (انسے تاوان لیا جائیگا لیکن ملاح اپنے اس کام کی وجہ سے آدمیوں (کے تلف ہو جانے) کا ضامن نہ ہوگا یعنی اگر کوئی آدمی کشتی کے غرق ہونے سے غرق ہو گیا یا کوئی جانور (دریا میں) گر گیا تو ملاح پر اسکا تاوان نہیں ہے اور اگر معلم (یعنی پڑھانے والے) نے کسی بچہ کو اُسکے باپ کی بغیر اجازت کے مارا تو اسپر بھی ضمان

واجب ہے اور اگر فصاد نے فصد کھولی یا چوپاؤں کے داغ دینے والے نے داغ دیا اور وہ فصد یا داغ اپنی متعاد جگہ سے نہیں بڑھا تو اگر وہ آدمی یا وہ چوپایہ اُس سے تلف ہو جائے تو ان دونوں پر ضمان نہیں ہے اور اگر فصد وغیرہ اپنی متعاد جگہ سے تجاوز کر گئی ہے تو یہ ضامن ہونگے ف یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ کسی نے اُس چوپایہ کے مالک کی اجازت سے داغ دیا ہو اور اُسکی بغیر اجازت کے دیا ہے تو یہ ضامن ہوگا خواہ متعاد جگہ سے تجاوز کرے یا تجاوز نہ کرے ترجمہ اور مزدور خاص وہ ہے جو اپنی جان (مستاجر کے) سپرد کرنے ہی سے مزدوری کا مستحق ہو جاتا ہے اگرچہ اُسنے ابھی کچھ کام نہ کیا ہو مثلاً کوئی شخص اپنی خدمت کرانے یا بکریاں چرانے کو ایک مہینہ کے لئے کسی کو نوکر رکھے اور اُس مزدور خاص پر ان چیزوں کا تاوان نہیں ہے جو اُسکے قبضہ میں ہو کر تلف ہو جائیں یا اُسکے کچھ کرنے سے تلف ہو جائیں ہاں اگر یہ کچھ زیادتی کرے تو ضامن ہوگا ف مثلاً بکریوں کے چرانے میں کسی بکری کی آنکھ پھوڑ دے یا ٹانگ توڑ دے تو اسکا اسے تاوان دینا پڑیگا لیکن اگر کوئی بکری چوری چلی جائے یا زبردستی سے کوئی پکڑ لے تو اُسکا اُسپر تاوان نہیں ہے ترجمہ اور جو شرطیں بیع کو فاسد کرتی ہیں وہی (عقدِ) اجارہ کو بھی فاسد کر دیتی ہیں (ان شرطوں کی تفصیل بیع کے بیان میں گزر چکی ہے) اور اگر کسی نے خدمت کے لئے ایک غلام (یا آزاد آدمی) کو نوکر رکھا تو اُسے سفر میں لیجانے کا اُسے اختیار نہیں ہے ہاں اگر نوکر رکھتے وقت اُس سے یہ شرط کر لی ہو (یعنی یہ ٹھہرا لیا ہو کہ خواہ میں اپنے مکان پر رہوں یا کہیں سفر میں جاؤں تمھیں میرے ساتھ رہنا پڑیگا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ سفر کی خدمت اور زیادہ مشکل ہوتی ہے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب کسی نے شہر میں رہتے ہوئے نوکر رکھا ہو سفر میں نہ ہو اور اگر وہ سفر ہی میں تھا تو اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے ترجمہ اور اگر کسی نے ایک اونٹ کرایہ لیا تاکہ اسپر کجاوہ رکھکر دو آدمیوں کو سوار کرکے (مثلاً) مکہ تک لیجائے تو (یہ صورت) جایز ہے اور مستاجر کو چاہیئے کہ معمولی (بوجھ کا) کجاوہ رکھے اور اگر اونٹ والا کجاوہ کو دیکھ لے تو اور بھی اچھا ہے اور اگر کسی نے ایک اونٹ کو اسلیئے کرایہ پر لیا تاکہ اسپر (مثلاً) دو من کھانا لاد کر کہیں لیجائے پھر اُس کھانے میں سے راستہ میں کچھ کھا لیا تو اُسکے لیئے جائز ہے کہ جسقدر اسمیں سے کھایا ہے اُسکے بدلے میں اور کچھ بوجھ اسپر لادے اور (کرایہ دیا) اُجرت نفسِ عقد (اجارہ کرنے) سے واجب نہیں ہوتی اور تین وجہ سے (مزدور) اُجرت کا مستحق ہو جاتا ہے یا تو جلدی لینے کی شرط کر لی ہو یا (مستاجر) بغیر شرط کے جلدی دیدے یا وہ مزدور اس کام کو کر دے جسپر عقد ہوا تھا اور اگر کسی نے ایک مکان کرایہ پر لیا تو مکاندار کو اختیار ہے کہ ہر روز کا کرایہ روزانہ لیا کرے ہاں اگر عقد میں (یعنی کرایہ پر دیتے وقت کرایہ کے) استحقاق کا وقت بیان کر دیا جائے ف کیونکہ بیان ہو جانا بمنزلہ مہلت دینے کے ہوتا ہے اور مہلت دینے کے بعد اس مہلت کی میعاد گذرنے تک استحقاق

مطالبہ ساقط ہوجاتا ہے ہاں بغیر بیان کی صورت میں جب ایکدن ہوگیا تو کرایہ دار اس دن کا فائدہ حاصل کرچکا اسلیئے اسپر اُس دن کا کرایہ لازم ہوگیا ہے ترجمہ اور اگر کسی نے ایک اونٹ کو (مثلاً) مکہ تک لیجانے کے لیئے کرایہ پر لیا تو اونٹ والیکو جائز ہے کہ ہر منزل پر کرایہ طلب کرے اور دھوبی اور درزی کو اُجرت مانگنے کا اختیار نہیں ہے جبتک کہ وہ اس کام کو پورا نہ کردیں ہاں اگر جلدی لینے (یعنی کام ہونے سے پہلے لینے) کی شرط کرلی ہو اور اگر کسی نے نان بائی کو اسلیئے نوکر رکھا تاکہ ایک درہم میں ایک قفیز آٹے کی روٹی اسکے گھر پکاوے تو جبتک وہ روٹی کو تنور سے نہ نکالدیگا مزدوری کا مستحق نہ ہوگا ف کیونکہ یہ کام روٹی کے تنور سے باہر آنے ہی پر پورا ہوتا ہے دوسرے یہ کہ روٹی بغیر تنور سے نکالے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا اسلیئے یہ اجرت کا مستحق نہیں ہے اور اگر روٹی تنور میں جل گئی تو یہ ضامن ہے اور ایک قفیز بارہ صاع کا ہوتا ہے ترجمہ اور اگر کسی نے ایک باورچی کو نوکر رکھا تاکہ اسکے ولیمہ کے لیے کھانا پکاوے تو کھانے کو برتنوں میں اُتار دینا اسکے ذمہ ہے ف یعنی اُجرت کا اُسوقت مستحق ہوگا کہ کھانا برتنوں میں اُتار دے اِس سے پہلے اُجرت نہیں مانگ سکتا ترجمہ اور اگر کسی نے اینٹیں بنانیکے واسطے کسی کو نوکر رکھا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اجرت کا اُسوقت مستحق ہوگا کہ اینٹوں کو کھڑی کردے اسی پر فتویٰ ہے۔ اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جبتک وہ اینٹوں کو (خشک ہونے کے بعد) ایک جگہ نکردے اُجرت کا مستحق نہیں ہوتا اور اگر کسی نے درزی سے یہ کہا کہ اگر تو اس کپڑے میں فارسی سلائی کریگا تو ایکروپیہ دونگا اور اگر رومی کریگا تو دو روپیہ دونگا تو یہ (شرط) جائز ہے اور ان کاموں میں سے وہ جونسا کام کریگا (اُسی کی) اُجرت کا مستحق ہوجائیگا اور اگر (درزی سے) یہ کہا کہ اگر تو آج ہی دے تو ایک روپیہ دونگا اور اگر کل سیئے گا تو آٹھ آنے دونگا پس اگر اسنے اُسی روز سی دیا تو اُسکا ایکروپیہ ہوگا اور اگر اگلے روز سیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اُجرت واجب ہوگی جو ویسے کپڑے کی سلائی کا دستور ہوگا اور وہ سلائی آٹھ آنے سے نہیں بڑھیگی ف یعنی اگر ویسے کپڑے کی سلائی کا دستور آٹھ آنے سے زیادہ ہوگا تو اُسے آٹھ آنے سے زیادہ نہ دیئے جائینگے کیونکہ یہ اس سے پہلے ہی ٹھہر چکے ہیں ترجمہ اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں شرطیں جائز ہیں اور انمیں سے وہ جونسا کام کریگا (اسی کی) اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر کسی نے (ایک دوکان کرایہ پر لی اور) کہا کہ اگر میں اس دوکان میں عطاری کرونگا تو ایکروپیہ ماہوار دونگا اور اگر لوہار کا کام کرونگا تو دو روپیہ دونگا تو یہ (شرط) جائز ہے تو ان دونوں کاموں سے یہ جونسا کریگا امام ابوحنیفہ کے نزدیک (مالکِ دوکان) اسی کرایہ کا مستحق ہوگا جو اس صورت میں

معین کیا گیا ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک یہ اجارہ فاسد ہے اور اگر کسی نے مکان کرایہ پر لیا کہ ایکروپیہا ہوار دونگا تو یہ عقد فقط ایک مہینہ کے لئے درست ہے اور باقی مہینوں میں فاسد ہے ہاں اگر مہینوں کو معین کر کے ظاہر کر دے پھر اگر دوسرے مہینے میں ایک گھڑی بھر ٹھہر گیا تو اسمیں بھی عقد درست ہو جائیگا اور کرایہ پر دینے والے کو یہ مجاز نہیں ہے کہ مہینہ ختم ہونیسے پہلے اُسے نکالدے اور یہی حکم اُن مہینوں کا ہے جسکے شروع میں ایکدن یا ایک گھڑی بھر ٹھہر جائے اور اگر کسی نے ایک مکان ایک مہینے کے لئے ایکروپیہ کرایہ پر لیا اور دو مہینے رہا تو اسپر پہلے مہینے کا کرایہ واجب ہے اور دوسرے مہینے کا واجب نہیں ہے اور اگر کوئی سال بھر کے لئے دس روپیہ پر ایک مکان کرایہ کو لیلے تو جائز ہے اگرچہ ہر مہینے کے کرایہ کا نام نہ لے اور حمام کی حجام (اپنے) کی اُجرت لینی جائز ہے اور گھوڑا وغیرہ پھیرنے کی اُجرت لینی جائز نہیں ہے اور نہ اذان دینے اور تکبیر کہنے اور قرآن شریف پڑھانے اور حج کرنے کی اُجرت لینی جایز ہے اور نہ گانے اور نوحہ کرنے پر اُجرت لینی جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مشترک مکان کو کرایہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے ف مثلاً ایک مکان دو آدمیوں کی شرکت کا ہے تو انمیں سے ایک شریک کو اپنے حصہ کا مکان کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے ہاں اگر دوسرے شریک کو دیدے تو جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے ترجمہ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مشترک چیز کو کرایہ دینا جائز ہے اور دائی (یعنی دودھ پلانے والی) کی تنخواہ ٹھہرا کر اُسے نوکر رکھنا جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اُسے روٹی کپڑے پر بھی رکھ لینا جایز ہے اور اُسکے نوکر رکھنے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اسکے شوہر کو اس سے صحبت کرنیسے روکدے پس اگر اُس دائی کو حمل رہجائے تو انھیں اس اجارہ کا فسخ کر دینا جائز ہے اُسوقت کہ جب یہ ڈر ہو کہ اسکا دودھ بچہ کو نقصان دیگا اور دائی کو بچہ کی غذا کا درست کرنا لازم ہے اور اگر اُسنے اس (اجارہ کی) مدت میں بچہ کو بکری کا دودھ پلایا تو اُسے تنخواہ نہیں ملیگی اور جس اجیر (مزدور) کے فعل کا اثر اُس چیز میں ظاہر ہو جیسے دھوبی اور رنگریز (کہ دھوبی کے دھونے اور رنگریز کے رنگنے کا اثر کپڑے میں صاف ظاہر ہوتا ہے) تو اُسے جایز ہے کہ اپنے کام سے فارغ ہونیکے بعد جبتک (اپنی) اُجرت نہ لیلیں اُس چیز (یعنی کپڑے وغیرہ) کو نہ دیں اور جس اجیر کے فعل کا اثر اُس چیز میں ظاہر نہ ہو تو اُسے اُجرت (لینے) کے لئے اُس چیز کو روک لینا جایز نہیں ہے اور جب کسی پیشہ ور سے یہ شرط کر لی گئی کہ یہ کام تو خود کرنا تو اُسے یہ جایز نہیں ہے کہ دوسرے سے کرادے اور اگر کوئی شرط نہیں کیگئی ہے تو اُسے اختیار ہے کہ ایسے آدمی کو نوکر رکھ لے جو اس کام کو کر دے اور جب درزی اور رنگریز اور مالک کپڑے میں جھگڑا پڑ جائے مثلاً کپڑے والا درزی سے کہے کہ میں نے تو تجھے قبا بنانے کو کہا تھا اور درزی کہے کہ کرتے کو کہا تھا یا کپڑے والا رنگریز سے کہے کہ میں نے

تو تجھے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تو نے زرد رنگدیا تو (ان صورتوں میں) کپڑے والیکا قول قسم کے ساتھ معتبر سمجھا جائیگا پس اگر کپڑے والے نے قسم کھالی تو درزی (یا رنگریز) ضامن ہوگا اور اگر کپڑے والا کہے کہ تو نے یہ کام مجھے بغیر اجرت کر دیا ہے اور وہ کہے میں نے اُجرت سے کیا ہے تو اس صورت میں بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک کپڑے ہی والے کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر اسکا پیشہ ہی یہ ہے تو اُسے دیجائیگی اور اگر اسکا یہ پیشہ نہیں ہے تو اُسے اُجرت نہیں ملیگی اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ کاریگر اس کام کو اُجرت سے کرنے میں مشہور ہے تو قسم کے ساتھ اُسی کا قول مانا جائیگا یہ اُس طرح قسم کھائے کہ میں نے یہ کام اُجرت سے کیا ہے اور اجارۂ فاسد میں مثلی مزدوری واجب ہوتی ہے کہ جو ٹھہرائی ہے اُس سے نہ بڑھے اور جب کرایہ دار نے مکان (یا دوکان وغیرہ) پر اپنا قبضہ کر لیا تو کرایہ اُسکے ذمہ ہے اگرچہ وہ اس مکان میں نہ رہے اور اگر کسی غاصب نے یہ مکان اُس سے غصب کر لیا تو کرایہ ساقط ہو جائیگا اور اگر اس میں کوئی ایسا عیب پائے جس سے وہاں رہنے میں تکلیف ہوتی ہے تو اس اجارہ کو توڑ سکتا ہے اور جب مکان گر پڑے یا آب پاشی کی زمین کا پانی بند ہو جائے یا پن چکی کا پانی بند ہو جائے تو وہ اجارہ ٹوٹ جائیگا اور اگر ان دونوں معاملہ کرنے والوں میں سے (یعنی مکاندار یا کرایہ دار میں سے) ایک مرگیا اور وہ مکان وغیرہ اُسنے اپنے ہی لیئے لیا تھا تو یہ اجارہ ٹوٹ جائیگا اور اگر دوسرے کے لیئے لیا تھا تو نہیں ٹوٹیگا اور اجارہ میں شرط خیار درست ہے جیسا کہ بیع میں اور اجارہ عذروں سے ٹوٹ جاتا ہے مثلاً کسی نے بازار میں دوکان کرایہ پر لی تھی تاکہ اسمیں تجارت کرے (مال بیچے) پھر اُسکا مال جاتا رہا یا کسی شخص نے ایک مکان یا دوکان کرایہ پر دی پھر وہ مفلس ہو گیا اور اُسکے ذمہ اسقدر قرض ہو گیا کہ بیچکر مکان وغیرہ اُسنے کرایہ پر دے رکھا تھا بغیر اُسکی قیمت آئے وہ اپنے قرضہ کو ادا نہیں کر سکتا تو حاکم اس (اجارے کے) عقد کو توڑ دے اور اسکو قرض میں فروخت کر دے اور اگر کسی نے سفر میں جانیکے لئے گھوڑا کرایہ کیا پھر اسکا سفر کا ارادہ ملتوی ہو گیا تو یہ بھی عذر ہے اور اگر کرایہ لینے والے کی رائے سفر میں جانیسے بدل جائے تو اسکا یہ عذر نہ ہوگا ف پہلی صورت میں عذر ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اگر وہ اس اجارہ کے موافق گیا تو اسکا زیادہ نقصان ہونا لازم آئیگا کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی حج کے لیئے جاتا ہے اور حج کا وقت نکل جاتا ہے یا اپنے قرضدار کو ڈھونڈنے جانا چاہتا ہے اور وہ اُسکے گھر آجاتا ہے اسکے پاس جانے کی ضرورت نہیں رہتی ہر ایسے میں اسیطرح ہے اور دوسری صورت میں عذر نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایسا کر سکتا ہے کہ خود اپنے گھر رہے اور اپنے گھوڑے وغیرہ کے ساتھ کسی اور مزدور یا اپنے غلام کو بھیجدے۔

کتاب الشفعۃ

شفعہ کا بیان

ترجمہ شفعہ اُسکے لیئے واجب ہے جو نفس بیع میں شریک ہو ف یہاں واجب کے معنے ثابت کیے ہیں کیونکہ شفعہ کے نہ کرنیسے آدمی گنہگار نہیں ہوتا اور واجب کہتے ہی اسکو ہیں جسکے ترک سے آدمی گنہگار ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہاں واجب کے اصلی معنے مراد نہیں ہیں ترجمہ پھر اُسکے لیے جو حق بیع میں شریک ہو جیسے (دونوں مکانوں کے پانی نکلنے کی موری اور (دونوں کا راستہ) ایک ہو پھر پڑوسی کے لئے اور جو نفس بیع میں شریک ہو اُسکے ہوتے راستہ اور موری کے شریک کو اور پڑوسی کو شفعہ نہیں پہونچتا پس اگر یہ شریک (شفعہ سے) دست کشی کرلے تو شفعہ اسکو پہونچے گا جو راستہ میں شریک ہو پس اگر یہ بھی دست کشی کرلے تو پھر اُسے پڑوسی لیلے ف پڑوسی سے وہ پڑوسی مراد ہے جسکا مکان اُسکے مکان کے برابر ہو اور دیواریں دونوں مکانوں کی ملی ہوئی ہوں ترجمہ اور شفعہ (مکان کی) عقد بیع کرنیسے واجب ہو جاتا ہے اور گواہوں سے قرار پاجاتا ہے اور شفعہ کا مالک (شفعہ دار مکان کو) لینے سے ہوتا ہے جبوقت کہ خود مشتری دیدے یا حاکم حکم لگا دے اور جب شفیع کو (اپنے شفعہ دار مکان کے) بیع ہونیکی خبر ہو تو وہ اسی جگہ بیٹھا ہوا (اول شفعہ کا) مطالبہ کرنے پر گواہ کردے پھر وہاں سے اُٹھ کر بائع کے پاس جائے اگر بیع بائع کے قبضے میں ہو اور بائع پر گواہ کردے یا مشتری کے پاس جائے (اگر اُسکے قبضہ میں آگئی ہو) اور مشتری پر بھی گواہ کردے یا (اگر یہ دونوں نہ ملیں تو) مکان کے پاس کسی کو گواہ کردے پس جب یہ طرح کردیگا تو اسکا شفعہ قرار پاجائیگا اور (اسکے بعد) تاخیر کرنیسے امام ابو حنیفہ کے نزدیک شفعہ ساقط نہیں ہوتا ف یعنی اگر کسی نے یہ گواہ وغیرہ کا سب بندوبست کرکے شفعہ کا دعوی کرنیکے لیئے عدالت میں جانے میں تاخیر کردی تو امام صاحب کے نزدیک اِس تاخیر سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا ترجمہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر گواہ کرنیکے بعد بغیر کسی عذر کے اُسنے ایک مہینہ تک شفعہ چھوڑ رکھا تو اسکا شفعہ جاتا رہیگا اور شفعہ مکان اور زمین میں واجب ہوتا ہے اگرچہ وہ ایسے ہوں جو تقسیم نہ ہو سکتے ہوں جیسے حمام اور خراس اور کنواں اور چھوٹے چھوٹے مکان اور اُس مکان اور باغ میں شفعہ نہیں ہے جو (مکان) بدون (صحن کے یا باغ بدون) میدان کے بیع کیا جائے اور اسباب اور کشتیوں میں شفعہ نہیں ہے اور شفعہ میں مسلمان اور ذمی برابر ہیں اور جب کوئی کسی زمین (یا مکان) کا مال کے عوض میں مالک ہوا تو اسمیں شفعہ واجب ہے اور ایسے مکان میں شفعہ نہیں ہوتا جو مرد نے اپنی بی بی کو مہر میں دیا ہو یا عورت نے (اپنے خاوند کو) خلع کے

عوض میں دیدیا یا اُسکے بدلہ میں کوئی اور مکان کرایہ پر لیا ہو یا دم عمد کے صلح نامہ کرنے میں دیدیا ہو
یا غلام کے آزاد کرنے میں ملا ہو یا کسی نے انکار کے بعد یا سکوت کے بعد اس مکان پر صلح کر لی ہو اور
اگر اسپر اقرار کے ساتھ صلح کی ہے تو اسمیں شفعہ واجب ہے ف اقرار کے ساتھ صلح کرنے کی یہ صورت ہے
مثلاً کسی شخص نے دوسرے پر بیس روپیہ کا دعویٰ کیا اور مدعی علیہ نے اقرار کر لیا کہ بیشک یہ روپیہ
مجھے دینے ہیں لیکن اسکے پاس روپیہ بالکل نہیں ہے ہاں مکان یا زمین ہے تو اگر چند آدمی بیچ بنکر ایک
مکان یا زمین پر انکی آپس میں صلح کرادیں تو اُس مکان یا زمین میں حق شفعہ نہیں جاری ہوگا کیونکہ
یہ صلح اقرار کے ساتھ ہوئی ہے کہ مدعی علیہ نے اقرار کر لیا تھا ترجمہ اور شفیع جب قاضی کے یہاں (شفعہ)
دعوے کرنیکو گیا اور اسکے خریدنے کا دعویٰ اور شفعہ طلب کیا تو قاضی مدعی علیہ سے شفعہ کی بابت
دریافت کرے (کہ اسکے شفعہ والے مکان کا تو مالک ہے یا نہیں) اگر وہ اُس مکان کی ملکیت کا
اقرار کرے جبکا شفعہ کیا جاتا ہے تو بہتر ورنہ قاضی مدعی سے ثبوت مانگے اگر وہ پورا ثبوت نہ دے سکے
تو پھر مشتری (یعنی اسی مدعی علیہ) سے قاضی قسم لے اسطرح پر کہ بخدا مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں اس
مکان کا مالک ہوں (یا نہیں) جسکے شفعہ کا یہ دعویٰ کرتا ہے پس اگر وہ قسم سے انکار کرے
یا شفیع (یعنی مدعی) کسی طرح ثبوت دیدے تو اس مکان میں جسکے شفعہ کا جھگڑا ہے مدعا علیہ کی ملکیت
ثابت ہوجائیگی اور اسکے بعد قاضی مدعا علیہ سے پوچھے کہ تو نے یہ مکان خریدا ہے یا نہیں اگر وہ خریدنے
انکار کرے تو پھر شفیع سے کہا جائے کہ تم ثبوت لاؤ (کہ یہ مکان اسی نے خریدا ہے) اگر شفیع ثبوت نہ دے سکے
تو قاضی اسی مشتری سے (دوسری) قسم لے اس طرح کہ قسم ہے اللہ کی میں نے یہ مکان نہیں خریدا
یا یوں کہے قسم ہے اللہ کی اس مکان پر شفعہ کا دعویٰ کرنیکا یہ شفیع مستحق نہیں ہے اس صورت سے جو یہ
بیان کرتا ہے اور شفعہ کا جھگڑا اٹھانا جائز ہے اگرچہ شفیع قاضی کے پاس روپیہ لیکر نہ آیا ہو اور جب قاضی نے
اُسکے لیئے شفعہ کا حکم دیدیا تو اب روپیہ حاضر کر دینا اس پر لازم ہے اور شفیع کو جائز ہے کہ خیار عیب
یا خیار رویت کی وجہ سے اس (شفعہ والے) مکان کو واپس کردے (کیونکہ شفیع بمنزلہ مشتری کے ہوتا ہے
اور جب شفیع نے بائع کو (قاضی کے پاس) حاضر کر دیا اور مبیع بائع ہی کے قبضہ میں ہے تو اب تسفیع کا شفعہ کی
بابت اس سے جھگڑنا جائز ہے لیکن قاضی اُسوقت تک گواہ وغیرہ کو نہ سُنے جبتک مشتری حاضر نہ ہوجائے
پھر (اُسکے حاضر ہونیکے بعد) اُسکی موجودگی میں بیع کو فسخ کردے اور بائع پر شفعہ کا حکم لگاوے اور
اُسکا خرچہ بائع پر ڈالے (یعنی ڈگری بائع پر کرے) اور اگر کسی شفیع کو اُسکے شفعہ کا مکان فروخت ہونا
معلوم ہوگیا اور اسوقت اُسنے کسی کو گواہ قرار نہیں دیا حالانکہ گواہ کر سکتا تھا تو اسکا شفعہ جاتا رہا اور یہی حکم

اس صورت میں ہے کہ اسنے وہیں بیٹھے کسی کو گواہ کرلیا اور بائع یا مشتری یا اس مکان وغیرہ کے پاس کسی کو گواہ نہیں کیا (تو اس صورت میں بھی شفعہ نہ رہیگا) اور اگر کسی نے کچھ روپیہ کے عوض شفعہ سے صلح کرلی اور وہ روپیہ وصول بھی کرلیا تو شفعہ جاتا رہیگا اور وہ روپیہ واپس دینا پڑیگا ف کیونکہ شفعہ کا معاوضہ اُسکے قبول کرلینے سے معلوم ہوا کہ اُسے شفعہ لینا منظور نہیں ہے۔ کذا فی الجوہرۃ۔ ترجمہ اور جب (شفعہ طلب کرنے اور دونوں جگہ اُسکے گواہ گزار دینے کے بعد) شفیع مرگیا تو اسکا شفعہ ہوگیا (اور ورثہ کو شفعہ لینے کا اختیار نہیں ہے) اور اگر مشتری مرگیا تو اس سے حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا اور اگر جس جس مکان وغیرہ کی وجہ سے شفیع اپنے شفعہ کا دعویٰ کرتا تھا اسکو اس سے پہلے ہی فروخت کردیا کہ قاضی اُسکے لیئے شفعہ کا حکم دے تو اُس کا شفعہ جاتا رہیگا اور جب بائع کے وکیل نے کسی ایسے مکان کو فروخت کردیا جسکا وہ خود شفیع تھا تو اب اسکا شفیع نہیں رہا اور اسی طرح اگر خود شفیع بائع کیطرف سے عوارض کا ضامن ہوگیا اور مشتری کے وکیل نے جب کوئی مکان وغیرہ خریدا حالانکہ وہ خود اس کا شفیع بھی ہے تو اسکا شفعہ رہیگا اور اگر کسی نے خیار شرط سے کوئی مکان وغیرہ فروخت کیا تو اسمیں شفیع کے لیئے شفعہ نہیں ہے اور اگر بائع نے خیار کو ساقط کردیا تو اُسوقت اسمیں شفعہ واجب ہوجائیگا ف اسمیں اصل قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ چیز جسمیں شفعہ کا دعویٰ کیا جاتا ہے بائع کی ملک سے نکل چکی ہے کسی قسم کی شرط وغیرہ نہیں رہی تو اسمیں ضرور شفعہ ہوگا اور اگر شرط وغیرہ کی وجہ سے ابھی بائع کی ملک میں ہے تو اسمیں شفعہ نہ ہوگا ترجمہ اور اگر مشتری نے کوئی مکان خیار شرط سے خریدا ہے تو اسمیں شفعہ واجب ہے اور اگر کسی نے شرار فاسد کے ساتھ کوئی مکان خریدا تو اسمیں شفعہ نہیں ہے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ شرار فاسد میں مبیع پر مشتری کا قبضہ ہونیسے پہلے تو وہ بائع کی ملک میں رہتی ہے اسلئے شفعہ نہیں ہوسکتا اور قبضہ ہونیکے بعد نہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اسمیں فسخ ہونیکا احتمال ہوتا ہے ترجمہ اور متعاقدین (یعنی بائع مشتری میں) سے ہر ایک کے لئے فسخ کردینا جائز ہے اور اگر فسخ ہونا ساقط ہوگیا ہے تو پھر شفعہ واجب ہے ف فسخ کے ساقط ہونیکی یہ صورت ہے کہ مشتری نے اُس مکان وغیرہ کو اور کسی کے ہاتھ فروخت کردیا ہو تو اب اسمیں شفعہ واجب ہوگا کیونکہ حق شفعہ سے رکار رہنا محض حق فسخ باقی رہنے کیوجہ سے تھا اور جب یہ حق ساقط ہوگیا تو اب یہ شفعہ واجب ہوا اسی طرح جوہرہ اور کفایہ میں ہے ترجمہ اور اگر کسی ذمی نے شراب یا سور کے بدلے میں کوئی مکان خریدا اور اس مکان کا شفیع بھی ذمی ہے تو وہ اُنی ہی شراب اور سور کی قیمت دیکر مکان کو لیلے اور اگر اسکا شفیع مسلمان ہے تو وہ شراب اور سور (دونوں) کی قیمت دیکر لیلے اور ہبہ میں شفعہ نہیں ہے ہاں اگر وہ ہبہ کسی مشروط عوض کے ساتھ ہو ف ہبہ میں شفعہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر کسی نے کوئی مکان وغیرہ

کسی کو ہبہ کر دیا ہے تو اُس مکان وغیرہ میں شفعہ نہیں چل سکتا ہاں اگر ہبہ مشروط عوض کے ساتھ ہو مثلاً واہب کہے کہ میں تمہارے لئے یہ مکان اِس شرط پر ہبہ کرتا ہوں کہ تم اتنے روپیہ مجھے دیدو اور یہ معاوضہ ہونیکے بعد دونوں کا اپنی اپنی چیز پر قبضہ بھی ہو جائے کیونکہ اگر دونوں کا قبضہ نہیں ہوا یا ایک کا ہو گیا ہے اور دوسرے کا نہیں تو پھر بھی شفعہ نہ ہوگا کیونکہ ہبہ میں قبضہ ہونا شرط ہے اور جب قبضہ نہ ہو تو وہ ہبہ بھی پورا نہ ہوا اور وہ چیز پہلے ہی مالک کی ملک میں رہی ترجمہ اور جب شفیع اور مشتری کا قیمت میں جھگڑا ہو تو (قسم کے ساتھ) مشتری کا قول معتبر ہوگا ف اور شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے وہ اُس قیمت سے لیلے جو مشتری کہہ رہا ہے اور چاہے نہ لے اور یہ اس صورت میں ہے کہ شفیع گواہ نہ لا سکا ہو اور اگر گواہ لے آئے تو اُسکے موافق حکم دیدیا جائیگا ترجمہ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کر دئے ہیں تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک شفیع کے معتبر ہونگے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشتری کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر مشتری نے کچھ زیادہ قیمت کا دعویٰ کیا اور بائع نے اُس سے کم کا دعویٰ کیا اور ابھی اُسنے قیمت پر قبضہ نہیں کیا تو شفیع اس مکان کو وہ قیمت دیکر لیلے جو بائع کہتا ہے ف مثلاً مشتری کہتا ہے کہ میں نے یہ مکان چار سو روپیہ میں خریدا ہے اور بائع کہتا ہے میں نے دو سو روپے میں بیع کیا تو شفیع دو سو روپے دیکر اُس مکان کو لیلے خواہ یہ مکان ابھی بائع کے قبضے میں ہو یا مشتری کے قبضے میں آگیا ہو ترجمہ اور مشتری کے زیادہ کہنے کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور اگر بائع قیمت پر قبضہ کر چکا ہے تو اب شفیع اِس مکان کو اس قیمت سے لے جو مشتری کہتا ہے اور بائع کے کہنے پر نہ جائے اور اگر بائع مشتری کو قیمت کا کچھ حصہ معاف کر دے تو اتنی ہی قیمت شفیع سے بھی ساقط ہو جائیگی اور اگر مشتری کو بائع نے ساری قیمت معاف کر دی ہے تو شفیع کے ذمہ سے ساری قیمت ساقط نہ ہوگی اور اگر بائع کو مشتری نے قیمت سے کچھ روپیہ زیادہ دیدیا ہے تو یہ زیادہ روپیہ دینا شفیع کے ذمہ لازم نہیں ہے اور اگر ایک مکان کے کئی شفیع ہوں تو شفعہ اُن سب کو برابر ملیگا اور ملکوں کے اختلاف کا اعتبار نہ کیا جائیگا ف اِس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک مکان کے تین آدمی مالک تھے لیکن انمیں سے ایک کا نصف مکان تھا اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا چھٹا حصہ پھر نصف والے نے اپنا سارا حصہ فروخت کر دیا اور دونوں شفیعوں نے شفعہ کا دعویٰ کیا تو ہمارے نزدیک ان دونوں کو قاضی نصف نصف مکان دلا دیگا اُنکی ملک کے کم و بیش ہونے کا کچھ اعتبار نہ کیا جائیگا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ شفعہ بھی اُن کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائیگا ترجمہ اور اگر کسی نے ایک مکان کسی چیز کے عوض خریدا (یعنی روپیہ وغیرہ مثلی چیز نہیں دی) تو شفیع اس مکان کو اُس چیز کی قیمت دیکر لیلے اور اگر اُسنے کیلی یا وزنی چیز سے خریدا ہے تو شفیع بھی اُسی کی مثل کیلی یا وزنی چیز دے کر لیلے ف مثلاً کسی نے

ایک مکان دس من گیہوں یا اور کسی ایسی ہی چیز کے عوض خریدا تھا تو شفیع بھی دس من گیہوں ہی دیکر لیلے
ترجمہ اور اگر کسی نے ایک مکان دوسرے مکان کے عوض فروخت کیا ہے تو شفیع ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کی
قیمت سے لیلے ف جوہرہ میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ یہ شخص اُن دونوں مکانوں کا
شفیع ہو لیکن اگر انمیں سے ایک ہی کا شفیع ہو تو بس اسی دوسرے مکان کو یعنی جو مشتری نے بدلے میں
دیا ہے قیمت دیکر لیلے ترجمہ اور اگر شفیع سے کسی نے یہ بیان کیا کہ (تمہارے پڑوس میں) فلانا مکان
ایک ہزار (روپیہ) میں فروخت ہوگیا ہے یہ سُنکر اُسنے شفعہ سے دست کشی کر لی پھر اُسے معلوم ہوا کہ وہ
مکان اِس سے کم میں فروخت ہوا ہے یا گیہوں یا جَو سے فروخت ہوا ہے جنکی قیمت اکہزار ریا اس سے بھی
زیادہ ہے تو اُس کا دست کشی کرنا باطل (اور بیکار) ہے اور وہ شفعہ لے سکتا ہے ف ہدایہ میں لکھا ہے
کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ اُسنے شفعہ سے دست کشی محض قیمت زیادہ سمجھنے کیوجہ سے کی تھی اور جب قیمت کا
کم ہونا معلوم ہوگیا تو اب اُسکی وہ دست کشی باطل ہوگئی ترجمہ اور اگر (بعد میں) یہ معلوم ہوا کہ وہ مکان
اشرفیوں سے فروخت ہوا ہے جنکی قیمت اکہزار روپیہ ہے تو اب اس شفیع کو شفعہ نہ ملیگا ف کیونکہ
روپیہ اور اشرفیاں تو ذوات القیم ہونے کی وجہ سے دونوں ایک ہی چیز ہیں پس جب شفیع نے انکار کردیا
تو اس صورت میں اسکا انکار معتبر ہوگا ترجمہ اور اگر شفیع سے کسی نے یہ کہا کہ (تمہارے پڑوس کے
مکان کا) مشتری فلاں شخص ہے تو اُسنے شفعہ سے دست کشی کر لی پھر اُسے معلوم ہوا کہ مشتری کوئی
اور ہے تو اُسے شفعہ ملیگا اور اگر کسی نے دوسرے شخص کے لیئے (یعنی اسکی طرف سے وکیل بنکر)
ایک مکان خریدا تو شفعہ میں مدعی علیہ یہی شخص (یعنی وکیل ہی) ہوگا ہاں اگر اسنے وہ مکان موکل
کے حوالے کردیا ہو اور اگر کسی نے شفیع کیطرف سے لمبائی میں ایک ہاتھ بھر چھوڑ کر باقی سارے مکان کو
فروخت کردیا تو اس شفیع کے لیئے اب شفعہ نہیں ہے ف کیونکہ شفعہ کا استحقاق پڑوس ہونیکی وجہ سے
ہوتا ہے اور اس صورت میں جب ایک ہاتھ بھر زمین درمیان میں چھوڑ دی تو اب مبیع کے ساتھ اتصال
اور شفیع کا پڑوس نہ رہا کیونکہ پڑوس اُسی ہاتھ بھر زمین سے حاصل ہوتا ہے جو شفیع کے متصل ہے پس
جب بائع نے اسکو استثنا کرلیا تو یہ ایسی چیز میں ہوئی جسمیں پڑوس شمار نہیں ہوتا اور یہ شفعہ ساقط کرنیکا
ایک حیلہ ہے۔ جوہرہ نیرہ ترجمہ اور اگر کسی نے کسی مکان کا ایک حصہ پہلے خرید لیا تھا اور بعد میں باقی
مکان بھی خرید لیا تو ہمسایہ پہلے حصہ میں شفعہ کرسکتا ہے دوسرے میں نہیں ف شفعہ ساقط کرنیکا
یہ دوسرا حیلہ ہے اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک مکان اکہزار روپیہ کی قیمت کا تھا
اور اُسنے اسے اِس طرح فروخت کرنا چاہا کہ شفیع نہ لے سکے تو وہ اس مکان کے سو میں حصہ کو

تو نو سو روپیہ میں پہلے فروخت کردے اور باقی اسی مشتری کے ہاتھ نو حصّوں کو سو روپیہ میں فروخت کردے پس شفعہ کا دعویٰ خاص اسی دسویں حصہ میں اُسی قیمت کے ہو سکیگا اور باقی اُن نو حصّوں میں شفعہ نہ ہو سکیگا کیونکہ جسوقت اس مکان میں ان نو حصوں کو خریدا تو یہ اُس دسویں حصّہ سے اس مکان میں شریک ہو چکا ہے لہذا اب اس سے یہ نو حصّے نہیں لے سکتا جوہرہ نیرہ میں اسیطرح ہے ترجمہ اور اگر کسی نے نقد روپیہ سے کوئی مکان خریدا پھر مشتری نے روپیہ کے عوض بائع کو کپڑا دیدیا تو شفعہ میں روپیہ ہی دیا جائیگا نہ کہ کپڑا اور شفعہ ساقط کرنیکے لیئے کوئی حیلہ کرنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے اور اگر مشتری نے (کوئی زمین خرید کر اسمیں) مکان بنالیا یا باغ لگالیا پھر شفعہ کیوجہ سے وہ زمین قاضی نے شفیع کو دلادی تو اب شفیع کو اختیار ہے چاہے اُس زمین کی قیمت دیکر اسکو اور اُس مکان یا باغ کی اکھڑے ہوئے کی قیمت دیکر سکو لیلے یا مشتری سے اُنھیں اکھڑوادے (اور فقط زمین ہی لیلے) اور اگر کوئی زمین شفیع نے لیکر اُسمیں مکان بنالیا یا باغ لگالیا ہے پھر اُسکا کوئی اور حقدار نکل آیا تو یہ (اپنی دی ہوئی) قیمت کو بائع سے) پھیرلے اور مکان اور باغ کی قیمت نہ پھر گی ف کیونکہ اسکی قیمت اس صورت میں پھر سکتی ہے کہ جب اُسے کسی نے دھوکا دیا ہو اور یہاں مشتری وغیرہ کیطرف سے اُسے کوئی دھوکا نہیں ہوا بلکہ یہ اسنے خود کیا تھا اسلیئے اسکا کچھ معاوضہ نہ ملیگا ترجمہ اور اگر (کسی نے کوئی مکان خریدا تھا پھر وہ) مکان گرگیا یا اسکی چھت وغیرہ بغیر کسی کے کچھ کیئے جل گئی یا باغ تھا اور اُسکے درخت خشک ہو گئے تو اب شفیع کو اختیار ہے چاہے کل قیمت دیکر اُسکو لیلے اور چاہے نہ لے اور اگر مشتری نے مکان کو خود گرادیا ہے تو اب شفیع سے کہا جائیگا کہ اگر تو چاہے تو اس میدان کو اسکے حصّہ کی قیمت دیکر لیلے اور چاہے نہ لے اور اُس گرے ہوئے مکان کو اسے لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر کسی نے ایک باغ خریدا اور اُسکے درختوں پر پھل بھی لگا ہوا ہے تو شفیع اسکو معہ اُسکے پھل کے لیلے اور اگر مشتری نے کچھ پھل توڑ لیا ہے تو شفیع اتنی ہی قیمت کردے ف کیونکہ پھل بیع میں داخل ہو کر مقصود تھا لہذا اُسکے مقابلہ میں قیمت بھی رکھی جائیگی اگر پھل کم ہو گیا ہے تو شفیع کے ذمّہ سے قیمت بھی کم ہو جائیگی ترجمہ اور اگر (شفعہ کی وجہ سے) شفیع کو ایک مکان کے ملنے کا قاضی نے حکم دیدیا ہے اور وہ مکان ابھی اُس شفیع نے دیکھا نہ تھا تو اسے خیارِ رویت (یعنی دیکھنے کا اختیار) ہوگا پس اگر اسمیں اُسے کوئی عیب معلوم ہو تو اختیار ہے کہ اسکی وجہ سے اس مکان کو واپس کردے اگرچہ مشتری نے اس سے بری ہونیکی شرط کر لی ہو ف یعنی اگر مشتری نے یہ کہہ بھی دیا ہو کہ اگر اسمیں کوئی عیب ہوا تو میں اسکا ذمّہ دار نہ ہونگا باوجود ہونیکے بھی تمھیں لینا پڑیگا تو مشتری کے اِس کہنے کا کچھ اعتبار نہ ہوگا ترجمہ اور اگر کسی نے کوئی

مکان اُدھار خریدا (قیمت ادا کرنے کی کچھ مدت ٹھیرالی) تو شفیع کو اختیار ہے چاہے نقد قیمت دیکر اُسے ابھی لیلے اور چاہے اس مدت کے ختم ہونے تک صبر کرے اور بعد میں لیلے اور اگر چند شریکوں نے ایک مکان کو تقسیم کرلیا ہو تو اس تقسیم کرنیکی وجہ سے اُنکے پڑوسی کو شفعہ نہ پہونچیگا ف کیونکہ تقسیم کرنا تملیک نہیں ہے یعنی اسمیں کوئی غیر مالک نہیں بنایا جاتا بلکہ یہ حقوق علٰحدہ علٰحدہ کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اس سے شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا۔ کذا فی الجوہرۃ ترجمہ اگر کسی نے کوئی مکان خریدا اور شفیع نے شفعہ سے دست کشی کرلی پھر مشتری نے قاضی کے حکم سے خیار رویت یا خیار شرط یا کسی عیب کے باعث اُسے واپس کردیا تو اب شفیع کے لیئے (اس میں) شفعہ نہیں ہے اور اگر اُسے بغیر حکم قاضی کے واپس کیا ہے یا بیع کا اقالہ کرلیا ہے تو اب شفیع کے لئے شفعہ کرنا درست ہے۔

کتاب الشرکۃ

شرکت کا بیان

ف لغت میں شرکت کے معنی ملانے کے ہیں لیکن شرع میں شرکت سے مراد یہ ہے کہ یہ دو آدمیوں کے درمیان ایک عقد ہو جو اصل اور نفع دونوں میں شریک ہوں۔ جوہرہ نیرہ ترجمہ شرکت دو طرح پر ہے ایک شرکت املاک کی دوسری شرکت عقود کی۔ املاک کی شرکت یہ ہے کہ ایک چیز کے دو وارث ہوجائیں یا دو آدمی (ملکر) اُسے خریدلیں پس (اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ) ان دونوں (شریکوں) میں سے ایک کو دوسرے کے حصہ میں بغیر اسکی اجازت کے تصرف کرنا جایز نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حصے میں مثل اجنبی آدمی کے ہے اور دوسری قسم یعنی شرکت عقود کی چار قسمیں ہیں مفاوضہ عنان شرکت صنائع۔ شرکت وجوہ۔ شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ دو آدمی یہ شرط کرلیں (یعنی آپس میں یہ ٹھیرالیں) کہ مال میں اور تصرف میں اور قرضہ میں دونوں برابر رہینگے پس یہ شرکت ایسے دو آدمیوں میں جایز ہے کہ دونوں آزاد ہوں دونوں مسلمان ہوں دونوں بالغ ہوں دونوں عاقل ہوں اور آزاد اور غلام کے درمیان میں اور لڑکے اور بالغ کے درمیان میں اور مسلمان اور کافر کے درمیان یہ شرکت جایز نہیں ہے اور یہ وکالت اور کفالت پر منعقد ہوتی ہے (یعنی یہ دونوں شریک آپس میں ایک دوسرے کے وکیل اور کفیل ہوتے ہیں) اور ان میں سے جو نسا کوئی چیز خریدے گا تو وہ سب شرکت میں ہوگی سوائے اپنے بال بچوں کے کھانے اور کپڑے اور ان میں سے جس کے ذمہ ایسی چیز کے بدلے قرض ہوگا کہ اس میں شرکت درست ہوتی ہے تو دوسرا اسکا ضامن ہوگا ف یعنی دونوں کے یکساں اور برابر ہونیکی وجہ سے

دوسرا ضامن ہوگا کیونکہ یہ شرکت کفالت پر منعقد ہوتی ہے پس اس شرکت ہی کی وجہ سے دوسرا اسکا کفیل ہوگیا ہے کہ اسکے بدلے میں وہ دیگا اسلیئے قرض خواہ اس سے مطالبہ کرسکتا ہے۔ جوہرہ ترجمہ اور اگر ان دونوں میں سے ایک کو ایسا مال وراثت میں ملگیا جسمیں شرکت درست ہوتی ہے یا کسی نے اُسکے لیے ہبہ کردیا اور وہ اُسکے قبضے میں آگیا تو (شرکت) مفاوضہ باطل ہوجائیگی اور شرکت عنان ہوجائیگی اور شرکت درہم ودنانیر (یعنی روپیہ اور اشرفیوں) ہی سے منعقد ہوتی ہے یا ان جیسوں سے جنکا رواج ہو اور انکے سوا اور چیزوں میں جایز نہیں ہے ہاں اگر لوگ کسی چیز سے معاملہ کرنے لگیں (یعنی بجائے روپیہ وغیرہ دینے اُسکا رواج ہوجائے۔ مثلاً سونے چاندی کی ڈھیلیاں تو ان دونوں کے ساتھ بھی شرکت درست ہوجائیگی اور اگر دو آدمی اسباب میں شرکت کرنی (یعنی ایک دوسرے کے اسباب میں شریک ہونا) چاہیں تو انمیں سے ہر ایک اپنے نصف مال کو دوسرے کے نصف مال سے فروخت کرکے پھر دونوں عقد شرکت کرلیں ف اسکی صورت یہ ہے مثلاً ایک آدمی کے پاس آٹھ من گیہوں ہیں اور دوسرے کے پاس بارہ من کجھور ہیں یا اور کوئی چیز ہے تو یہ دونوں چار من گیہوں چار من کجھور ایک دوسرے سے آپس ہی میں فروخت عقد شرکت کرلیں ترجمہ لیکن شرکت عنان سودہ وکالت پر منعقد ہوتی ہے کفالت پر نہیں ہوتی ف یعنی انمیں ایک دوسرے کا وکیل تو ہوتا ہے اور کفیل نہیں ہوتا وکیل ہونے اور کفیل نہ ہونے سے یہ نتیجہ نکلیگا کہ اگر انمیں سے ایک شریک نے کچھ اسباب خریدا تو بائع دوسرے شریک سے اسکی قیمت نہیں مانگ سکتا بلکہ مشتری ہی سے مانگیگا ہاں جب وہ مشتری قیمت دینے لگے تو آدھی یا حصہ رسد اس دوسرے شریک سے لے ترجمہ اور (اس شرکت عنان میں) مال میں زیادتی ہونی جایز ہے (مثلاً ایک شریک کے دس روپیہ ہوں اور دوسرے کے بیس ہوں) اور یہ بھی درست ہے کہ مال میں دونوں برابر ہوں اور نفع میں کم زیادہ ہوں اور یہ بھی جایز ہے کہ انمیں سے ہر ایک اپنے تھوڑے مال سے شرکت کرلے اور سارے سے نہ کرے اور یہ شرکت اسی مال سے درست ہوتی ہے جس سے شرکت مفاوضہ کا درست ہونا ہم بیان کرچکے ہیں (یعنی نقد روپیہ یا اشرفیوں سے ہوتی ہے اور اسباب سے نہیں ہوتی) اور جایز ہے کہ یہ دونوں شریک ہوجائیں اور ایک کی طرف سے روپیہ ہوں اور دوسرے کی طرف سے اشرفیاں ہوں اور ان میں سے جو شے کوئی چیز شرکت کے لئے خریدیگا تو اُس کی قیمت کا وہی دینے والا ہوگا نہ کہ دوسرا اور یہ اپنے شریک کے حصے کے موافق اس سے لیلے اور اگر ان دونوں نے ابھی کوئی چیز (شرکت کی) نہیں خریدی تھی اور شرکت کا سارا روپیہ جاتا رہا یا دونوں میں سے ایک کا جاتا رہا تو یہ شرکت باطل ہوجائیگی اور اگر ان میں سے ایک نے اپنے روپیہ سے کوئی چیز خریدلی تھی اور دوسرے نے

ابھی کچھ نہیں خریدی تھی کہ اس کا روپیہ جاتا رہا تو یہ (ایک کی) خریدی ہوئی دونوں میں انکی شرط کے مطابق (مشترک) رہیگی اور خریدنے والا اپنے شریک کے حصہ کے موافق اسکی قیمت کا روپیہ اس سے لیلے اور یہ شرکت ہوجاتی ہے اگر اُن دونوں نے روپیہ نہ ملایا ہو اور شرکت اس صورت میں درست نہیں رہتی کہ جب نفع میں سے ایک شریک کے لئے کچھ معین روپیہ ٹھیرادیا جائے ف مثلاً دو آدمی شریک ہوں اور ایک دوسرے سے کہے کہ اسمیں جو کچھ نفع ہوگا اسمیں سے پانچ روپیہ تمھیں دونگا اور باقی میں رکھونگا تو اسطرح سے شرکت کرنی درست نہیں ہوتی ترجمہ شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان کے دونوں شریکوں کو یہ اختیار ہے کہ مال کو بضاعت اور مضاربت کے طور پر کسی کو دیدیں ف بضاعت اُسے کہتے ہیں کہ ایک آدمی اپنا مال دوسرے آدمی کو دیدے تاکہ وہ اس سے تجارت کرے اور نفع اُسے دیتا رہے کیونکہ تاجروں کا قاعدہ ہوتا ہے کنز کی شرح عینی میں اسی طرح ہے ترجمہ اور (یہ بھی اختیار ہے کہ) ایسے آدمی کو وکیل کردے جو اسمیں تصرف کرے اور رہن رکھدے اور رہن رکھلے اور ایک اجنبی آدمی کو اُسکے لئے نوکر رکھلے اور نقد اور اُدھار (جیسا موقع دیکھے) خرید فروخت کرے اور اس مال پر اس (وکیل) کا قبضہ مثل امانت پر قبضہ ہونیکے ہوگا کہ اگر تلف ہوگیا تو اُسپر تاوان نہ آئیگا اور شرکت صنائع یہ ہے کہ دو (پیشہ ور مثلاً دو) درزی یا دو رنگریز اس شرط پر شریک ہوجائیں کہ دونوں کام لینگے اور دونوں ہی اُجرت تقسیم کرلینگے تو اس قسم کی شرکت جائز ہے اور ان دونوں میں سے جب کوئی کسی کام کو لیگا تو اسپر اور اُسکے شریک پر اُسکو کرنا لازم ہوگا اور اگر ایک نے کیا دوسرے نے نہ کیا تو اُسکی اُجرت دونوں میں نصفا نصف ہوگی۔ اور شرکت وجوہ یہ ہے کہ دو آدمی اس شرط پر شریک ہوجائیں کہ دونوں اپنے اپنے اعتبار پر خرید و فروخت کریں اور روپیہ پیسہ دونوں کے پاس نہ ہو یہ شرکت اس طرح پر جائز ہے اور انمیں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اسمیں کہ جو دوسرا خریدے پس اگر دونوں میں یہ شرط ہوگئی ہے کہ جو چیز خریدی جائیگی وہ نصفا نصف ہوگی تو نفع بھی نصفا نصف ہی ہوگا اور اسمیں کمی زیادتی جائز نہیں ہے ف یعنی نفع میں یہ نہ ہوگا کہ ایک دو حصہ لیلے اور دوسرا ایک حصہ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ نفع کا استحقاق ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے اور ضمان اُس خریدی ہوئی چیز کی ملک کے تابع ہے مثلاً اگر کوئی اسمیں سے نصف کا مالک ہے تو اُسے نصف قیمت دینی پڑتی ہے اور جو تین حصوں کا مالک ہے اُسے تین حصوں کی دینی پڑتی ہے اسلئے نفع بھی اسی ملک کے موافق قرار دیا جائیگا۔ عینی شرح کنز ترجمہ اور اگر دونوں نے یہ شرط کرلی ہے کہ خریدی ہوئی چیز دونوں میں تین تہائی رہیگی (یعنی ایک کے دو حصے ہونگے اور دوسرے کا ایک حصہ) تو نفع بھی اسی حساب سے

تقسیم ہوگا اور ایندھن لانے اور گھاس جمع کرنے میں شرکت درست نہیں ہے اور ان دونوں میں سے جب کوئی کچھ شکار کریگا یا ایندھن لائیگا تو وہ اُسی کا ہوگا اسکے شریک کا (اسمیں حصّہ) نہ ہوگا ف یہ اُس صورت میں ہے کہ دونوں نے ملانہ دیا ہو اور اگر ملادیا ہے تو وہ دونوں میں اُسی کے موافق تقسیم ہوگا جو دونوں میں شرط ٹھہر چکی ہے اور اگر کوئی شرط نہیں ٹھہری تو ہر ایک کا قول دوسرے کے دعوے کے مقابلہ میں قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ جوہرہ نیرہ ترجمہ اور اگر دو آدمی شریک ہوجائیں ایک کا خچر (یا بیل) ہو اور دوسرے کا چرس ہو اس شرط پر کہ اس چرس سے پانی کھینچا جائے اور اُجرت دونوں میں نصفا نصف ہو تو یہ شرکت جائز نہیں ہے اور اُجرت سب اُسکی ہوگی جسنے پانی کھینچا ہے اور اُسپر خچر یا بیل کی اُجرتِ مثل واجب ہوگی ف اُجرتِ مثل سے یہ مراد ہے کہ جو ویسے بیل وغیرہ کا کرایہ پانی کھینچنے میں دیا جاتا ہوگا وہی اُسے بھی دینا پڑیگا ترجمہ اور جو شرکت فاسد ہوجائے اُسمیں نفع اصلی مال کے حساب سے (تقسیم) ہوگا اور کمی زیادتی کی شرط باطل ہوجائیگی (کیونکہ نفع مال کے تابع ہوتا ہے اسلیئے اُسکے اندازہ دیا جائیگا) اور اگر ایک شریک مرگیا یا مرتد ہوکے دارالحرب میں چلا گیا تو وہ شرکت باطل ہوگئی اور دونوں شریکوں میں سے ایک کے لئے یہ جایز نہیں ہے کہ دوسرے (شریک) کی بغیر اجازت اُسکے مال کی زکوٰۃ دیدے ف کیونکہ زکوٰۃ دینا تجارت میں داخل نہیں ہے اسلئے اسمیں کچھ تصرف کرنیکا اسے اختیار نہیں ہے ترجمہ اور اگر انمیں سے ہر ایک نے اپنی زکوٰۃ دینے کی دوسرے کو اجازت دیدی تھی پھر انمیں سے ہر ایک نے اپنی بھی اور دوسرے کے بھی زکوٰۃ دیدی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دوسرا (یعنی جسنے بعد میں دی ہوگی) ضامن ہوگا خواہ اُسے پہلے کے دینے کی خبر ہو یا نہ ہو ف یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ دونوں نے آگے پیچھے دی ہو اور اگر دونوں نے ساتھ دی ہے تو ہر ایک دوسرے کا ضامن ہوگا ترجمہ اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اگر اُسے معلوم نہیں ہوا ہے تو وہ ضامن نہ ہوگا۔

کتاب المضاربۃ

مضاربت کا بیان

ترجمہ مضاربت اُسے کہتے ہیں کہ دو شریکوں میں سے روپیہ ایک کا ہو اور کام (یعنی تجارت وغیرہ کرنا) دوسرے کا اور نفع میں دونوں شریک ہوں اور مضاربت اُسی مال (یعنی روپیہ وغیرہ) سے درست ہوتی ہے جس سے شرکت کا درست ہونا ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اور شرط مضاربت (کے) درست ہونے) کی یہ ہے کہ نفع میں دونوں شریک ہوں ان دونوں میں سے کوئی نفع میں سے معین روپوں کا

مستحق نہیں ہوتا ف مثلاً اگر کسی نے پچاس روپیہ مضاربت کے طور پر دیئے تو اس دینے والے کو یہ استحقاق نہیں ہے کہ نفع میں سے پانچ روپیہ اپنے معیّن کرے بلکہ جو نفع ہو اُسے آپس میں بلاتعیین تقسیم کرتے رہیں اور جتنے روپیہ دیا ہے اُسے رب المال کہتے ہیں اور جو تجارت وغیرہ کریگا اُسے مضارب ترجمہ اور (مضاربت میں) یہ ضروری ہے کہ روپیہ مضارب کے سپرد کر دیا جاوے اور اُس روپیہ کے مالک کا اوپر کسی قسم کا قبضہ نہ ہو پھر جب مضاربت مطلق ٹھہر جائے یعنی کسی جگہ یا کسی موسم یا کسی خاص اسباب کی اسمیں قید نہ ہو) تو مضارب کو خرید و فروخت کرنا اور سفر کرنا (کے باہر جانا) اور بضاعت پر روپیہ دینا اور (کسی ضرورت کے لیئے وکیل کرنا جایز ہے اور اُسے یہ جایز نہیں ہے کہ مضاربت کے طور پر یہ روپیہ کسی اور کو دیدے ہاں اگر مالک نے اسے اسکی اجازت دیدی ہو یا یہ کہدیا ہو کہ جسطرح سمجھ میں آئے کر اور اگر مالک نے کسی خاص شہر میں یا کسی خاص مال تجارت کرنے کی قید لگا دی ہے تو اس (مضارب) کو اس کے خلاف کرنا جایز نہیں ہے اور اسی طرح اگر مضاربت کی کوئی مدت معیّن کر دی جائے تب بھی جایز ہے اور اس مدت کے گزرنے پر مضاربت باطل ہو جائیگی اور مضارب کے لیئے رب المال کے باپ اور بیٹے اور ایسے شخص کو خریدنا جایز نہیں ہے جو اس (رب المال کی ملکیت میں آنے) پر آزاد ہو جائے (یعنی ذی رحم محرم) اور اگر اُسنے اُنکو خرید لیا تو یہ خرید اسی مضارب کے لئے ہوگی نہ کہ مضاربت (کے مال) سے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ عقد مضاربت محض نفع حاصل کرنے کے لئے تجویز کی گئی ہے اور نفع جب ہی ہوگا کہ جب یہ یکے بعد دیگرے اُس روپے میں تصرف کرے حالانکہ اگر اُسنے اسکے ذی رحم محرم کو خرید لیا اور وہ اُس کے مالک ہو جانے کے باعث آزاد ہو گیا تو اُس روپیہ میں یکے بعد دیگرے تصرف ہونا نہ پایا گیا اسلیئے یہ مضاربت نہ رہی۔ کذا فی الہدایہ ترجمہ اور اگر مال میں نفع ہے تب بھی اس مضارب کو ایسے آدمی کا خریدنا جایز نہیں ہے جو مضارب پر آزاد ہو جائے ف یعنی مضارب کا ذی رحم محرم ہو جو مضارب کی ملکیت میں اُسکی طرف سے فوراً آزاد ہو جائے ترجمہ اور اگر یہ ایسے آدمیوں کو خریدیگا تو مضاربت کے روپے کا ضامن ہوگا (کہ اُسے تاوان دینا پڑے گا) اور اگر مال میں نفع نہیں ہے تو اُسے اُن کا خریدنا جایز ہے ف کیونکہ اگر اُس نے اپنے کسی ذی رحم محرم کو خرید لیا اور اُس کی قیمت مضاربت کی ترجمہ اور اگر دونوں نے یہ شرط کر لی ہے کہ خریدی ہوئی چیز دونوں میں تہائی رہیگی (یعنی ایک کے دو حصہ ہوں گے اور دوسرے کا ایک حصہ) تو نفع بھی اُسی حساب سے تقسیم ہوگا اور ایندھن لانے اور گھاس جمع کرنے اور شکار کرنے میں شرکت درست نہیں ہے اور ان دونوں میں سے اسے بیع کر سکتا ہے۔ کنز کی شرح عینی میں اس طرح ہے

ترجمہ پھر اگر (خریدنے کے بعد) انکی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کا حصہ انمیں سے آزاد ہوجائیگا اور مضارب کے ذمہ رب المال کا کچھ نہ ہوگا ف کیونکہ اسمیں مضارب کی کوئی خطا نہیں ہے نہ قیمت کے بڑھنے میں اور نہ اُسکے اپنے حصہ کے مالک ہونے میں بلکہ یہ صورت تو حکم شریعت کی وجہ سے پیش آگئی ہے کذا فی الہدایہ والنہایہ ترجمہ اور یہ آزاد شدہ اپنی قیمت میں سے رب المال کے حصہ کی قیمت ادا کرنے میں کوشش کریگا اور جب مضارب نے مضاربت کے طور پر کسی دوسرے شخص کو روپیہ دیدیا حالانکہ رب المال نے اُسے اسکی اجازت نہیں دی تھی اور یہ بھی نہیں کہا تھا کہ جس طرح تیری سمجھ میں آئے کرنا) تو محض (روپیہ) دینے سے اُسپر تاوان نہ آئیگا اور نہ دوسرے مضارب کے محض تصرف کرنے سے یہانتک کہ اسمیں کچھ نفع ہوجائے اور جب نفع ہوجائیگا تو پہلا مضارب رب المال کے روپیہ کا ضامن ہوجائیگا ف یہ روایت امام ابوحنیفہ سے حسن نے کی ہے کہ نفع ہونے پر ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ دوسرے مضارب کے تصرف کرنے ہی سے پہلا مضارب ضامن ہوجائیگا خواہ نفع ہو یا نہ ہو اور ظاہر الروایۃ امام ابوحنیفہ سے یہی ہے۔ ہدایہ اور جوہرہ میں اسی طرح ہے ترجمہ اور جب رب المال نے نصفا نصفی نفع پر مضارب کو روپیہ دیدیا اور پھر اُسے اجازت دیدی کہ تو یہ روپیہ مضاربت کے طور پر اور کسی کو دیدیا اور اُسنے (اپنی طرف سے) تہائی نفع پر دیدیا تو بھی جایز ہے پس اگر رب المال نے اپنے مضارب سے یہ کہدیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ اسمیں نفع دیگا وہ ہم تم نصفا نصف لے لیں گے تو (اس صورت میں) اس رب المال کو نصف نفع ملیگا اور دوسرے مضارب کو تہائی (کیونکہ پہلے مضارب نے اسکا تہائی نفع ٹھہرادیا تھا) اور پہلے مضارب کو (نفع کا) چھٹا حصہ اور اگر رب المال نے اس طرح کہا تھا کہ جو نفع اللہ تعالیٰ تجھے دیگا وہ ہم تم دونوں نصفا نصف کرلینگے تو (اس صورت میں) دوسرے مضارب کو تہائی (نفع) ملیگا اور جو بچیگا اسے رب المال اور پہلا مضارب نصفا نصف لے لینگے اور اگر (رب المال نے) یہ کہدیا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ نفع دیگا اسمیں سے نصف میرا ہے پھر پہلے مضارب نے دوسرے کو بھی نصف ہی نفع پر دیدیا تو (اس صورت میں) نصف نفع دوسرے مضارب کا ہوگا اور نصف رب المال کا اور پہلے مضارب کو کچھ نہ ملیگا اور اگر دوسرے مضارب نے (اپنے لیے دو تہائی نفع ٹھہرالیا ہے تو نصف نفع رب المال لے لیگا اور نصف دوسرا مضارب اور اس دوسرے مضارب کو پہلا مضارب اپنے مال میں سے نفع کے چھٹے حصہ کے دینے کا ضامن ہوگا اور جب رب المال یا مضارب مرگیا تو مضاربت باطل ہوگئی اور جب رب المال اسلام سے مرتد ہوکر دارالحرب میں جاملا تو تب بھی مضاربت باطل ہوجاتی ہے ف پہلی صورت میں مضاربت باطل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ مضاربت اصل میں توکیل ہے اور موکل کے مرنے سے وکالت باطل ہوجاتی ہے

اور اسی طرح وکیل کے مرنے سے بھی ہدایہ میں اسی طرح ہے اور مرتد ہونیکی حالت میں اسکی دو صورتیں ہیں اگر اسکے دار الحرب میں چلے جانے کا حاکم نے بھی حکم کر دیا ہے تو جس روز وہ مرتد ہوا تھا اُسی روز سے مضاربت باطل ہو جائیگی کیونکہ سرکاری حکم ہونے پر وہ کسی چیز کا مالک نہیں رہتا بلکہ اسکے وارث مالک ہو جاتے ہیں پس یہ مثل اسکے مرنے کے ہو جاتا ہے اور اگر سرکاری حکم نہیں ہوا تو وہ مضاربت موقوف رہتی ہے جو ہو زیر ترجمہ اور اگر رب المال نے مضارب کو معزول کر دیا اور اُسے اپنے معزول ہونیکی خبر نہیں ہوئی یہانتک کہ اُسی اثنا میں اُسنے کوئی چیز خرید لی یا کوئی چیز فروخت کر دی تو اس کا تصرف جایز ہوگا ف کیونکہ مضارب رب المال کی طرف سے وکیل ہے اور وکیل کو قصداً معزول کرنا اسکے معلوم ہونے پر موقوف ہوتا ہے ترجمہ اور اگر اُسے اپنا معزول ہونا معلوم ہو گیا اور روپیہ اسباب میں لگا ہوا ہے (نقد روپیہ اُسکے پاس نہیں ہے) تو اُسے اسباب کا بیچنا جایز ہے اور معزول ہونا اس سے اسکو نہیں روک سکتا اور اسکے بعد اس اسباب کی قیمت سے اُسے اور کوئی چیز خریدنی جایز نہیں ہے اور اگر رب المال نے اسے ایسی حالت میں معزول کیا کہ اصل مال اُسکے پاس روپیہ یا اشرفیاں نقد ہیں تو انمیں اب اُسے تصرف کرنا جایز نہیں ہے اور اگر رب المال اور مضارب علیحدہ علیحدہ ہو گئے (یعنی مضاربت توڑ دی) اور (مضاربت کا) روپیہ اودھار میں ہے اور مضارب اسمیں سے منافع لے چکا ہے تو اس اودھار کو وصول کرنے پر حاکم مضارب پر جبر کرے (کہ وہ وصول کر کے رب المال کو دیدے) اور اگر اسمیں منافع نہیں ہوا تھا تو اب وصول کرنا مضارب کے ذمہ لازم نہیں ہے اور اس سے کہا جائیگا کہ روپیہ وصول کرنیکے لئے تو (اپنی طرف سے) رب المال کو وکیل کر دے اور اگر مضاربت کے مال سے کچھ تلف ہو جائے تو وہ منافع سے مجرا دیا جائیگا نہ کہ رب المال سے اور اگر تلف شدہ مال منافع سے بڑھ جائے تو اُسکا تاوان مضارب کے ذمہ نہیں ہے اور اگر وہ دونوں منافع تقسیم کر چکے ہیں اور مضاربت بدستور ہے یعنی اُسے ابھی نہیں توڑا) پھر سارا مال یا کچھ مال تلف ہو گیا تو دونوں منافع لوٹا دیں تاکہ رب المال کی اصلی رقم پوری ہو جائے پھر اگر کچھ روپیہ بچے تو اُسے دونوں تقسیم کر لیں اور اگر اصلی رقم میں کچھ کمی رہ جائے تو مضارب کے ذمہ اسکا تاوان نہیں ہے اور اگر دونوں نے منافع تقسیم کر کے مضاربت توڑ دی اور بعد میں پھر مضاربت کر لی اور اب سارا مال تلف ہو گیا تو اس صورت میں پہلے منافع کو دونوں نہ لوٹائیں اور مضارب کو نقد اور اودھار دونوں طرح سے بچنا جایز ہے اور مضاربت کے مال سے نہ کسی غلام کا نکاح کرے اور نہ کسی لونڈی کا

کتاب الوکالت

وکالت کا بیان

ترجمہ جو معاملہ آدمی کو خود کرنا جایز ہے اُس میں دوسرے کو وکیل کرنا بھی جایز ہے ف اور جو معاملہ آدمی کو

خود کرنا جایز نہیں ہے تو اس میں وکیل کرنا بھی جایز نہیں ہے مثلاً کوئی شراب یا سور وغیرہ حرام چیزوں کی خرید و فروخت کے لئے کسی کو وکیل کردے تو یہ جایز نہیں ہے ترجمہ اور کل حقوق کے ادا کرنے اور اُن کے حاصل کرنے میں وکیل کرنا جایز ہے اور حقوق پر قبضہ کرنے میں بھی وکیل کر دینا جایز ہے مگر حدود اور قصاص میں جایز نہیں ہے کیونکہ انکی انجام دہی پر باوجود مؤکل کے اس جگہ موجود نہ ہونے کے وکالت درست نہیں ہوتی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حقوق کی جواب دہی کے لئے وکیل کرنا بغیر رضامندی طرف ثانی کے جایز نہیں ہے ہاں اگر مؤکل بیمار ہو یا تین منزل پر ہو یا اس سے بھی زیادہ دُور ہو اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ بغیر طرف ثانی کی رضامندی کے وکیل کر دینا جایز ہے اور وکالت (درست ہونے) کی شرط یہ ہے کہ مؤکل ایسا شخص ہو جو تصرف کا مالک ہو اور اسپر (اس تصرف کے) احکام لازم آتے ہوں (بخلاف لڑکے اور دیوانے کے) اور وکیل ایسا شخص ہو جو بیع کو (بلکہ ہر معاملہ کو) سمجھتا اور اسکا قصد کرتا ہو اور اگر آزاد بالغ (عاقل) یا غلام ماذون اپنے جلیسوں کو وکیل کردیں تو جایز ہے اور اگر کوئی ان میں سے ایسے مجور لڑکے کو وکیل کردے جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہو یا کسی مجور غلام کو وکیل کردے تو جایز ہے لیکن حقوق کو ان دونوں سے کچھ تعلق نہ ہوگا بلکہ وہ ان دونوں کے مؤکلوں کی طرف راجع ہونگے اور وہ معاملے جو وکلا کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جنکو وکیل اپنی طرف منسوب کرتا ہے جیسے خرید و فروخت اجارہ پس انکے حقوق وکیل ہی کیطرف راجع ہوتے ہیں نہ کہ مؤکل کیطرف پس وکیل ہی مبیع کو (مشتری کے) سپرد کریگا اور وہی قیمت وصول کریگا اور جب کوئی چیز خریدیگا تو اُسی سے قیمت طلب کیجائیگی اور وہی مبیع پر قبضہ کریگا اور اُسی سے (مبیع کے اندر) عیب (وغیرہ ہونے) میں جھگڑا کیا جائیگا دوسرے، وہ کہ جنکو وکیل اپنے مؤکل کیطرف منسوب کرتا ہے جیسے نکاح خلع، دم عمد سے صلح کرنی کیونکہ انکے حقوق مؤکل کیطرف راجع ہوتے ہیں نہ کہ وکیل کی طرف پس شوہر کے وکیل سے مہر کا مطالبہ نہیں ہو سکتا اور نہ عورت کے وکیل پر اس عورت کا (خاوند کے) سپرد کرنا لازم ہے اور اگر (خود) مشتری سے قیمت مانگے تو مشتری کے لیے جایز ہے کہ اسکو قیمت نہ دے ف کیونکہ یہ مؤکل بیع اور اُسکے حقوق کی بہ نسبت بالکل اجنبی ہے اور اس کا کارنامہ وہ وکیل ہی ہے۔ ہدایہ اور جو ہرہ میں اسیطرح ہے ترجمہ اور اگر مشتری نے مؤکل کو قیمت دیدی تو جایز ہے (قیمت ادا ہو جائیگی) اور وکیل کو دوبارہ اس سے قیمت مانگنی جایز نہیں ہے اور اگر کوئی کسی شخص کو کسی چیز کے خریدنے کے لیے وکیل کرے تو ضرور ہے کہ اسکی جنس اور صفت بتادے اور اُسکی قیمت معین کردے ہاں اگر اسنے اسکو مختار عام کر دیا اور یہ کہدیا کہ تو جو کچھ دیکھے میرے لیے خرید لے (تو اس صورت میں قیمت وغیرہ معین کرنے کی ضرورت نہیں ہے) اور جب وکیل نے کوئی چیز خرید لی اور اُسپر اپنا قبضہ کر لیا پھر اس میں کوئی عیب معلوم ہوا تو جبتک یہ مبیع

اسکے قبضہ میں ہے اس عیب کیوجہ سے اس کا واپس کردینا جائز ہے اور اگر اسنے مؤکل کی سپرد کردی تھی تو اب بغیر مؤکل کی اجازت کے اسکو واپس نہ کرے اور عقد صرف اور عقد سلم میں (بھی) وکیل کرنا جائز ہے پس اگر وکیل قبضہ کرنیسے پہلے اپنے معاملہ والے سے جدا ہوگیا تو وہ عقد باطل ہوجائیگا اور مؤکل کے جدا ہونیکا کچھ اعتبار نہیں ہے اور جب وکیل بالشرا نے (یعنی جو کسی چیز کے خریدنے کے لیئے وکیل کیا گیا تھا) اپنے روپیہ میں (مبیع کی) قیمت دیدی اور مبیع پر قبضہ کرلیا تو وہ قیمت اُسے مؤکل سے لینی چاہیئے اور اگر قبل اسکے کہ وکیل اپنے روپیہ کیوجہ سے اس مبیع کو روکے اور وہ مبیع وکیل کے پاس تلف ہوجائے تو وہ مؤکل کے مال سے تلف ہوگی (یعنی تلف ہوجانے پر بھی وکیل مؤکل سے قیمت لیگا) اور وکیل کے لیے جائز ہے کہ جبتک اُسکی قیمت وصول نہ کرلے وہ مبیع مؤکل کو نہ دے پس اگر اسنے مبیع کو (قیمت لینے کی وجہ سے) روک لیا اور وہ اسکے پاس تلف ہوگئی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مثل ضمان رہن کے ذمیدار ہوگا **ف** یعنی اگر اس تلف شدہ مبیع سے قیمت کا پورا پٹ سکتا ہے تو مؤکل کے ذمہ کچھ نہیں اور اگر قیمت میں کمی رہتی ہے تو جسقدر کمی ہے یہ وکیل مؤکل سے وصول کرے جیسا کہ رہن میں بھی یہی ہوتا ہے ترجمہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مثل ضمان بیع کے ذمیدار ہوگا **ف** ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے اور مثل ضمان بیع سے یہ مراد ہے کہ اُس مبیع کی قیمت وکیل کے ذمہ ہوگی خواہ تھوڑی یا بہت ہو کیونکہ وکیل مؤکل کی نسبت مثل بائع کے ہے اس کا مبیع کو روکنا قیمت وصول کرنے کے لیئے تھا اور جب اُسی کے پاس مبیع تلف ہوگئی تو گویا بائع ہی کے پاس تلف ہوئی لہذا اب یہ مؤکل سے قیمت نہیں لے سکتا **ترجمہ** اور جب کسی شخص نے دو آدمیوں کو وکیل کردیا تو جس چیز میں یہ دونوں وکیل کیے گئے ہیں اُنمیں انمیں سے ایک کو بلا دوسرے کے موجود ہوئے تصرف کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر اسنے ان دونوں کو کسی جواب دہی یا بغیر کسی عوض کے اپنی بی بی کو طلاق دینے یا بغیر کسی عوض کے اپنے غلام کو آزاد کرنے یا امامت واپس کردینے یا قرض ادا کردینے کے لیے وکیل کیا ہو **ف** کیونکہ ان کاموں کو انمیں سے ایک بھی انجام دے سکتا ہے دو کے ہونے میں کوئی فائدہ نہیں ہے دوسرے یہ کہ جب کسی جواب دہی میں دونوں شریک ہونگے تو دونوں نہیں سمجھائینگے لہذا انمیں سے ایک دوسرے کے قائم مقام ہوجائے۔ جوہرہ نیرہ **ترجمہ** اور وکیل کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جس کام میں یہ خود وکیل کیا گیا ہے اُسمیں کسی اور کو وکیل کردے ہاں اگر مؤکل نے اُسے اجازت دیدی ہو یا یہ کہدیا ہو کہ تو اپنی رائے سے کام کر پس اگر اسنے اپنے مؤکل کی بغیر اجازت کے کسی کو وکیل کردیا اور اُسکے وکیل نے اُسکے سامنے ہی کچھ خرید و فروخت کی تو جائز ہے اور اگر اُسکی عدم موجودگی میں کی اور اس کے پہلے وکیل نے اُسکو پسند کرلی تو یہ بھی جائز ہے اور مؤکل کو جائز ہے کہ جب چاہے اپنے وکیل کو

وکالت سے معزول کردے پھر اگر وکیل کو اپنے معزول ہونیکی خبر نہیں پہونچی تو وہ اپنی وکالت پر ہے اور جبتک اُسے معلوم نہو اُسکا تصرف جایز (اور معتبر) ہے ف کیونکہ وکیل کرنا مؤکل کا حق ہے پس یہ اپنے حق کو باطل کرسکتا ہے ہاں اگر اُسکے ساتھ غیر کا حق متعلق ہوگیا ہو تو اس صورت میں وکیل کو معزول کرنے میں اس غیر کے حق کو باطل کرنا لازم آئیگا اور یہ جایز نہیں ہے ہدایہ میں اسی طرح ہے ترجمہ اور مؤکل کے مرنے اور اسکے بالکل دیوانہ ہونے اور مرتد ہوکر دارالحرب میں چلے جانیسے وکالت باطل ہوجاتی ہے اور جب کسی نے (خرید یا فروخت کے لیے) مکاتب کو وکیل کیا پھر وہ (بدل کتابت ادا کرنیسے) عاجز ہوگیا یا ماذون غلام کو وکیل کیا پھر وہ محجور ہوگیا یا دو شریک تھے پھر وہ علیحدہ علیحدہ ہوگئے (یعنی شرکت توڑدی) تو یہ سب صورتیں وکالت کو باطل کردیتی ہیں خواہ وکیل کو معلوم ہو یا نہو اور جب وکیل مرگیا یا وہ بالکل دیوانہ ہوگیا تو اُسکی وکالت باطل ہوگئی اور اگر وہ مرتد ہوکر دارالحرب میں چلا تو اس کا تصرف کرنا جایز نہیں ہے ہاں اگر وہ مسلمان ہوکر پھر آجائے ف یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اُسکے دارالحرب میں چلے جانے کا قاضی نے بھی حکم دیدیا ہو اور مبسوط میں شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ اگر وکیل مرتد ہوکر دارالحرب میں چلا گیا تو وہ سب ائمہ کے نزدیک وکالت سے معزول نہیں ہوجاتا جبتک کہ اُسکے چلے جانے کا قاضی حکم نہ دیوے۔ کفایہ میں اسی طرح ہے ترجمہ اور اگر کسی نے کسی کام کے لئے ایک شخص کو وکیل کیا اور پھر مؤکل خود اس کام کو کرنے لگا جسکے لیئے اُس کو وکیل کیا گیا تھا تو وہ وکالت باطل ہوگئی اور جو خرید وفروخت کرنے کے لیے وکیل ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اُسکے لئے یہ جایز نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ اور اپنے دادا اور اپنے بیٹے اور اپنے پوتے اور اپنے غلام اور اپنے مکاتب سے خرید وفروخت کرے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ پوری پوری قیمت کے ساتھ ان کے ہاتھ اسکا کچھ بیچ دینا جایز ہے مگر اپنے غلام اور مکاتب میں اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع کے وکیل کو جایز ہے کہ (جس چیز کے بیع کردینے کا وہ وکیل ہے) اُسے کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کردے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ ایسی کمی کے ساتھ فروخت کرنا جایز نہیں ہے جسکا لوگوں میں رواج نہو اور خریداری کے وکیل کو برابر قیمت اور اسقدر زیادہ قیمت کے ساتھ خریدنا جایز ہے جسکا لوگوں میں رواج ہو اور رواجی قیمت سے زیادہ کے ساتھ خریدنا جایز نہیں ہے اور لوگوں میں اس قیمت کے رواج ہونے سے یہ مراد ہے کہ قیمت لگانیوالے اسکی اُتنی قیمت نہ لگاتے ہوں (ہاں ضرورت کے وقت اُتنی قیمت دیدینے کا رواج تاجروں میں ہو) اور اگر بیع کا وکیل مشتری کیطرف سے قیمت کا (خود ہی) ضامن ہوجائے تو اسکی ضمانت باطل ہے اور اگر کسی نے ایک غلام کو بیچنے کے لیئے کسی کو وکیل کیا اور

اُسنے نصف غلام کو بیچدیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور اگر کسی نے ایک غلام خریدنے کے لیئے کسی کو وکیل کیا اور اُس نے نصف غلام خرید لیا تو یہ خریدنا (بالاجماع) موقوف رہیگا اگر بعد میں اسنے باقی غلام بھی خرید لیا تو یہ مؤکل کو لینا پڑے گا۔ (ورنہ نہیں) اور اگر کسی نے ایک آدمی کو اس لیئے وکیل کیا کہ دس پونڈ گوشت ایک روپیہ میں خرید کے لاوے اور وکیل نے ویسا ہی گوشت جو ایک روپیہ کا دس پونڈ بکتا ہے ایک روپیہ میں بیس پونڈ خرید لیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مؤکل کو دس پونڈ گوشت آٹھ آنے میں لینا لازم ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ (سارا یعنی) بیس پونڈ لینا پڑے گا اور اگر کسی نے کوئی خاص چیز خریدنے کے لیئے کسی کو وکیل کر دیا تو اس وکیل کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس چیز کو اپنے لیئے خرید لے اور اگر کسی نے بلا تعیین ایک غلام کے خریدنے کا کسی کو وکیل کر دیا اور پھر وکیل نے ایک غلام خریدا تو وہ وکیل ہی کا ہوگا ہاں اگر وکیل یہ کہے کہ میں نے مؤکل کے لیئے قصد کر کے خریدا ہے یا اُس نے موکل کے روپے سے خریدا ہو (تو ان دونوں صورتوں میں مؤکل کا ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسف امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک جو وکیل جواب دہی کے لیئے ہے حق پر قبضہ کرنے کے لیئے بھی ہے اور جو وکیل قرض پر قبضہ کرنے کے لیئے ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہی اس میں جواب دہی کرنے کے لیئے بھی ہے اور جب جواب دہی کے وکیل نے قاضی کے اجلاس میں اپنے مؤکل کے ذمہ (کسی چیز کا) اقرار کر لیا تو اس کا اقرار جائز ہوگا اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک قاضی کے سوا اور کسی کے اجلاس میں وکیل کا مؤکل کے ذمہ اقرار کر لینا جائز نہیں ہے ہاں وہ جواب دہی سے نکل جائیگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیر قاضی کے اجلاس میں بھی اسکا اقرار کر لینا جائز ہے

ف اِس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی نے ایک شخص کو اس لیے وکیل کیا کہ فلاں آدمی پر ایک چیز کا دعویٰ کر دے اور وکیل نے قاضی کے اجلاس میں اُس کے دعوے کے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا یا مدعا علیہ کا وکیل تھا اور اُس نے اپنے مؤکل کے ذمہ اس چیز کے ہونے کا اقرار کر لیا تو اس قسم کے اقرار کرنے میں ائمہ ثلثہ کا اختلاف ہے جو متن میں ذکر کیا گیا ہے۔ کذا فی الجوہرہ ترجمہ اور اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ میں فلاں آدمی کی طرف سے اس کا قرض وصول کرنے کے لئے وکیل ہوں اور مقروض نے اسکی تصدیق کر لی تو (قاضی کی طرف سے) اُسے حکم دیا جائے کہ قرض کو وہ اُس کے حوالے کر دے ف حکم کیئے جانے سے یہ مراد ہے کہ قاضی اُس سے زبردستی دلا دے کیونکہ اس کے تصدیق کر لینے سے اُسکی وکالت ثابت ہو گئی ہے کیونکہ اس کا تصدیق کرنا اپنے ذمہ اقرار کر لینا ہے ترجمہ پس اگر وہ وکیل آگیا اور اُس نے (بھی) اس وکیل کی تصدیق کر لی تو جائز ہے ورنہ وہ مقروض اُسے دوبارہ روپیہ ادا کرے

اور خود پھر وکیل سے وصول کرے اگر اُس کے پاس روپیہ ہو ف اور اگر وکیل کے پاس نہ ہو تو پھر اُس سے کچھ نہیں لے سکتا ہاں اگر دیتے وقت کسی کو ضامن کر لیا تو اب اس ضامن کو پکڑے ترجمہ اور اگر کوئی کہے کہ میں (فلاں کیطرف سے) امانت وصول کرنیکا وکیل ہوں اور امانتدار اسکی تصدیق کرے تو اُسکو امانت دینیکا قاضی حکم نہ دے

کتاب الکفالۃ

کفالت (یعنی ضمانت) کا بیان

ترجمہ کفالت کی دو قسمیں ہیں ایک کفالت جان کی (جسے حاضر ضامنی کہتے ہیں) دوسرے کفالت مال کی (یعنی مال کا ضامن ہو جانا) اور جان کی کفالت کرلینی جایز ہے اور اسمیں مکفول بہ (یعنی جسکی کفالت کی ہے) اُسکو حاضر کرنا ہوتا ہے اور کفالت اُسوقت منعقد (اور صحیح) ہو جاتی ہے کہ جب کسی نے اس طرح کہا کہ میں فلاں آدمی کے نفس کا ضامن ہو گیا یا اُسکی گردن یا اُسکی روح یا اُسکے بدن یا اُسکے سر یا اُسکے نصف یا اُسکے تہائی (بدن) کا ضامن ہو گیا اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ میں اُسکا ضامن ہوں یا وہ میرے ذمہ ہے یا میرے طرف ہے یا کہا میں اس کا ذمہ دار ہوں یا اسکا میں کفیل ہوں پس اگر کفالت میں مکفول بہ کو کسی خاص وقت پر سپرد کر دینے کی شرط کر لی ہے تو اسوقت پر جب مکفول لہ اسکو طلب کریگا تو اس کفیل پر اُسکو حاضر کر دینا لازم ہوگا پس اگر اُسنے حاضر کر دیا تو فبہا ورنہ اس (کفیل) کو قید کرے اور اگر اُسنے اسے حاضر کر کے ایسی جگہ اُسکے سپرد کر دیا کہ وہ مکفول اس سے بھاگ سکتا ہے تو یہ کفیل (اپنی) کفالت سے بری ہو جائیگا ف اور اگر ایسی جگہ اسکے سپرد کیا ہے کہ وہ وہاں بھاگ نہیں سکتا مثلاً کہیں جنگل وغیرہ میں سپرد کر دیا تو اس صورت میں یہ کفیل کفالت سے بری ہو جائیگا ترجمہ اور اگر کوئی اس بات کا کفیل ہوا کہ وہ مکفول بہ کو قاضی کے اجلاس میں سپرد کر دیگا پھر اُسنے اُسے بازار میں سپرد کر دیا تو وہ بری ہو جائیگا اور اگر جنگل میں سپرد کریگا تو بری نہ ہوگا اور مکفول بہ مرجائے تو کفیل بالنفس (یعنی حاضر ضامنی والا) کفالت سے بری ہو جائیگا اور اگر کوئی کسی کا اس شرط سے کفیل ہوا کہ اگر میں نے اسے فلاں وقت حاضر نہ کیا تو جو اُسکے ذمہ ہو میں اس کا ضامن ہوں اور اُسکے ذمہ ہزار روپیہ تھے پھر اُسنے اُسوقت اُسے حاضر نہ کیا تو وہ روپیہ اس ضامن پر لازم ہوگا اور یہ اُسکے حاضر کرنے کی کفالت سے بری نہ ہوگا ف کیونکہ اُسکے ذمہ کفالت کی وجہ سے مال کا واجب ہونا اُسکے حاضر کرنیکی کفالت کے منافی نہیں ہے اسوجہ سے کہ انمیں سے ہر کفالت اطمینان کے لیئے ہے اور جب اُسنے مال کے ضامن ہونے کو اسکے حاضر نہ کرنیکی شرط پر معلق کر دیا تو یہ تعلیق درست ہوگئی اور جب وہ شرط نہ پائی گئی تو مال اسکے ذمہ لازم ہو گیا ہدایہ میں اسی طرح ہے ترجمہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے

نزدیک حدود اور قصاص میں حاضر ضامنی کرنی جایز نہیں ہے لیکن مال کی ضمانت جایز ہے خواہ وہ جسکی ضمانت کیجاتی ہے معلوم ہو یا نہو مگر وہ دین صحیح ہو ف یعنی ایسا دین ہو جو بغیر ادا کیے یا بغیر قرضخواہ کے معاف کئے ذمہ سے ساقط نہ ہو جیسے خریدی ہوئی چیزوں کی قیمتیں اور جنایتوں کے تاوان بخلاف دین کتابت کے کہ وہ دین ضعیف ہے کیونکہ وہ باوجود اپنے منافی یعنی رقیت کے بھی ثابت ہوجاتا ہے اور اسی واسطے مکاتب اپنے آپکو عاجز کرکے اس بدل کتاب کو ساقط کردینے کا خود مختار ہوتا ہے کفایہ ترجمہ مثلاً کوئی یہ کہے کہ اسکی طرف سے میں ہزار درہموں کا ضامن ہوں یا (کہے کہ) جو کچھ تمھارا اُسکے ذمہ ہے یا جو کچھ اس بیع میں تمھارا چاہیئے ہوگا (میں اسکا ضامن ہوں) اور مکفول لہ کو اختیار ہے چاہے اس سے طلب کرے جسکے ذمہ اصل روپیہ ہے اور چاہے اس کفیل سے طلب کرے اور کفالت کو شرطوں پر معلق کرنا جایز ہے ف لیکن وہ شرط اسکا سبب اور اُسکے مناسب ہونی چاہیئے ترجمہ مثلاً کوئی کہے کہ جو چیز تم فلانے کے ہاتھ بیچو تو اسکی قیمت میرے ذمہ ہے یا (کہے کہ) جو کچھ تمھارا اُسکے ذمہ واجب ہو وہ (ادا کرنا) میرے ذمہ ہے یا (کہے کہ) تمھاری جو چیز فلاں آدمی مارے تو وہ میرے ذمہ ہے اور اگر کسی نے یہ کہا تھا کہ تمھارا جو کچھ اُسکے ذمہ ہو میں اسکا ضامن ہوں پھر اسکے ذمہ ایکہزار روپیہ کا ہونا گواہوں سے ثابت ہوگیا تو ان ہزار روپیہ کا یہ کفیل ضامن ہوگا اور اگر گواہوں سے ثبوت نہیں ہوا تو پھر اس کفیل کا کفالت اسکی قسم کے معتبر ہوگا (یعنی اُسے قسم دیجائیگی) اس مقدار میں کہ جسکا مکفول عنہ اقرار کرتا ہو اور اگر مکفول عنہ نے اس سے زیادہ کا اقرار کرلیا تو اسکے کفیل کے مقابلہ میں اسکی تصدیق نہ کیجائیگی ف کیونکہ یہ دوسرے کے ذمہ ہونیکا اقرار کرنا ہے اور اسکا اسے اختیار نہیں ہے ہاں اگر یہ اپنے ذمہ ہونیکا اقرار کرے تو چونکہ اسکا اسے اختیار ہے اسلیئے اسمیں اُسکی تصدیق کرسکتے ہیں اسی طرح ہے ترجمہ مکفول عنہ کی اجازت اور بے اجازت (دونوں طرح) کفالہ جایز ہے پس اگر اسکی اجازت سے کفیل ہوا ہے تو جو کچھ کفالت بسبب سے دیا ہو وہ پھر مکفول عنہ سے لیلے اور اگر اسکی بے اجازت کفیل ہوگیا تھا تو اب ادا دیا ہوا اس سے نہ لے ف پہلی صورت میں لینے کی تو یہ وجہ ہے کہ اُسنے اس کا قرض اسکی اجازت سے ادا کیا ہے اسلیئے واپس لیلے اور دوسری صورت میں نہ لینے کی یہ وجہ ہے کہ اُسنے احسان کرنیکے طور پر ادا کردیا ہے اور احسان کرنیوالا واپس نہیں لیا کرتا۔ کفایہ ترجمہ اور کفیل کو یہ جایز نہیں ہے کہ مکفول عنہ کیطرف سے روپیہ ادا کرنیسے پہلے اُس سے روپیہ کا مطالبہ کرنا جایز نہیں ہے پس اگر مال کے کفیل (یعنی ضامن) کو گرفتار کرلیا گیا ہے تو اُسے اپنے مکفول عنہ کو گرفتار کرلینا جایز ہے یہانتک کہ وہ اسے (اس مطالبہ سے) بری کرادے ف کیونکہ اصل یہ مکفول عنہ ہی ہے اُسی نے اسکو جنجال میں پھنسایا ہے لہذا اس کا بری کرانا بھی اُسی کے ذمہ ہے اور اگر کفیل پر سخت تقاضہ ہو تو بھی اپنے مکفول عنہ پر سخت تقاضہ کرے بنا یہ وغیرہ ترجمہ اور

جب طالب (یعنی روپیہ والے) نے مکفول کو بری کر دیا یا اُس سے اپنا قرضہ وصول کر لیا تو یہ کفیل (بھی) بَری ہو جائیگا اور اگر اُسنے کفیل کو بَری کر دیا ہے تو مکفول عنہ بری نہ ہوگا ف اسکی وجہ یہ ہے کہ کفیل تابع ہے اور وہ اصل ہے اور اصل اپنے تابع کے حکم میں نہیں ہوتا ترجمہ اور کفالت سے بری کرنیکو کسی شرط پر معلق کرنا جایز نہیں ہے اور جو حق کفیل سے پورا ہونا ممکن نہ ہو تو اسکی کفالت درست نہیں ہے جیسے حدود اور قصاص ف مطلب یہ ہے کہ نفس حد اور قصاص کا کسی کو کفیل ہونا جایز نہیں ہے کیونکہ انمیں نیابت جاری نہیں ہوتی بلکہ یہ اُسی کے ذمہ لازم ہوتی ہیں جو خطا کر کے انہیں اپنے ذمہ لیتا ہے ہدایہ ترجمہ اگر کوئی مشتری کی طرف سے قیمت کا ضامن ہو گیا تو یہ کفالت جایز ہے اور اگر کوئی بائع کیطرف سے مبیع کا ضامن ہوا تو یہ جایز نہیں ہے اور اگر کسی نے لادنے کیواسطے کوئی گھوڑا وغیرہ کرایہ پر لیا اگر گھوڑا وغیرہ معین ہے تو لادنے کی کفالت درست نہیں ہے اور اگر معین نہیں ہے تو وہ کفالت درست ہے ف کیونکہ جانور معین ہونے کی صورت میں کفیل اسپر لادنے سے عاجز ہے اسلیئے کہ وہ اسکی ملک میں نہیں ہے ہاں اگر جانور معین نہیں ہے تو پھر یہ اپنے جانور پر لاد سکتا ہے عنایہ ترجمہ اور کفالت بغیر اُسکے درست نہیں ہوتی کہ مکفول لہ اسی مجلس عقد میں (یعنی جہاں کفالت کی بابت گفتگو ہوئی ہے) اس کفالت کو قبول کرلے لیکن ہاں ایک مسئلہ میں اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ بیمار اپنے وارث سے کہے کہ میرے ذمہ جسقدر قرض ہے تم میری طرف سے اسکے کفیل ہو جاؤ تو یہ (وارث) باوجود قرضخواہوں کے نہ ہونے کے اسکا کفیل ہو گیا تو جایز ہے ف کیونکہ یہ حقیقت میں وصیت ہے اور اسی وجہ سے یہ درست بھی ہو جاتی ہے اگرچہ وہ ان مکفول لہم یعنی قرضخواہوں کا نام بھی نہ لے۔ جوہرہ ترجمہ اگر دو آدمیوں کے ذمہ کچھ قرض تھا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کیطرف سے ضامن تھا تو ان دونوں میں سے ایک اگر کچھ ادا کرے تو جب تک وہ نصف سے نہ بڑھ جائے یہ اپنے شریک سے واپس نہ لے اور جب نصف سے زیادہ ہو جائے تو وہ زیادہ اس سے لیلے اور اگر ایک آدمی کی طرف سے ایک ہزار روپیہ کے دو آدمی اس شرط پر ضامن ہوئے کہ ان دونوں میں سے (بھی) ہر ایک دوسرے کا ضامن ہے تو ان میں سے ایک جب کچھ ادا کرے تو اسکا نصف وہ اپنے شریک سے لیلے خواہ تھوڑا ہو یا بہت ہو اور مال کتابت کی کفالت جایز نہیں ہے برابر ہے کہ اسکی کفالت کوئی آزاد کرے یا غلام کرے ف کیونکہ کفالت دین صحیح کی ہوتی ہے اور مال کتابت دین صحیح نہیں ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ اسکو غلام عاجز ہو کر بلا ادا کئے اپنے ذمہ سے ٹال سکتا ہے اور کفیل بغیر ادا کئے بری نہیں ہوا کرتا۔ جوہرہ ترجمہ اگر کوئی (مفلس) آدمی مر گیا اور اُسکے ذمہ بہت سا قرض ہے اور اُسنے کچھ نہیں چھوڑا پھر اُسکی طرف سے قرضخواہوں کے لیئے ایک (اور) آدمی کفیل ہو گیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ کفالت درست

نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک درست ہے۔

کتاب الحوالۃ

حوالہ کا بیان

ترجمہ حوالہ قرضوں میں جایز ہے اور محیل اور محتال اور محتال علیہ (تین شخصوں کی رضامندی سے درست ہوتا ہے ف محیل قرض اُتارنے والے کو کہتے ہیں اور محتال قرضخواہ کو یعنی جسکا دوسرے پر قرض اُتارا جائے اور محتال علیہ وہ ہے کہ جسپر قرض اُتارا جائے اور یہ کفیل کے درجہ میں ہوتا ہے ترجمہ اور جب حوالت پوری ہو جائے تو محیل قرض سے بری ہو جاتا ہے ف یعنی جسوقت محتال نے حوالت کو قبول کر لیا تو محیل قرض اور اُسکے مطالبہ دونوں سے بری ہو جاتا ہے اسی طرح در مختار میں ہے۔ ترجمہ اور محتال لہ (یعنی وہی قرضخواہ) پھر محیل پر تقاضا نہ کرے ہاں اگر اسکا حق تلف ہو گیا ہے اور حق تلف ہونا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو طرح ہے یا تو محتال علیہ حوالت کا انکار کر دے اور حلف کر جائے اور اس (قرضخواہ) کے پاس اسکا کوئی ثبوت نہ ہو یا وہ محتال علیہ مفلسی کی حالت میں مر جائے (اور کچھ نہ چھوڑے) اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ دونوں صورتیں بھی ہیں اور تیسری ایک اور صورت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اسکی زندگی ہی میں حاکم اُسکے مفلس ہونیکا حکم دیدے اور اگر محتال علیہ نے (اپنے) حوالت کا روپیہ محیل سے طلب کیا اور محیل نے یہ کہا کہ میں نے تو تجھ پر اسی روپیہ کی حوالت کی تھی جو تیرے ذمہ میرا قرض تھا تو اس محیل کا یہ کہنا معتبر نہ ہوگا اور اُس روپیہ کی برابر اُسے دینا پڑیگا اور اگر محیل نے محتال لہ سے وہ روپیہ مانگا جسکی اُسنے حوالت کرائی تھی اور یہ کہا کہ میں نے تو تجھے اسی واسطے دلوایا تھا تاکہ تو اُسے میرا سمجھ کر میری طرف سے قبضہ کر لے اور محتال کہے کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے وہی روپیہ دلوایا ہے جو تیرے ذمہ میرا قرض تھا تو اس صورت میں قسم کے ساتھ محیل کا قول مانا جائیگا اور سفاتج مکروہ ہے اور سفتجہ اس قرض کو کہتے ہیں کہ جسکا دینے والا راستہ کے خوف سے امن میں ہو جائے ف سفتجہ قریب قریب ہنڈوی کے ہے کیونکہ ہنڈوی بھی ایک شہر سے دوسرے شہر کو بھیجتے ہیں تو جہاں سے ہنڈوی آتی ہے وہاں روپیہ داخل کرنیوالا گویا قرض دینوالا ہے اور وہ راستہ کے خوف سے بیفکر ہو جاتا ہے بلکہ دوسرے شہر میں جاکر اس ہنڈوی کے ذریعہ سے روپیہ وصول کر لیتا ہے اور یہ مکروہ تحریمی ہے اور اسی حکم میں منی آڈر ہے

کتاب الصلح

صلح کا بیان

ترجمہ صلح تین طرح پر ہے صلح معہ اقرار صلح معہ انکار صلح معہ سکوت۔ اور صلح معہ سکوت یہ ہے کہ مدعا علیہ نہ اقرار کرے

اور نہ انکار کرے اور تینوں طرح صلح کرنا جایز ہے پس صلح معہ اقرار مال کے دعوے مین مال ہی کیسا تھ ہو تو اسمیں ان امور کا اعتبار کیا جائیگا جنکا اعتبار فروختنی چیزوں میں کیا جاتا ہی **ف** کیونکہ اسمیں بیع کے معنی موجود ہیں اسلیے کہ بیع کے معنے یہ ہیں کہ مشتری بائع دونوں کی رضامندی سے دونوں کے حق میں مال کا مال سے بدلا ہو جائے اور یہاں یہ صورت ہے اسلیے اگر زمین وغیرہ غیر منقولہ چیزوں پر صلح ہو گی تو انمیں شفعہ بھی جاری ہو گا اور وہ عیب کی وجہ سے واپس بھی ہو جائیں گی اور خیار رشرط اور خیار رویت بھی رہیگا اور علی ہذا القیاس ہدایہ ونہایہ **ترجمہ** اور اگر مال سے کسی پر صلح ہو گی تو وہ مثل اجاروں کے سمجھی جائیگی **ف** کیونکہ اسمین اجارہ کے معنے پائے جاتے ہیں پس اسمیں وقت معین کرنا شرط ہو گا اور اسوقت اور مدت کے اندر ان دونوں میں ایک کے مرنے سے صلح باطل ہو جائیگی جیساکہ اجارہ باطل ہو جاتا ہے اسلیے کہ یہ بھی اجارہ ہی ہے۔ جوہرہ نیرہ **ترجمہ** اور جو صلح سکوت اور انکار سے ہو وہ مدعا علیہ کے حق میں قسم کا فدیہ دینے کے طور پر ہے **ف** کیونکہ جس چیز کا مدعی نے دعوی کیا ہے یہ مدعا علیہ اُسے اپنی سمجھتا ہے لہذا یہ دی ہوئی چیز اُسکا بدلہ نہیں ہے اور چونکہ یہ جھگڑا اُسکے ذمہ لگ گیا ہے اسلیے اس کا فدیہ دیکر اس سے چھوٹ جانا جایز ہے **ترجمہ** اور مدعی کے حق میں معاوضہ ہے **ف** کیونکہ مدعی نے جس چیز کا دعوی کیا ہے اُسے یہ اپنا حق سمجھتا ہے اور یہ چیز جس پر صلح ہوئی ہے اپنے اسی حق کے بدلہ مین لیتا ہے لہذا یہ معاوضہ ہے **ترجمہ** اور اگر صلح معہ انکار یا معہ سکوت کسی گھر پر ہوئی تو اس مین شفعہ کرنا جایز نہ ہو گا اور اگر کسی گھر پر صلح معہ اقرار ہوئی تو اسمیں شفعہ جایز ہو گا اور اگر اقرار سے صلح ہوئی تھی پھر اس صلح کی چیز میں کوئی حصہ دار نکل آیا تو مدعا علیہ اس (حصہ دار کے حصہ کے موافق (مدعی سے اپنا دیا ہوا) عوض واپس کرے اور اگر صلح انکار یا سکوت سے ہوئی تھی پھر اس متنازع فیہ کا کوئی حقدار نکل آیا تو مدعی اس عوض کو واپس کر دے اور پھر اس حقدار سے جھگڑے اور اگر کوئی جزوی حصہ دار نکلا ہے تو اُسی کے حصہ کے مطابق واپس کر دے اور پھر اس حصہ کی مقدار میں اس حصہ دار سے رنمٹے اور اگر کسی نے ایک مکان میں (اپنا) حق (ہونے کا دعوی کیا اور اُسکی تفصیل کچھ نہیں بیان کی پھر اسمیں سے کسی چیز پر صلح ہو گئی بعد اُسکے اس مکان کا کوئی جزوی حصہ دار نکل آیا تو یہ مدعی اس عوض میں سے کچھ واپس نہ کرے **ف** کیونکہ جب اسنے تفصیل نہیں کی تو ہو سکتا ہے کہ اس کا دعوی اسی میں ہو جو اُس حصہ دار کو دینے کے بعد باقی رہگیا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب کوئی ایسے سارے ہی مکان کا حقدار نکل آئے تو اسوقت مدعا علیہ مدعی سے اپنا دیا ہوا لے لیگا ہدایہ **ترجمہ** اور مال کے دعووں سے اور منافع سے اور جنایت عمد اور جنایت خطا سے صلح کر لینی جایز ہے اور حد کے دعوے سے جایز نہیں ہے **ف** کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے بندہ کا حق نہیں ہے اور دوسرے کے حق کا بدلا لینا جایز نہیں ہے پس اگر کسی نے زانی یا چور یا شراب خوار کو پکڑا اور حاکم کے پاس لیجانیکا

ارادہ کیا اور اس ماخوذ نے کچھ مال پر صلح کر لی تاکہ یہ اُسے چھوڑ دے تو یہ اصل باطل ہے اور اسے لینے والیکو چاہیے کہ جو کچھ اُسنے لیا ہے وہ واپس کر دے۔ حاشیہ چلپی۔ ترجمہ اور اگر کوئی مرد کسی عورت پر نکاح کا دعوی کرے (یعنی یہ کہے کہ یہ میری بی بی ہے اور وہ انکار کرتی ہو پھر وہ عورت اُسے کچھ مال دیکر اُس سے صلح کرلے یہانتک کہ یہ اس دعوی کو چھوڑ دے تو یہ صلح جایز ہے اور یہ خلع کے حکم میں ہوگی اور اگر کسی عورت نے کسی مرد پر نکاح کا دعوی کیا (کہ اُسنے مجھ سے نکاح کر رکھا ہے) اور وہ مرد اسے کچھ دیکر صلح کرنے لگے تو یہ جایز نہیں ہے ف کیونکہ مرد کا یہ روپیہ وغیرہ دینا دعوی چھڑانے کے لیے ہے پس اگر اس دعوے کے چھوڑنیکو عورت کیطرف سے فرقت کیلئے ٹھہرائیں تو فرقت میں روپیہ وغیرہ مرد نہیں دیا کرتا بلکہ عورت دیا کرتی ہے اور اگر اسے فرقت کے لئے نہ ٹھہرائیں تو پھر اُس روپیہ کے بدلے میں کوئی چیز نہیں لہذا یہ درست نہیں ہے جوہرہ ترجمہ اور اگر ایک آدمی نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور اُسنے کچھ روپیہ اُسے دیکر صلح کر لی تو یہ صلح جایز ہے (یعنی جبکہ مدعا علیہ کا نسب معلوم نہو اور مدعی کے حق میں یہ مال کے بدلے آزاد کرنیکے حکم میں ہوگا اور اگر کسی ایسی چیز پر صلح ہو جو دوسرے کے ذمہ بطور قرض کے تھی تو اُسے معاوضہ پر حمل نہ کرینگے بلکہ یوں کہینگے کہ مدعی نے اپنا حق کچھ لے لیا ہے اور کچھ چھوڑ دیا ہے مثلاً ایک آدمی کے دوسرے کے ذمہ ایکہزار درہم (یا روپیہ) کہرے تھے اور اُسنے پانسو کھوٹوں پر صلح کر لی تو جایز ہے ف اور ان پانسو کو یہ نہ کہیں گے کہ یہ اُن ہزار کا معاوضہ ہے بلکہ یوں کہیں گے کہ مدعی نے پانسو چھوڑ دئے ہیں اور پانسو لئے ہیں ترجمہ اور یہ ایسا ہو جائیگا کہ گویا اُسنے اپنا کچھ حق اُسے معاف کر دیا ہے اور اگر وہ ایک ہزار موجل پر صلح کرلے تب بھی جایز ہے اور اس کا مطلب ہوگا کہ گویا اُسنے اپنے حق ہی میں مہلت دیدی ہے اور اگر وہ (ان ہی ایکہزار روپیہ میں) ایک مہینے کی مہلت سے اشرفیوں پر صلح کرنے لگے تو یہ جایز نہیں ہے ف کیونکہ مدعا علیہ کے ذمہ قرض کی اشرفیاں دینی لازم نہ تھیں اور نہ اس صورت کو حق کے مہلت دینے پر حمل کر سکتے ہیں کیونکہ مدعی کا حق روپوں میں تھا نہ کہ اشرفیوں میں اور ان اشرفیوں کے معاوضہ ہونیکے سوا اور کوئی وجہ نہیں ہے اور یہاں معاوضہ ہو نہیں سکتا کیونکہ روپوں کو اشرفیوں سے اودھار بیچنا جایز نہیں ہے اسلئے کہ اس سے سود ہونا لازم آتا ہے لہذا یہ صلح درست نہ ہوگی۔ ہدایہ ترجمہ اور اگر کسی کے (دوسرے کے ذمہ) ایک ہزار روپیہ موجل تھے پھر وہ اسی وقت پانسو ملجانے پر صلح کرنے لگے تو یہ جایز نہیں ہے اور اگر کسی کے ایکہزار درہم سیاہ تھے پھر وہ پانسو سفید پر صلح کرنے لگے تو یہ (بھی) جایز نہیں ہے اور اگر کسی نے کسی سے صلح کرنے کے لئے دوسرے آدمی کو وکیل کرلیا اور اُسنے صلح کر لی تو یہ صلح کا روپیہ وکیل کے ذمہ لازم نہ ہوگا اگر وہ خود ہی اسکا ضامن (بھی) ہو گیا ہو بلکہ وہ روپیہ مؤکل پر لازم ہوگا اور اگر وکیل نے مؤکل کیطرف سے اسکی بلا اجازت کسی چیز پر صلح کر لی ہے تو اسکی چار صورتیں ہیں (۱) اگر مال پر صلح کی اور خود ہی سکا

ضامن (بھی) ہوگیا تو یہ صلح پوری ہوجائیگی (۲) اگر یہ کہا کہ میں ان دو ہزار پر صلح کرتا ہوں یا اس غلام پر صلح کرتا ہوں تو یہ صلح (بھی) پوری ہوجائیگی اور غلام یا ان دو ہزار روپوں کا مدعی کے سپرد کردینا اسکے ذمہ لازم ہوگا (۳) اگر یہ کہا کہ میں ان ہزار پر صلح کرتا ہوں اور وہ (ہزار روپیہ) مدعی کے حوالہ بھی کردئے تو یہ صلح بھی درست ہے (۴) اگر یہ کہا کہ میں ان ہزار پر صلح کرتا ہوں اور وہ ہزار مدعی کے حوالے نہیں کئے تو یہ صلح موقوف ہے اگر مدعا علیہ نے اجازت دیدی تو ہوجائیگی اور اکثر اراسپر لازم آجائینگے اور اگر اجازت نہ دی تو صلح باطل ہوجائیگی اور اگر دو آدمیوں کا روپیہ ایک آدمی کے ذمہ تھا پھر انمیں سے ایک نے اپنے حصہ میں ایک کپڑے پر صلح کرلی تو اب اس دوسرے شریک کو اختیار ہے چاہے یہ اپنا نصف لینے کے لئے اُسی کے سر ہو جسکے ذمہ قرض تھا اور چاہے (اپنے شریک سے) نصف کپڑا لیلے ہاں اگر اسکا شریک اسکے لئے چوتھائی روپیہ دینے کا ضامن ہوگیا ہو اور اگر (ان دونوں میں سے) کوئی اپنے حصہ کا نصف روپیہ وصول کرچکا ہے تو اسکے (دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ جو کچھ وہ وصول کرچکا ہے اسمیں شریک ہوجائے اور پھر دونوں باقی روپیہ اس قرضدار سے وصول کرلیں اور اگر انمیں سے ایک نے اپنے حصہ کے روپیہ کا کچھ اسباب خرید لیا تو اُسکے شریک کو اختیار ہے کہ چوتھائی روپیہ (اپنے حصہ کا) اُس سے وصول کرلے اور اگر دو آدمیوں نے بدعتی لی پھر انمیں سے ایک نے اپنے حصہ کی راس المال پر صلح کرلی تو یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جایز نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ صلح جایز ہے اور اگر ایک ترکہ چند ورثہ کا ہو پھر وہ اپنے میں سے ایک کو کچھ مال دیکر علٰحدہ کردیں اور وہ ترکہ زمین یا اسباب تھا تو یہ صلح جایز ہے خواہ جو کچھ انھوں نے دیا ہے وہ تھوڑا ہو یا بہت ہو اور اگر ترکہ چاندی تھی اور انہوں نے اسے سونا دیدیا یا (ترکہ) سونا تھا اور انھوں نے اسے چاندی دیدی تو یہ بھی جایز ہے خواہ انکا دیا ہوا تھوڑا ہو یا بہت ہو اور اگر ترکہ سونا اور چاندی اور اور کچھ ہوا اور وہ اس سے فقط سونے یا فقط چاندی پر صلح کرلیں تو یہ انکا دیا ہوا اسکے اس حصہ سے زیادہ ہونا چاہیئے جو اسی جنس میں ہو تاکہ اسکا حصہ اسکے برابر (اور اُسکے مقابل) ہوجائے اور یہ زیادہ اُسکے اس حق کے مقابلہ میں ہوجائے جو باقی میراث میں ہے اور اگر ترکہ لوگوں پر قرض تھا اور سب حصہ داروں نے ایک حصہ دار سے اس شرط پر صلح کی کہ اس صلح کرنیوالے کو وہ (یعنی تجھے ہم) قرض سے علٰحدہ کردیں اور سارا قرض انہی کا ہوجائے تو یہ صلح باطل ہے اور اگر یہ شرط کرلی ہے کہ قرضداروں کو وہ اپنے حق سے بری کردے اور اپنا حصہ پھر ان وارثوں سے نہ لے تو یہ صلح جایز ہے۔

کتاب الہبۃ

ہبہ کا بیان

ترجمہ ہبہ ایجاب اور قبول سے درست ہوتا ہے اور قبضہ سے پورا ہوجاتا ہے ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا لا یجوز الھبۃ الا مقبوضۃ یعنی موہوب لہ کی ملک قبضہ کرنے کے بعد ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اسپر تو سب کا اجماع ہے کہ جواز ہبہ بدون قبضہ کے بھی ہوجاتا ہے اور ہبہ ایک چیز کے بخشدینے کو کہتے ہیں اور جو بخشے اُسے واہب کہتے ہیں اور جسکے لیئے بخشے اُسے موہوب لہ اور وہ چیز موہوب کہلاتی ہے خواہ روپیہ پیسہ ہو یا کچھ اسباب وغیرہ ہو ترجمہ پس اگر موہوب لہ بغیر واہب کی اجازت کے اُسی مجلس میں (موہوب پر) قبضہ کرلے تو جایز ہے اور اگر (اس مجلس سے) علیحدہ ہونے کے بعد قبضہ کرے تو جایز نہیں ہے ہاں اگر واہب نے قبضہ کرنیکی اُسے اجازت دیدی ہو اور ہبہ واہب کے اس طرح کہنے سے ہوجاتا ہے کہ میں نے تجھکو ہبہ کیا یا بخشدیا یا عطا کیا یا یہ کھانا کھانے کیواسطے میں نے تجھے دیدیا یا یہ کپڑا میں نے تیرا ہی کردیا یا یہ چیز میں نے عمر بھر کے واسطے تجھے دیدی یا اس جانور پر میں نے تجھے سوار کردیا جسوقت کہ اس سوار کرنے سے اس نے ہبہ کی نیت کرلی ہو ف یعنی ہبہ کی نیت کرلی ہو گی تو ہبہ ہوجائیگا ورنہ عاریۃً دینا قرار دیا جائیگا ترجمہ اور جو چیز تقسیم ہوسکتی ہو اسکو بغیر تقسیم کئے اور دوسرے کی ملک اور غیر کے حقوق سے جدا کئے بغیر اُسکو ہبہ کرنا جایز نہیں ہے اور جو مشترک چیز تقسیم نہ ہوسکے اُسکو ہبہ کرنا جایز ہے ف تقسیم نہ ہوسکنے سے یہ مراد ہے کہ تقسیم ہونیکے بعد وہ بالکل فائدہ اُٹھانے کے قابل نہ رہے مثلاً ایک غلام ہو یا ایک گھوڑا وغیرہ ہو یا یہ مطلب ہے کہ تقسیم ہونیکے بعد اس سے اِس قسم کا فائدہ حاصل نہ ہوسکے جو جس قسم کا تقسیم ہونے سے پہلے ہوتا تھا مثلاً کوئی چھوٹا سا گھر ہو یا چھوٹا سا حمام ہو یا کوئی چھوٹا کپڑا ہو۔ درمختار میں اسی طرح ہے ترجمہ اگر کوئی مشترک چیز (مثلاً مکان وغیرہ) کا کچھ حصہ ہبہ کردے تو یہ ہبہ فاسد ہے پس اگر اسکو (ہبہ کرنیکے بعد) تقسیم کردیا اور موہوب لہ کو سونپ دیا تو جایز ہے اور اگر کوئی آٹا گیہوں میں اور تیل تلوں میں ہبہ کرے تو یہ ہبہ (بھی) فاسد ہے اور اگر (گیہوں کو) پیسکر اُسکے حوالے کردے تو یہ تب بھی جایز نہ ہوگا ف کیونکہ ہبہ کرتے وقت تو آٹا موجود ہی نہ تھا لہذا اب آٹا ہونے پر دوبارہ ہبہ کرنا چاہیے درمختار ترجمہ اور اگر وہ چیز (جو ہبہ کیگئی ہے) موہوب لہ کے قبضہ میں (پہلے ہی سے) تھی تو ہبہ ہونے ہی سے وہ اس کا مالک ہوجائیگا اگرچہ وہ اسپر جدید قبضہ نہ کرے اور اگر باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے (یعنی نابالغ) کو کوئی چیز ہبہ کردی تو وہ لڑکا فقط ہبہ ہی ہونے سے اسکا مالک ہوجائیگا اور اگر ایسے بچہ کے لیے کسی غیر نے کوئی چیز ہبہ کی ہے تو اسپر اُسکے باپ کے بدون قبضہ کیے وہ ہبہ پورا نہ ہوگا اور اگر کسی نے ایک یتیم بچہ کے لیے کوئی چیز ہبہ کی اور اُسکی طرف سے اُسکے پرورش کرنیوالے اس چیز پر قبضہ کرلیا تو وہ ہبہ ہوجائیگا اور اگر بچہ اپنی ماں کی گود میں تھا اور اُسکی ماں نے اُسکی طرف سے قبضہ کرلیا تو تب بھی ہبہ درست ہوجائیگا اور اسی طرح اگر بچہ کسی غیر کی گود میں تھا جو اس بچہ کی پرورش کرتا تھا اور اُسنے اس بچہ کی طرف سے قبضہ کرلیا تو بھی یہ جایز ہے اور اگر لڑکا سمجھدار تھا اور اُسنے ہبہ پر خود ہی قبضہ کرلیا

تب بھی جایز ہے اور اگر دو آدمی (اپنا مشترک) ایک مکان ایک آدمی کے لیے ہبہ کر دیں تو یہ بھی جایز ہے اور اگر ایک آدمی دو آدمیوں کے لیے ہبہ کر دے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہبہ درست نہ ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ درست ہو جائیگا ف امام ابو حنیفہ کے نزدیک اُسکے درست نہ ہونیکی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ایسی مشترک چیز کو جو تقسیم ہونیکے قابل ہو اُنکے نزدیک ہبہ کرنا درست نہیں ہے ترجمہ اور اگر کسی نے ایک اجنبی آدمی کے لیے کوئی چیز ہبہ کر دی تو اُسے اسکا پھیر لینا جایز ہے لیکن اگر موہوب لہ نے اسکا کچھ معاوضہ دیدیا ہو یا اسمیں کوئی اپنی چیز ملالی ہو (جیسے ستو تھا اور اُسنے اسمیں اپنا گھی ملایا) یا واہب اور موہوب لہ میں سے ایک مرگیا یا ہبہ موہوب لہ کی ملک سے (بیع کر دینے وغیرہ کے باعث) نکل گیا ہو (تو ان سب صورتوں میں ہبہ واپس نہ ہوگا) اور اگر کسی نے اپنی ذی رحم محرم (یعنی رشتہ دار) کے لیے کر دیا ہے تو اسکو واپس لینا ہرگز جایز نہیں ہے اور اسی طرح اگر کوئی چیز شوہر بی بی کو اور بی بی شوہر کو ہبہ کر دے (تو وہ بھی واپس نہیں ہو سکتی) اور جب موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ اپنے ہبہ کا یہ عوض لیلو یا اس کا بدلہ لیلو یا اسکے مقابلہ میں لیلو پھر واہب نے اسپر قبضہ کر لیا تو اب (ہبہ کو) واپس کر لینا ساقط ہو جائیگا (اسی پر فتوٰی ہے) اور اگر موہوب لہ کیطرف سے محض سلوک کرنے کے طور پر کسی اجنبی آدمی نے اِس کا کچھ معاوضہ دیدیا تب بھی واپس کر لینا ساقط ہو جائیگا ف کیونکہ معاوضہ دینا حق ہی ساقط کرنے کے لیئے ہوتا ہے لہٰذا یہ اجنبی کی طرف سے بھی درست ہو جائیگا جیسے بدل خلع اور بدل صلح کا حکم ہے۔ جو ہو نیرہ ترجمہ اور اگر (موہوب لہ کے بدلا دینے کے بعد) نصف ہبہ کا کوئی حقدار نکل آیا تو وہ (اپنے دئے ہوئے میں سے) نصف بدلہ پھیرے اور اگر نصف بدلے کا کوئی مستحق نکل آیا تو وہ (واہب) ہبہ میں سے کچھ واپس نہ لے ہاں اگر باقی بدلے کو بھی لوٹا دے تو پھر اپنا سارا ہبہ پھیر سکتا ہے ف اِسی پر فتوٰی ہے لیکن اگر موہوب لہ نے ہبہ میں کوئی اپنی چیز ملا دی ہے تو پھر واہب اِس ہبہ کو بھی نہیں پھیر سکیگا ترجمہ اور ہبہ کو واپس لینا درست نہیں ہے ہاں (واہب اور موہوب لہ) دونوں کی رضامندی سے یا حاکم کے حکم کرنے سے (واپس لینا جایز ہے) اور اگر ہبہ کی ہوئی چیز (اور موہوب لہ کے پاس) تلف ہو گئی پھر اسکا کوئی مستحق نکل آیا اور اُسنے موہوب لہ سے اسکا تاوان لے لیا تو یہ (موہوب لہ) واہب سے کچھ نہیں لے سکتا اور اگر کسی نے بشرط عوض کوئی چیز ہبہ کی تو دونوں عوضوں پر اکٹھا قبضہ ہونا شرط ہوگا اور جب دونوں قبضہ کر لینگے تو عقد (ہبہ) درست ہو جائیگا اور یہ ہبہ بیع کے حکم میں ہوگا کہ عیب اور خیار رویت کی وجہ سے واپس ہو سکیگا اور اس (شفیع کو) شفعہ (بھی) پہونچے گا عمری جایز ہے معمر لہ کیواسطے اُسکی زندگی تک اور بعد اسکے مرنیکے اُسکے وارثوں کیواسطے ف عمری بھی ہبہ کی قسم میں سے ہے کیونکہ عمری کے معنے ہیں

کہ کوئی دوسرے سے یہ کہے کہ جب تک تو زندہ رہے میں نے اس مکان کا یا اور کچھ ہو تجھے مالک کر دیا اور جب تو مر جائیگا تو یہ پھر میرا ہی ہو جائیگا پس ہبہ میں پھر واپس ہونیکی شرط نہیں ہوتی اور عمری میں یہ شرط ہوتی ہے لیکن اس شرط کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور اس میں موہوب لہ کو معمر لہ کہتے ہیں اور اسیکو عمری بس یہ معمر لہ کی زندگی تک اُسکی رہتی ہے اور اسکے مرنیکے بعد اسکے وارثونکی ہو جاتی ہے کفایہ اور جوہرہ میں اسطرح ہے

ترجمہ اور رقبی امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک باطل ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے **ف** رقبی اُسے کہتے ہیں کہ کوئی یہ کہے کہ اگر میں تجھ سے پہلے مر جاؤں تو یہ چیز تیری ہے یا دو آدمی آپس میں اسطرح کہہ لیں۔ رقبی رقوب سے مشتق ہے جسکے معنے انتظار کرنیکے ہیں پس گویا وہ مالک کے مرنیکا انتظار کریگا اور یہ جائز نہیں ہے **ترجمہ** اگر کسی نے ایک لونڈی ہبہ کی اور اُسکے حمل کو مستثنےٰ کر لیا تو (لونڈی کا) ہبہ درست ہو جائیگا (اور اسکے بچہ میں) استثنا کرنا باطل ہو گا اور صدقہ مثل ہبہ کے ہے کہ بغیر قبضہ کئے درست نہیں ہوتا اور نہ ایسی مشترک چیز کو صدقہ کرنا جائز ہے کہ جو تقسیم نہو سکتی **ہو ف** یعنی بغیر تقسیم کئے صدقہ جائز نہیں ہے بلکہ تقسیم کر کے صدقہ کرے **ترجمہ** اور ایک چیز دو فقیروں پر صدقہ کر دینی جائز ہے اور صدقہ میں (جسپر صدقہ کیا ہے اسکا) قبضہ ہونیکے بعد پھیر لینا جائز نہیں ہے اگر کسی نے یہ نذر (یعنی منت) مانی کہ میں اپنا مال صدقہ کرونگا تو اسپر اس قسم کے مال کو صدقہ کرنا لازم ہو گا کہ جسمیں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں اپنی ملک کو صدقہ کرونگا تو اسپر (اپنا) سارا مال صدقہ کر دینا لازم ہو گا اور اس سے کہا جائیگا کہ تو اس میں سے اسقدر رکھ لے جو تیرے اور تیرے بال بچوں کے خرچ کو کافی ہو اُسوقت تک کہ تو اور مال کمائے اور جب تو اور مال کمائے تو جسقدر تو نے اپنے لیئے رکھا تھا اُسکی برابر اور صدقہ کرنا۔

کتاب الوقف

وقف کا بیان

ترجمہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک (فقط) وقف کرنے سے واقف کی ملک زائل نہیں ہوتی (بلکہ اسکا مالک واقف ہی رہتا ہے) ہاں اگر اسکی ملک زائل ہو جانیکا حاکم حکم دیدے یا وہ (خود) اسے اپنے مرنے پر معلق کر دے یعنی یہ کہدے کہ جب میں مر جاؤں تو میں نے اپنا مکان اتنے آدمیوں کے لیئے وقف کر دیا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقط کہنے ہی سے (اسکی) ملک زائل ہو جاتی ہے **ف** یعنی خواہ وہ اپنے مرنے پر معلق کرے یا نہ کرے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وقف اُنکے نزدیک بمنزلہ غلام

آزاد کرنیکے ہے پس جیسے غلام آزاد ہوتے ہی آقا کی ملک سے نکل جاتا ہے اسی طرح وقف چیز بھی وقف ہوتے ہی واقف کی ملک سے نکل جاتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جوہرہ ترجمہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ واقف کی ملک زائل نہیں ہوتی جبتک کہ وہ اس وقف کا کسی کو متولی کرکے اُسکے سپرد نہ کردے اور جب ان (تینوں) کے اختلاف کے مطابق وقف ہوجائے تو وقف واقف کی ملک سے نکل جائے گا اور موقوف علیہ کی ملک میں داخل نہوگا **ف** موقوف علیہ اسے کہتے ہیں جسپر یعنی جسکے لئے وقف کیا گیا ہو پس اگر وقف اسکی ملک میں داخل ہو جائے تو اُسکا بیچنا وغیرہ سب جایز ہوگا مگر چونکہ اُسکی ملک میں داخل نہیں ہوتا اسلیئے نہ اُسے اُسکو بیچنا جایز ہے اور نہ ہبہ کرنا اور نہ رہن کرنا۔ جوہرہ ترجمہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مشترک شے کا وقف کرنا جایز ہے **ف** یعنی جو شے تقسیم ہوسکتی ہو اور اسی پر فتویٰ ہے۔ شرح وقایہ ترجمہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جایز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وقف اُسوقت پورا ہوتا ہے کہ واقف وقف کا آخر ایسی طرح کرے جو کبھی منقطع نہ ہو **ف** کیونکہ وقف سے مقصود اسکو ہمیشہ کے لئے رکھنا ہے لہذا واقف اس طرح کہے کہ مثلاً میں نے اپنی یہ زمین فلاں کی اولاد میں نسل بعد نسل کے لیئے وقف کردی پس اگر اتفاق سے وہ نسل ختم ہوجائے تو اُسوقف کا غلہ مساکین کے لیئے ہوگا کیونکہ مساکین کا اثر کبھی ختم نہیں ہوتا اور اگر یوں نہیں کہا تو وقف درست نہ ہوگا۔ جوہرہ ترجمہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وقف میں واقف نے ایسی جہت کا نام لیا جو منقطع ہوجائے تب بھی وقف درست ہے اور وہ بعد اس جہت (یعنی ان لوگوں) کے فقیروں کے لیئے ہوجائیگا اگرچہ اُسنے انکا نام نہ لیا ہو اور زمین کو وقف کرنا جایز ہے اور ایسی چیز کو وقف کرنا جایز نہیں ہے جو منقول ہوتی اور بدلتی ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے ایک زمین معہ بیلوں اور اسکے کمیروں کے وقف کردی اور وہ کمیرے اُسکے غلام تھے تو یہ وقف جایز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہتیار وغیرہ وقف کرنا جایز ہے اور جب وقف ہوجائے تو پھر اسکو بیچنا اور کسی اور کو اسکا مالک بنا دینا جایز نہیں ہے ہاں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر وہ مشترک ہو اور شریک اُسے تقسیم کرانا چاہے تو اُسے تقسیم کردینا درست ہے **ف** اسمیں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تخصیص اسلیئے ہے کہ اُنکے نزدیک مشترک چیز کو وقف کرنا جایز ہے اور طرفین کے نزدیک جایز نہیں ہے ترجمہ اور واجب (وقف میں) یہ ہے کہ پہلے وقف کے حاصل (اور منافع) کو اسکی مرمت میں صرف کیا جائے خواہ وقف کرنیوالے نے یہ شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو اور اگر کسی نے کوئی مکان اپنی اولاد کے رہنے کے لیئے وقف کردیا تو (یہ جایز ہے اور) اُسکی مرمت اسی کے ذمہ ہے جو اسمیں رہے پس اگر وہ مرمت نہ کرائے یا وہ تنگدست ہو تو اُس مکان کو حاکم کرایہ پر دیدے اور اسکے کرایہ (کی آمدنی) سے اُسے مرمت کرادے اور جب اسکی مرمت ہوجائے

تو پھر اُسی کو دیدے جسکے لیئے اسمیں رہنا وقف کیا گیا ہے اور اگر وقف مکان کی کوئی دیوار وغیرہ گر جائے تو حاکم اُسکے بدلے کو اسی وقف کی مرمت میں صرف کرے اگر ضرورت ہو اور اگر ضرورت نہ ہو تو اُسے (حفاظت سے) رکھے یہانتک کہ جب اسکی مرمت کی ضرورت ہو تو اُسے اسی میں صرف کردے اور اُسے مستحقین وقف میں تقسیم کر دینا جایز نہیں ہے اور اگر وقف (زمین) کے غلہ کو وقف کرنیوالا اپنے لیئے (وقف) کرے یا اسکا متولی خود ہی رہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جایز ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ جایز نہیں ہے اور اگر کسی نے مسجد بنائی تو وہ (بنانیکے بعد بھی) اسی کی ملک رہیگی یہانتک کہ وہ (خود) اسے مع اُسکے راستہ کے اپنی ملک سے جدا کر دے اور لوگوں کو اسمیں نماز پڑھنے کی اجازت دیدے پس جب اسمیں ایک آدمی (بھی) نماز پڑھ لیگا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اسکی ملک سے نکل جائیگی اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ اسکی ملک سے اُسوقت نکلیگی جب وہ خود یہ کہدے کہ میں نے اسے مسجد کر دیا اور اگر کسی نے مسلمانوں کے لئے کوئی سقایہ یا مسافرخانہ یا آمد و رفت کے لئے کوئی مکان بنا دیا یا اپنی زمین قبرستان کے لئے وقف کر دی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اُسکی ملک رہیگی یہانتک کہ اُسکے وقف ہونیکا حاکم حکم کردے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اُسکے کہنے ہی سے اُسکی ملک سے نکل جائیگی اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب اس سقایہ سے لوگوں نے پانی پی لیا اور اُس مسافرخانہ اور اُس مکان میں لوگ ٹھیرنے لگے اور اس قبرستان میں دفن کرنے لگے تو وہ اسکی ملک سے خارج ہو جائیگی

کتاب الودیعت

امانت کے بیان میں

ترجمہ اور اگر کسی نے کوئی مثلی چیز غصب کر لی اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گئی تو اُسکے ذمہ اُسکے مثل تاوان دینا لازم ہے اور اگر وہ مثلی نہیں تھی تو اُسکے ذمہ اسکی قیمت دینی لازم ہوگی ف غصب کے معنی چھیننے کے ہیں اور غاصب چھیننے والیکو کہتے ہیں اور مغصوب اُس چھینی ہوئی چیز کو خواہ کچھ ہی ہو ترجمہ اور غاصب پر اُس عین مغصوب کو واپس کر دینا واجب ہے اور اگر غاصب نے اُسکے تلف ہو جانے کا دعوی کیا تو حاکم اُسے قید کر دے یہانتک کہ یہ یقین ہو جائے کہ اگر وہ اُسکے پاس ہوتی تو یہ اُسے ضرور ظاہر کر دیتا پھر اسکا بدلہ دینے کا اسپر حکم کردے اور غصب ان چیزوں میں ہوتا ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکیں (یعنی جیسے چوپائے اور کپڑا وغیرہ اور اگر کسی نے کوئی زمین غصب کر لی پھر وہ اسکے پاس تلف ہو گئی ف زمین کا تلف ہونا یہ ہے کہ وہاں پر کوئی دریا آگیا یا اسمیں کھائی پڑ گئی یا اور کسی طرح کا نقص آگیا

ترجمہ تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اُسکے غاصب پر تاوان نہیں ہے اور امام محمدؒ (اور امام شافعیؒ) فرماتے ہیں کہ اُسے تاوان دینا پڑیگا اور اگر غاصب کے کچھ کرنے یا وہاں رہنے سے اس زمین میں کچھ نقصان ہوجائے تو اسکا تاوان تینوں اماموں کے نزدیک واجب ہوگا اور جب (منقولی) مغصوب چیز غاصب کے ہاتھ سے (یعنی اسکے پاس) تلف ہوگئی خواہ اُسنے (کچھ اسمیں) کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اسپر اسکا تاوان لازم ہے اور اگر اسکے پاس کچھ اُس میں نقصان آگیا ہے تو اس نقصان کا تاوان لازم ہے اور اگر کسی نے (کسی کی) ایک بکری بغیر اجازت اُسکے مالک کے ذبح کر ڈالی تو اب اُسکے مالک کو اختیار ہے چاہے وہ اُس بکری کی قیمت اُس سے لیلے اور یہ بکری غاصب کو دیدے اور چاہے (اُس بکری کو بھی لیلے اور) اُسکے نقصان کا اُس سے تاوان لیلے اور اگر کسی نے کسی کا تھوڑا سا کپڑا پھاڑ دیا تو وہ اُسکے نقصان کا ضامن ہوگا (اور وہ کپڑا مالک کا رہیگا) اور اگر بہت پھاڑ دیا ہے کہ اب وہ کام میں نہیں آسکتا تو اُسکے مالک کو اختیار ہے کہ اس کپڑے کی پوری قیمت کا اس سے تاوان لیلے اور اگر غاصب کے فعل سے عین مغصوب ایسی بدل جائے کہ نہ اُسکا وہ نام رہے (کہ جو غصب کرنیسے پہلے تھا) اور نہ اس سے اسکا اعلیٰ درجہ کا فائدہ حاصل ہو تو وہ اپنے مالک کی ملک سے نکل جائیگی اور غاصب اسکا مالک ہوجائیگا اور اسکا تاوان دیگا اور جبتک غاصب اس کا بدلا ادا نہ کردیگا تو اُسکو اس سے فائدہ اُٹھانا جائز نہ ہوگا اور اسکی مثال ایسی ہے کہ مثلاً کسی نے ایک بکری غصب کرکے اُسے ذبح کرڈالا اور اُسکے گوشت کے کباب کرلئے یا ویسے پکالیا یا گیہوں غصب کرکے انکو پیس لیا یا لوہا غصب کرکے اسکی تلوار بنوالی یا تانبا غصب کرکے اُسکے برتن بنوالئے اور اگر کسی نے چاندی یا سونا غصب کرکے اُسکے روپیہ یا اشرفیاں یا برتن بنوالئے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ اپنے مالک کی ملک سے نہیں نکلینگے (صاحبین کا اسمیں خلاف ہے) اور اگر کسی نے کوئی سروغصب کرکے (اُسے دروازے پر رکھ لیا اور) اسپر دیوار بنالی تو اس سے اسکے مالک کی ملک زائل ہوجائیگی اور غاصب پر اسکی قیمت دینی لازم ہوگی اور اگر کسی نے کچھ زمین غصب کرکے اسمیں باغ لگالیا یا مکان بنالیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ تو اپنے درختوں اور دیواروں کو اُکھیڑلے اور یہ زمین خالی کرکے اسکے مالک کے حوالے کردے اگر انکے اُکھیڑنے سے زمین میں کچھ نقصان آتا ہو تو مالک کے لئے جائز ہے کہ اُن درختوں اور دیواروں کے اُکھیڑے ہوؤں کی قیمت غاصب کو دیدے (پھر وہ درخت اور دیواریں اسکی ملک ہوجائینگی) اور اگر کسی نے ایک کپڑا غصب کرکے اُسے سُرخ رنگ لیا یا ستو غصب کرکے اُسمیں گھی (وغیرہ) ملالیا تو اُسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اُس غاصب سے سُفید کپڑے کی قیمت اور ویسا ہی ستو لیلے اور وہ (کپڑا اور ستو) غاصب کو دیدے

اور چاہے انہی دونوں کو لیلے اور جو رنگ اور گھی وغیرہ (ان دونوں میں) زیادہ ہوا ہے اسکا معاوضہ دیدے اور اگر کسی نے کوئی چیز غصب کرکے اُسے غایب (غلّا) کردیا پھر مالک نے اُس سے اُسکی قیمت لیلی تو قیمت دیکر غاصب اسکا مالک ہوجائیگا اور قیمت میں غاصب کا قول معتبر ہوگا اسکی قسم کے ساتھ ہاں اگر مالک اس قیمت سے زیادہ قیمت ہونے پر کوئی گواہ پیش کردے (تو مالک ہی کا قول مانا جائیگا) پھر اگر مالک کے قیمت لے لینے کے بعد) وہ چیز ظاہر ہوگئی اور اسکی قیمت اُس سے زیادہ ہے جو مالک نے تاوان کے طور پر لے لی تھی حالانکہ وہ قیمت خود مالک ہی کے کہنے سے یا اُسکے گواہ کی گواہی دینے سے یا غاصب کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے مالک نے لی تھی تو اب اس مالک کو کچھ اختیار نہیں ہے اور اب وہ غاصب ہی کی ہے ف یعنی اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ اب اسکی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے غاصب سے اور کچھ وصول کرنے لگے کیونکہ غاصب اُسکی رضامندی سے اس چیز کا مالک ہوچکا ہے اسلیئے کہ جتنی قیمت کا مالک نے دعویٰ کیا تھا وہ ادا کرچکا ہے۔ جوہرہ ترجمہ اور اگر مالک نے وہ قیمت غاصب کے کہنے معہ اسکی قسم کے موافق لی تھی تو اب مالک کو اختیار رہے چاہے اس قیمت ہی کو رکھے اور چاہے (اپنی) اس چیز کو لیلے اور وہ (لیا ہوا) عوض واپس کردے اور مغصوبہ (لونڈی اور بکری وغیرہ) کا بچہ اور اسکی بڑھوتری اور مغصوب باغ کا پھل غاصب کے پاس امانت کے طور پر رہیگا اگر اُسکے پاس (خود بخود ہی) تلف ہوجائے تو اُسپر تاوان نہ ہوگا ہاں اگر اسمیں اُسنے کچھ تعدی کی ہو یا مالک نے مانگا ہو اور اُسنے نہ دیا ہو (تو اُسپر تاوان لازم ہوگا) اور اگر بچہ پیدا ہونیکی وجہ سے لونڈی میں کچھ نقصان آجائے تو وہ نقصان غاصب کے ذمہ ہوگا پس اگر بچہ کی قیمت سے وہ نقصان پورا ہوسکتا ہے تو اسی سے اُسکو پورا کردیا جائیگا اور غاصب (کے ذمہ) سے اُسکا تاوان ساقط ہوجائیگا ف اسکی مثال ایسی ہے کہ مثلاً ایک لونڈی پانسو روپیہ کی تھی اور جب اُسکے بچہ پیدا ہوا تو اسکی قیمت چار سو روپیہ رہگئی اور سو روپیہ قیمت کا وہ بچہ بھی ہے تو اس صورت میں یہ دونوں اصل مالک کے حوالے کردئے جائینگے اور غاصب کے ذمہ کچھ نہ ہوگا اور اگر وہ بچہ اتنی قیمت کا نہیں ہے کہ جس سے اسکی ماں کی قیمت پوری ہوجائے تو اس کمی کا غاصب ضامن ہوگا۔ کذا فی العنایۃ ترجمہ اور غاصب مغصوب کے منافع کا ضامن نہیں ہوتا ہاں اگر اسکے استعمال سے کچھ نقصان آجائے تو اس نقصان کا وہ تاوان دیگا اور اگر کوئی مسلمان کسی ذمی شراب کو یا سور کو تلف کردے تو ان دونوں کی قیمت کا وہ ضامن ہوگا اور اگر یہ دونوں کسی مسلمان کی تھیں اور مسلمان ہی نے تلف کردیں تو وہ ضامن نہ ہوگا

کتاب الودیعۃ

ودیعت کا بیان

ف لغت میں ودیعت کے معنے چھوڑنے کے ہیں اور شریعت میں ودیعت کے یہ معنے ہیں کہ کسی چیز کو حفاظت کے لیئے

ایسے شخص کے پاس رکھدیا جائے جو قابل تصرف ہو باوجودیکہ وہ چیز مالک ہی کی ملک کے حکم میں رہتی ہے اور ودیعت اور امانت میں یہ فرق ہے کہ ودیعت تو قصداً حفاظت کے لیئے دیجاتی ہے اور امانت اس چیز کو کہتے ہیں جو بلا قصد کسی کے پاس آجائے مثلاً ہوا سے کوئی کپڑا اڑکے کسی کی گود میں آپڑے اور ودیعت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ چیز اتفاق سے مالک کے پاس پہونچ جائے تو مودع یعنی جسکے پاس ودیعت رکھی ہے جسے امین بھی کہدیتے ہیں اُسکے ضمان سے بری ہوجائیگا اور امانت کو جبتک کہ خود امانت مالک کے حوالے نہ کرے وہ بری نہیں ہوتا جو ہر وغیرہ تر جمہ ودیعت مودع کے پاس امانت ہوتی ہے اگر اسکے پاس تلف ہوجائے تو وہ اسکا ضامن نہ ہوگا (یعنی اُس سے تاوان نہ لیا جائیگا) اور مودع کو اختیار ہے کہ یا تو اسکی وہ خود حفاظت کرے اور یا اپنے گھر کے آدمیوں سے کرائے اور اگر اپنے گھر کے آدمیوں کے سوا اور کسی سے حفاظت کرائی یا کسی کے پاس ودیعتاً رکھدی (اور وہ تلف ہوگئی) تو یہ ضامن ہوگا ہاں اگر اُسکے گھر میں آگ لگجائے اور اسوجہ سے وہ اپنے ہمسایہ کے پاس رکھدے یا وہ (مودع یعنی (امین) کشتی میں تھا اور وہ کشتی ڈوبنے لگی تو اس ودیعت کو اُسنے دوسری کشتی میں پھینکدیا (اور وہ تلف ہوگئی تو یہ ضامن نہ ہوگا) اور اگر مودع نے ودیعت کو اپنے مال میں ایسی ملالی کہ علیحدہ نہیں ہوسکتی تو اُسکا وہ ضامن ہوگا (یعنی اُسکا تاوان دیگا) اور اگر ودیعت والے نے اپنی ودیعت مانگی اور مودع نے نہیں دی حالانکہ وہ دیسکتا تھا (اور پھر وہ تلف ہوگئی) تو اُسے تاوان دینا پڑیگا اور اگر ودیعت مودع کے مال میں بغیر اُسکے کچھ کیئے ملگئی تو یہ مودع اور مالک ودیعت دونوں شریک ہوجائینگے اور اگر مودع نے تھوڑی سی ودیعت خود خرچ کرلی اور باقی تلف ہوگئی تو جسقدر اُسنے خرچ کی ہے اُسکا تاوان دیگا اور اگر مودع نے کچھ ودیعت اپنے خرچ میں لگادی اور پھر اتنی ہی لیکر باقی میں ملادی (پھر وہ تلف ہوگئی) تو یہ ساری کا ضامن ہوگا خواہ یعنی جو خرچ کرلی تھی اُسکا ضامن خرچ ہی کرنیکی وجہ سے ہوگا اور باقی کا اس ملادینے کیوجہ سے۔ کذا فی اختیار تر جمہ اور اگر مودع نے ودیعت میں کچھ تعدی کی مثلاً ودیعت میں کوئی جانور (گھوڑا وغیرہ) تھا اور اُسنے اسپر سواری لی یا کپڑا تھا وہ اُسنے پہن لیا یا (ودیعت میں) غلام تھا اُس سے اُسنے خدمت لی یا اور کسی کے پاس ودیعتاً رکھدی اور پھر وہ تعدی موقوف کردی اور دوسرے کے پاس سے لیکر پھر اپنے پاس رکھ لی (پھر وہ تلف ہوگئی) تو یہ اُسکا دیندار نہوگا اور اگر صاحب ودیعت نے اُس سے مانگی اور اُسنے دینے سے انکار کردیا اور وہ تلف ہوگئی تو یہ دیندار ہوگا اور اگر پھر اقرار بھی کرلیا تو تاوان سے بری نہ ہوگا اور مودع کو ودیعت سفر میں لیجانی جایز ہے اگرچہ اسمیں بوجھ اور تکلیف ہو خواہ یہ اُسوقت ہے کہ مالک ودیعت نے سفر میں لیجانے سے منع نہ کیا ہو اور اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ ودیعت ایسی وزنی نہیں ہے کہ جسمیں بار برداری کی ضرورت اور راستہ بے خوف ہے تو اس صورت میں بالاتفاق لیجانی جایز ہے دوسری صورت یہ کہ ودیعت وزنی ہے

اور راستہ بھی بیخوف نہیں ہے تو اس صورت میں لیجانی بالاتفاق ناجائز اور تیسری صورت یہ ہے کہ امانت ورثنی ہے اور راستہ بیخوف ہے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک لیجانی جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے جوہرہ وغیرہ ترجمہ اور اگر دو آدمیوں نے ایک آدمی کے پاس کچھ ودیعت رکھی پھر انمیں سے ایک اگر اپنا حصہ مانگنے لگا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جبتک دوسرا (حصہ دار) نہ آجائے مودع اُسے کچھ نہ دے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اُسکا حصہ اُسے دیدے اور اگر ایک آدمی نے دو آدمیوں کے پاس ایسی کوئی چیز ودیعت رکھی جو تقسیم ہوسکتی ہے تو یہ جائز نہیں ہے کہ انمیں سے ایک ساری دوسرے کے پاس رکھدے بلکہ یہ دونوں اُسے تقسیم کرلیں پھر ہر ایک اپنے اپنے نصف کی حفاظت کرے اور اگر وہ ایسی چیز ہے جو تقسیم نہیں ہوسکتی تو اس صورت میں جائز ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کی اجازت سے (اس ساری کی) حفاظت کرے اور اگر صاحب ودیعت نے مودع سے یہ کہا کہ یہ ودیعت تم اپنی بی بی کے پاس نہ رکھنا اور اُسنے اسکے پاس رکھدی (اور وہ تلف ہوگئی) تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اُسنے یہ کہا کہ اس ودیعت کو تم اسی کوٹھری میں رکھنا اور مودع نے اُسی مکان کی دوسری کوٹھری میں رکھدی تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر دوسرے مکان میں رکھدی ہے تو ضامن ہوگا اسکی وجہ یہ ہے کہ حفاظت وغیرہ میں دو مکانوں کا حکم مختلف ہوتا ہے کہ کوئی زیادہ محفوظ ہوتا ہے اور کوئی کم ہوتا ہے ہاں اگر اس حکم میں دونوں برابر ہوں یا دوسرا پہلے سے بھی زیادہ محفوظ ہو تو ودیعت رکھنے والیکے ذمہ تلف ہونیسے تاوان نہ آئیگا۔ جوہرہ۔

کتاب العاریۃ

مانگی ہوئی چیز کا بیان

ترجمہ عاریت جائز ہے اور بغیر کسی عوض کے کسی چیز کے منافع کا مالک کردینے کو عاریت کہتے ہیں اور وہ ان الفاظ کے کہنے سے درست ہوجاتی ہے کہ میں نے تجھے مانگے دیدی یا یہ زمین میں نے تجھے کھانے کے لیئے دیدی یا یہ کپڑا میں نے تجھے بخشدیا یا یہ جانور میں نے تجھے سواری کے لئے دیدیا جسوقت کہ اُس سے ہبہ کی نیت نہ کی ہو یعنی اخیر کے دو لفظوں میں سے ہر ایک سے کیونکہ یہ دونوں لفظ اس چیز کا مالک بنادینے کے لیئے آتے ہیں اور جب انسے ہبہ مراد نہ ہوگا تو مجازاً عاریت پر حمل کرلیئے جائینگے۔ ہدایہ ترجمہ اور یہ غلام میں نے تجھے خدمت (لینے) کے لیئے دیدیا یا میرا گھر تیرے رہنے کے لئے ہے یا میرا گھر تیرے عمر بھر رہنے کے لئے ہے اور عاریت دینے والیکو اختیار ہے کہ جب چاہے اُسے واپس لیلے اور عاریت مستعیر کے پاس (یعنی جسے عاریت دیگئی ہے) امانت (کے طور پر) ہوتی ہے اگر بغیر اسکی تعدی کے تلف ہوجائے تو اسپر تاوان واجب نہیں ہوگا

اور مستعیر کو یہ جائز نہیں ہے کہ جو اُسنے عاریتاً لی ہے اُسے کرایہ پر دیدے اور اگر اُسنے کرایہ پر دیدی اور وہ تلف ہوگئی تو اُسے تاوان دینا پڑیگا اور اُسے عاریت دینا جایز ہے اسوقت کہ وہ چیز ایسی ہو کہ دوسرے کے استعمال کرنیسے اسمیں کچھ فرق نہ آتا ہو اور درہم و دنانیر (یعنی روپیہ اشرفیوں) اور کیلی و روزنی چیزوں کو عاریت دینا قرض ہے (عاریت نہیں ہے) ف کیونکہ عاریت دینا منافع کا مالک کردینا ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ بغیر ان خود کو خرچ کیئے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اسلیئے انمیں عاریت نہیں ہوسکتی۔ جوہرہ ترجمہ اگر کوئی شخص زمین کو اسلیئے عاریتاً لے تاکہ اسمیں مکان بنائے یا باغ لگائے تو جایز ہے اور جسنے عاریت دی ہے اُسے پھر واپس لے لینی جایز ہے اور یہ اس سے کہدے کہ وہ دیواروں اور درختوں کو اکھیڑے پس اگر اُسنے عاریت کا کوئی وقت معین نہیں کیا تھا (یعنی یہ نہیں کہا تھا کہ اتنے دنونمیں اسے واپس لیلونگا) تو اُسکے ذمہ کچھ تاوان نہیں ہے اور اگر وقت معین کردیا تھا اور اسوقت سے پہلے لینے لگا تو دیواروں اور درختوں کے اکھیڑنے سے جو نقصان ہوگا اُس کا معیر مستعیر کے لیے ضامن ہوگا (یعنی جسنے عاریتاً دی تھی وہ جسنے نقصان اسکو دیگا جسنے عاریتاً دی تھی) اور عاریت کے واپس پہونچانے کی مزدوری مستعیر کے ذمہ ہے ف یعنی اگر وہ عاریت ایسی ہے کہ قلی کے ذریعہ سے مالک کے مکان پر پہونچتی ہے تو اس قلی کی مزدوری عاریتاً لینے والے کے ذمہ ہے ترجمہ اور جو چیز کرایہ پر دیگئی ہو اُسکے واپس پہونچانے کی مزدوری کرایہ پر دینے والے کے ذمہ ہے مغصوبہ چیز کے واپس پہونچانے کی مزدوری غاصب کے ذمہ ہے اور ودیعت واپس پہونچانے کی مزدوری ودیعت رکھنے والیکے ذمہ ہے (یعنی مالک کے ذمہ جسنے دوسرے کے پاس ودیعت رکھی تھی) اور اگر کسی نے ایک گھوڑا عاریتاً لیا اور پھر اس گھوڑے کو اُسکے مالک کے اصطبل میں پہونچادیا وہاں جاکر وہ مرگیا تو یہ ضامن نہوگا اور اگر کسی نے کوئی چیز یعنی برتن وغیرہ) عاریتاً لی اور (پھر) وہ مالک کے گھر پہونچادی اور اُسکے سپرد نہیں کی (اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا اور اگر ودیعت کو (اُسکے) مالک کے پاس پہونچا دیا اور اُسکے سپرد نہیں کیا) اور وہ تلف ہوگئی) تو ودیعت رکھنے والا ضامن ہوگا۔ واللہ اعلم۔

کتاب اللقیط

بے وارث بچہ کا بیان

ف لغت میں لقیط ایک گری ہوئی چیز کو کہتے ہیں اور شرع میں لقیط اُس زندہ بچہ کا نام ہے جسکے وارثوں نے فقر و فاقہ کے ڈر سے پھینکدیا ہو کہ اُسکے ہونیسے اور خرچ بڑھ جائیگا یا زنا کی تہمت سے بچنے کے لیے پھینکدیا ہو

عینی نے اس طرح لکھا ہے اور جوہرہ میں کہا ہے کہ اگر کوئی بچہ شہر میں پڑا ہوا ملا ہے تو اُسکو اُٹھا لینا مستحب ہے اور اگر جنگل میں ہے تو اُسے اٹھا لینا واجب ہے کیونکہ اُسمیں اُسکی زندگی ہے ورنہ وہاں پڑا ہوا مر جائیگا ترجمہ لقیط آزاد ہوتا ہے اور نہ اُسکے کھانے وغیرہ کا خرچ بیت المال سے اُٹھایا جائے اور اگر لقیط کو کسی نے اُٹھا لیا ہے تو اور کسی کو اُس سے لینے کا اختیار نہیں ہے پھر اگر کسی نے یہ دعوٰی کیا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اس کا قول مع اُسکی قسم کے معتبر ہوگا اور اگر دو آدمیوں نے دعوٰی کیا ہے اور اُنمیں سے ایک نے بدن میں کی کوئی علامت بیان کر دی تو اس (کے لینے) کا زیادہ حقدار یہی ہوگا اور اگر لقیط مسلمانوں کے شہر میں سے ملا ہے یا اُنکے کسی گاؤں میں سے ملا ہے پھر ایک ذمی نے دعوٰی کر دیا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اس بچہ کا اس سے نسب ثابت ہو جائیگا (یعنی یہ اسکا بیٹا قرار دیا جاکر اسکا وارث سمجھا جائیگا) اور وہ (بچہ) مسلمان ہوگا اور اگر ذمیوں کے گاؤں میں سے ملا ہے یا کسی مندر یا گرجا میں سے ملا ہے تو وہ ذمی ہوگا (یعنی اُسے ذمی قرار دینگے) اور اگر کسی نے یہ دعوٰی کیا کہ یہ لقیط میرا غلام یا میری لونڈی ہے تو اسکا یہ کہنا نہیں سنا جائیگا اور وہ بچہ آزاد رہیگا اور اگر کسی غلام نے یہ دعوٰی کیا کہ یہ لقیط میرا لڑکا ہے تو اسکا نسب اس سے ثابت ہو جائیگا اور وہ بچہ آزاد ہی رہیگا اور اگر لقیط کے ساتھ کچھ مال بندھا ہوا ملے تو وہ لقیط ہی کا ہوگا اور لقیط کے اُٹھانیوالے کو (اگر وہ لقیط لڑکی ہے تو اس سے) نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اسکے مال میں تصرف کرنا جائز ہے اور اسکے واسطے (یعنی اُسکی طرف سے) ہبہ پر قبضہ کر لینا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کوئی پیشہ سیکھنے کے لیے اُسے کسی پیشہ ور کے سپرد کر دے اور اس سے مزدوری کرائے

کتاب اللقطۃ

گری ہوئی چیز کا بیان

ف لقطہ اسکو کہتے ہیں جو کوئی چیز پڑی ہوئی ملجائے ترجمہ لقطہ پانیوالے کے پاس امانت (کے طور پر) ہوتی ہے جبکہ وہ اسپر کسی کو گواہ کر لے کہ میں اس چیز کو حفاظت سے رکھنے یا اُسکے مالک کے پاس پہونچا دینے کے لیے اُٹھاتا ہوں پس اگر وہ دس درہم سے کم (قیمت) کی ہے تو چند روز اُسکی تشہیر کرے (یعنی یہ کہتا پھرے کہ یہ کسکی ہے تاکہ اسکا مالک معلوم ہو جائے) اور اگر دس درہم یا اس سے (بھی) زیادہ کی ہے تو اُسکی تشہیر پورے سال بھر تک کرے اگر اسکا مالک آجائے (تو فبہا اُسے دیدے) ورنہ اسے خیرات کر دے اور اگر اُسکے خیرات کر دینے کے بعد اس کا مالک آیا تو اس مالک کو اختیار ہے چاہے اُس خیرات کو بدستور رکھے اور چاہے اُس اٹھانے والے سے تاوان لیلے۔ ف اگر اسنے اس سے تاوان لے لیا تو اُسنے جسے خیرات

دی تھی اس سے واپس نہیں لے سکتا ہاں اس کا ثواب اُسے ہوگا ترجمہ بکری گائے۔ اونٹ میں بھی لقطہ ہونا جایز ہے ف یعنی اگر انمیں سے کوئی گم ہوئی کسی کو ملجائے تو اُسے پکڑ لینا جایز ہے لیکن یہ حکم ایسے موقع کا ہے کہ جہاں اُنکے تلف ہوجانیکا اندیشہ ہو مثلاً اس جنگل میں شیر آتا ہو یا شہر میں ہیں اور وہاں چور آتے ہوں اور اگر اس قسم کا خوف نہیں ہے تو پھر سوائے بکری کے اوروں کو پکڑنا جایز نہیں ہے۔ جوہرہ نیرہ ترجمہ اگر (اس پائی ہوئی بکری وغیرہ) پر پانے والے نے حاکم کی بغیر اجازت کے کچھ خرچ کردیا ہے (یعنی کھلا پلا دیا ہے) تو یہ (مالک سے) واپس نہیں لے سکتا اور اگر حاکم کی اجازت سے خرچ کیا ہے تو وہ اُسکے مالک کے ذمہ دین ہوگا اور جب یہ مقدمہ حاکم کے ہاں جائے تو وہ اسمیں غور کرے اگر وہ چوپایہ کچھ فائدہ کا ہے تو اُسے کرایہ پر دیدے اور اُسکے کرایہ میں سے اُسپر خرچ کرائے اور اگر وہ کچھ فائدہ کا نہیں ہے اور یہ ڈر ہے کہ اسکا خرچ اُسکی قیمت کو بھی لے ڈوبے گا تو (خود) حاکم اُسے بیچدے اور اسکی قیمت حفاظت سے رکھوادے اور اگر اُنکو کھلانے پلانے ہی میں کچھ زیادہ مصلحت (اور فائدہ) ہے تو اُسکی اجازت دیدے اور اس خرچہ کو اُسکے مالک کے ذمہ دین قرار دیدے پھر جسوقت اُسکا مالک آئے تو اس پانیوالے کو جایز ہے کہ جبتک اُس سے وہ خرچہ وصول نہ کرلے وہ چوپایہ اُسے نہ دے زمین حل اور زمین حرم کا لقطہ برابر ہے اور جب کوئی آدمی آکر یہ دعوی کرے کہ یہ لقطہ میرا ہے تو جبتک وہ اُسکے گواہ نہ پیش کردے اسکو نہ دیا جائے پھر اگر وہ اسکی علامت بتلادے تو پانیوالے کے لئے اسکو دیدینا جایز ہے ف علامت سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ روپیہ ہیں تو انکی تعداد بتلادے کہ اتنے روپیہ اور ایسے ہیں اور اگر جانور ہے تو اسکے پاؤں وغیرہ کا رنگ بتلادے ترجمہ اور واپس دینے میں اسپر جبر کیا جائے اور لقطہ بطور صدقہ کے مالدار کو نہ دیوے اور اگر پانیوالا مالدار ہے تو اسے اس لقطہ سے فائدہ اٹھانا جایز نہیں ہے اور اگر فقیر ہے تو فائدہ اٹھانے میں کچھ حرج نہیں ہے اور جب پانیوالا خود مالدار ہے تو اُسے اپنے باپ اور بیٹے اور ماں اور بی بی پر وہ لقطہ صدقہ کردینا جایز ہے جسوقت کہ وہ فقیر ہوں۔

کتاب الخنثی

خنثے کا بیان

ترجمہ اگر کسی بچہ کے فرج اور ذکر دونوں ہوں تو وہ خنثے ہے پھر اگر وہ ذکر سے پیشاب کرتا ہے تو لڑکا (یعنی مرد کے حکم میں) ہے اور فرج سے کرتا ہے تو لڑکی (یعنی عورت کے حکم میں) ہے اور اگر فرج و ذکر) دونوں سے اور ایک راستہ سے پیشاب پہلے نکلتا ہے تو اس پہلے ہی کیطرف منسوب کیا جائیگا ف یعنے اگر پیشاب ذکر سے پہلے آتا ہے تو مرد ہوگا اور اگر فرج سے پہلے نکلتا ہے تو عورت ہوگی کیونکہ پیشاب کا نکلنا اس امر کی دلیل ہے کہ اصلی عضو

یہی ہے دوسرے یہ کہ جب ایک راستہ سے پیشاب آگیا تو بس اُسی کے موافق حکم دیدیا جائیگا کیونکہ یہ پوری علامت ہے پھر اگر دوسرے راستہ سے پیشاب نکل آیا تو اُس سے اِس حکم میں کچھ فرق نہ آئیگا زیلعی میں اسی طرح ہے ترجمہ اور اگر دونوں سے برابر ہی آتا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زیادہ پیشاب آنیکا اعتبار نہیں ہے ف کیونکہ پیشاب کی کمی زیادتی تو مخرج کی تنگی اور فراخی کی وجہ سے ہے لہٰذا اس کمی زیادتی سے دلیل نہیں ہوسکتی ترجمہ اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جس مخرج سے زیادہ پیشاب آئیگا اسی کیطرف منسوب کیا جائیگا اور جب خنثیٰ بالغ ہوجائے اور اُسکے ڈاڑھی نکل آئے یا وہ عورتوں سے ملجائے (یعنی صحبت کرے) تو وہ مرد ہے اور اگر عورتوں کی چھاتیوں کی طرح اُسکی چھاتی اُبھر آئیں یا اُسکی چھاتیوں میں دودھ اُتر آئے یا اُسے حیض آجائے یا حمل رہجائے یا کوئی مرد فرج کیطرف سے اس سے صحبت کرے تو وہ عورت ہے اور اگر ان علامتوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہیں ہوئی تو وہ خنثیٰ مشکل ہے اور جب یہ (نماز پڑھنے) امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مردوں اور عورتوں کی صف کے درمیان میں کھڑا ہو اور اگر اسکے پاس مال ہے تو اُسکے مال سے ایک لونڈی خریدی جائے کہ وہ اُسکے ختنہ کرے اور اگر اُس کے پاس مال نہیں ہے تو امام بیت المال سے اس کے لیے ایک لونڈی خریدے اور جب وہ لونڈی ختنہ کردے تو اُسے بیچکر اُسکی قیمت بیت المال میں داخل کردے اور اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک لڑکا اور ایک خنثیٰ چھوڑا تو اسکا مال ان دونوں میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین سہام پر تقسیم کیا جائیگا دو سہام لڑکے کے اور ایک سہام خنثیٰ کا اور یہ میراث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت ہے ہاں اگر اُس کے سوا کچھ اور ثابت ہوجائے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ خنثیٰ کو نصف میراث لڑکے کی دیجائیگی اور نصف دختر کی اور یہی قول شعبی کا ہے اور شعبی کے قول کے قیاس میں صاحبینؒ کا اختلاف ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ کل مال کے ساتھ حصّے کیے جائیں چار حصّے لڑکے کے اور تین حصّے خنثیٰ کے اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ مال کے بارہ حصّے کیے جائیں سات لڑکے کے اور پانچ خنثیٰ کے۔

کتاب المفقود

مفقود (الجز) کا بیان

ترجمہ جب کوئی شخص غائب ہوجائے اور کہیں اُسکا پتہ نہ لگے اور نہ یہ معلوم ہو کہ آیا زندہ ہے یا مرگیا ہے تو قاضی ایک ایسے شخص کو مقرر کردے جو اُسکے مال کی حفاظت کرے اور اُسکا انتظام رکھے اور اُسکے حقوق کو (جو لوگوں پر ہوں) وصول کرے اور اُسکے مال میں سے اُسکی بی بی اور اُسکے چھوٹے بچوں کو خرچ دے اور

اُسکے اور اُسکی بی بی کے درمیان میں تفریق نہ کرائے (یعنی اُسکی بی بی کو دوسرا نکاح کر لینے کا حکم نہ دے) اور جب اُسکی پیدائش کے دن سے لیکر ایکسو بیس برس پورے ہو جائینگے تو اب ہم اُسکے مرجانیکا حکم دیدینگے (اور اب فتویٰ نوے برس پر ہے) اُسکے بعد اُسکی عورت عدت میں بیٹھے اور اُسکے جو ورثہ اسوقت موجود ہوں اُنمیں اسکا مال تقسیم کر دیا جائے اور جو وارثوں میں سے اِس (حکم) سے پہلے مرگیا ہے وہ اُسکی کسی چیز کا وارث نہ ہوگا اور یہ مفقود اُس کا وارث نہ ہوگا جو اُسکے مفقود ہونے کی حالت میں مرگیا ہو۔

کتاب الاباق

غلام کے بھاگنے کا بیان

ترجمہ جب کوئی غلام بھاگ جائے اور تین دن کی مسافت سے یا اس سے زیادہ (دور) سے کوئی اُسے پکڑ کے اُسکے مولی (یعنی آقا) کے پاس پہونچا دے تو وہ اُسپر مزدوری (دئے جانے) کا مستحق ہے اور وہ مزدوری چالیس درہم ہیں اور اگر اس سے کم دُور سے لایا ہے تو اسی حساب سے اُسکو دینا چاہیئے اور اگر اس غلام کی قیمت چالیس درہم بھی نہیں ہے تو ایک درہم کم کر کے اُسکی ساری قیمت اسکو دلادی جائے اور اگر اس سے بھی چھوٹ کر بھاگ جائے کہ جو پکڑ کے لایا تھا تو اُسکے ذمہ کچھ نہیں ہے اور نہ یہ مزدوری کا مستحق ہے اور چاہیئے کہ جب کوئی غلام کو پکڑے تو اسپر کسی کو گواہ کر دے کہ میں اس غلام کو اسلیئے پکڑتا ہوں تاکہ اُسے اُسکے آقا کے پاس پہونچا دوں اور اگر بھاگا ہوا غلام رہن تھا (یعنی اُسکے آقا نے اُسے رہن رکھدیا تھا) تو اُسکی مزدوری مرتہن کے ذمہ ہوگی ف کیونکہ اس غلام کے بھاگ جانے کیوجہ سے اُسکا روپیہ سب جاتا رہا تھا اور جب وہ غلام کو پکڑ لایا تو اُس کا روپیہ پھر بدستور ہوگیا لہذا اُسکی مزدوری اُسی کے ذمہ ہے مجمع الانہر

کتاب احیاء الموات

ویران زمین کو چالتی کرنے کا بیان

ترجمہ موات وہ زمین ہے کہ اُسمیں پانی نہ آئے یا زیادہ پانی (یعنی دریا وغیرہ) آجانے کی وجہ سے اُس سے کچھ فائدہ نہ ہو سکے یا اور کوئی ایسا سبب ہو (مثلاً شور وغیرہ ہوگئی ہو) کہ جسکی وجہ سے اُسمیں کھیتی نہ ہو سکتی ہو پس دار الاسلام میں جو زمین عادی ہو (یعنی ہمیشہ سے بنجر ہی پڑی ہو اور) کوئی اُسکا مالک نہ ہو یا وہ ایسی مملوک (یعنی کسی کے قبضہ میں) ہو کہ اُس کا مالک کوئی خاص آدمی نہ ہو اور وہ بستی سے اس قدر دور ہو کہ جب کوئی آدمی اُس طرف کی آخر آبادی سے کھڑا ہو کر چلائے تو اس زمین تک اُسکی آواز نہ پہونچے

پس وہ موات ہے جو شخص اسے امام سے اجازت لیکر (یعنی بادشاہِ وقت کی اجازت لیکر) چلتی کریگا وہی اُسکا مالک ہو جائیگا اور اگر امام کی بغیر اجازت چلتی کریگا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کا مالک نہ ہوگا اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ مالک ہو جائیگا اور جیسا کہ مسلمان اس کا مالک ہو جاتا ہے اسی طرح ذمی بھی اسکو چلتی کر لینے سے اسکا مالک ہو جائیگا اور اگر کسی نے (بنجر) زمین کو ویسے ہی ڈالے رکھا اور تین برس تک اسمیں کچھ نہیں بویا جوتا تو امام اُس سے لیکر اور کسی کو دیدے اور آبادی کے قریب کی زمینوں کو چلتی کرنا جایز نہیں ہے بلکہ وہ اس بستی والوں کے مویشیوں کے چرنے اور اُن کی کھیتیوں کے لدن وغیرہ ڈالنے کے لیئے چھوڑ دیجائے اور اگر کسی نے جنگل میں کنواں کھدوایا تو اُس کنویں کا حریم بھی اسی شخص کا ہے ف حریم کنویں کے آس پاس کی زمین کو کہتے ہیں ترجمہ پس وہ کنواں گائے بکریوں (کو پانی پلانے) کے واسطے ہے (یعنی اسکا پانی ہاتھ سے کھینچا جاتا ہے) تو اسکا حریم چالیس ہاتھ کا ہوگا اور اگر وہ چرس چلانے کیواسطے ہے تو اُسکا حریم ساٹھ ہاتھ کا ہوگا اور اگر وہ چشمہ ہے تو اسکا حریم پانسو ہاتھ ہوگا پس جو شخص اس کنویں کے حریم میں دوسرا کنواں کھودنا چاہے تو اُسے اُس سے منع کر دیا جائے اور جس زمین کو فرات (یعنی کوفہ کا دریا) یا دجلہ (یعنی بغداد کا دریا) چھوڑ دے اور وہاں سے پانی ہٹ جائے تو دیکھیں کہ اگر وہاں پانی پھر آسکتا ہے تو اس زمین کو چلتی کرنا جایز نہیں ہے اور اگر پانی (ایسا ہٹا ہے کہ) پھر نہیں آسکتا تو وہ مثل موات کے ہے اگر وہ کسی کی حریم نہ ہو تو جو شخص اُسے حاکم کی اجازت سے چلتی کریگا وہی اُسکا مالک ہو جائیگا اور اگر کسی شخص کی نہر دوسرے کی زمین کو (جاری) ہو تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حریم نہ ہوگا ہاں اگر اس (کے حریم ہونے) کا ثبوت گواہوں سے ہو جائے اور صاحبین کے نزدیک اس نہر والے کے لیئے اس نہر کی پٹری ہوگی کہ جس پر وہ چل سکے اور اُس نہر کی مٹی ڈال سکے

کتاب الماذون

اجازت دئے ہوئے غلام کا بیان

ترجمہ جب مولیٰ (یعنی آقا) نے اپنے غلام کو عام اجازت دیدی (یعنی یہ کہدیا کہ میں تجھے تجارت کرنیکی اجازت دیتا ہوں اور کوئی قید نہیں لگائی) تو اسکا تصرف تمام (قسم کی) تجارتوں میں (بالاتفاق) جایز ہے اور اُسے خریدنے اور فروخت کرنے گروڈالنے گرو رکھنے سب کا اختیار ہے اور اگر فقط ایک ہی قسم کی (تجارت کرنے کی) اجازت دی ہے اوروں کی نہیں دی تو وہ بھی سب میں ماذون ہوگا اور اگر کسی (خاص) معین چیز کی اجازت دی ہے تو وہ ماذون نہیں ہے اور قرضوں اور غصب کی ہوئی چیزوں کی بابت ماذون کو اقرار کر لینا جایز ہے ف کیونکہ اقرار کرنا تجارت کے توابع میں داخل ہے اسلیئے کہ اگر اس کا اقرار درست یعنی معتبر نہ ہو تو لوگ اس سے

خرید و فروخت کرنے اور معاملہ کرنیسے ضرور بچیں گے اور جب اسکا اقرار اسکی صحت کی حالت میں ہو تو اُسکے ذمہ قرض ہونے یا نہونیکی صورتوں کے اندر اقرار کرنے میں کچھ فرق نہیں ہے ہاں اگر بیماری کی حالت میں اقرار کرے تو صحت کی حالت کا قرض مقدم سمجھا جائیگا جیسا کہ آزاد میں ہے بخلاف اس اقرار کے جو تجارت کے سبب سے نہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو کیونکہ اُسکے حق میں یہ مثل مجور کے ہے ہدایہ ترجمہ اور اسے اپنا نکاح کرنا جایز نہیں ہے اور نہ اپنے غلام اور لونڈیوں کا نکاح کرنا جائز ہے اور نہ یہ (غلام لونڈی کو) مکاتب کرے اور نہ کچھ لیکر آزاد کرے اور نہ کسی چیز کے عوض یا بلا عوض کچھ کرے ہاں اگر تھوڑا سا کھانا تحفہ دیدے تو جایز ہے یا ایسے شخص کی مہمانداری کرے کہ جسنے اُسکی دعوت کی ہو اور اُسکے (لئے ہوئے) قرض اُسی کی گردن پر ہوں گے قرضخواہوں کی درخواست پر ان قرضوں (کے ادا کرنے) میں اُسے فروخت کر دیا جائے ہاں اگر (اسکا) مولی اسکا بدلہ دیدے اور اُسکی قیمت ان قرضخواہوں میں حصہ رسد تقسیم کر دیجائے اور اگر کچھ قرض پھر بھی باقی رہجائے تو وہ اسکے آزاد ہونیکے بعد (اگر کبھی ہو جائے تو) اُسی سے وصول کیا جائے اور اگر اسکا آقا اسپر حجر کر دے (یعنی اُسے تصرف سے معزول کرے) تو جبتک اُسکی اطلاع بازار والوں کو نہو جائیگی وہ مجور رہیگا (اور اس کا تصرف معتبر ہوگا) اور اگر اسکا آقا مر گیا یا بالکل دیوانہ ہو گیا یا مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا تو یہ ماذون (غلام) مجور علیہ ہو جائیگا (یعنی اس کی اجازت سے معزول ہو جائیگا) اور ماذون غلام اگر بھاگ گیا تب وہ مجور علیہ ہو جائیگا اور جب یہ مجور علیہ کر دیا جائے تو جو مال اُسکے قبضہ میں ہو اسکی بابت اسکا کچھ اقرار کرنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جایز ہے ف اس سے مراد یہ ہے کہ جو مال اُسکے پاس ہو اگر اسکی بابت وہ یہ کہے کہ یہ میرے پاس دوسرے آدمی کی امانت ہے یا اس سے میں نے غصب کر لیا ہے یا اپنے ذمہ قرض ہونیکا اقرار کرے تو وہ قرض اور غصب وغیرہ اس مال سے ادا کر دئے جائینگے جوہرہ ف اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اسکا اقرار درست نہ ہوگا اور جب اسکے ذمہ اس قدر قرض ہو جائے کہ جو اسکے مال اور اس (خود) کی قیمت سے بھی بڑھ جائے تو جو مال اُسکے پاس ہے اس کا آقا اُس کے مال کا مالک نہ رہیگا پس اگر آقا اُسکے غلاموں کو آزاد کرنے لگے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ آزاد نہ ہونگے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جو کچھ اسوقت ماذون کے پاس ہے اس کا آقا مالک ہو جائیگا اور اگر غلام ماذون (اپنے) آقا کے ہاتھ مناسب قیمت سے کوئی چیز فروخت کرے تو جایز ہے ف یہ حکم اس صورت کا ہے کہ جب اُس غلام کے ذمہ قرض ہو کیونکہ اسوقت اس کا آقا اُسکے کسب وغیرہ سے مثلاً جنبخ ہے اور اگر اسکے ذمہ قرض نہیں ہے تو پھر ان دونوں میں خرید و فروخت نہو گی کیونکہ یہ غلام اور جو کچھ اسکے پاس ہے سب آقا کا ہے جوہرہ ترجمہ اور اگر نقصان سے بیچے تو جایز نہیں ہے اور اگر آقا اپنے ماذون غلام کے ہاتھ کوئی چیز پوری قیمت سے یا نقصان سے فروخت کرے تو یہ فروخت جایز ہے پس اگر آقا نے قیمت پر

اپنا قبضہ کرنیسے پہلے مبیع اُسکے حوالہ کردی تو وہ قیمت باطل ہو جائیگی ف کیونکہ جب آقا نے قیمت پر قبضہ کرنیسے پہلے مبیع اُسکے حوالہ کردی تو قیمت آقا کی طرف سے اس غلام کے ذمہ قرض ہوگئی اور آقا کا غلام کے ذمہ قرض نہین ہوا کرتا اور جب یہ قیمت باطل ہوگئی تو اب یہ ایسا ہوگیا کہ گویا آقا نے بلا قیمت اُسکے ہاتھ بیع کردی ہے اور قیمت کے باطل ہونے سے یہ مراد ہے کہ اب آقا اس کا مطالبہ نہین کرسکتا ہان اسے مبیع واپس کرلینی جایز ہے جوہرہ ترجمہ اور اگر آقا اس مبیع کو روک لے یہانتک کہ اُسکی قیمت وصول ہو جائے تو یہ جایز ہے اور اگر آقا نے غلام ماذون کو آزاد کردیا اور اُسکے ذمہ بہت سا قرض ہے تو اُس کا آزاد کرنا جایز ہے اور اُسکے قرضخواہوں کے لئے اُسکی قیمت کا یہ آقا دیندار ہوگا اور اگر اُسکی قیمت دیدینے پر کچھ قرض باقی رہجائے تو وہ اُس آزاد شدہ غلام سے طلب کیا جائے اور جب ماذونہ لونڈی کے اُسکے آقا سے بچہ پیدا ہوگیا تو یہ اس پر حجر ہے (یعنی وہ اذن سے معزول ہو جائیگی) اور اگر کسی لڑکے کا ولی اس لڑکے کو تجارت کرنے کی اجازت دیدے تو وہ خرید و فروخت میں مثل ماذون غلام کے ہے لیکن اُس وقت کہ وہ لڑکا خرید و فروخت خوب سمجھتا ہو۔

کتاب المزارعۃ

کھیتی کرانے کا بیان

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تہائی یا چوتھائی (بٹائی) پر زمین بونے کے لیے دینا باطل ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جایز ہے ف تہائی چوتھائی کا لفظ یہاں محض تبرکاً ذکر کردیا ہے کیونکہ حقیقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مخابرت سے منع فرمایا تو زید بن ثابت نے حضرت سے پوچھا کہ یا رسول اللہ مخابرت کیا معنی ہیں فرمایا کہ تہائی یا چوتھائی (کی بٹائی) پر کسی کی زمین (بونے کے لیے) لیلو ورنہ اس بارے میں کمی اور زیادتی یعنی تہائی سے کم ہو یا چوتھائی سے بھی زیادہ ہو سب برابر ہے اور بعض کا قول یہ بھی ہے کہ مصنف نے یہ لفظ اسلیئے بڑھادیے ہیں کہ اُنکے زمانہ میں لوگ اُنہی حصوں پر بٹائیاں کیا کرتے تھے اور باطل سے مراد یہ ہے کہ فاسد ہے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ جایز ہے اور اسی پر فتوٰی ہے کیونکہ لوگوں کو اُسکی سخت ضرورت ہے اور جسکی ضرورت ہوتی ہے وہ جایز ہوتا ہے جوہرہ ترجمہ اور صاحبین کے نزدیک مزارعت کی چار صورتیں ہیں (۱) جسوقت کہ زمین اور بیج ایک کا ہو اور بیل اور کام کرنا دوسرے کا تو یہ صورت جائز ہے (۲) اگر ایک کی فقط زمین ہو اور کام کرنا اور بیل اور بیج دوسرے کا تو یہ صورت بھی جایز ہے (۳) اگر زمین اور بیج اور بیل ایک کے ہوں اور کام دوسرے کا تو یہ صورت بھی جائز ہے (۴) اگر زمین اور بیل ایک کے ہوں اور بیج اور کام دوسرے کا تو یہ صورت باطل ہے اور مزارعت بغیر مدت معین کے کرنی جایز نہیں ہے

اور یہ کہ جو پیداواری ہو وہ ان دونوں میں تقسیم ہو جائے پس اگر یہ دونوں باہم رضامند ہو کر اپنے میں سے ایک کے لیئے کچھ پیمانے (غلّہ کے) معین کر دیں تو یہ مزارعت باطل ہو جائیگی ف ایک کے لیئے کچھ پیمانے معین کر دینے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً انمیں سے زمین والا یہ کہے کہ میں تو دس مٹکے غلّہ لیلوں گا باقی خواہ اس سے کم رہے یا زیادہ رہے وہ تیرا ہے اور کاشت کار اس پر رضامند ہو جائے تو یہ صورت جایز نہیں ہے کیونکہ شاید دس مٹکوں سے زیادہ غلہ پیدا نہ ہو اور پھر انمیں جھگڑا پڑے یا ایک کو ملجانا اور دوسرے کو بالکل نہ ملنا بھی جایز نہیں ہے۔ ہدایہ وغیرہ ترجمہ اور یہی حکم اس صورت میں ہے (یعنی جایز نہیں ہے) کہ ڈولوں یا نالیوں پر کھڑے ہوتے کھیتی کی ایک کے لیئے شرط کرلیں (کیونکہ شاید اس جگہ کے سوا اور جگہ غلہ پیدا نہ ہو) اور جب مزارعت درست ہو جائے تو پھر جو کچھ پیداواری ہو اسے دونوں (اپنے) شرط کے موافق آپس میں تقسیم کرلیں اور اگر اس زمین میں کچھ بھی پیداواری نہ ہو تو پھر (محنت اور) کاشت کار کے لیئے کچھ نہیں ہے اور جب (کسی وجہ سے) مزارعت باطل ہو جائے تو اس زمین کی پیداواری بیج والے کی ہوگی پس اگر بیج زمیندار کیطرف سے تھا تو کاشتکار کو اسقدر مزدوری دیجائے جو اس قسم کے کام کرنے والوں کو ملتی ہے یہ مزدوری اس مقدار سے نہ بڑھے جو پیداواری میں سے اُسکے لیے مقرر کیا گیا تھا اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ اسکو وہی مزدوری دیجائیگی جو اس کام میں اوروں کو ملتی ہو خواہ کہیں تک پہونچ جائے اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے تھا تو زمیندار کو اس زمین کا اتنا کرایہ ملنا چاہیئے کہ جو ایسی زمینوں کا دستور ہو اور اگر مزارعت کا معاملہ طے ہو گیا اور پھر بیج والے نے بیج ڈالنے سے انکار کر دیا تو اسپر جبر نہ کیا جائے اور اگر اسنے انکار کیا ہے جسکی طرف سے بیج نہیں ہے تو اس سے کام کرانے پر حاکم جبر کرے اور جب ان دونوں میں سے ایک مرجائے تو یہ مزارعت باطل ہو جائے گی اگر مزارعت کی مدت ختم ہو جائے اور کھیتی ابھی نہ پکی ہو تو کھیتی کے کٹنے تک اس کاشت کار کو اس زمین کا وہ کرایہ دینا پڑیگا جو ویسی زمین کا ہوتا ہو اور کھیتی پر جو کچھ خرچ ہو اس دونوں کے حصّوں کے موافق دونوں ہی کے ذمّہ ہوگا اور کھیتی کاٹنے اور گاہنے اور کاٹنے کے بعد گاہنے کی جگہ اکٹھی کرنے اور (غلّہ علٰحدہ کرنے کے لیئے) اُڑانے کی مزدوری بھی حصّہ رسد ان دونوں ہی کے ذمّہ ہوگی اور اگر مزارعت میں یہ شرط کرلی تھی کہ یہ خرچہ کاشتکار کے ذمّہ ہوگا تو یہ مزارعت فاسد ہے

کتاب المساقات

شرکت میں پانی دینے کا بیان

ترجمہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (پودوں میں) پھل کا کوئی حصّہ مقرر کر کے شراکت میں پانی دینا

جائز نہیں ہے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اُسوقت جایز ہے کہ جب دونوں کوئی مدت معین کردیں اور پھل کے حصّہ کا نام لے دیں کہ تہائی یا چوتھائی یا پیداوار (مقومی اسی پر ہے) اور کھجوروں اور (عام) درختوں اور انگوروں اور بیگنوں وغیرہ میں شرکت سے پانی دینا جایز ہے پس اگر کسی نے کھجوروں کے پھلدار درخت پانی دینے کے لئے دیدیے اگر وہ پھل پانی دینے وغیرہ سے بڑھتا ہے تو یہ دینا جایز ہے اور اگر اسکا بڑھنا ختم ہوچکا ہے تو جایز نہیں ہے اور اگر یہ پانی دینے کی شرکت فاسد ہوجائے تو پانی دینے والے کو وہ مزدوری ملنی چاہیئے جو اس کام والوں کو دیجاتی ہے اور (ان دونوں میں سے ایک کے) مرنے سے یہ شراکت باطل ہوجاتی ہے اور عذروں سے بھی ٹوٹ جاتی ہے جیسے کہ اجارہ ٹوٹ جاتا ہے۔

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

ترجمہ نکاح ایجاب اور قبول کے ایسے دو لفظوں سے ہوجاتا ہے کہ ان سے زمانۂ ماضی کو بیان کیا جائے یا ایک سے زمانۂ ماضی بیان کیا جائے اور دوسرے سے مستقبل ف ماضی کے دونوں لفظ یہ ہیں مثلاً مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کرلیا اور عورت کہے کہ میں نے قبول کرلیا یا کہے کہ میں راضی ہوگئی اور مستقبل کے لفظ سے وہ صیغہ مراد ہے جو امر میں پایا جائے جسکی مثال یہ تین میں ہے ترجمہ مثلاً ایک (یعنی عورت کہے) کہ تو مجھ سے نکاح کرلے اور دوسرا (یعنی مرد کہے) کہ میں نے تجھ سے نکاح کرلیا اور مسلمانوں کا نکاح بغیر ایسے دو گواہوں کے موجود ہوئے نہیں ہوسکتا کہ وہ دونوں آزاد ہوں بالغ ہوں عاقل ہوں مسلمان ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں برابر ہے کہ عادل ہوں یا نہ ہوں یا (کسی کو زنا وغیرہ کی) تہمت لگانے میں سزا یافتہ (بھی) ہوں اگر کوئی مسلمان کسی ذمی عورت سے دو ذمیوں کی گواہی پر نکاح کرلے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نکاح جایز ہوجائیگا اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جایز نہ ہوگا جبتک کہ یہ دو مسلمانوں کو گواہ نہ کرلے اور مرد کو اپنی ماں سے اور دادی اور نانی سے اور بیٹی اور پوتی سے اگرچہ نیچے کی ہوں (یعنی پڑپوتیاں وغیرہ ہوں) نکاح کرنا جایز نہیں ہے اور نہ اپنی بہن بھانجیوں سے اور نہ بھتیجیوں سے اور نہ پھوپھی اور خالہ سے جایز ہے اور نہ اپنی ساس سے خواہ اسکی بیٹی سے صحبت کرچکا ہو یا نہ کرچکا ہو اور نہ اپنی ایسی بی بی کی بیٹی سے جایز ہے کہ جس سے یہ صحبت کرچکا ہو برابر ہے کہ وہ لڑکی اسی کی پرورش میں ہو یا اور کسی کی پرورش میں ہو اور نہ اپنے باپ کی بی بی (یعنی سوتیلی ماں) سے اور نہ دادے اور پڑدادے کی بی بی سے اور نہ (اپنی بہو یعنی) اپنے بیٹے کی بی بی سے اور نہ اپنے پوتوں کی بی بیوں سے جایز ہے اور نہ اپنی رضاعی ماں سے اور

نہ رضاعی بہن سے جایز ہے اور دو (سگی) بہنوں کو صحبت میں جمع کرنا جایز نہیں ہے نہ نکاح کے ذریعہ سے اور نہ خرید کر اور نہ ایک عورت کو اور اسکی پھوپھی یا خالہ یا بھانجی یا بھتیجی کو جمع کرنا جایز ہے اور نہ ایسی دو عورتوں کو جمع کرے کہ اگر انمیں سے ایک مرد ہو تو دوسری سے اُسے نکاح کرنا جایز نہ ہو اور ایک عورت کو اور اُسکے پہلے خاوند کی لڑکی کو (جو دوسری عورت سے ہو) جمع کرنے مین کوئی حرج نہیں ہے اگر کسی نے کسی عورت سے زنا کر لیا تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس مرد پر حرام ہو جائیں گی ف یعنی اس زانی مرد اور زانیہ عورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہو جائیگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر اُس عورت کی ماں اور بہن سے اُسے نکاح کرنا جایز نہ ہوگا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب کوئی کسی عورت کو شہوت کی حالت میں دیکھ لے یا ہاتھ لگا دے کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ من مس امرأۃ بشھوۃ حرمت علیہ امھا وبنتھا اور یہی مذہب حضرت عمر اور عمران بن حصین اور جابر بن عبداللہ وغیرہ بہت سے صحابہ کا تھا۔ جوہرہ ترجمہ اور جب کسی شخص نے اپنی جورو کو بائنہ طلاق دیدی تو اسکی عدت پوری ہونے سے پہلے اسکی بہن سے اس (مرد) کو نکاح کرنا جایز نہیں ہے اور نہ آقا کو اپنی لونڈی سے نکاح کرنا جایز ہے اور نہ عورت کو اپنے غلام سے کرنا جایز ہے اور اہل کتاب (مثلاً یہ انگریز اور یہود) کی عورتوں سے نکاح کرنا جایز ہے اور آتش پرستوں اور بت پرستوں کی عورتوں سے کرنا جایز نہیں ہے اور صابیہ عورتیں اگر کسی نبی پر ایمان رکھتی ہوں اور کسی (آسمانی) کتاب (کے حق ہونے) کی مقر ہوں تو اُنسے بھی نکاح کرنا جایز ہے اور اگر وہ ستارہ پرست ہیں اور (آسمانی) کسی کتاب کو نہیں مانتے تو ان میں نکاح کرنا جایز نہیں ہے (کیونکہ وہ مشترک ہیں) اور محرم مرد اور محرمہ عورت کو حالت احرام میں نکاح کرنا جایز ہے (ہاں صحبت کرنا جایز نہیں ہے) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک آزاد بالغہ عاقلہ عورت کا نکاح اس کے رضامند ہو جانے پر ہو جاتا ہے اگرچہ اسکے ولی نے نہ کیا ہو خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو ف ثیبہ شوہر دیدہ عورت کو کہتے ہیں یعنی جسکا شوہر اُس سے صحبت کر چکا اور اُسکے باکرہ پن کو زائل کر چکا ہو ترجمہ اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ بغیر ولی کی اجازت کے نکاح نہیں ہوگا اور باکرہ بالغہ عاقلہ لڑکی پر ولی کو زبردستی کرنا (یعنی زبردستی اور اسکی بلا رضامندی اسکا نکاح کر دینا) جایز نہیں ہے اور اگر ولی نے اُس سے اجازت مانگی اور وہ خاموش ہو رہی یا ہنس پڑی یا بغیر آواز نکالے رونے لگی تو یہ اُسکی طرف سے اجازت ہے اور اگر اُسنے (صاف) انکار کر دیا تو پھر ولی اُسکا نکاح نہ کرے اور جب ولی ثیبہ سے اجازت لے تو اُسکی رضامندی (زبان سے) کہدینے کے ساتھ ہونی چاہیئے (یعنی وہ کہدے کہ میں راضی ہوں

ولیوں جایان

اور اگر وہ خاموش ہو جائیگی تو اجازت نہ ہوگی) اور جب کسی لڑکی کا باکرہ پن کودنے سے یا حیض سے یا کسی زخم سے یا زیادہ دنوں تک بیٹھی رہنے کے باعث سے زائل ہو جائے تو وہ کنواریوں کے حکم میں ہے اور اگر زنا سے زائل ہو جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تب بھی وہ کنواریوں ہی کے حکم میں ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ ثیبہ کے حکم میں ہے اور جب (باکرہ کا نکاح ہونیکے بعد) شوہر نے باکرہ سے کہا کہ (تیرے ساتھ میرا) نکاح ہونیکی تجھے خبر پہونچ گئی تھی اور تو خاموش ہو گئی تھی اور اُسنے کہا نہیں بلکہ میں نے تو انکار کر دیا تھا تو قول لڑکی ہی کا معتبر ہوگا اور اُسے قسم نہ دیجائیگی اور نکاح میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کسی کو قسم نہ دیجائے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اُسمیں بھی قسم دیجائے (کنز میں کہا ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے) اور نکاح ان (پانچ) لفظوں میں کسی ایک لفظ کے کہنے سے ہو جاتا ہے نکاح۔ تزویج۔ تملیک۔ ہبہ۔ صدقہ۔ **ف** مثلاً مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کر لیا یا تجھے اپنی بی بی بنا لیا یا عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنی جان کا تمھیں مالک کر دیا یا اپنی جان تمھارے لیئے ہبہ کر دی یا صدقہ کر دی تو ان لفظوں سے نکاح ہو جائیگا اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ بیع کے لفظ سے بھی نکاح ہو جاتا ہے اور یہی صحیح بھی ہے اسکی مثال یہ ہے کہ عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنی جان تمھارے ہاتھ بیع کر دی یا اُسکا باپ کہے کہ اتنے مہر کے عوض میں نے اپنی لڑکی تمھارے ہاتھ بیع کر دی تو اس سے بھی نکاح ہو جائیگا **ترجمہ** اور اجارہ اور اعارہ اور اباحت کے لفظ سے نکاح نہیں ہوتا اور جب نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کا نکاح ان دونوں کا ولی کر دے تو وہ نکاح ہو جائیگا خواہ لڑکی کنواری ہو یا بیوہ ہو اور ولی سے مراد عصبہ ہے پس اگر ان دونوں کا نکاح (انکے) باپ یا دادا نے کیا ہے تو بالغ ہونیکے بعد (اُس نکاح کے رکھنے یا نہ رکھنے کا) انھیں کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر باپ یا دادا کے سوا کسی نے کر دیا ہے تو (بالغ ہونیکے بعد) ان دونوں کو اختیار ہے چاہے اس نکاح کو رکھیں اور چاہے فسخ کر دیں اور غلام کی اور نابالغ لڑکے کی اور دیوانے کی اور کافر کی مسلمان عورت پر ولایت نہیں ہوتی (یعنی یہ چاروں مسلمان عورت کے ولی نہیں ہو سکتے) اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (جب کسی کا کوئی عصبہ نہ ہو تو) ترتیب وار ان میں سے غیر عصبات کو بھی نکاح کر دینا جایز ہے جیسے بہن۔ ماں۔ خالہ اور اگر کسی عورت کا کوئی ولی نہ ہو اور اُسکا نکاح اسکا وہ آقا کر دے جسنے اُسے آزاد کیا تھا تو وہ نکاح ہو جائیگا اور جب (کسی عورت کے دو ولی ہوں ایک قریب کا اور دوسرا دور کا اور) قریب کا ولی بغیبت منقطعہ غائب ہو جائے تو اس سے دور کے ولی کو اس لڑکی کا نکاح کر دینا جایز ہے اور غیبت منقطعہ یہ ہے کہ وہ ایسے شہر میں ہو (یعنی وہ شہر اتنی دور ہو) کہ سال بھر میں وہاں ایکدفعہ سے زیادہ قافلے نہ پہونچتے ہوں اور نکاح میں کفو ہونا معتبر ہے پس جب کوئی

عورت غیر کفو سے نکاح کرلے تو اُسکے ولیوں کو ان دونوں میں جدائی کرا دینے کا اختیار ہے اور کفو ہونا نسب میں اور دینداری میں اور مال میں معتبر ہے اور مال میں کفو ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ اس عورت کا مہر اور اُسکو خرچ دے سکے اور پیشوں میں بھی اسکا اعتبار کیا جاتا ہے اور اگر کسی عورت نے اپنا نکاح کرلیا اور مہر مثل سے اپنا مہر کم کردیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکے ولیوں کو اسپر روک لینے کا اختیار ہے یہانتک کہ اُسکا شوہر یا تو مہر مثل پورا کردے یا اُسے طلاق دیدے اور جب باپ نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کردیا اور اُسکا مہر مہر مثل سے کم ٹھہرایا یا اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کردیا اور اُس کی بی بی کا مہر زیادہ کردیا تو یہ ان دونوں کے حق میں جایز ہے اور سوائے باپ اور دادا کے اور کسی کو ایسا کرنا جایز نہیں ہے اور جب نکاح مہر ٹھہرا دیا تو نکاح ہوجاتا ہے اور بغیر مہر ٹھہرائے بھی نکاح درست ہوجاتا ہے اور کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم ہیں اور اگر کسی نے دس سے بھی کم ٹھہرائے تو وہ عورت دس درہم کی مستحق ہوگی اور اگر کسی نے دس درہم یا کچھ زیادہ مقرر کردیا (اور بعد اسکے) اگر اُسنے اس سے صحبت کرلی یا مرگیا تو اسکے ذمہ یہ مقرر کیا ہوا مہر ہوگا اور اگر کسی نے صحبت یا خلوت کرنیسے پہلے طلاق دیدی تو اس عورت کو نصف مہر ملیگا اور اگر کسی نے نکاح کرلیا اور اس عورت کا مہر کچھ نہیں ٹھہرایا یا اس شرط پر نکاح کیا کہ اُسے مہر نہیں ملیگا اور پھر اُسنے اُس سے صحبت کرلی یا مرگیا تو اس عورت کو مہر مثل ملیگا اور اگر (مہر نہ ہوئے کی شرط پر نکاح کیا تھا پھر) اُس سے صحبت اور خلوت کرنیسے پہلے طلاق دیدی تو اس عورت کے لیئے متعہ واجب ہوگا اور متعہ سے مراد ایسے تین کپڑے ہیں کہ جیسے وہ عورت پہنتی ہو ایک کرتی ایک اوڑھنی ایک بڑی چادر (جسکے ہونیسے پائجامہ کی ضرورت نہ ہو) اور اگر مسلمان نے کسی عورت سے شراب یا سور پر نکاح کرلیا (یعنی مہر میں یہ چیزیں دینی کرلیں) تو یہ نکاح جایز ہے اور اُس عورت کے لیئے مہر مثل واجب ہوگا اور اگر کسی عورت سے نکاح کرلیا اور کچھ مہر مقرر نہیں کیا پھر دونوں ایک معین مہر پر راضی ہوگئے تو اب اگر اس نے اس سے صحبت کرلی یا مرگیا تو اس عورت کے لیئے وہی مہر واجب ہوگا (جسپر دونوں رضامند ہوگئے تھے) اور اگر اس سے صحبت اور خلوت کرنیسے پہلے ہی طلاق دیدی تو اُسکے لیئے متعہ واجب ہوگا اور اگر کسی مرد نے نکاح کرنیکے بعد مہر زیادہ کردیا اور پھر اُسنے اس عورت سے صحبت کرلی یا مرگیا تو وہ زیادہ کیا ہوا اُسے دینا لازم ہوگا اور صحبت کرنیسے پہلے طلاق دینے کیوجہ سے یہ زیادتی ساقط ہوجائیگی اگر کوئی عورت اپنا مہر کم کردے تو اُسکا کم کردینا جایز ہے اگر شوہر اپنی بی بی سے خلوت کرچکا اور صحبت کرنے سے وہاں کوئی مانع نہ تھا اور پھر اُسنے طلاق دیدی تو اب وہ عورت پورے مہر کی مستحق ہوگی اور اگر ان دونوں میں سے ایک (یعنی عورت یا مرد) بیمار تھا یا رمضان کا روزہ رکھے ہوئے تھا یا حج کا یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھا یا عورت ایام سے تھی تو (ان صورتوں میں)

خلوت صحیحہ نہیں ہوگی (یعنی ان حالتوں میں خلوت ہوجانے سے پورا مہر لازم نہ آئیگا) اگر اس عورت کو طلاق دیدیگا تو نصف مہر واجب ہوگا اور اگر غیر مجبوب (یعنی جسکے خصیے اور ذکر کٹا ہوا ہو) اپنی بی بی سے خلوت کرکے اور پھر اُسے طلاق دیدی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُس عورت کو پورا مہر ملیگا اور متعہ ہر مطلقہ کو دینا مستحب ہے سوائے ایک مطلقہ کے اور وہ وہ ہے کہ جسے صحبت کرنے سے پہلے طلاق دیدی ہو اور (نکاح کرنے سے پہلے) اسکا مہر مقرر نہ کیا ہو **ف** استثنا کرنے سے یہ مراد ہے کہ ایسی مطلقہ کو متعہ دینا واجب ہے ہاں اگر عورت کیطرف سے جدائی ہوئی ہو تو اس صورت میں واجب نہ ہوگا اور متعہ سے وہی تین کپڑے مراد ہیں جو پہلے بیان ہوچکے ہیں **ترجمہ** اگر کسی نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی سے اس شرط پر کیا کہ وہ (یعنی جس سے نکاح کیا ہے) اپنی بہن یا لڑکی کا نکاح اس سے کردے تاکہ ہر ایک نکاح دوسرے کا مہر ہوجائے تو یہ دونوں نکاح جایز ہوجائینگے اور ان دونوں لڑکیوں کے لئے انکا مہر مثل واجب ہوگا اور اگر کسی آزاد آدمی نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کرلیا کہ وہ اس عورت کی ایک سال بھر خدمت کریگا یا اُسے قرآن مجید پڑھا دیگا تو یہ نکاح جایز ہے اور اس عورت کے لئے مہر مثل واجب ہوگا اور اگر کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے ایک آزاد عورت سے اسکی ایک سال بھر خدمت کرنے پر نکاح کرلیا تو یہ نکاح ہوجائیگا اور (ایک سال بھر) اُسے اس عورت کی خدمت کرنی ہوگی اگر کسی دیوانی عورت کا باپ اور بیٹا دونوں موجود ہوں تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ کے نزدیک اُسکا نکاح کرنے میں بیٹا ولی ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسکا باپ ولی ہے اور غلام اور لونڈی کا نکاح بغیر اُنکے آقا کی اجازت کے جایز نہیں ہوتا اور جب کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کرلیا تو مہر غلام ہی کی گردن پر (یعنی اُسی کے ذمہ) ہے مہر وصول کرنے کے لئے اُسے فروخت کردیا جائے اگر آقا نے اپنی لونڈی کا نکاح کردیا تو اسپر یہ لازم نہیں ہے کہ اُس لونڈی کو اُسکے خاوند کے گھر بھیجے بلکہ وہ لونڈی اپنے آقا ہی کی خدمت کرے اور اُسکے شوہر سے کہدیا جائے کہ جب تیرا موقع لگے تو اپنی جورو سے صحبت کرلیا کر اور اگر کسی نے کسی عورت سے ہزار درہم (مہر) پر اس شرط سے نکاح کیا کہ نہ اسے اس شہر سے باہر لیجائیگا اور نہ اسپر اور عورت سے نکاح کریگا پس اگر اسنے یہ شرط پوری کردی تو جو کچھ اسکے لیئے مہر مقرر کیا ہے وہی دینا ہوگا اور اگر اُسنے اسپر دوسرا نکاح کرلیا یا اُسے شہر سے باہر لے گیا تو پھر وہ عورت مہر مثل کی مستحق ہوگی اور اگر کوئی مرد کسی عورت سے (مہر کی جگہ) ایک جانور پر نکاح کرلے (جسکی جنس یعنی مثلاً گائے یا بکری وغیرہ ہونا معین ہوجائے) اور اس سے گھٹیا بڑھیا ہونا بیان نہ کیا جائے تو مہر یہ نادرست ہوجائیگا اور اس قسم کا اوسط درجہ کا جانور دینا ہوگا اور شوہر کو اختیار ہے چاہے وہ جانور دیدے اور چاہے اسکی قیمت دیدے اور اگر کسی نے کسی عورت سے ایسے کپڑے پر نکاح کرلیا کہ جسکا کچھ (حال اور) وصف نہیں بیان کیا گیا

(کر کیسا ہو) تو اس عورت کے لئے مہر مثل واجب ہوگا اور نکاح متعہ اور نکاح موقت جائز نہیں ہے ف متعہ کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت سے کہے کہ میں پانچ روپیہ میں تجھ سے دس روز متعہ یعنی فائدہ اُٹھاؤں گا اور عورت اُسکو قبول کرلے اُسمیں متعہ کا لفظ ہونا ضروری ہے ورنہ ہمارے نزدیک قطعی حرام ہے اور نکاح موقت کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کسی عورت سے دو گواہوں کے سامنے دس روز یا مہینے بھر کے لئے نکاح کرلے یہ بھی جائز نہیں ہے کذا فی الجوہرہ **ترجمہ** غلام اور لونڈی کا نکاح جبتک اُنکے آقا کی اجازت نہ ہو موقوف رہتا ہے اگر آقا نے اجازت دیدی تو جائز ہو جائیگا ورنہ ناجائز رہیگا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے بغیر اُسکی رضامندی کے نکاح کرلیا یا کسی عورت نے بغیر مرد کی رضامندی کے اس سے نکاح کرلیا (تو یہ نکاح بھی ان دونوں کی اجازت پر موقوف رہیگا) اور اگر کوئی اپنے چچا کی بیٹی سے اپنا نکاح خود کرلے (یعنی کوئی اور ولی نہ ہو) تو یہ نکاح ہو جائیگا اور جب کسی عورت نے کسی مرد کو (خود ہی) اجازت دیدی کہ تو مجھ سے نکاح کرلے اور اُس مرد نے دو گواہوں کی موجودگی میں اُس سے نکاح پڑھا لیا تو یہ نکاح ہو جائیگا اور جب کسی عورت کا ولی اُس عورت کے مہر کا ضامن ہوگیا تو اُسکی ضمانت درست ہے اور اس عورت کو اختیار ہے (مہر کا) اپنے شوہر سے مطالبہ کرے اور چاہے ولی سے کرے اور اگر نکاح فاسد میں صحبت ہونے سے پہلے قاضی نے میاں بی بی میں جدائی کرائی تو اُس عورت کے مہر نہیں ہے اور یہی حکم ہے کہ خلوت کے بعد جدائی کرائی ہو اور اگر وہ اس عورت سے صحبت کرچکا ہے تو مہر مثل واجب ہوگا لیکن جو مہر جتنا ٹھہر چکا ہو اُس سے نہ بڑھایا جائیگا اور اس عورت پر عدت کرنی لازم ہوگی اور اُسکے بچہ کا اس مرد سے نسب ثابت ہو جائیگا اور مہر مثل کا اعتبار بہنوں اور پھوپھیوں اور چچازاد بہنوں سے کیا جاتا ہے (یعنی جو مہر انکا ہوگا وہی مہر مثل قرار دیا جائیگا) اور اس عورت کی ماں اور خالہ (کے مہر) کا اعتبار نہیں ہوتا جبکہ وہ دونوں اسکے خاندان کی نہ ہوں اور مہر مثل میں معتبر یہ ہے کہ وہ دونوں عورتیں عمر میں اور جمال میں اور مال میں اور عقل میں اور دین میں اور شہری ہونے) میں اور ہم عصر ہونے میں برابر ہوں اور لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کتابیہ (یعنی یہودیہ یا نصرانیہ) ہو اور آزاد عورت پر (یعنی آزاد عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے) لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور لونڈی پر آزاد عورت سے نکاح کرلینا جائز ہے اور آزاد آدمی کو چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے خواہ وہ آزاد ہوں یا لونڈیاں ہوں اور اس سے زیادہ سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے (اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے) اور غلام دو عورتوں سے زیادہ سے نکاح نہ کرے پس اگر آزاد آدمی نے اپنی چار بیبیوں میں سے ایک کو بائنہ طلاق دیدی تو جبتک اسکی عدت پوری نہ ہو جائے اُسے چوتھی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے اپنی لونڈی کا نکاح کردیا تھا پھر اُسے آزاد کردیا تو اب (اُس

نکاح کے رکھنے یا نہ رکھنے میں) اُس لونڈی کو اختیار ہے خواہ اسکا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور یہی حکم مکاتبہ کا ہے **ف** یعنی جب اُسنے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کیا تھا اور پھر وہ آزاد ہو گئی تو اب اُسے اختیار ہے کہ چاہے اس نکاح کو رکھے اور چاہے رد کر دے **ترجمہ** اور اگر کسی لونڈی نے اپنے آقا کی بغیر اجازت کے نکاح کر لیا تھا پھر وہ آزاد کر دی گئی تو اُسکا نکاح درست ہے اور (اُسکے رکھنے یا نہ رکھنے کا) اب اُسے اختیار نہیں ہے اور اگر کسی نے ایک عقد میں ایسی دو عورتوں سے نکاح کر لیا کہ انمیں سے ایک کا نکاح اس سے درست نہیں ہے تو جس عورت کا نکاح اس سے درست ہے اُسکا نکاح ہو جائیگا اور دوسری عورت کا نکاح نہ ہوگا اور اگر نکاح کرنیکے بعد عورت میں کوئی عیب معلوم ہو تو اُسکے شوہر کو اختیار نہیں ہے (کہ اسکی وجہ سے اُسے طلاق دیدے) اور اگر شوہر دیوانہ ہو یا جذامی ہو یا اُسکے برص کی بیماری ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک (نکاح رکھنے یا نہ رکھنے کا) عورت کو اختیار نہیں ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (دفع ضرر کے لیئے) اُس عورت کو اختیار ہے اور اگر شوہر عنین (یعنی نامرد) ہو تو حاکم اُسے ایک سال بھر کی مہلت دیدے (کہ وہ اپنا علاج کرائے) پس اگر اس عرصہ میں وہ صحبت کرنیکے قابل ہو گیا تو اُس عورت کو کچھ اختیار نہیں ہے ورنہ اگر عورت چاہے تو حاکم ان دونوں میں جُدائی کرا دے اور یہ جدائی کرنا بائنہ طلاق ہے اور اس عورت کو پورا مہر ملیگا اسوقت کہ وہ اس سے خلوت کر چکا ہو اور اگر شوہر مجبوب ہے (یعنی اُسکا عضو تناسل کٹا ہوا ہی تو ان دونوں میں حاکم اسی وقت جدائی کرا دے اور اُسے مہلت نہ دے اور خصی کو بھی مثل عنین کے مہلت دیجاتی ہے اور اگر کوئی عورت مسلمان ہو گئی اور اُس کا شوہر کافر رہا تو قاضی سپر اسلام کو پیش کرے (یعنی اُس سے کہے کہ تو مسلمان ہو جا اگر وہ مسلمان ہو گیا تو یہ عورت اُسکی بی بی ہے اور اگر اُسنے اسلام سے انکار کر دیا تو ان دونوں میں قاضی جدائی کرا دے اور جدائی کرانا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بائنہ طلاق ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ بغیر طلاق کے جدائی کرا دیتا ہے اور اگر کوئی شخص مسلمان ہو گیا اور اُسکی بی بی مجوسیہ (یعنی آتش پرست) ہے تو اسپر بھی اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اُسکی بی بی ہے اور اگر اُسنے انکار کر دیا تو قاضی ان دونوں میں جدائی کرا دے اور یہ جدائی کرانا طلاق نہ ہوگی **ف** اس جدائی کے طلاق نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی ہے اور عورت اہل طلاق کی نہیں ہے یعنی وہ اپنے آپ طلاق نہیں دے سکتی بخلاف پہلے مسئلہ کے کیونکہ وہاں جدائی مرد کی طرف سے ہے اور وہ اہل طلاق ہے جوہرہ نیرہ میں اسی طرح ہے **ترجمہ** پس اگر اسکا شوہر اس سے صحبت کر چکا تھا تو اسے پورا مہر ملیگا اور اگر صحبت نہیں کی تھی تو اُسکے لیے مہر بالکل نہیں ہے **ف** مہر نہ ہونیکی یہی وجہ ہے کہ جدائی صحبت سے پہلے اسی کیطرف سے ہوئی ہے خجندی نے لکھا ہے کہ میاں بی بی میں سے ایک کا اسلام سے انکار کرنا یا مرتد ہو جانا

اگر عورت کی طرف سے ہے تو وہ بالاجماع نکاح کو فسخ کرنا ہے اور مرد کی طرف سے ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک تب بھی دونوں صورتوں میں فسخ نکاح ہے اور امام محمد کے نزدیک دونوں میں طلاق ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ مرتد ہو جانا فسخ ہے اور شوہر کا اسلام سے انکار کر دینا طلاق ہے اور مرتد ہونا اسلام سے پھرنے کو کہتے ہیں۔ جوہرہ ترجمہ اور جب کوئی عورت دارالحرب میں مسلمان ہو گئی تو اسپر جدائی کا حکم نہ ہو گا یہاں تک کہ اُسے تین حیض آجائیں پس جسوقت اُسے حیض آجائینگے تو وہ اپنے شوہر سے جدی ہو جائیگی اور اگر کتابی عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے تو ان دونوں کا نکاح بدستور رہیگا اور اگر شوہر یا بی بی دارالحرب میں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آجائیں تو ان دونوں میں جدائی ہو جائیگی اور اگر اُس میں سے ایک قید کر لیا جائے تب بھی نہیں جدائی ہو جائیگی اور اگر دونوں اکٹھے قید کر لیئے جائیں تو جدائی نہ ہو گی اور اگر کوئی عورت (دارالحرب سے) ہجرت کر کے ہماری طرف (یعنی دارالاسلام میں) چلی آئے تو اُسے اُسی وقت نکاح کر لینا جایز ہے اور (اگر اسے حمل نہیں ہے تو) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسپر عدت نہیں ہے اور اگر اُسے حمل ہے تو جبتک وہ حمل کو نہ جن لے نکاح نہ کرے اور اگر شوہر یا بی بی اسلام سے مرتد ہو جائے تو انمیں اُسی وقت جدائی ہو جائیگی اور یہ جدائی انمیں بغیر طلاق کے ہو گی پس اگر شوہر مرتد ہوا ہے تو اور وہ اس سے صحبت کر چکا تھا تو اس عورت کو پورا مہر ملیگا اور اگر صحبت نہیں کی تھی تو یہ نصف مہر کی مستحق ہو گی اور اگر اگر عورت مرتد ہو گئی تو اسکی دو صورتیں ہیں اگر یہ صحبت ہونے سے پہلے مرتد ہو گئی ہے تو اُسکے لیئے مہر بالکل نہیں ہے اور اگر صحبت ہونیکے بعد ہوئی ہے تو یہ مہر کی مستحق ہے اور اگر میاں بی بی دونوں مرتد ہو گئے (اور بعد اسکے) پھر دونوں مسلمان ہو گئے تو اُن کا پہلا ہی نکاح بدستور رہیگا اور مسلمان مرد کو مسلمان عورت سے نکاح کرنا جایز ہے نہ مرتد عورت سے اور نہ کافرہ سے اور اسی طرح مرتدہ عورت کو مسلمان مرد سے نکاح کرنے اور نہ کافر سے اور نہ مرتد سے اور اگر مرد و عورت میں سے ایک مسلمان ہو تو لڑکا اُسی کے دین پر ہو گا اور اسی طرح انمیں سے اگر ایک مسلمان ہو جائے اور اُس کا لڑکا صغیر (سن) ہو تو اُسکے مسلمان ہونیکی وجہ سے یہ لڑکا بھی مسلمان ہو جائیگا اور اگر مرد و عورت میں سے ایک کتابی ہو اور دوسرا مجوسی ہو تو لڑکا کتابی ہو گا اور اگر کسی کافر نے بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا یا وہ عورت (اپنے پہلے شوہر) کافر کی عدت میں تھی اور یہ (بغیر گواہوں کے یا دوسرے کی عدت میں نکاح کر لینا) اُنکے مذہب میں جایز ہے پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک) انکا نکاح بدستور رہیگا اور اگر مجوسی نے اپنی ماں سے یا اپنی بیٹی سے نکاح کر لیا پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے تو ان دونوں میں جدائی کرا دیجائے اور اگر کسی مرد کے نکاح میں دو آزاد عورتیں ہیں تو ان دونوں کے درمیان تقسیم میں انصاف کرنا اُسپر واجب ہے ف تقسیم میں

انصاف کرنے سے یہ مراد ہے کہ ایک رات ایک کے ہاں رہے اور دوسری رات دوسری کے ہاں یا جتنی معین کرلیے جائیں اور اس کے واجب ہونیکی دلیل یہ ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا من کانت لہ امرأتان ومال الی احدھما فی القسم جاء یوم القیامۃ وشقہ مائل یعنی جسکے دو بیبیاں ہوں اور وہ تقسیم میں ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کیدن وہ اس حالت سے آئیگا کہ اُسکی ایک جانب جھکی ہوئی ہوگی۔ ہدایہ میں اسی طرح ہے **ترجمہ** خواہ وہ دونوں باکرہ ہوں یا ثیبہ ہوں (یعنی کنواریوں سے نکاح کیا ہو یا شوہر دیدہ سے کیا ہو) یا ایک باکرہ ہو اور دوسری ثیبہ ہو (اس حکم میں سب یکساں ہیں) اور اگر انمیں ایک آزاد ہو اور دوسری لونڈی تو آزاد عورت کی دو راتیں ہیں اور لونڈی کی ایک رات اور سفر کی حالت میں انکی تقسیم کا کچھ حق نہیں ہے شوہر انمیں سے جسکو چاہے سفر میں لیجائے اور بہتر یہ ہے کہ انمیں قرعہ ڈال لے اور جسکا نام قرعہ میں نکل آئے اُسی کو لیجائے اور اگر کوئی عورت اپنی باری کا دن اپنی سوکن کو اپنی رضامندی سے دیدے تو جائز ہے اور بعد میں اُسے پھیر لینے کا اختیار ہے۔

کتاب الرضاع

دودھ کا بیان

ترجمہ خواہ دودھ تھوڑا پیا ہو یا بہت پیا ہو جسوقت کوئی شیر خوارگی کے زمانہ میں پئے گا تو اس سے (رضاعی) حرمت ثابت ہوجائیگی اور شیر خوارگی کی مدت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تیس مہینے (یعنی ڈھائی برس) ہیں اور صاحبین کے نزدیک دو برس ہیں **ف** یہی قول امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے **ترجمہ** اور جب شیر خوارگی کا زمانہ ختم ہوجائے تو اُسکے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اور رضاعت سے وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے ہوتے ہیں سوائے رضاعی بہن (یا رضاعی بھائی) کی ماں کے کہ اس سے نکاح کرنا جائز ہے **ف** اسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک عورت نے کسی کے دو بچوں کو دودھ پلایا تو ان دونوں کو آپس میں ایک دوسرے کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے **ترجمہ** اور نسبی بہن (یا بھائی) کی ماں سے نکاح جائز نہیں ہے اور رضائی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز ہے اور نسبی بیٹے کی بہن سے جائز نہیں ہے اور اپنے رضاعی بیٹے کی بی بی سے بھی جائز نہیں ہے اور جس مرد کا دودھ ہو (یعنی جس مرد کے ذریعہ سے عورت کے دودھ ہوا ہو) تو حرمت اُسی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر ایک عورت نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا تو یہ لڑکی اُس عورت کے شوہر پر اور اُسکے شوہر کے باپ دادا پر اور اُسکے بیٹوں پر حرام

ہو جائیگی اور یہ شوہر جس سے اس عورت کے دودھ اُترا ہے اس لڑکی کا باپ ہو جائیگا اور رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا جایز ہے جیسا کہ نسبی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا جایز ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ کسی کے ایک بھائی علاتی (یعنی باپ شریکا) ہو اور اُس بھائی کے ایک اخیافی (یعنی مال شریکی) بہن ہو تو اُسکی اس بہن سے نکاح کرنا جایز ہے اور جن دو بچوں نے ایک چوتھائی سے (یعنی ایک عورت کا) دودھ پیا ہو تو انمیں ایک کا دوسرے سے نکاح ہونا جایز نہیں ہے اور جس عورت نے کسی لڑکی کو دودھ پلایا ہو تو اس لڑکی کا نکاح اس عورت کے لڑکوں میں کسی سے جایز نہیں ہے اور جس لڑکے نے کسی عورت کا دودھ پیا ہو تو اس عورت کے شوہر کی بہن سے اس لڑکے کو نکاح کرنا جایز نہیں ہے کیونکہ وہ اُسکی رضاعی پھوپھی ہے اور جب (کسی عورت کا) دودھ پانی میں ملجائے اور دودھ غالب ہو تو اس سے (یہ رضاعی) حرمت ثابت ہو جائیگی اور اگر پانی غالب ہو تو حرمت ثابت نہو گی اور جب دودھ کھانے میں ملجائے تو اس سے بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرمت ثابت نہو گی اگرچہ دودھ غالب ہو اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اس سے حرمت ثابت ہو جائیگی اور جب دودھ دوا میں ملجائے اور دودھ غالب ہو تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو جائیگی اور اگر کسی عورت کے مرجانیکے بعد اُس کا دودھ نکالا اور وہ دوا کے طور پر بچہ کے حلق میں ڈالدیا تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو جائیگی اور اگر کسی عورت کا دودھ بکری کے دودھ میں ملگیا اور زیادہ اسمیں عورت کا دودھ ہے تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو جائیگی اور اگر بکری کا دودھ غالب اور زیادہ ہے تو اِس سے حرمت ثابت نہو گی - اور اگر دو عورتوں کا دودھ ملگیا ہو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس عورت سے حرمت ثابت ہو گی کہ جس کا دودھ انمیں سے زیادہ ہو گا اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ حرمت دونوں سے ثابت ہو جائیگی اور اگر کسی کنواری کے دودھ اُتر آیا اور اُسنے کسی بچہ کو پلا دیا تو اس سے حرمت ثابت ہو جائیگی **ف** اس مسئلہ میں فقہا نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر اس لڑکی کی عمر نو برس کی یا اس سے زیادہ کی ہے تو اُسکے دودھ سے حرمت ثابت ہو جائیگی اور اگر نو برس سے کم ہے تو اُسکے دودھ سے حرمت ثابت نہو گی

ترجمہ اور اگر دو بچوں نے ایک بکری کا دودھ پیا تو ان دونوں میں رضاعت نہو گی اور اگر کسی نے دو عورتوں سے نکاح کیا جنمیں ایک صغیرہ تھی اور ایک کبیرہ پھر کبیرہ نے اس صغیرہ کو (اپنا) دودھ پلا دیا تو اس مرد پر یہ دونوں حرام ہو جائینگی **ف** کیونکہ یہ دونوں رضاعی ماں بٹی ہو گئیں اور نسبی ماں بٹی کو نکاح میں رکھنا حرام ہے ہدایہ میں اسی طرح ہے **ترجمہ** پس اُس شخص نے اس کبیرہ سے صحبت نہ کی تھی تو اُس کا مہر بالکل نہیں ہے اور اگر اس سے صحبت کر چکا ہے تو اُس کا پورا مہر واجب ہو گا

اور صغیرہ کے لیے نصف مہر واجب ہوگا اور اگر کبیرہ نے یہ فساد جانکر کیا ہے تو یہ شوہر (صغیرہ کو دیا ہوا) نصف مہر کبیرہ سے وصول کرے اور اگر اُسنے جانکر نہیں کیا تھا تو اُسکے ذمہ کچھ نہیں ہے اور رضاعت میں فقط عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہوتی بلکہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

کتاب الطلاق

طلاق دینے کا بیان

ترجمہ طلاق تین طرح پر ہے احسن طلاق السنت۔ طلاق البدعت پس احسن طلاق یہ ہے کہ کوئی مرد اپنی بی بی کو اس طہر میں کہ جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو ایک طلاق دیکر اُسے چھوڑ دے یہانتک کہ اُسکی عدت پوری ہو جائے **ف** طہر ان دنوں کو کہتے ہیں کہ جنمیں حیض نہ آتا ہو **ترجمہ** اور طلاق السنت یہ ہے کہ مرد اپنی بی بی کو تین طہر میں تین طلاقیں دے اور طلاق البدعت یہ ہے کہ اُسے ایک لفظ سے یا ایک طہر میں تین طلاقیں دیدے پس جب کسی نے ایسا کیا تو طلاق پڑ جائیگی اور اُسکی بی بی اُس سے جدی ہو جائیگی اور وہ گنہگار رہوگا اور سنت الطلاق دو طرح ہے ایک سنت وقت میں اور ایک عدد میں پس سنت عدد میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا (یعنی جس سے صحبت کر چکا ہو اور جس سے نہ کی ہو) دونوں برابر ہیں اور سنت وقت میں مدخول بہا ہی کے حق میں مخصوص ہے اور وہ یہ ہے کہ اُسے ایک طلاق ایسے طہر میں دے کہ جسمیں اُس سے صحبت نہ کی ہو اور غیر مدخول بہا میں اختیار ہے کہ اُسے طلاق خواہ طہر کی حالت میں دے اور خواہ حیض کی حالت میں اور اگر کسی عورت کو حیض نہ آتا ہو خواہ کم عمر ہونیکی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے اور اس کا شوہر اُسے سنت کے موافق طلاق دینی چاہے تو اُسے ایک طلاق دیدے پھر جب ایک مہینہ گذر جائے تو دوسری طلاق دیدے اور پھر ایک مہینہ کے بعد تیسری دیدے اور ایسی عورت کو اس صورت میں بھی طلاق دینا جایز ہے کہ اُس سے صحبت کرنے اور طلاق دینے کے درمیان میں کچھ دنوں کا فاصلہ نہ دے **ف** اور امام زفر کا قول یہ ہے کہ اُس سے صحبت کرنے اور طلاق دینے کے درمیان میں ایک مہینہ کا ضرور فاصلہ کرے یعنی صحبت کرنیسے ایک مہینہ کے بعد طلاق دے اور یہ خلاف اُس عورت میں جو ایسی کم عمر ہو کہ اُسے حیض آنے اور حمل رہجانے کی بالکل اُمید نہ ہو اور اگر ایسی ہے کہ اُس سے یہ اُمید ہو سکتی ہے تو اُسمیں بالاجماع افضل یہی ہے کہ اُس سے صحبت کرکے ایک مہینہ کے بعد طلاق دے جو ہرہ نیرہ **ترجمہ** اور حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینی جایز ہے اور اگر اُسے سنت کے مطابق تین طلاقیں دینی چاہے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہر دو طلاقوں کے درمیان میں ایک مہینہ کا فاصلہ کرے یعنی ہر طلاق ایک ایک مہینہ کے بعد دے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اُسے سنت کیموافق (ایک ہی)

طلاق دے اور اگر کسی نے اپنی بی بی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی تو وہ طلاق پڑ جائیگی اور مستحب یہ ہے کہ یہ اُس سے رجعت کرے پھر جب وہ پاک ہو جائے اور اُسکے بعد حیض آکر پھر پاک ہو جائے تو اب اُسے اختیار ہے چاہے طلاق دیدے اور چاہے اُسے رکھ لے اور ایسے ہر شوہر کے طلاق دینے سے طلاق پڑ جاتی ہے کہ جب وہ عاقل بالغ ہو اور لڑکے اور دیوانے اور سوتے ہوئے کے طلاق دینے سے طلاق نہیں پڑتی اور اگر کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کر لیا تھا اور بعد میں طلاق دیدی تو اُسکی طلاق پڑ جائیگی اور اُسکی بی بی پر اُس کے آقا کی طلاق نہ پڑیگی اور طلاق دو قسم پر ہے صریح۔ کنایہ پس صریح یہ ہے کہ کوئی (اپنی بی بی سے) کہے انت طالق (یعنی تجھے طلاق ہے) یا کہے انت مطلقة (تو مطلقہ یعنی طلاق دی ہوئی ہے) یا کہے طلقتك (میں نے تجھے طلاق دیدی) پس ان لفظوں (کے کہنے) سے رجعی طلاق پڑ جاتی ہے اور ایک سے زیادہ نہیں پڑتی اگرچہ کوئی ایک سے زیادہ کی نیت بھی کرلے اور ان لفظوں میں نیت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کوئی اپنی بی بی سے کہے کہ انت الطلاق یا کہے انت طالق الطلاق یا کہے انت طالق طالقا (یعنی تو طلاق ہے یا خاص طلاق والی ہے یا تو ایک طلاق والی ہے) پس اگر اس (کہنے والے) نے کچھ نیت نہیں کی تو ایک طلاق رجعی ہو گی اور اگر اُسنے ایک کی نیت کی ہے تب بھی ایک ہی ہو گی اور دو کی نیت کی ہے تب بھی ایک ہی ہو گی اور تین کی نیت کی ہے تو تینوں پڑ جائیں گی اور دوسری قسم کنایات ہیں اور اُن سے بغیر نیت کے یا کسی موجودہ قرینہ کے طلاق نہیں پڑتی ف موجودہ قرینہ سے مراد یہ ہے کہ یا تو وہاں طلاق کا ذکر ہو رہا ہو یا شوہر غصہ کی حالت میں ہو ترجمہ اور کنایات دو قسم کے ہیں انمیں سے تین لفظ ایسے ہیں کہ اُن (کے کہنے) سے رجعی طلاق پڑتی ہے اور ایک سے زیادہ نہیں پڑتی اور وہ الفاظ یہ ہیں اعتدی (تو عدت میں بیٹھ جا) واستبری رحمك (اور تو اپنے رحم کو پاک کرلے) وانت واحدة (اور تو اکیلی ہے) اور باقی کنایات سے جب کوئی نیت طلاق کی کریگا تو اُنسے ایک طلاق بائنہ ہو جائیگی اور اگر دو کی نیت کریگا تب بھی ایک ہی ہو گی اور اگر تین کی کرے گا تو تین ہو جائینگی اور وہ الفاظ یہ ہیں مثلاً کوئی مرد اپنی بی بی سے کہے (انت بائن (تو مجھ سے جدی ہے) وبتة وبتلة (ان دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی تو مجھ سے قطع تعلق ہے) وحرام (اور حرام ہے) وحبلك على غاربك (اور تجھے اپنا اختیار ہے واختی باهلك (اور تو اپنے عزیزوں سے مل) وخلية (اور بالکل چھوڑ دیگئی ہے) وبرية (اور تو بری ہے) وهبتك لاهلك (اور میں نے تجھے تیرے عزیزوں کے لیے ہبہ کر دیا) وسرحتك (اور میں نے تجھے چھوڑ دیا) واختاری (اور تو خود مختار ہو جا) وفارقتك (اور میں نے تجھے جدا کر دیا) وانت حرة (اور تو آزاد ہے) وتقنعی (اور تو اپنے سر پر چادر اوڑھ) واستتری (اور پردہ کر) واغربی (اور دور ہو) وابتغی الازواج (اور خصموں کو تلاش کر) پس اگر ان لفظوں (کے کہنے سے) اسکی نیت طلاق کی نہیں ہے تو اُنسے طلاق نہ پڑیگی مگر یہ کہ میاں بی بی

طلاق کا ذکر کر رہے ہوں تو اسوقت قاضی طلاق پڑنیکا حکم کر دیگا اور اُسکے اور اللہ کے درمیان میں بغیر نیت کیے طلاق نہ پڑیگی اور اگر ان دونوں میں طلاق کا ذکر نہ تھا بلکہ دونوں غصہ یا خصومت کیحالت میں تھے تو ایسی صورت میں اس ہر لفظ سے طلاق پڑجائیگی کہ جس سے گالی گفتار کا ارادہ نہ کیا جاتا ہو اور جو لفظ ایسا ہو کہ اُسکے کہنے سے گالی دینی بُرا کہنا مراد ہوتا ہو تو اس سے بغیر نیت کیے طلاق نہ پڑیگی اور اگر کسی نے طلاق کو کسی قسم کی زیادتی کے ساتھ موصوف کر دیا تو اس سے بائنہ طلاق پڑیگی مثلاً اسطرح کہے کہ انت طالق بائن (تو بائنہ طلاق والی ہے) یا کہے انت طالق اشد الطلاق (تو بڑی سخت طلاق والی ہے) یا کہے انت فحش الطلاق (تو بہت بُری طلاق والی ہے) یا کہے انت طلاق الشیطان (تجھ پر شیطان کی طلاق ہے) یا کہے انت طالق البدعۃ اور کا تجبل اوماثلا البیت (یعنی تجھے بدعت کی طلاق ہے یا پہاڑ کی برابر طلاق ہے یا مثل گھر بھرے ہوئے کی طلاق ہے اور اگر کسی نے طلاق کو کل کی یا ایسے عضو کیطرف منسوب کیا کہ جس سے سارا جسم مراد لیا جاتا ہو تو وہ طلاق پڑجائیگی مثلاً یہ کہا کہ تو طالق ہے یا تیرے سر کو طلاق ہے یا تیری گردن کو طلاق ہے یا تیری روح کو یا تیرے بدن کو یا تیرے جسم کو یا تیری شرمگاہ کو یا تیرے چہرہ کو طلاق ہے (ان سب صورتوں میں طلاق پڑجائیگی) اور اسی طرح اگر کسی نے عورت کے کسی حصہ کو طلاق دی مثلاً یہ کہا کہ تیرے نصف پر طلاق ہے یا تہائی پر طلاق ہے **ف** یعنی اس طرح کہنے سے بھی طلاق پڑجائیگی اور اسی طرح اگر کسی نے چوتھائی یا چھٹا حصہ یا دسواں حصہ کہا تب بھی طلاق پڑجائیگی **ترجمہ** اور اگر کسی نے (اپنی بی بی سے) یہ کہا کہ تیرے ہاتھ کو یا تیرے پیر کو طلاق ہے تو اس (کہنے) سے طلاق نہ پڑیگی اور اگر کسی نے نصف یا تہائی طلاق دی تو اُس سے ایک طلاق ہو جائیگی اور اگر کسی نے کسی کے زبردستی کرنے سے طلاق دیدی یا نشہ کی حالت میں دیدی تو وہ طلاق بھی پڑجائیگی اور اگر کسی نے کچھ کہہ کے یہ کہا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت کی تھی تو اس سے بھی طلاق ہو جائیگی اور گونگے کی طلاق اشارہ سے پڑجاتی ہے **ف** اشارہ کی دو صورتیں ہیں اگر اُسنے ایسا اشارہ کیا ہے کہ جس سے اس کا کلام سمجھا جاتا ہے تو اس اشارہ سے طلاق ہو جائیگی اور اگر ایسا اشارہ نہیں ہے تو اُس سے طلاق نہ ہوگی **ترجمہ** اور اگر کسی نے طلاق کو نکاح پر معلق کر دیا مثلاً (کسی عورت سے) یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے یا یہ کہا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اُسے طلاق ہے تو ان دونوں صورتوں میں نکاح ہونے کے بعد طلاق پڑجائیگی اور اگر کسی شرط پر معلق کر دیا ہے مثلاً اپنی بی بی سے یہ کہا کہ اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھے طلاق ہے تو اس شرط کے بعد (یعنی جب وہ عورت اس گھر میں چلی جائیگی تو) اُسے طلاق ہو جائیگی اور طلاق کو معلق کرنا درست نہیں ہوتا ہاں اگر وہ شخص یا تو طلاق دینے کا مالک ہو اور یا اپنے مالک ہونے پر معلق کرے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے)

پس اگر کسی نے اجنبی عورت سے یہ کہدیا کہ اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھے طلاق ہے اور پھر اُسنے اُس سے نکاح کرلیا اور وہ اس گھر میں چلی گئی تو اُسے طلاق نہ ہوگی **ف** کیونکہ یہ طلاق نہ تو نکاح میں دیگئی اور نہ نکاح پر اسکو معلق کیا **ترجمہ** اور شرط کے الفاظ یہ ہیں (اِن۔ اذا۔ اذا ما) کُل۔ کلما متی۔ متی ما۔ **ف** انکی مثال اور معنی یہ ہیں مثلاً کوئی شخص اپنی بی بی سے کہے کہ اگر تو نے یہ کام کیا یا جب تو نے یہ کام کیا یا جسوقت تو نے یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے **ترجمہ** پس ان سب الفاظ میں اگر شرط پائی گئی یہ قسم پوری ہوجائیگی (یعنی اس شرط کا حکم ختم ہوجائیگا) اور ایک طلاق پڑ جائیگی (اور جو دوبارہ شرط پائی گئی تو طلاق نہ پڑیگی لیکن **کلما** کے ساتھ شرط کرنے) میں کیونکہ شرط کے مکرر ہونیسے طلاق بھی مکرر ہوگی یہانتک کہ اسمیں تین طلاقیں پڑجائینگی **ف** کلما کے معنے جب کبھی اور جس دفعہ کے ہیں پس اگر کسی نے اپنی بی بی سے یوں کہا کہ جب کبھی یا جس دفعہ تو گھر میں جائے تجھے طلاق ہے تو اس صورت میں اگر وہ تین دفعہ گھر میں جائیگی تو چونکہ شرط مکرر ہوئی یعنی وہ تین دفعہ گھر میں گئی تو اُسے طلاقیں بھی تین پڑجائین گی شرط کے اور نقطوں کا یہ حکم نہیں ہے **ترجمہ** پس اگر اسکے بعد (یعنی تین طلاقیں ہونے اور انکے بعد حلالہ) ہونے کے پھر اسی عورت سے نکاح کرلیا اور پھر وہ اس گھر میں گئی تو اب کوئی طلاق نہ پڑیگی اور قسم کھانیکے بعد ملک کا زائل ہوجانا اس قسم کو باطل نہیں کرتا پس اگر شرط ملک میں پائی گئی تو قسم پھر بھی اتر جائیگی لیکن طلاق نہ پڑیگی **ف** اُسکی مثال یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بی بی سے کہا کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے یہ گویا ایک قسم ہے پھر اُس شوہر نے اس عورت کے وہ کام کرنیسے پہلے ہی اُسے طلاق دیدی اور اُسکی عدت پوری ہوگئی تو اب شوہر نے قسم کھانیکے بعد اپنی ملک زائل کردی پس اگر یہ عورت اُسکے طلاق دینے سے پہلے اس کام کو کرلیتی تو شرط ملک میں پائی جاتی اور اسوقت وہ قسم بھی اُتر جاتی اور اُس عورت پر طلاق بھی پڑجاتی لیکن جب اُسنے اسکے طلاق دینے اور عدت پوری ہونیکے بعد وہ کام کیا تو اب شرط ملک میں نہیں پائی گئی اسلیئے وہ قسم اُتر جائیگی اور اسپر طلاق نہ پڑیگی ہاں اگر عدت میں ہوگی اور اس کام کو کریگی تب بھی طلاق پڑجائیگی جو بہرہ **ترجمہ** اور اگر مرد اور عورت شرط کے وجود میں اختلاف کریں تو اس میں مرد کا قول معتبر ہوگا ہاں اگر یہ عورت گواہ پیش کردے پس اگر ایسی شرط ہو کہ جو عورت ہی سے معلوم ہوسکتی ہے تو ایسی صورت میں اُس عورت کا قول اسی کے حق میں معتبر ہوگا مثلاً مرد نے یہ کہا تھا کہ اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق ہے اب اگر وہ عورت کہے کہ مجھے حیض آچکا ہے تو اُسے طلاق ہوجائیگی اور اگر مرد نے اس سے یہ کہا تھا کہ اگر تجھے حیض آئے تو تجھے بھی طلاق ہے اور تیرے ساتھ فلانی کو بھی بعد اُس کے اس عورت نے کہا کہ مجھے حیض آگیا ہے تو اُسے طلاق ہوجائیگی اور اُس فلانی کو نہ ہوگی اور اگر مرد نے عورت سے کہا کہ جب تجھے حیض سے ہو تجھے طلاق ہے پھر اس عورت نے خون دیکھا تو جبتک تین دن تک

نہ آتا ہیگا اُسپر طلاق نہ پڑیگی اور جب تین دن پورے ہوجائینگے تو جسوقت سے اُسے حیض شروع ہوا تھا اسی وقت طلاق پڑجانیکا ہم حکم دیدینگے (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ حیض عدت میں شمار ہوجائیگا) اور اگر مرد نے عورت سے یہ کہا تھا کہ جب تو ایکدفعہ حیض سے ہو تجھے طلاق تو جبتک یہ عورت اُس حیض سے پاک نہ ہوجائیگی اُسے طلاق نہ ہوگی

ف اُسکی وجہ یہ ہے کہ طلاق ہوجانیکی شرط پورا حیض ہے اور جبتک وہ اس سے پاک نہ ہوجائے اسکا پورا ہونا معلوم نہیں ہوسکتا بخلاف پہلے مسئلہ کے اسمیں شرط فقط حیض کا ہونا ہے لہذا اس شرط کا وجود حیض کے دیکھنے ہی سے ہوجاتا ہے مگر اسمیں تین دن کی قید ہم نے اسلیئے لگادی ہے تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ یہ حیض ہی کا خون ہے پس جب اسکی تحقیق ہوجائیگی تو اس عورت پر اُسی وقت سے طلاق پڑجائیگی کہ جس وقت اُسنے خون دیکھا تھا علامہ اقطع نے اسی طرح کہا ہے **ترجمہ** لونڈی کی دو طلاقیں ہیں اور دو ہی حیض اسکی عدت کے ہیں برابر ہے کہ اسکا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو۔ اور آزاد عورت کی تین طلاقیں ہیں خواہ اسکا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو۔ اگر کسی مرد نے اپنی بی بی کو اس سے صحبت کرنیسے پہلے اُسے تین طلاقیں دیدیں تو وہ طلاقیں اُسپر پڑجائینگی اور اگر ایک ایک کرکے دیگا تو وہ پہلی ہی طلاق سے جدی ہوجائیگی اور دوسری اور تیسری طلاق اُسپر نہ پڑے گی اور اگر اس سے اس طرح کہا تھا کہ تجھے ایک طلاق ہے اور ایک تو اسپر ایک ہی پڑے گی

ف کیونکہ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں کہ وہ پہلی ہی طلاق سے جدی ہوجائیگی اور طلاق ہونے کی محل نہ رہیگی

ترجمہ اگر اس سے یہ کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے پہلے ایک سے تو اس صورت میں ایک پڑیگی اور اگر یہ کہا کہ تجھے ایسی ایک طلاق ہے کہ اس سے پہلے بھی ایک ہے تو دو پڑجائیں گی اور اگر یوں کہا کہ ایک طلاق ہے اسکے بعد ایک اور ہے تو ایک ہی پڑیگی اور اگر یہ کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے بعد ایک کے یا ساتھ ایک کے یا اسکے ساتھ ایک اور ہے تو دو پڑجائینگی اور اگر اس سے یہ کہا کہ اگر تو اس گھر میں گئی تو تجھے ایک طلاق ہے اور ایک پھر وہ عورت اُس گھر میں چلی گئی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسپر ایک طلاق پڑیگی اور صاحبین فرماتے ہیں دو پڑجائینگی اور اگر اس سے یہ کہا کہ تجھے مکہ میں طلاق ہے تو اُسے اُسی وقت طلاق ہوجائیگی خواہ کہیں ہو اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تجھے گھر میں طلاق ہے (تو اس صورت میں بھی اُسی وقت پڑجائے گی) اور اگر یہ کہا کہ جب تو مکہ میں جائے تجھے طلاق ہے تو جبتک وہ مکہ میں نہ جائیگی اسپر طلاق نہ پڑیگی اور اگر یہ کہا کہ تجھے کل کو طلاق ہے تو اگلے روز صبح صادق ہوتے ہی اسپر طلاق پڑجائیگی۔ اگر کسی نے اپنی بی بی سے کہا کہ تجھے اپنا اختیار ہے اور اس کہنے سے اسکا مقصود طلاق دینا تھا یا یہ کہا کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے تو اب اُس عورت کو اختیار ہے کہ جبتک یہ اُس جگہ بیٹھی ہوئی ہے اپنے آپ کو طلاق دے لے اور اگر یہاں سے کھڑی ہوگئی یا اور کوئی کام کرنے لگی تو اب اُسے اختیار

نہ رہیگا اور اگر شوہر کے اس کہنے سے کہ تجھے اپنا اختیار ہے اُسنے اپنے آپکو اختیار کرلیا تو اُسے ایک طلاق بائنہ ہوجائیگی تین نہ ہونگی اگرچہ شوہر نے تین کی نیت کی ہو اور مرد کے کلام میں یا عورت کے کلام میں اپنے آپ کا لفظ ضرور مذکور ہونا چاہیئے۔ اگر شوہر نے یہ کہا تھا کہ تو اپنے آپکو طلاق دے لے اور عورت نے دے لی تو وہ ایک طلاق رجعی ہوگی اور اگر اُسنے تین طلاقیں دے لیں اور شوہر نے انکی نیت بھی کرلی تھی تو یہ تینوں پڑجائیں گی اور اگر شوہر نے اس سے یہ کہا تھا کہ تو جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے لے تو اب اس کو اختیار ہے کہ خواہ اپنے آپ کو یہیں بیٹھی ہوئی طلاق دے لے اور یا اُسکے بعد دے لے اور اگر کسی شخص سے کہا کہ تو میری بی بی کو طلاق دیدے تو اُسے اختیار ہے کہ چاہے وہیں بیٹھے ہوئے دیدے اور چاہے بعد میں دیدے اور اگر اُسنے یہ کہا تھا کہ اگر تو چاہے تو طلاق دیدے تو اس صورت میں اسے خاص اسی مجلس میں طلاق دینے کا اختیار رہوگا اور اگر شوہر نے عورت سے کہا کہ اگر تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تب اور دشمنی رکھتی ہے تب تجھے طلاق ہے اور عورت نے کہا کہ میں تجھ سے محبت رکھتی ہوں یا کہا میں دشمنی رکھتی ہوں تو اسپر طلاق پڑجائیگی اگرچہ جو کچھ اسنے زبان سے کہا اسکے دل میں اسکے خلاف ہی ہو۔ اگر شوہر نے اپنے مرض الموت میں اپنی بی بی کو بائنہ طلاق دیدی اور وہ ابھی عدت میں تھی کہ اس کا انتقال ہوگیا تو اس عورت کو میراث ملیگی اور اگر اسکی عدت پوری ہونیکے بعد اسکا انتقال ہوا ہے تو پھر میراث نہیں ملیگی اور اگر کسی نے اپنی بی بی سے یہ کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تجھے طلاق ہے یعنی انشاء اللہ بھی ساتھ ہی کہدیا تو اسپر طلاق نہ پڑیگی اور اگر اس سے یہ کہا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں مگر ایک تو اُسے دو طلاقیں ہوجائیں گی اور اگر یہ کہا کہ تین ہیں مگر دو تو ایک طلاق ہوگی۔ جب شوہر اپنی بی بی کا مالک ہوگیا کل کا یا تہائی چوتھائی کا یا عورت اپنے شوہر کی مالک ہوگئی کل کی یا تہائی چوتھائی کی تو ان دونوں میں جدائی ہوجائیگی **ف** یعنی نکاح ٹوٹ جائیگا اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی لونڈی کا نکاح اپنے بیٹے سے کردیا تھا یا اپنی بیٹی کا نکاح اپنے غلام سے کردیا تھا پھر اُس شخص کا انتقال ہوگیا اور وہ لونڈی ترکہ میں اُسکے بیٹے کے حصہ میں آگئی تو اس صورت میں شوہر اپنی بی بی کا مالک ہوگیا یا وہ غلام ترکہ اس کی بیٹی کے حصہ میں آگیا تو یہاں بی بی اپنے شوہر کی مالک ہوگئی ان صورتوں میں ان دونوں کا نکاح نہ رہیگا اسی طرح تہائی یا چوتھائی حصہ کے مالک ہونے کو قیاس کرلینا چاہیئے حکم دونوں کا ایک ہے۔

باب الرجعۃ

رجعت کا بیان

ف یعنی طلاق والی عورت سے رجوع کرلینے کا بیان **ترجمہ** جب کسی مرد نے اپنی بی بی کو ایک طلاق رجعی

یا دو طلاقیں دیدیں تو اُس سے اُس کی عدت میں اُسکو رجعت کرلینی جایز ہے برابر ہے کہ وہ عورت اُس سے راضی ہو یا نہ ہو اور رجعت یہ ہے مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھسے رجعت کرلی یا کہے کہ میں نے اپنی بی بی سے رجعت کرلی یا اس سے صحبت کرلے یا اسکا پیار لیلے یا اسے شہوت سے چھوئے یا شہوت سے اُسکی شرمگاہ کو دیکھے اور شوہر کے لیئے مستحب یہ ہے کہ رجعت پر دو گواہ کرلے اور اگر نہ کرے تب بھی رجعت درست ہو جائیگی۔ اگر عدت گذرنے کے بعد شوہر نے کہا کہ میں نے تو اُس سے عدت ہی میں رجعت کرلی تھی اور عورت نے اسکی تصدیق کی تو وہ رجعت درست ہو جائیگی اور اگر عورت نے انکار کردیا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت پر قسم نہ آئیگی اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کرلی ہے اسکے جواب میں وہ عورت بولی کہ میری تو عدت گذر چکی ہے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ عدت درست نہ ہوگی اگر لونڈی کے شوہر نے اسکی عدت پوری ہونیکے بعد کہا کہ میں نے عدت ہی میں تجھ سے رجعت کرلی تھی اور اُس لونڈی کے آقا نے اسکی تصدیق کی (کہ بیشک تو نے رجعت کرلی تھی) اور اس لونڈی نے اسکی تکذیب کی (کہ تو نے رجعت نہیں کی) تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک لونڈی کا قول معتبر ہوگا اور جب (عدت والی عورت کے) تیسرے حیض کا خون دس روز میں بند ہو گیا تو اب رجعت جاتی رہی اور عدت پوری ہوگئی اگرچہ اُسنے ابھی غسل نہ کیا ہو اور اگر دس روز سے کم میں خون بند ہو گیا ہے تو ابھی رجعت کی مدت ختم نہیں ہوئی یہانتک کہ غسل کرلے یا اُسپر ایک نماز کا وقت گذر جائے یا تیمم کرلے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک نماز بھی پڑھ لے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ جب اس نے تیمم کرلیا تو رجعت کی مدت ختم ہوگئی اگرچہ اُسنے نماز نہ پڑھی ہو اور اگر اُسنے غسل کرلیا تھا اور بدن میں کوئی ایسی جگہ بھول گئی جہاں پانی نہیں پہونچا تھا پس اگر وہ (رہی ہوئی جگہ) ایک پورا عضو یا عضو سے زیادہ ہے تو ابھی رجعت کی مدت ختم نہیں ہوئی اور اگر ایک عضو سے کم ہے تو ختم ہوگئی اور جس عورت کو رجعی طلاق دیگئی ہو اُسے بناؤ سنگار کرنا جایز ہے اور اسکے شوہر کو مستحب یہ ہے کہ بغیر اس سے اجازت لیئے اُسکے پاس نہ جائے اور اُسے اپنے جوتوں کی آواز سناوے (تاکہ اُسے معلوم ہو جائے) اور رجعی طلاق صحبت کو حرام نہیں کرتی اور اگر طلاق بائنہ تین سے کم دی تو اُس مرد کو اُس عورت کی عدت میں اور عدت کے بعد اس سے نکاح کرنا جایز ہے اگر آزاد عورت کو تین طلاقیں ہو چکی ہیں یا لونڈی کو دو ہو چکی ہیں تو اب یہ آزاد عورت یا لونڈی اُس مرد کے لیئے نہیں ہے یہانتک کہ یہ عورت کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرلے اور وہ اس سے صحبت کرکے پھر طلاق دیدے یا مرجائے ف تین طلاقوں کو طلاق مغلظہ کہتے ہیں اور اس دوسرے مرد سے نکاح ہونے کا نام حلالہ ہے حلالہ میں

صحبت ہونی شرط ہے **ترجمہ** اور مراہق لڑکا (یعنی جو قریب بلوغ کے ہو) حلالہ میں مثل بالغ کے ہے اگر لونڈی کو دو طلاق ہونے کے بعد اسکا آقا اس سے صحبت کرلے تو وہ اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوتی۔ **ف** اس کی وجہ یہ ہے کہ حلالہ میں شوہر کے صحبت کرنے کو اللہ نے شرط ٹھہرادیا ہے اور آقا شوہر نہیں ہوتا لہٰذا اس کے صحبت کرنے سے حلالہ پورا نہ ہوگا۔ جو ہرہ **ترجمہ** اگر کسی نے حلالہ کی شرط کرکے اس عورت سے نکاح کرلیا تو وہ نکاح مکروہ ہے **ف** حلالہ کی شرط کرنے سے یہ مراد ہے کہ اُس عورت سے یا اُسکے شوہر سے یہ وعدہ کرلے کہ میں اسلئے نکاح کرتا ہوں کہ میرے طلاق دینے کے بعد یہ تیرے لئے حلال ہوجائے اور میں طلاق دیدوں گا پس یہ نکاح مکروہ ہے کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لعن اللہ المحلل والمحلل لہ یعنی حلالہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے **ترجمہ** پس اگر اس دوسرے شوہر نے اس عورت سے صحبت کرنے کے بعد اُسے طلاق دیدی تو یہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہوجائیگی اور جب مرد نے آزاد عورت کو ایک طلاق یا دو طلاقیں دیدیں اور عدت گذرنے کے بعد اس عورت نے دوسرا شوہر کرلیا اسنے اس سے صحبت کی (اور بعد میں طلاق دیدی) اُس نے پھر پہلے ہی شوہر سے نکاح کرلیا تو اب یہ شوہر تین طلاقوں کا مالک ہوجائے گا اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جیسا کہ دوسرا شوہر تین طلاقوں کو کالعدم کردیتا ہے اسی طرح تین سے کم کو بھی کردیتا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ تین سے کم کو کالعدم نہیں کرتا (یہی قول امام شافعیؒ کا ہے) اور جب کسی نے اپنی بی بی کو تین طلاقیں دیدیں اور پھر اُس عورت نے (کچھ دنوں کے بعد) یہ کہا کہ میں نے اپنی عدت پوری کرنے کے بعد دوسرا شوہر کرلیا تھا اور اس نے مجھ سے صحبت کرکے مجھے طلاق دیدی تھی اور اب میری (یہ) عدت بھی گذر گئی ہے (اب تو مجھ سے نکاح کرلے) تو دیکھنا چاہئے اگر پہلے شوہر کو طلاق دئے ہوئے اتنے دن ہوگئے ہیں کہ جس میں دو عدتیں پوری ہوجائیں تو اس پہلے شوہر کو جائز ہے کہ اس عورت کو سچی جانے (یعنی اسکے کہنے کا اعتبار کرلے) جسوقت اسکا غالب گمان یہ ہو کہ یہ سچی ہی ہے اور اگر اتنے دن نہیں ہوئے ہیں تو اُسکے کہنے کو نہ مانے۔

کتاب الایلاء

ایلاء کا بیان

ف لغت میں ایلاء کے معنے قسم کھانے کے ہیں جس کی تفصیل متن میں آتی ہے ایلاء کی دو قسمیں ہیں ایلاء موقت جس میں مدت معین ہو اور ایلاء مؤبد جس میں کچھ مدت معین نہ ہو اور یہاں چند امور میں اختلاف ہے اول ایلاء موقت کی مدت میں ہمارے نزدیک چار مہینے ہیں جیسا کہ آیۃ قرآنی سے ثابت ہے

امام مالک امام شافعی کا اس میں خلاف ہے دوسرے یہ کہ ایلاء بغیر قسم اور تعلیق کے نہیں ہوتا ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے اور جمہور کے نزدیک بلا قسم صحبت نہ کرنے سے بھی ایلاء ہو جاتا ہے تیسرے چار مہینے کے اندر صحبت کرنے سے کفارہ لازم آنے میں ہمارے نزدیک کفارہ لازم آجاتا ہے یہی قول امام مالک اور امام احمد وغیرہ کا ہے۔ جوہرۂ ترجمہ جب کسی نے اپنی بی بی سے یہ کہا کہ خدا کی قسم میں تیرے نزدیک نہ جاؤں گا (یہ ایلاء مؤبد ہے) یا (یہ کہا کہ) میں چار مہینے تیرے نزدیک نہ جاؤنگا (یہ ایلاء موقت ہے) تو یہ شخص مولی ہے (یعنی اس کا یہ کہنا ایلاء ہے) پس اگر اس نے چار مہینے کے اندر اس عورت سے صحبت کرلی تو یہ اپنی قسم میں حانث ہو جائیگا (یعنی اسکی قسم ٹوٹ جائیگی) اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر (اپنے کہنے کے مطابق) اُس کے نزدیک نہ گیا یہانتک کہ چار مہینے گذر گئے تو اس عورت کو ایک طلاق بائنہ ہو جائیگی ف بائنہ طلاق ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس مرد نے اس عورت کا حق روکنے کے ساتھ اس پر ظلم کیا ہے اسلئے شریعت نے اسے یہ سزا دی ہے کہ یہ چار مہینے کی مدت گذرنے کے بعد نعمت نکاح اُس کے پاس نہ رہے حضرت عثمان علی زید بن ثابت وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے جوہرۂ ترجمہ پس اگر کسی نے چار مہینے کی قسم کھائی تھی تو (چار مہینے گذرنے پر) یہ قسم ساقط ہو جائے گی اور اگر ہمیشہ کے واسطے قسم کھالی ہے تو وہ قسم باقی رہے گی ف مثلاً یوں کہا کہ خدا کی قسم میں کبھی تیرے نزدیک نہ جاؤں گا اور ایلاء میں نزدیک نہ جانے سے صحبت نہ کرنا مراد ہوتا ہے پس اگر اس نے صحبت نہ کی اور چار مہینے گذر گئے تو ایک طلاق پڑ جائے گی ترجمہ پس اگر اس مرد نے اُس سے پھر نکاح کرلیا تو ایلاء پھر لوٹ آئیگا اب اگر اُسنے اس سے صحبت کرلی تو فبہا (قسم کا کفارہ لازم آئیگا) ورنہ چار مہینے گذرنے کے بعد دوسری طلاق پڑ جائیگی اسکے بعد اگر اُسنے تیسری دفعہ پھر نکاح کرلیا تو پھر ایلاء لوٹ آئیگا اور (اب اگر اُسنے صحبت کرلی تو قسم کا کفارہ لازم آئیگا ورنہ) چار مہینے گذرنے کے بعد تیسری طلاق بھی پڑ جائیگی پس اگر حلالہ ہونے کے بعد اسنے پھر اس عورت سے نکاح کرلیا تو اب اس ایلاء سے طلاق نہ پڑیگی ہاں وہ قسم ابھی باقی ہے اگر اس سے صحبت کرلی تو اپنی قسم کا کفارہ دیگا اور اگر کسی نے چار مہینے سے کم پر قسم کھائی تو وہ ایلاء نہ ہوگا اور اگر کسی نے حج یا روزے یا صدقہ یا غلام آزاد کرنے یا طلاق دینے کے ساتھ قسم کھائی تو یہ ایلاء ہو جائیگا ف حج وغیرہ کے ساتھ قسم کھانے سے یہ مراد ہے مثلاً یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو مجھ پر حج لازم ہو یا روزے رکھنے لازم ہوں یا صدقہ دینا یا غلام آزاد کرنا لازم ہو یا یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو تیری سوکن پر طلاق ہے تو ان سب صورتوں میں ایلاء ہو جائیگا۔ کذا فی النہایۃ ترجمہ اگر کسی نے رجعی طلاق والی سے ایلاء کیا تو وہ ایلاء ہو جائیگا اور اگر بائنہ (طلاق والی) سے کیا تو ایلاء نہ ہوگا۔ لونڈی کے ایلاء کی مدت دو مہینے ہیں اور اگر ایلاء کرنے والا یہ کہے کہ صحبت نہیں کرسکتا

یا وہ عورت بیمار ہے (کہ اُس سے صحبت نہیں ہوسکتی) یا وہ ایسی لڑکی ہے کہ اُس سے صحبت نہیں کیجاسکتی یا ان دونوں کے درمیان اسقدر مسافت ہے کہ ایلاء کی مدت میں شوہر اپنی بی بی کے پاس نہیں پہونچ سکتا تو ایسے آدمی کا (ایلاء سے) رجوع کرنا یہ ہے کہ اپنی زبان سے یہ کہدے کہ میں نے اپنی سے رجوع کرلیا پس اگر اسنے یہ کہدیا تو ایلاء ساقط ہوجائیگا اور اگر اس (ایلاء ہی کی) مدت میں یہ تندرست ہوگیا تو اسکا یہ رجوع کرنا باطل ہوجائیگا اور اس کا رجوع صحبت کرنے سے ہوگا اور جب کسی نے اپنی بی بی سے یہ کہدیا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس سے اسکی نیت دریافت کیجائے پس اگر وہ کہے کہ میں نے جھوٹ بولدیا تھا تو ایسا ہی ہوگا اور اگر وہ کہے کہ میں نے اس کہنے سے طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا تو یہ ایک طلاق بائنہ ہوجائیگا ہاں اگر اسنے تین کی نیت کی ہوگی تو اس صورت میں تین ہوجائینگی) اور اگر وہ کہے کہ میں نے اس سے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو یہ ظہار ہوجائیگا اور اگر وہ کہے کہ میں نے اسکو حرام ہی کرنے کی نیت کی تھی یا یہ کہے کہ میں نے کچھ نیت نہیں کی تھی تو یہ قسم ہوکر ایلاء ہوجائیگا۔

کتاب الخلع

خلع کا بیان

ف لغت میں خلع ایک چیز کے زائل کرنے کو کہتے ہیں خواہ کچھ ہی ہو اور شریعت میں خاص ملک نکاح کے زائل کرنے کو کہتے ہیں جو کچھ مال لیکر خلع کے لفظ سے ہو۔ یعنی ترجمہ جب شوہر بی بی کے درمیان کوئی جھگڑا ہوجائے اور دونوں کو یہ ڈر ہو کہ اب وہ حق تعالیٰ کی حدود کو پورا نہ کرسکیں گے تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنی جان کے عوض مرد کو کچھ مال دیدے کہ جسپر وہ اس عورت سے خلع کرلے پس جسوقت مرد نے یہ کرلیا تو اس خلع کی وجہ سے ایک طلاق بائنہ ہوجائیگا اور اس عورت پر وہ مال دینا لازم ہوگا اگر نا موافقت مرد کی طرف سے تھی تو اسکو عورت سے عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے تھی تو مرد کو اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے جو اسنے مہر وغیرہ میں اسکو دیا ہو پس اگر اُسنے زیادہ لے لیا تو قضا میں جایز ہے ف قضا میں جایز ہونے سے یہ مراد ہے کہ قاضی اُسکے جواز کا فتویٰ دیدیگا اگرچہ فیما بینہ وبین اللہ مکروہ رہیگا ترجمہ اگر کسی نے اپنی بی بی کو مال پر طلاق دیدی اور اُس عورت نے قبول کرلی تو وہ طلاق پڑجائیگی وہ مال اس عورت پر لازم ہوگا اور یہ طلاق بائنہ ہوگی۔ اگر خلع میں عوض (یعنی مال خلع) باطل ہوگیا مثلاً کسی نے مسلمان عورت سے شراب یا سور پر خلع کیا تھا تو اب شوہر کو کچھ نہ ملیگا اور یہ طلاق بائنہ ہوگی اور اگر طلاق میں عوض باطل ہوا تو طلاق رجعی ہوگی ف یعنی اگر کسی نے خلع کے لفظ سے خلع نہیں کیا بلکہ یوں کہا کہ

تجھے دس من شراب پر یا ایک سور پر طلاق ہے تو یہ طلاق اس عورت پر رجعی پڑے گی اور اُسپر مال لازم نہ ہوگا ترجمہ جو چیز نکاح میں مہر ہوسکتی ہے وہی خلع میں بدل (خلع بھی) ہوسکتی ہے پس اگر عورت نے (اپنے شوہر سے) کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے تو اسپر مجھ سے خلع کرلے شوہر نے خلع کرلیا اور اُسکے ہاتھوں میں کچھ بھی نہ تھا تو اب شوہر کا اُسکے ذمہ کچھ نہیں ہے اور اگر عورت نے یوں کہا تھا کہ جو مال میرے ہاتھ میں ہے اسپر تو مجھ سے خلع کرلے اُسنے کرلیا اور اُسکے ہاتھ میں کچھ نہیں تو اس عورت کا مہر (جو اسکے شوہر نے دیا ہو) اسے واپس دلا دیا جائیگا اور اگر عورت نے یہ کہا تھا کہ جو دراہم میرے ہاتھ میں ہیں ان پر تو مجھ سے خلع کرلے اور اسنے کرلیا اور اُسکے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے تو اسپر تین درہم لازم ہونگے اور اگر عورت نے یہ کہا کہ ایک ہزار روپے کے بدلے تو مجھے تین طلاقیں دیدے اور شوہر نے اُسے ایک طلاق دیدی تو ایک ہزار کا ایک تہائی حصہ اس عورت پر لازم ہوگا اور اگر اُسنے یوں کہا ایک ہزار روپیہ پر تین طلاقیں دیدے (یعنی تو ہزار روپیہ کا مستحق جب ہی ہوگا کہ مجھے تین طلاقیں دیدیگا) اور شوہر نے اُسے ایک طلاق دیدی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُس عورت پر کچھ نہ ہوگا اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ ہزار کا ایک تہائی اسپر لازم ہوگا اور اگر شوہر نے (اپنی بی بی سے) یہ کہا کہ ایک ہزار روپیہ کے بدلے یا ایک ہزار روپیہ پر تو اپنے آپکو تین طلاقیں دے لے اور اُسنے ایک طلاق دے لی تو اس عورت پر طلاق بائن پڑیگی مبارات خلع کے ہے **ف** خلع اور مبارات میں فقط لفظی فرق ہے مثلاً خلع یہ ہے کہ شوہر اپنی بی بی سے کہے کہ میں نے تجھ سے اتنے روپیہ پر خلع کرلیا تو یہ خلع ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے اپنے نکاح سے تجھے ایک ہزار روپیہ پر بری کردیا اور اس عورت نے قبول کرلیا تو یہ مبارات ہے مصنف ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خلع اور مبارات ایسے ہر حق کو ساقط کردیتے ہیں جو نکاح کی وجہ سے شوہر اور بی بی میں ہر ایک کا دوسرے کے ذمہ ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ مبارات تو ساقط کردیتا ہے اور خلع نہیں کرتا اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ دونوں نہیں کرتے مگر جس حق کا میاں بی بی نام لے دیں۔

کتاب الظہار

ظہار کا بیان

ف لغت میں ظہار اُسے کہتے ہیں کہ کوئی مرد اپنی بی بی سے کہے کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہے اور شرع میں ظہار کے یہ معنے ہے کہ اپنی منکوحہ کو ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اُسکے لیے کبھی حلال نہیں ہوتی خواہ وہ محرم نسبی ہو یا رضاعی ہو۔ نہایہ ترجمہ جب کسی مرد نے اپنی بی بی سے یہ کہدیا کہ تو مجھ پر مثل میری

ماں کی پشت کے ہے تو یہ عورت اُسپر حرام ہوگئی نہ اسکو اب اس سے صحبت کرنا جایز ہے اور نہ چھونا اور نہ پیار لینا یہانتک کہ یہ اپنے (اس ظہار کا کفارہ دیدے پس اگر کفارہ دینے سے پہلے اُسنے اس سے صحبت کرلی تو یہ استغفار کرے اور پہلے کفارہ کے سوا اسپر اور کچھ نہیں ہے اور جب تک کفارہ نہ دیدے دوبارہ صحبت نہ کرے اور جس دوبارہ کرنے سے کفارہ واجب ہوجاتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس عورت سے صحبت کرنیکا پختہ ارادہ کرلے اور جب کسی نے یہ کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے پیٹ کے ہے یا مثل اُسکی ران یا اُسکی شرمگاہ کے ہے تو یہ ظہار ہوجائیگا اور اسی طرح اگر کسی نے اپنی بی بی کو اپنی محرم عورتوں میں سے ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دی کہ جسکے سارے بدن کو دیکھنا اُسے کبھی جائز نہیں ہے جیسے بہن۔ پھوپھی۔ خالہ۔ ماں رضاعی اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ مجھ پر تیرا سر مثل میری ماں کی پشت کے ہے یا تیری شرمگاہ یا تیرا منہ یا تیری گردن یا تیرا نصف بدن یا تہائی بدن (مثل میری ماں کے بدن کے ہے تو اس سے بھی ظہار ہوجائیگا) اور اگر یہ کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے ہے تو اسمیں اُسکی نیت کی ضرورت ہوگی پس اگر وہ کہے کہ میں نے اس سے محض تعظیم کا ارادہ کیا تھا تو اس کا کہنا تسلیم کرلیا جائیگا اور اگر وہ یہ کہے کہ میں نے ظہار کا ارادہ کیا تو ظہار ہوجائیگا اور اگر کہے کہ میں نے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو یہ بائنہ طلاق ہوجائیگی اور اگر اسکی کچھ بھی نیت نہ ہو تو کچھ نہ ہوگا ظہار اپنی بی بی کے سوا اور کسی سے نہیں ہوتا پس اگر کسی نے اپنی لونڈی سے ظہار کرلیا تو وہ ظہار نہ ہوگا اور اگر کسی (کے چار بیبیاں تھیں اور اس) نے اپنی چاروں بیبیوں سے یہ کہدیا کہ تم مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہو تو اسکا ان سب سے ظہار ہوجائیگا اور انمیں سے ہر ایک کے عوض میں اسپر کفارہ لازم ہے۔ ظہار کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے اگر کسی کو غلام میسر نہ ہو تو وہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور اگر کسی میں روزے رکھنے کی طاقت نہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یہ سب چھوٹے (وغیرہ) سے پہلے ہو اور اسمیں ایک غلام آزاد کردینا کافی ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ہو مرد ہو یا عورت ہو بچہ ہو یا بڑا ہو ہاں اندھا کافی نہیں ہوسکتا اور نہ جسکے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اور بہرا جایز ہے اور وہ بھی کہ جسکا دہنا ہاتھ اور بایاں پیر یا دہنا پیر اور بایاں ہاتھ کٹا ہو اور جسکے دونوں ہاتھوں کے دونوں انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں وہ جایز نہیں ہے اور نہ ایسا دیوانہ جایز ہے جسے بالکل سمجھ نہ ہو اور نہ مدبر اور ام ولد اور اس مکاتب کو آزاد کرنا جایز ہے کہ جسنے اپنا بدل کتابت کچھ ادا کردیا ہو پس اگر کسی نے ایسے مکاتب کو آزاد کردیا کہ جسنے کچھ بھی ادا نہ کیا تھا تو وہ جایز ہوجائیگا۔ اگر کسی نے اپنے باپ یا اپنے بیٹے کو کفارہ کی نیت سے خرید کیا تو وہ کفارہ میں محسوب ہوجائیگا اور اگر کسی نے مشترک غلام کے نصف کو (یعنی جو اُسکے حصہ کا تھا) کفارہ میں آزاد کردیا اور دوسرے

نصف کی قیمت کا ضامن ہو کر پھر اُسے بھی آزاد کر دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آزاد کرنا جایز نہیں ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں جایز ہے اگر یہ آزاد کرنیوالا دولتمند ہو اور اگر غریب تنگدست ہے تو جایز نہیں ہے۔ اگر کسی نے اپنے کفارہ میں اپنا نصف غلام آزاد کر دیا اور اسکے بعد اسی کفارہ میں باقی نصف کو بھی کر دیا تو جایز ہو جائیگا اور اگر کسی نے اپنے کفارہ میں اپنا نصف غلام آزاد کر دیا تھا بعد اسکے جس عورت سے ظہار کیا تھا اُسی سے پھر صحبت کر لی اور اُس کے بعد جو نصف غلام باقی تھا اُسے بھی آزاد کر دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ جایز نہ ہوگا پس اگر مظاہر (یعنی ظہار کرنے والے) کے پاس کوئی غلام یا لونڈی آزاد کرنے کو نہیں ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے پے در پے اس طرح روزے رکھے کہ نہ انمیں رمضان شریف ہو نہ عید کا دن ہو نہ بقرعید کا دن ہو اور نہ ایام تشریق ہوں اگر ان دو مہینے کے اندر اس عورت سے پھر صحبت کر لی کہ جس سے ظہار کیا تھا اور صحبت رات کو کی ہے تو جانکر اور دن کو کی ہے تو بھولکر تو اس صورت میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک روزے پھر نئے سرے سے رکھے ف دو مہینے کے اندر ہونے کی قید اسلیئے ہے کہ اگر کسی نے کفارہ میں روزے نہیں رکھے بلکہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا شروع کیا تھا اور درمیان میں صحبت کر لی تو اس شخص کے ذمہ نئے سرے سے روزے رکھنے بالاتفاق نہیں ہیں بلکہ وہی پورے کرلے اور رات کو جانکر صحبت کرنے اور دن کو بھول کر کرنے کی قید اسلیئے ہے کہ اگر کسی نے رات کو بھولکر صحبت کر لی یا دن کو جانکر کر لی تو اس صورت میں بھی بالاتفاق نئے سرے سے روزے رکھنے نہیں ہیں۔ جوہرہ نیرہ ترجمہ اگر کسی نے عذر سے یا بغیر عذر ان دو مہینے کے اندر کسی دن روزہ رکھا تو پھر نئے سرے سے رکھے۔ اگر غلام نے ظہار کر لیا تو کفارہ میں سوائے روزے رکھنے کے اُسے اور کچھ جایز نہیں ہے ف کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک ہے) نہیں ہے بلکہ وہ خود اپنے آقا کا مملوک ہے ہاں روزے رکھ سکتا ہے اسلیئے اُسپر روزے ہی لازم ہیں اور آقا کو اُس سے منع کرنا جائز نہیں ہے ترجمہ پس اگر اُسکے آقا نے اُسکی طرف سے کوئی غلام لونڈی آزاد کر دیا یا (ساٹھ مسکینوں کو) کھانا کھلا دیا تو یہ کافی نہ ہوگا اور اگر مظاہر روزے نہیں رکھ سکتا تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوارے یا جَو دے یا اُسکی قیمت دیدے (یہ ہمارا مذہب ہے) پس صبح و شام دو وقت کی انکی دعوت کر دی تب بھی کفارہ ادا ہو جائیگا خواہ وہ تھوڑا کھائیں یا بہت کھائیں۔ اگر کسی نے ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن کھلا دیا تب بھی جایز ہے۔ اگر کسی نے ساٹھ مسکینوں کا کھانا ایک ہی دن ایک مسکین کو دیدیا تو یہ جایز نہیں ہے یہ ایک ہی دن محسوب ہوگا (باقی اُنسٹھ روز کا اور دے) اگر کھانا کھلانے میں اسی عورت سے نزدیکی کر لی

جس سے ظہار کیا تھا تو اب نئے سرے سے کھانا نہ کھلائے اور اگر کسی پر ظہار کے دو کفارے واجب تھے اور اُسنے دو غلام آزاد کرنے انمیں اس تعیین کی نیت نہیں کی کہ یہ غلام اس کفارہ کا ہے اور یہ اس کفارہ کا تب بھی اُسکے ذمّہ سے یہ دونوں کفارے ادا ہو جائینگے اور اسی طرح اگر کسی نے چار مہینے کے روزے رکھنے یا ایکسو بیس مسکینوں کو کھانا کھلا دیا تب بھی جایز ہے اور اگر کسی نے دو کفاروں میں ایک غلام آزاد کر دیا یا فقط دو مہینے کے روزے رکھے تو اُسے اختیار ہے کہ دونوں کفاروں میں سے جونسے کفارہ کے چاہے کر دے

کتاب اللعان

لعان کا بیان

ف لعان کے لغوی معنے آپس میں لعنت کرنیکے ہیں اور شرع میں لعان وہ چار گواہیاں ہیں جن کی قسمیں کھا کر تاکید کیجائے اور بعد انکے ایک دوسرے پر لعنت کرے وہ گواہی مرد کے حق میں قایم مقام حد قذف کے ہو جاتی ہے اور عورت کے حق میں قائم مقام حد زنا کے۔ درمختار وغیرہ ترجمہ جب مرد اپنی بی بی کو زنا کی تہمت لگائے اور وہ دونوں گواہی کے قابل ہوں اور عورت ایسی (پارسا) ہو کہ اُس پر تہمت لگانے والے کے حد ماری جائے یا (عورت کے لڑکا ہو اور) مرد اُسکے لڑکے کے نسب کا انکار کرے (یعنی یہ کہے کہ یہ لڑکا میرا نہیں ہے) اور وہ عورت اس تہمت کی سزا اسے دلانی چاہے تو مرد پر لعان کرنا واجب ہے پس اگر وہ لعان کرنے سے رُکے تو حاکم اُسے قید کر دے یہانتک کہ یا تو وہ لعان کرے اور یا اپنے آپ کو جھوٹا کہے اگر اُسنے اپنے آپکو جھوٹا کہدیا تو اُسکے حد قذف لگائی جائے (یعنی تہمت لگانے کی اُسے سزا دیجائے) اگر مرد نے لعان کر لیا تو پھر لعان کرنا عورت پر بھی واجب ہے اور اگر وہ رُکے تو حاکم اُسکو بھی قید کرے تاکہ یا تو لعان کرے اور یا اپنے شوہر کی تصدیق کرے (اور بعد تصدیق کرنے کے اُسپر زنا کی حد لگا دی جائے) اور اگر شوہر غلام ہے یا کافر ہے (یا پہلے کسی کو) تہمت لگانے میں سزا پا چکا ہے پھر اُسنے اپنی بی بی پر تہمت لگائی تو اسپر حد واجب ہے اور اگر مرد گواہی کے قابل ہے اور عورت لونڈی ہے یا تہمت میں سزا یافتہ ہے یا ایسی ہے کہ اُسکے تہمت لگانے والے کی حد نہیں لگائی جاتی) مثلاً لڑکی ہے یا دیوانی یا کسبی ہے) تو ایسی عورت کو تہمت لگانے میں مرد پر نہ حد ہے اور نہ لعان ہے تفصیل لعان کی یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں قاضی کے ہاں حاضر ہوں پہلے چار مرتبے مرد گواہی دے ہر مرتبہ اس طرح کہے کہ میں نے جو اس عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے میں اللہ کو حاضر ناظر جانکر کہتا ہوں کہ میں اسمیں سچا ہوں پھر پانچویں مرتبہ اس طرح کہے کہ میں نے جو اس عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے اگر اس میں میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اور ہر دفعہ

اس عورت کی طرف اشارہ کرتا رہے پھر چار گواہیاں وہ عورت دے ہر مرتبہ اس طرح کہے کہ مجھ پر اس مرد نے زنا کی تہمت لگائی ہے میں اللہ کو حاضر ناظر جانکر کہتی ہوں کہ یہ اس میں بیشک جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ کہے کہ اگر مجھ پر زنا کی تہمت لگانے میں یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو جب یہ دونوں لعان کر چکیں تو قاضی ان دونوں میں جدائی کرادے اور جدائی کرانا امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بائنہ طلاق ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بس پھر وہ عورت ہمیشہ کو حرام ہی رہیگی اور اگر تہمت بچہ کی وجہ سے لگائی ہے (یعنی شوہر نے یہ کہدیا ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے) تو قاضی اس بچہ کا نسب اس مرد سے قطع کرکے اس عورت ہی کو دیدے پھر اگر بعد میں وہ مرد اپنی تکذیب کرے (کہ میں نے تو جھوٹ طوفان کہدیا تھا) تو قاضی اُسکے (تہمت کی) حد لگادے اور اب اسکو اس عورت سے نکاح کرنا جایز ہے اور اسی طرح اگر کسی غیر عورت پر تہمت لگائی اور تہمت کی حد اُسکے لگ گئی یا کسی عورت نے زنا کرالیا تھا اور اُسکے (زنا کی) حد لگ گئی (تو اُس سے بھی نکاح کرنا جایز ہے اور اگر کسی عورت نے اپنی بی بی پر تہمت لگائی اور ابھی بچی ہے یا دیوانی ہے تو اس صورتمیں نہ ان دونوں میں لعان ہے اور نہ حد ہے اور گونگے کے تہمت لگانے سے لعان نہیں ہو سکتا۔ اگر مرد نے (اپنی عورت سے) کہا کہ یہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو اس کہنے سے لعان نہ آئیگا ف یہ قول امام ابو حنیفہ اور امام زفر کا ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ حمل کے ہونے نہ ہونے پر یقین نہیں ہو سکتا لہذا اُسکے کہنے سے پوری تہمت نہیں ہوئی اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اگر چھ مہینے سے کم میں اس عورت کے بچہ ہو جائے تو اس حمل کے انکار کرنے پر لعان واجب ہوتا ہے۔ ہدایہ ترجمہ اگر مرد نے عورت سے یہ کہا کہ تو نے زنا کیا ہے اور حمل زنا کا ہے تو یہ دونوں لعان کریں اور قاضی حمل (کے نسب) کو مرد سے جدا نہ کرے ف یعنی ابھی اُسے اُسی مرد کا قرار دے اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ جدا کردے کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہلال کے لڑکے کو اُنسے جدا کردیا تھا اور ہلال نے اپنی بی بی پر حمل کی حالت میں تہمت لگائی تھی ہماری دلیل یہ ہے کہ حمل پر احکام ولادت کے بعد ہی مرتب ہوتے ہیں کیونکہ ولادت سے پہلے ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے اور یہ حدیث اسپر محمول ہے کہ آنحضرت کو اس حمل کا ہونا وحی کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا تھا اسلیے آپ نے اُسپر حکم لگا دیا۔ کذا فی الہدایہ ترجمہ اور اگر کسی نے اپنی بی بی کے بچہ ہونیکے بعد اس بچہ کا انکار کردیا (کہ یہ میرا نہیں ہے) یا ایسے وقت انکار کیا کہ اس عورت کو اس بچہ کی مبارکباد دیجاتی تھی اور زچہ پن کی چیزیں خریدی جاتی تھیں تو اسکا انکار کرنا درست ہوگا اور اُسکی وجہ سے یہ لعان کرے اور اگر اُسکے بعد انکار کیا ہے تو لعان ہوگا اور نسب اسی سے ثابت رہیگا ف یعنی یہ اسی کا بیٹا کہلائیگا اور اگر وہ مرجائیگا تو یہ اس کا وارث ہوگا ترجمہ صاحبین رح کا قول یہ ہے کہ نفاس کی مدت میں بچہ کا انکار کردینا درست ہے۔ اگر کسی عورت کے دو بچے جڑواں ہوئے اور اس عورت کے شوہر نے پہلے بچہ کا انکار کردیا کہ یہ میرا نہیں ہے) اور دوسرے کا اقرار کرلیا تو ان دونوں

بچوں کا نسب (اس مرد سے) ثابت ہوجائیگا اور اُسکے حد لگائی جائیگی اور اگر پہلے کا اقرار کیا اور دوسرے کا انکار کردیا تب بھی ان دونوں کا نسب ثابت ہوگا اور لعان نہ ہوگا۔

کتاب العدۃ

عدت کا بیان

ترجمہ جب کسی مرد نے اپنی بی بی کو طلاق دیدی برابر ہے کہ وہ طلاق رجعی یا بائنہ ہو یا ان دونوں میں بغیر طلاق کے جدائی ہوگئی اور وہ عورت آزاد ان عورتوں میں سے ہے کہ جنھیں حیض آتا ہے تو اُسکی عدت تین اقراء ہیں اور قرء کے معنے حیض ہیں۔ ف امام مالک اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ اقراء کے معنی اطہار کے ہیں یعنی قرء طہر اور پاکی کو کہتے ہیں قرء کے معنے حیض ہونے پر ہماری دلیل یہ ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا المستحاضۃ تدع الصلوٰۃ ایام اقرائھا یہاں اقراء کے معنے حیض کے ہیں کیونکہ نماز حیض کی حالت میں چھوڑ دی جاتی ہے نہ کہ پاکی کی حالت میں دوسرے آپ نے فاطمہ سے فرمایا تھا کہ جب تمھیں قرء آئے تو تم نماز چھوڑ دیا کرو اور اس مسئلہ میں بہت طویل بحث ہے جو اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے جو ہرہ ترجمہ اگر اس (طلاق والی) عورت کو حیض نہیں آتا ہو خواہ کم عمر ہونے کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے تو اسکی عدت تین مہینے ہیں اور اگر وہ حاملہ ہے تو اُسکی عدت بچہ پیدا ہو جانا ہے اور اگر لونڈی ہے (یعنی کسی نے لونڈی کو طلاق دیدی ہے) تو اُسکی عدت دو حیض ہیں اور اگر حیض نہیں آتا تو اُسکی عدت ڈیڑھ مہینا ہے۔ جب کوئی مرد مرجائے اور اُسکی بی بی آزاد عورت ہو تو اُسکی عدت چار مہینے اور دس دن ہیں اور اگر لونڈی ہے تو دو مہینے اور پانچ دن اور اگر لونڈی حاملہ ہے (اور اس کا شوہر مرگیا ہے) تو اسکی بھی عدت اسکا بچہ پیدا ہو جانا ہے۔ اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں اپنی بی بی کو طلاق دیدی اور دیتے ہی مرگیا اور وہ عورت اسکی وارث ہوئی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکی وہ عدت ہے جو دونوں عدتوں میں زیادہ ہو ف یعنی اگر چار مہینے دس روز زیادہ ہوں تو اُسپر یہی عدت واجب ہوگی اور اگر تین حیض کی مدت زیادہ ہوتی ہو تو پھر حیض ہی کی عدت واجب ہوگی اور یہ فرق اس صورت میں ہے کہ جب شوہر نے اسے بائنہ طلاق دی ہو اور اگر رجعی دی ہے تو پھر بالاتفاق چار مہینے دس دن ہی ہیں۔ ملا مسکین ترجمہ اگر کسی نے لونڈی سے نکاح کر رکھا تھا پھر اس کو رجعی طلاق دیکر اُسکی عدت ہی میں اُسے آزاد کردیا تو اسکی عدت مثل آزاد عورتوں کے ہوجائے گی اور اگر اُسے بائنہ طلاق دی تھی یا اُسکا شوہر مرگیا تھا پھر (عدت میں) وہ آزاد کردیگئی تو اُسکی عدت مثل آزاد عورتوں کے نہ ہوگی اور اگر (مطلقہ) عورت آیسہ (یعنی اسے

حیض نہیں آتا تھا) اور وہ مہینوں کے حساب سے عدت میں بیٹھی تھی پھر اُسنے خون دیکھا (یعنی اُسے حیض آگیا تو اُس کی جو عدت گذر چکی ہے وہ ٹوٹ جائیگی (یعنی وہ دن عدت میں محسوب نہ ہونگے) اور اُس عورت پر لازم ہے کہ اب اپنی عدت نئے سرے سے حیض سے شروع کرکے پوری کرے اور اگر کسی عورت کا نکاح فاسد ہوا تھا (اور اُسکے شوہر نے اُس سے صحبت کرلی تھی) یا اُس سے کسی نے شبہہ سے صحبت کرلی تھی تو ان دونوں کی عدت جدا ئی اور مرنے میں حیضوں کے ساتھ ہوگی اور اگر ام ولد کا آقا مرگیا یا اُس نے اُسے آزاد کردیا تو اُسکی عدت تین حیض ہیں اور اگر کوئی صغیر (شوہر) مرگیا اور اُسنے حاملہ عورت چھوڑی تو اُسکی عدت (بھی) وضع حمل ہے اور اگر حمل اُسکے مرنے کے بعد ظاہر ہوا تو اُسکی عدت چار مہینے اور دس دن ہیں۔ اگر کسی نے اپنی بی بی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی تو جس حیض میں طلاق ہوئی ہے وہ عورت اُسے عدت میں شمار نہ کرے ف کیونکہ عدت پورے تین حیضوں کے ساتھ مقرر کی گئی ہے اور اس حیض کا کچھ حصہ گذر چکا ہے اسلیئے اس حیض کے شمار ہونے سے پورے تین حیض نہ ہونگے ترجمہ اگر عدت والی عورت سے کسی نے شبہہ سے صحبت کرلی تو اُسپر دوسری عدّت لازم ہے اور دونوں عدتوں میں تداخل ہوجائیگا پس اب جو حیض اُسے آئیگا وہ دونوں عدتوں میں شمار کیا جائے گا ف تداخل کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنی بی بی کو طلاق دیدی تھی طلاق کے بعد وہ عدت میں بیٹھ گئی اور ابھی اُسے ایک حیض آیا تھا کہ کسی نے شبہہ سے اُسکے ساتھ صحبت کرلی تو اب اُسپر لازم ہے کہ اب سے تین حیض آنے تک یہ عدّت میں رہے اُسوقت دو حیض اُسکے شوہر کی عدّت پوری کرنیکے لیئے ہوجائیں گے اور ایک دوسرے شوہر کے لیئے اور پہلے شوہر پر اسکا پورا مہر واجب ہوگا اور دوسرے پر مہر مثل جو ہرہ ترجمہ اگر اسنے پہلی عدّت پوری کردی اور دوسری پوری نہ کی تو اب دوسری عدت کو پورا کرنا اسپر واجب ہے اور عدت کی ابتدا طلاق میں طلاق کے بعد سے ہوجاتی اور مرنے میں مرنے کے بعد سے پس اگر کسی عورت کو طلاق ہونا یا (اپنے شوہر کا) مرجانا معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ عدت کی مدت گذر گئی تو اُسکی عدّت پوری ہوجائیگی ف کیونکہ مدّت زمانہ کے گذرنے کو کہتے ہیں پس جب وہ مدت گذر گئی تو عدت بھی گذر گئی اگر یہ عورت چاہے تو اُسی وقت نکاح کرسکتی ہے۔ جوہرہ ترجمہ نکاح فاسد میں عدت اُسوقت سے ہوتی ہے کہ جب شوہر اور بی بی میں جدائی ہوجائے یا شوہر صحبت نہ کرنے کا پورا قصد کرلے اور جس عورت کو بائنہ طلاق ملجائے یا کسی کا شوہر مرجائے اگر وہ مسلمان بالغہ ہے تو اُسے سوگ کرنا واجب ہے اور سوگ کرنا یہ ہے کہ خوشبو نہ لگائے۔ بناؤ سنگار نہ کرے۔ (سر میں) تیل نہ ڈالے۔ سرمہ نہ لگائے۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو (تو سرمہ لگانا جائز ہی اور مہندی نہ لگائے۔ اور

نہ کسم اور زعفران کے رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور کافرہ اور صغیرہ (یعنی لڑکی) پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے ف کیونکہ یہ دونوں حقوق شرع کی مخاطب نہیں ہیں ایک کم عمری کی وجہ سے اور دوسری کافرہ ہونیکے باعث سے اور سوگ کرنا حقوق شرع میں داخل ہے۔ جو ہرہ ترجمہ اور لونڈی اگر کسی کے نکاح میں ہو تو عدت میں اس پر سوگ کرنا واجب ہے اور نکاح فاسد کی عدت میں اور ام ولد کی عدت میں سوگ کرنا نہیں ہے اور عدت والی عورت سے نکاح کا پیغام دینا جایز نہیں ہے اور اشارہ سے کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جس عورت کو رجعی یا بائنہ طلاق مل گئی ہو اُسے گھر سے نکلنا جایز نہیں ہے رات کو نہ دن کو اور جس عورت کا شوہر مرگیا ہو وہ دن کو اور شروع رات میں باہر پھرے اور ساری رات کسی کے گھر نہ رہے اور عدت والی عورت پر واجب ہے کہ طلاق ہونیکے وقت جو مکان اُس کے رہنے کا ہو وہیں عدت گذارے اور اگر میت کے مکان میں اُس کا اتنا ہی حصہ ہو جو اُسے کافی نہیں ہو سکتا اور اور وارث اپنے حصہ (کے مکان) میں سے اُسے نکالدیں تو یہ وہاں سے چلی جائے اور جس عورت کو رجعی طلاق ہوگئی ہو تو پھر اُسکے شوہر کو اُسے سفر میں لیجانا جایز نہیں ہے (جبتک کہ اس سے رجعت نہ کرلے) ف یہ ہمارا مذہب ہے اور امام زفر کا قول یہ ہے کہ اُسے سفر میں لیجانا جایز ہے اور اس اختلاف کا دارومدار اُس پر ہے کہ ہمارے نزدیک اُسے سفر میں لیجانا رجعت نہیں ہے کیونکہ سفر نکاح ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ انسان ماں بہن کے ساتھ بھی سفر کرتا ہے اور بی بی کے ساتھ بھی اور جو کام نکاح کے ساتھ مخصوص نہ ہو اس سے رجعت نہیں ہو سکتی اور زفر فرماتے ہیں یہ رجعت ہے کیونکہ جو جس عورت کو رکھنا نہیں چاہتا وہ اُسے سفر میں نہیں لیجایا کرتا لہذا یہ بمنزلہ پیار لے لینے کے ہے۔ شرح اقطع۔ ترجمہ اگر کسی نے اپنی بی بی کو بائنہ طلاق دیدی پھر اُس کی عدت ہی میں اس سے نکاح کرلیا اور صحبت کرنے سے پہلے اُسے پھر طلاق دیدی تو اُس مرد پر پورا مہر واجب ہے اور اُس عورت پر نئے سرے سے عدت گذارنی واجب ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ایسی عورت کا نصف مہر ہے اور اسپر پہلی ہی عدت کو پورا کردینا واجب ہے اور جب رجعی طلاق والی عورت کے دو برس میں یا دو برس سے زیادہ میں بچہ پیدا ہو تو جبتک یہ اپنی عدت گذرنے کا اقرار نہ کریگی اُس بچہ کا نسب (اُسکے شوہر سے) ثابت ہوگا ف یعنی یہ بچہ اسی مرد کا کہلائیگا اور اُسکے ترکہ کا وارث ہوگا ترجمہ اور اگر دو برس سے کم میں بچہ ہوگیا تو یہ عورت اپنے شوہر سے جدی ہو جائیگی اور اگر دو برس سے زیادہ میں ہوا تو اُسکا نسب ثابت ہوگا اور اُس عورت سے رجعت ہو جائیگی اور اگر بائنہ طلاق والی کے دو برس سے کم میں بچہ پیدا ہوگیا تو اُس بچہ کا نسب اُسکے (شوہر سے)

ثابت ہوگا اور اگر جس روز طلاق ہوئی تھی اس سے پورے دو برس میں بچہ پیدا ہوا تو اسکا نسب ثابت نہ ہوگا ہاں اگر شوہر اس کا دعویٰ کرے (کہ یہ بچہ میرا ہے) اور اگر کسی عورت کا شوہر مرگیا اور اُسکے مرنے کے بعد سے دو برس کے اندر اندر اُسکے بچہ ہوگیا تو اس بچہ کا نسب اُس مرد سے ثابت ہوگا اور جب عدت والی عورت نے اپنی عدت گذرنے کا خود اقرار کرلیا اور پھر چھ مہینے سے کم میں اُسکے بچہ پیدا ہوگیا تو اس بچہ کا نسب (اس عورت کے شوہر سے) ثابت ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے میں ہوا تو اب نسب ثابت نہ ہوگا اور جب کسی عدت والی عورت کے بچہ پیدا ہوجائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوتا جبتک کہ اُسکے پیدا ہونے کی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی نہ دیں یا یہ کہ شوہر ہی کے ہاں حمل ظاہر ہو یا شوہر کی طرف سے اقرار ہو (کہ یہ میرے ہی حمل کا بچہ ہے) تو (ان دونوں صورتوں میں بغیر گواہی کے بھی) نسب ثابت ہوجائیگا اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان سب صورتوں میں فقط ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہوجائیگا۔ اگر کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور جس دن نکاح کیا تھا جب سے لیکر چھ مہینے سے کم میں اس عورت کے بچہ پیدا ہوگیا تو اس بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر چھ مہینے میں یا زیادہ میں ہوا تو نسب ثابت ہوجائے گا برابر ہے کہ یہ مرد اقرار کرے یا خاموش رہے اور اگر اُسنے اُسکی ولادت کا انکار کردیا تو ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہوجائیگا جو اس ولادت کی گواہی دے حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو برس ہیں اور کم سے کم چھ مہینے۔ اگر کسی ذمی نے ذمیہ عورت کو طلاق دیدی تو اُسپر عدت نہیں ہے اگر کسی عورت کو زنا سے حمل ہوا اور وہ نکاح کرے تو اسکا نکاح ہوجائیگا لیکن جبتک وہ اس حمل کو نہ جن لے یہ مرد اس سے صحبت نہ کرے۔

کتاب النفقات

اہل وعیال کو خرچ دینے کا بیان

ف در مختار میں لکھا ہے کہ شرع میں نفقہ کھانے کپڑے اور گھر کو کہتے ہیں اور عرف میں نفقہ فقط کھانے کو کہتے ہیں ترجمہ بی بی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے برابر ہے کہ عورت مسلمان ہو یا کافرہ (یعنی اہل کتاب میں سے) ہو جب عورت اپنے آپ کو اپنے شوہر کے گھر میں اُسکے اختیار میں کردے تو اسپر اس عورت کا نفقہ اور کپڑا اور رہنے کے لیئے گھر واجب ہوجائیگا اور اسمیں ان دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائیگا

برابر ہے کہ شوہر مالدار ہو یا تنگدست ہو **ف** پس اگر دونوں مالدار ہیں تو عورت کا نفقہ امیرانہ ہوگا اور اگر دونوں غریب ہیں تو غریبانہ ہوگا اور اگر عورت امیر گھر کی ہے اور شوہر غریب ہے تو اسکا نفقہ غریب گھر کی عورتوں سے کچھ زیادہ ہوگا اور اگر اسکی الٹی صورت ہے یعنی شوہر امیر ہے اور عورت غریب گھر کی ہے تو اسکا نفقہ امیر گھر کی عورتوں سے کچھ کم ہوگا اور اگر انمیں سے ایک بہت ہی امیر ہے اور دوسرا بہت ہی غریب ہے تو اوسط درجہ کا دلایا جائے گا یہی خصاف نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ رمز الحقائق **ترجمہ** اور اگر عورت اپنے آپ کو مرد کے اختیار میں کرنے سے رُکی رہے یہانتک کہ وہ اُس کا مہر ادا کردے تب بھی اُسکا نفقہ دینا ضروری ہے **ف** یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب مہر معجل ٹھہر گیا ہو اور اگر مہر موجل ہے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اسکو رکنا جائز نہیں ہے **ترجمہ** اگر عورت شوہر کی اجازت بغیر اُسکے گھر سے چلی جائے تو اُسکے لیئے نفقہ نہیں ہے جبتک کہ وہ اُسکے گھر میں نہ آجائے اور اگر وہ کم سن ہے کہ شوہر اُس سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا (یعنی نہ صحبت کرسکتا ہے اور نہ اور خدمت کرا سکتا ہے) تو اُسکے لیئے نفقہ نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو شوہر کے اختیار میں کردے اور اگر شوہر کم سن ہے کہ صحبت نہیں کرسکتا اور عورت بڑی عمر کی ہے تو اُسکے مال میں سے اس عورت کو نفقہ دینا چاہیئے جب کسی مرد نے اپنی عورت کو طلاق دیدی تو اسکی عدت میں اُسے نفقہ اور مکان دینا چاہیئے برابر ہے کہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو اور جس عورت کا شوہر مرجائے اُسکے لئے نفقہ نہیں ہے (برابر ہے کہ اُسے حمل ہو یا نہ ہو) اور جو جدائی عورت کی طرف سے ہو یعنی اُسکی خطا کے سبب سے ہو تو اُس کے لیئے نفقہ نہیں ہے **ف** مثلاً مرتد ہوجائے یعنی دین اسلام سے پھر جائے یا اپنے شوہر کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لیلے یا اپنے اوپر اُسے قابو یافتہ کردے **ترجمہ** اگر کسی نے اپنی عورت کو طلاق دیدی پھر وہ مرتد ہوگئی تو اسکا نفقہ ساقط ہوجائیگا (برابر ہے کہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو) اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے بیٹے کو اپنے اوپر قابو دیدے اگر یہ قابو دینا طلاق کے بعد ہے تو اُسکو نفقہ ملیگا (کیونکہ عورت کی یہ خطا جدائی کے بعد ہوئی ہے) اور اگر طلاق سے پہلے ہے تو اُسے نفقہ نہیں ملیگا اور اگر عورت (کے ذمہ قرض تھا اور اس) قرض میں قید ہوگئی یا کوئی مرد اُسے زبردستی چھین کے لے گیا یا کوئی عورت نامحرم کے ساتھ حج کو چلی گئی تو ایسی عورتوں کے لیئے نفقہ نہیں ہے۔ اگر عورت شوہر کے گھر بیمار ہوگئی تو اُسکا نفقہ واجب ہوگا۔ اگر شوہر دولتمند ہے تو عورت کے ایک خادم کا نفقہ بھی اُسکے ذمہ واجب ہوگا اور ایک سے زیادہ کا واجب نہ ہوگا اور شوہر پر واجب ہے کہ اپنی بی بی کے رہنے کے لیئے علٰحدہ گھر دے کہ جسمیں اس شوہر کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو ہاں اگر عورت انکے شریک

ہوکر رہنے پر راضی ہوجائے اور شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی بی بی کے ماں باپ کو اور اُسکے بیٹے کو جو دوسرے شوہر سے ہو اور اُسکے اور رشتہ داروں کو اُسکے پاس جانے سے منع کردے اور دیکھنے اور بات چیت کرنے سے منع نہ کرے وہ جسوقت چاہیں بات کریں اور دیکھ جایا کریں۔ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو نفقہ نہ دے سکے تو ان دونوں میں جدائی نہ کرائی جائے بلکہ عورت سے کہدیا جائے کہ وہ اپنے شوہر کے نام سے قرض لیکر کھاتی رہے۔ اگر کوئی آدمی غائب ہوگیا (یعنی کہیں چلا گیا) اور ایک اور آدمی کے پاس اسکا کچھ مال ہے جو اسکا مال ہونے اور ایک عورت کی بابت اُس غایب کی بی بی ہونیکا اقرار کرتا ہے تو اس عورت کا اور اس غایب کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور ماں باپ کا خرچ قاضی اس مال میں مقرر کردے اور عورت سے اسکا ایک ضامن لیلے اور غایب کے مال میں سے سوائے ان لوگوں کے اور کسی کا خرچ نہ دلایا جائے۔ اگر قاضی نے کسی عورت کے لیئے اُسکے شوہر کی تنگدستی کے مطابق نفقہ کا حکم دیدیا تھا پھر وہ دولتمند ہوگیا اور عورت نے دعوئی کیا کہ اب میرا نفقہ بڑھنا چاہیئے تو قاضی اُسکو بڑھا کر امیرانہ نفقہ کردے اور اگر کچھ مدت گذر گئی کہ شوہر نے اپنی بی بی کو نفقہ نہیں دیا اور اب وہ ان دنوں کا اس (پر دعوی کرتی ہے اور اس) سے مانگتی ہے تو اب اُسے اِن دنوں کا کچھ نہیں ملیگا ہاں اگر قاضی اُسکے لیے پہلے کچھ نفقہ مقرر کرچکا ہو یا عورت نے کسی مقدار پر شوہر سے صلح کرلی ہو تو ان دونوں صورتوں میں گذشتہ دنوں کا نفقہ ادا کرنے کا قاضی حکم دیدے اور اگر نفقہ کا حکم ہونیکے بعد شوہر مرگیا اور چند مہینے گذر گئے تو وہ نفقہ ساقط ہوجائیگا اور اگر شوہر نے سال بھر کا نفقہ پیشگی دیدیا اور پھر مرگیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک) اس نفقہ میں سے کچھ واپس نہ لیا جائے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ حساب کرکے گذشتہ دنوں کا نفقہ اس عورت (کے حق) کا چھوڑ دیا جائے اور جو بچے وہ شوہر کے وارثوں) کا ہے۔ اگر کسی غلام نے آزاد عورت سے نکاح کرلیا تو اُسکا نفقہ اُس غلام کے ذمہ دین ہے اس نفقہ میں اُسکو فروخت کردیا جائے۔ اگر کسی نے کسی لونڈی سے نکاح کرلیا اور اُسکے آقا نے اس لونڈی کو اُسکے گھر بھیجدیا تو اُسپر نفقہ واجب ہے اور اگر اُسکے گھر نہیں بھیجا تو اسپر اسکا نفقہ واجب نہیں ہے چھوٹی اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ واجب ہے باپ کے ساتھ اسمیں کوئی شریک نہیں ہوسکتا جیسا کہ عورت کے نفقہ میں شوہر کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوتا پس اگر بچہ دودھ پیتا ہے (اور میاں بی بی میں جدائی ہوگئی) تو اُسکو دودھ پلانا ماں پر واجب نہیں ہے بلکہ باپ اُسکے لیئے ایک آتا نوکر رکھے جو بچہ کی ماں کے پاس رہ کر اُسے دودھ پلائے ف یعنی اگر بچہ کی ماں یہ چاہے کہ اتنا میرے پاس ہی رہ کر دودھ پلائے تو شوہر ایسا کرے ورنہ یہ لازم نہیں ہے ترجمہ پس اگر شوہر نے اپنی بی بی کو یا اپنی عدت میں بیٹھی ہوئی کو بچہ کو دودھ پلانے کے لیئے نوکر رکھ لیا تو یہ جایز نہیں ہے اور اگر اُسکی عدت پوری ہوگئی اور پھر اُسے دودھ پلوانے پر نوکر رکھ لیا تو یہ جایز ہے اور

اگر (اُسی بچہ کی ماں نے کچھ تنخواہ زیادہ مانگی اور) باپ نے کہا کہ میں اس عورت کو (یعنی بچہ کی ماں کو) نوکر نہ رکھونگا اور وہ اور عورت کو لے آیا پھر اُسکی ماں بھی اسی تنخواہ پر رضامند ہوگئی جو غیر عورت کو دیجاتی تھی تو اسمیں زیادہ حقدار ماں ہی ہے اور اُسکے زیادہ تنخواہ مانگنے میں شوہر اُسپر زبردستی نہیں کرسکتا **ف** زبردستی نہیں کرسکتا یعنی شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اگر وہ زیادہ تنخواہ مانگے تو اُسے تھوڑی تنخواہ دیکر اُس سے زبردستی دودھ پلوائے **ترجمہ** چھوٹے بچہ کا نفقہ باپ پر واجب ہے اگرچہ وہ دین میں اُسکے خلاف ہو جیسا کہ عورت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے اگرچہ وہ دین میں شوہر کے خلاف ہے **ف** باب کے شروع میں بیان ہوچکا ہے کہ خواہ عورت مسلمان ہو یا کتابی ہو اسکا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے **ترجمہ** جب میاں بی بی میں جدائی ہوجائے (اور انکا کوئی چھوٹا بچہ ہو) تو بچہ کو پرورش کرنے کی سب سے زیادہ حقدار اُسکی ماں ہے اگر ماں نہ ہو تو دادی سے نانی بہتر ہے اور جب نانی نہ ہو تو بہنوں سے دادی بہتر ہے اور اگر دادی (بھی) نہ ہو تو پھوپھیوں اور خالاؤں سے بہنیں بہتر ہیں اور اخیافی بہن سے حقیقی بہن مقدم ہے اور اگر حقیقی نہ ہو تو پھر اخیافی کا درجہ ہے اور پھر علاتی کا ہے **ف** حقیقی بہن بھائی وہ ہوتے ہیں جو ماں اور باپ دونوں میں شریک ہوں اور اگر فقط ماں ہی میں شریک ہیں اور باپ دو ہیں تو وہ اخیافی ہیں اور اگر باپ میں شریک ہیں اور ماں دو ہیں تو وہ علاتی ہیں **ترجمہ** پھر خالائیں پھوپھیوں سے بہتر ہیں اور خالاؤں اور پھوپھیوں میں بھی یہی ترتیب ہے جو بہنوں میں یعنی پہلے سگی خالہ اُسکے بعد اخیافی اور پھر علاتی اور انمیں سے جونسی عورت دوسرا شوہر کرلیگی تو اُسکا حق پرورش کا ساقط ہوجائے گا سوائے نانی کے کہ جب وہ اس بچہ کے دادا سے نکاح کرے (تو اسکا حق پرورش کا ساقط نہیں ہوتا) اور اگر بچہ کے قریبی رشتے داروں میں کوئی عورت نہیں ہے اور مردوں میں اُسکے پرورش کرنے کا جھگڑا ہے تو اُسکو پرورش کرنے کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو عصبہ ہونے میں سب سے زیادہ قریب ہو (یعنی باپ کے عزیزوں میں سب سے زیادہ قریب ہو) ماں اور نانی لڑکے کی اُسوقت تک حقدار ہیں کہ وہ اکیلا (یعنی اپنے ہاتھ سے) کھانا کھانے لگے پانی پینے لگے کپڑا پہن سکے طہارت کرسکے اور اگر لڑکی ہے تو اُسوقت تک کہ اُسے حیض آنے لگے اور سوائے ماں اور نانی کے اور عورتیں لڑکی کی اُسوقت تک حقدار ہیں کہ وہ اس حد کو پہونچ جائے کہ اُسکے دیکھنے سے مرد کو شہوت ہونے لگے اور جب کسی لونڈی کو اُسکے آقا نے آزاد کردیا اور وہ [illegible] ہوگئی تو یہ دونوں بچہ (کی پرورش کرنے) میں مثل آزاد عورت کے ہیں آزاد ہونے سے [illegible] اور ذمیہ (یعنی ذمی عورت) اپنے مسلمان بچہ کی (خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو) سب سے زیادہ حقدار ہے جبتک کہ اُسے دین کی سمجھ نہ ہو اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ اس بچہ پر کفر سے مانوس ہوجانے کا اندیشہ ہو **ف** اُسکی صورت یہ ہے کہ اول شوہر اور بی بی دونوں کافر تھے اور ایک اُنکے بچہ تھا

پھر شوہر مسلمان ہوگیا تو ان دونوں میں جدائی ہوگئی اور ان دونوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ بچہ میرے پاس رہے تو جبتک اس بچہ کو دین کی کچھ سمجھ نہ ہو اُسکے پرورش کرنے کی حقدار اُسکی ماں ہوگی اور جب اُسے یہ سمجھ آجائیگی تو اُسکا حق پرورش ساقط ہوجائیگا کیونکہ اُسوقت اُسکے پاس رہنے میں لڑکے کا نقصان ہے۔ جو ہرہ ترجمہ اور اگر مطلقہ اپنے بچہ کو شہر سے باہر کہیں لیجانا چاہے تو یہ اُسکے لئے جایز نہیں ہے ہاں اگر اپنے اُس وطن میں لیجائے کہ جہاں اُسکے شوہر نے اُس سے نکاح کیا ہو (تو وہاں لیجانا جایز ہے) ہر آدمی پر اپنے ماں باپ دادا دادی نانا نانی کا نفقہ واجب ہے کہ وہ تنگدست (اور محتاج) ہوں اگرچہ وہ دین میں اُسکے خلاف ہوں اور باوجود دین میں خلاف ہونیکے کسی کا نفقہ واجب نہیں ہے سوائے بی بی اور ماں باپ اور دادا دادی اور نانا نانی اور بیٹے اور پوتے کے اور ماں باپ کے نفقہ میں کوئی اپنے بیٹے کو شریک نہیں کرسکتا نفقہ ہر ذی رحم محرم کا واجب ہے جبکہ وہ کم سن اور محتاج ہوں یا عورت بالغہ محتاج ہوجائے یا مرد ہو لیکن اپاہج یا اندھا محتاج ہو تو یہ نفقہ میراث کے طریقہ پر واجب ہوتا ہے اور بالغہ لڑکی اور اپاہج لڑکے کا نفقہ ماں باپ کے ذمہ اس طرح واجب ہے کہ باپ کے ذمہ دو تہائی اور ماں کے ذمہ ایک تہائی اور انکا نفقہ باوجود دین میں اختلاف ہونیکے واجب نہیں ہے اور نہ محتاج پر واجب ہے اور اگر کسی غائب شخص کا مال (کسی کے پاس امانت) ہے (اور اُس شخص کے ماں باپ محتاج ہیں) تو قاضی اسپر اُسکے ماں باپ کے نفقہ کا حکم دیدے (کہ اسکے ماں باپ اپنے خرچ کے لایق اُسکے مال میں سے لیا کریں) اور اگر کسی کے ماں باپ اپنے بیٹے کا کچھ اسباب اپنے نفقہ میں بیچدیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جایز ہے اور اگر زمین بیچیں تو جایز نہیں ہے اور اگر کسی شخص کا مال اُسکے ماں باپ کے قبضہ میں تھا اور اُنھوں نے اُس میں سے کچھ خرچ کرلیا تو وہ دیندار نہ ہونگے اور اگر اسکا مال کسی غیر آدمی کے پاس تھا اُس نے قاضی کے حکم دئے بغیر کچھ انھیں دیدیا تو وہ دیندار ہوگا۔ اگر قاضی نے ماں باپ اور اولاد اور ذوی الارحام کے نفقہ کا حکم دیدیا اور کچھ مدت گذر گئی (کہ جس میں انھیں نفقہ نہیں ملا) تو وہ نفقہ ساقط ہوجائیگا ہاں اگر قاضی نے اُس کی طرف انھیں قرض لے (کر کھا) نے کی اجازت دیدی ہو آقا پر اپنے غلام اور لونڈی کا نفقہ واجب ہے اگر وہ اُس کے دینے سے انکار کرے اور یہ دونوں کوئی کام جانتے ہیں تو یہ دونوں مزدوری کرکے اس سے اپنا خرچ چلایا کریں اور اگر یہ کوئی کام بھی نہیں جانتے تو پھر ان کے آقا پر جبر کیا جائے کہ وہ انھیں فروخت کردے

کتاب العتاق

آزاد کرنے کا بیان

ترجمہ عتق (یعنی آزاد کرنا) آزاد عاقل بالغ سے اپنی ملک میں ہوتا ہے ف یعنی آزاد کرنے والا جب

خود بھی آزاد اور عاقل بالغ ہو کر اپنے ہی غلام لونڈی کو آزاد کر گیا تو اسکا آزاد کرنا درست ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسکی تفصیل آگے آتی ہے **ترجمہ** پس جب کسی نے اپنے غلام یا لونڈی سے کہا کہ تو حر ہے یا معتق ہے یا عتیق ہے یا محرر ہے یا کہا میں نے تجھے حر بنا دیا یا میں نے تجھے آزاد کر دیا تو (ان الفاظ کے کہنے سے) وہ آزاد ہو جائیگا (خواہ غلام ہو یا لونڈی ہو) آقا آزاد کرنے کی نیت کرے یا نہ کرے **ف** ان الفاظ کے کہتے ہی آزاد ہونیکی یہ وجہ ہے کہ یہ الفاظ اس بارے میں صریح ہیں اسلیئے ان میں نیت کی ضرورت نہیں ہے **ترجمہ** اور اسی طرح جب کسی نے یہ کہا کہ تیرا سر آزاد ہے یا تیری گردن یا تیرا بدن آزاد ہے یا اپنی لونڈی سے کہا کہ تیری شرمگاہ آزاد ہے (تو اس طرح کہنے سے بھی آزاد ہو جائینگے) اور اگر کسی نے (اپنے غلام یا لونڈی سے) یہ کہا کہ میں تیرا مالک نہیں ہوں اور اس سے آزاد ہونے کی نیت کر لی تو وہ آزاد ہو جائیگا اور اگر نیت نہیں کی تو آزاد نہ ہوگا اور عتق کے تمام اشاروں کا حکم یہی ہے (کہ جب نیت کی ہوگی تو عتق ہو جائیگا ورنہ نہیں ہوگا) اور اگر یہ کہا کہ میرا تجھ پر غلبہ نہیں ہے اور اس سے آزاد کرنے کی نیت کر لی تو وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر کسی نے (اپنے غلام سے) کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اُس غلام کی عمر کا اُسکے بیٹا ہو سکتا ہے) اور پھر وہ اپنے اسی اقرار پر رہا یا کہا کہ یہ میرا آقا ہے یا یہ کہدیا کہ اے میرے آقا تو وہ (غلام) آزاد ہو جائیگا (اور نیت کی ضرورت نہ ہوگی) اور اگر یہ کہا اے میرے بیٹے یا اے میرے بھائی تو اس (کہنے) سے آزاد نہ ہوگا اور اگر کسی نے ایسے غلام سے کہ اس غلام جیسا اس جیسوں کے بیٹا نہیں ہو سکتا یہ کہدیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ آزاد ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور اگر کسی نے اپنی لونڈی سے یہ کہا کہ تجھے طلاق ہے اور اس سے اُسکو آزاد کرنے کی نیت کر لی تو وہ آزاد نہ ہوگی اور اگر کوئی اپنے غلام سے کہے کہ تو مثل آزاد کے ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا (اگرچہ اُسنے آزاد کرنے کی نیت کر لی ہو) اور اگر کوئی (اپنے غلام سے) کہے کہ تو نہیں ہے مگر آزاد تو وہ اسکی طرف سے آزاد ہو جائیگا۔ اگر کوئی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ اُسکی طرف سے (اُسکی ملک میں آتے ہی) آزاد ہو جائیگا۔ اگر کسی مولے نے (یعنی غلام کے آقا نے) اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا تو وہ حصہ اُسکی طرف سے آزاد ہو جائیگا (برابر ہے کہ تہائی ہو یا چوتھائی ہو یا جو کچھ بھی ہو) اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اب یہ غلام اپنی بقیہ قیمت میں اپنے آقا کے لیئے کوشش کرے **ف** کوشش کرنے سے یہ مراد ہے کہ جو حصہ اسکا آزاد ہونے سے رہ گیا ہے یہ اُسکی قیمت کما کر اپنے آقا کو دیدے اور پھر سارا آزاد ہو جائے **ترجمہ** اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ (غلام کا کچھ حصہ آزاد کرنے سے) وہ سارا غلام آزاد ہو جائیگا اور جب کوئی غلام دو آدمیوں کی شرکت میں ہو اور انمیں سے ایک

اپنا حصّہ آزاد کردے تو اُسکا حصّہ آزاد ہو جائیگا پس اگر یہ (آزاد کرنے والا) دولتمند ہے تو اُسکے شریک کو اختیار ہے چاہے وہ (بھی اپنا حصّہ) آزاد کردے اور چاہے اپنے شریک سے اپنے حصّہ کی قیمت کا تاوان لیلے اور چاہے اس غلام سے کمو اکر (اپنے حصّہ کے روپیہ اُس سے وصول کر) لے اور اگر وہ آزاد کرنے والا تنگدست ہے تو اب بھی اُسکے شریک کو اختیار ہے چاہے وہ اپنا حصّہ آزاد کردے اور چاہے اس غلام سے محنت کرا (کے وصول کر) لے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اگر آزاد کرنیوالا مالدار ہے تو یہ اس سے تاوان لیلے اور اگر وہ تنگدست ہے تو یہ غلام سے محنت کرائے اسکے سوا اسے اور کچھ اختیار نہیں ہے اگر دو آدمیوں نے ایک غلام خریدا اور وہ غلام ان میں سے ایک کا بیٹا ہے تو (اس غلام میں سے اسکے) باپ کا حصّہ فوراً آزاد ہو جائیگا اور اسپر تاوان نہ آئے گا ف برابر ہے کہ خریدتے وقت دوسرے شریک کو یہ معلوم ہوگیا ہو کہ اسکا بیٹا ہے یا نہ معلوم ہوا ہو۔ جوہرہ نیرہ ترجمہ اور اسی طرح جب دو آدمی ایک غلام کے وارث ہوئے ہوں (اور وہ انمیں سے ایک کا بیٹا ہو تو اُسکے باپ کا حصّہ آزاد ہو جائیگا اور تاوان نہ آئیگا) اور (دوسرے) شریک کو اختیار ہے چاہے وہ اپنے حصّہ کو آزاد کردے اور چاہے اُس غلام سے کموالے ف اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت نے دو غلام خریدے کہ وہ دونوں آپس میں باپ بیٹے ہیں اس عورت نے باپ کو آزاد کرکے اُس سے اپنا نکاح کرلیا اور اُسکے پہلے شوہر سے ایک لڑکا تھا پھر یہ عورت مرگئی اور وہی غلام چھوڑا جو اسکے شوہر ثانی کا بیٹا ہے اور اُسکے دو وارث ہیں ایک اس عورت کا لڑکا اور ایک اُسکا شوہر یعنی اس غلام کا باپ تو اس صورت میں باپ کا حصّہ آزاد ہو جائیگا اور اس عورت کا لڑکا اس سے تاوان نہیں لے سکتا بلکہ وہ اپنا حصّہ وصول کرنے کے لیئے اُس سے محنت کرائے ترجمہ اگر ایک غلام دو آدمیوں کا ہے اور وہ دونوں آپس میں کہیں یعنی ایک کہے اس غلام کو تو نے آزاد کیا ہے اور دوسرا کہے تو نے آزاد کیا ہے تو وہ غلام (آزاد ہو جائیگا اور اب وہ) ان دونوں کے حصّہ (کی قیمت ادا کرنے) میں کوشش کرے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک برابر ہے کہ وہ دونوں مالدار ہوں یا تنگدست ہوں اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اگر دونوں تنگدست ہیں تو دونوں (کا حصّہ ادا کرنے) کے لیئے کوشش کرے اور اگر ایک مالدار ہے اور دوسرا تنگدست ہے تو مالدار کو کما کے دیدے اور تنگدست کو نہ دے۔ اگر کسی نے اپنا غلام اللہ کے واسطے یا شیطان کے واسطے یا کسی بُت کیواسطے آزاد کردیا تو وہ آزاد ہو جائیگا۔ اگر کوئی شخص کسی کے زبردستی کیوجہ سے یا نشہ کی حالت میں اپنے لونڈی غلام کو آزاد کردے تو وہ آزاد ہو جائیگا اگر کوئی آزادی کو اپنے مالک ہونے پر یا کسی اور شرط پر معلق کردے تو یہ درست ہے جیساکہ طلاق میں درست ہے ف مثلاً کوئی غلام سے یوں کہے کہ اگر میں

تیرا مالک ہوجاؤں تو تو آزاد ہے یا اپنے غلام سے یہ کہے کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو تو آزاد ہے تو اُسکے مالک ہوجانے یا اُسکے وہ کام کرنیکے بعد وہ آزاد ہوجائیگا **ترجمہ** اگر حربی کا غلام دارالحرب سے نکل کے ہماری طرف (دارالاسلام میں) آجائے تو وہ آزاد ہوجائیگا۔ اگر کسی نے اپنی حاملہ لونڈی کو آزاد کردیا تو وہ لونڈی اور اُسکا حمل دونوں آزاد ہوجائینگے اور اگر خاص حمل ہی کو آزاد کیا ہے تو وہ آزاد ہوجائیگا اور اُسکی ماں آزاد نہ ہوگی اگر کسی نے اپنے غلام کو کسی قدر مال پر آزاد کردیا اور اس غلام نے (وہ مال دینا) قبول کرلیا تو وہ آزاد ہوجائیگا یعنی جب اُسنے مال دینا قبول کرلیا اسی وقت وہ آزاد ہوگیا اور وہ مال (دینا) اُسپر لازم ہے اگر کسی نے (اپنے غلام سے) یہ کہا کہ اگر تو مجھے ایک ہزار روپیہ دیدے تو تو آزاد ہے تو یہ درست ہے اور وہ مال (اس غلام) پر لازم ہے اور یہ غلام ماذون ہوجائیگا پس اگر اُسنے ایک ہزار روپیہ حاضر کردیا تو اب حاکم اُسکے آقا پر جبر کرے کہ وہ اُس روپیہ کو لیلے اور اس غلام کو آزاد کردے لونڈی کا بچہ جو اُسکے آقا کے نطفہ سے آزاد ہوتا ہے (یہ اُسوقت ہے کہ آقا یہ دعویٰ اور اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے) اور جو اُسکا لڑکا اُسکے اور شوہر سے ہو تو وہ اُسکے آقا کا غلام ہوگا **ف** اسکی وجہ یہ ہے کہ بچہ اپنی ماں کے تابع یعنی اُسی کے حکم میں ہوتا ہے برابر ہے کہ اسکا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو جو ہر **ترجمہ** اگر آزاد عورت کا بچہ غلام سے ہو تو وہ آزاد ہے

کتاب التدبیر

غلام یا لونڈی کو مدبر کرنے کا بیان

ف لغت میں تدبیر کے معنے کسی کام کے انجام پر غور کرنے کے ہیں اور شریعت میں تدبیر ایسے عتق کے واجب کردینے کو کہتے ہیں جو مرنے کے بعد چند الفاظ سے حاصل ہو وہ الفاظ اسپر صراحۃً دلالت کرتے ہوں یا اشارۃً **عنایہ** **ترجمہ** جب آقا نے اپنے غلام سے یہ کہدیا کہ جب میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے یا یوں کہا کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے یا کہا تو مدبر ہے یا کہا کہ میں تجھے مدبر کرچکا تو اب وہ غلام مدبر ہوگیا نہ اسکو بیچنا جایز ہے اور نہ ہبہ کرنا ہاں آقا کو اس سے اپنی خدمت کرانی اور مزدوری کرانی جایز ہے اور اگر لونڈی ہے تو اس سے صحبت کرنی اور اس سے اپنا نکاح کرلینا جایز ہے اور جسوقت آقا مرجائیگا تو مدبر اُسکے تہائی مال میں سے اگر نکل سکے تو آزاد ہوجائیگا اور اگر اُسکے پاس سوائے اس مدبر کے اور مال نہیں ہے تو یہ اپنی دو تہائی قیمت میں کوشش کرکے اپنے آقا کے وارثوں کو دے اور اگر اُسکے آقا کے ذمہ قرض ہے تو یہ اپنی پوری قیمت کماکے اُسکے قرضخواہوں کو دے اور مدبر لونڈی کا بچہ بھی مدبر ہوتا ہے پس اگر مدبری کو کسی صفت پر معلق کردیا مثلاً یوں کہا کہ اگر میں اسی مرض میں یا اپنے اسی سفر میں

یا فلانے مرض میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے تو اس کہنے سے وہ مدبر نہ ہوگا اسکو بیچنا جایز ہے پس اگر آقا اسی صفت پر مرگیا جو اُسنے بیان کی تھی تو یہ آزاد ہوجائیگا جیسا کہ مدبر آزاد ہوجاتا ہے۔

باب الاستیلاء

ام ولد (لونڈی) کا بیان

ترجمہ جب لونڈی کے اُسکے آقا سے بچہ ہوجائے تو وہ اُسکی ام ولد ہوجاتی ہے اسکو فروخت کرنا یا ہبہ کرنا جایز نہیں ہے ہاں آقا کو اس سے صحبت کرنا اور اُس سے خدمت کرانا اور مزدوری کرانا اور اس سے نکاح کرنا جایز ہے اور ام ولد کے بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوتا جبتک کہ خود آقا اسکا اقرار نہ کرلے پس اگر اسکے بعد (یعنی پہلے بچہ کا اقرار ہونیکے بعد) اسکے اور بچہ ہوگیا تو اسکا نسب اس (کے آقا) سے بغیر اقرار کے ثابت ہوجائیگا اور اگر اسنے انکار کیا تو اسکا انکار معتبر ہوگا اور جب آقا مرجائیگا تو یہ لونڈی اُسکے پورے مال سے آزاد ہوجائیگی (یعنی مدبر کی طرح ایک تہائی مال سے آزاد نہ ہوگی) اگر اُسکے آقا کے ذمہ قرض ہوگا تو اُن قرضخواہوں کو اسے اپنی قیمت کما کر دینی اسپر واجب نہیں ہے اگر کسی نے غیر کی لونڈی سے نکاح کرکے اُس سے صحبت کرلی پھر اُسکے بچہ پیدا ہوگیا اور بعد اسکے یہ شخص اس لونڈی کا مالک ہوگیا (یعنی خرید کر یا اور کسی ذریعہ سے) تو یہ لونڈی (ہمارے نزدیک) اُسکی ام ولد ہوجائیگی۔ اگر باپ نے اپنے بیٹے کی لونڈی سے صحبت کرلی اور اُسکے بچہ پیدا ہوگیا اور اسنے اسکا دعویٰ کیا (کہ یہ میرا بچہ ہے) تو اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوجائیگا اور یہ لونڈی اسکی ام ولد ہوجائیگی اور اسپر (یعنی باپ پر) اس لونڈی کی قیمت دینی واجب ہوگی اور اسکا مہر لازم نہ آئیگا اور نہ اُسکے بچہ کی قیمت دینی لازم ہوگی۔ اگر باپ کے ہوتے دادا اپنے پوتے کی لونڈی سے صحبت کرلے (اور بچہ ہوجائے) تو اس سے (اس بچہ کا) نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر باپ مرگیا ہے تو (اس صورت میں) دادا سے نسب ثابت ہوجائیگا جیسا کہ باپ سے ہوتا ہے۔ اگر ایک لونڈی دو آدمیوں کی شراکت میں تھی اور اُسکے بچہ پیدا ہوگیا اور شریکوں میں سے ایک نے اسکا دعویٰ کیا (کہ یہ بچہ میرا ہے) تو اسکا نسب اس سے ثابت ہوجائیگا اور یہ لونڈی اسکی ام ولد ہوجائیگی اور اس لونڈی کا نصف مہر اور اسکی نصف قیمت اس شریک پر واجب ہوگی اور اس بچہ کی قیمت اُسکے ذمہ کچھ نہ ہوگی اور اگر دونوں نے اکٹھا دعویٰ کیا تو نسب دونوں سے ثابت ہوجائیگا یہ لونڈی دونوں کی ام ولد ہوگی اور ان دونوں پر دونوں کے لئے نصف مہر واجب ہوگا نہ یہ اس سے لیگا اور نہ وہ اس سے اور وہ لڑکا ان دونوں سے بیٹے کی پوری میراث کا

وارث ہوگا یعنی جتنا حصہ ایک بیٹے کو ملتا ہے یہ اکیلا اُتنا ہی حصہ دونوں کی میراث میں سے لیگا) اور یہ دونوں اس سے ایک ہی باپ کی میراث کے وارث ہونگے (یعنی ایک باپ کو جو حصہ ملتا ہے یہ دونوں اسکو تقسیم کرلیں گے) اور اگر آقا نے اپنے مکاتب کی لونڈی سے صحبت کرلی اور اُسکے بچہ ہوگیا اور آقا نے اسکا دعویٰ کیا (کہ یہ بچہ میرا ہے) پس اگر مکاتب نے اُسکی تصدیق کرلی تو اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوجائیگا اور آقا پر اس لونڈی کا پورا مہر اور اس بچے کی قیمت دینی واجب ہوگی اور یہ لونڈی اُسکی ام ولد نہ ہوگی اور اگر اس مکاتب نے نسب میں اُسکی تکذیب کردی تو پھر اُس بچہ کا نسب اس سے ثابت نہ ہوگا۔

کتاب المکاتب

مکاتب کا بیان

ترجمہ اگر آقا اپنے غلام یا لونڈی کو کسیقدر مال پر مکاتب کردے یعنی اُسکا آزاد ہونا اس مال کے وصول ہونے پر معلق کردے اور وہ غلام اس عقد کو قبول کرلے تو وہ مکاتب ہوجاتا ہے اور اُس مال میں فی الحال لینے یا قسط وار لینے یا بطور اودھار کے کچھ مدت کے بعد لینے کی شرط کرلینی جایز ہے اور ایسے کم سن غلام کو مکاتب کردینا جایز ہے کہ جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہو اور جب یہ کتابت طے ہوجائے تو اسکے بعد وہ مکاتب (غلام) آقا کے قبضہ سے نکلجاتا ہے اور اُسکی ملک سے نہیں نکلتا پس مکاتب کو خرید و فروخت اور سفر کرنا جایز ہے اور اپنا نکاح کرنا جایز نہیں ہے جبتک کہ اسکا آقا اسے اجازت نہ دے اور نہ وہ کوئی چیز ہبہ کرے اور نہ صدقہ کرے ہاں اگر کوئی تھوڑی سی (معمولی) چیز ہو (تو اُسے صدقہ کردینا جایز ہے) اور نہ وہ کسی کا کفیل ہو پس اگر اسکی لونڈی سے کوئی اُسکے بچہ ہوجائے تو وہ بھی اسکی کتابت میں آجائیگا اور اسکا حکم مثل حکم اسکے باپ کے ہوگا اور اسکی کمائی اسی مکاتب (یعنی اُسکے باپ) کی ہوگی پس اگر کسی نے اپنے غلام کا اپنی لونڈی سے نکاح کردیا تھا اور اسکے بعد انھیں مکاتب کیا پھر اس لونڈی کے اس سے بچہ ہوا تو یہ بچہ اپنی ماں کی کتابت میں آجائیگا اور اسکی کمائی بھی اُسی کی ہوگی۔ اگر آقا نے اپنی مکاتبہ لونڈی سے صحبت کرلی تو اسپر مہر لازم آئیگا اور اگر اس لونڈی پر یا اُسکے بچہ پر (مارپیٹ میں) کسی طرح کی زیادتی کی تو اسپر اسکا جرمانہ لازم ہوگا اور اگر اس نے اسکا کچھ مال تلف کردیا تو اسکا تاوان دینا پڑیگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ لونڈی اور غلام جب مکاتب ہوگئے تو اب انکی کمائی سے انکے آقا کو کچھ تعلق نہیں ہے یہ بالکل مثل غیر آدمی کے ہوتا ہے اسلیئے انکا نقصان کرنے سے اسپر تاوان وغیرہ آئیگا ترجمہ اگر مکاتب اپنے باپ یا بیٹے کو خرید لے تو وہ بھی اسکی کتابت میں داخل ہوجاتے ہیں اور اگر اسنے اپنی ام ولد کو مع اُسکے بچہ کے خرید لیا تو اسکا بچہ بھی کتابت میں داخل ہوگیا اور

اب اسکو اِس ام ولد کا بیچنا جایز نہیں ہے ف کتابت میں داخل ہوجانے سے یہ مراد ہے کہ جب یہ مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہوجائیں گے اور جبتک یہ غلام رہیگا وہ بھی غلام رہینگے ترجمہ اگر کوئی مکاتب اپنے ایسے ذی رحم محرم کو خریدے جس سے ولادت کا رشتہ نہو (مثلاً باپ یا بیٹا نہ ہو) تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اسکی کتابت میں داخل نہ ہوگا ف کتابت میں داخل نہ ہونیکی وجہ سے اُسے بیچنا جایز ہے اور صاحبین کے نزدیک داخل ہے انکے نزدیک اُسے بیچنا جایز نہیں ہے ترجمہ اگر مکاتب قسط (کا روپیہ ادا کرنے) سے عاجز ہو جائے (یعنی اس سے دیا نہ جائے) تو حاکم اسکی حالت کو غور سے دیکھے (اور تحقیق کرے) اگر اسکا روپیہ لوگوں کے ذمہ اتنا ہے جس سے یہ بھگتان کردے یا عنقریب کچھ روپیہ اُسکے پاس آنیوالا ہے تو اُسکے عاجز کرنے میں (یعنی اُسکے عاجز ہونے کا حکم دینے میں) حاکم جلدی نہ کرے دو روز یا تین روز اسکا انتظار کرے اور اگر اُسکے پاس کوئی صورت (ادائگی کی) نہ ہو اور اُسکا آقا اُسے عاجز کرانا چاہے تو حاکم اُسے عاجز کردے (اور حکم دیدے) اور اُس کتابت کو فسخ کردے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ابھی عاجز نہ کرے یہانتک کہ اُسکے ذمہ دو قسطیں ہوجائیں اور جب مکاتب عاجز ہوگیا (یعنی حاکم نے اُسکے عاجز ہونیکا حکم دیدیا) تو وہ پھر غلام کے حکم میں ہوجاتا ہے اور اُسکے پاس جو اسکا کمایا ہوا ہوتا ہے وہ اُسکے آقا کا ہوجاتا ہے پس اگر مکاتب مرجائے اور اُسکے پاس کچھ روپیہ ہو تو اُسکی کتابت فسخ نہیں ہوتی بلکہ جتنا روپیہ اُسکے ذمہ ہے وہ اُسکے روپیہ سے بھگتا دیا جائیگا اور اُسکی زندگی کے آخری حصہ میں اُسکے آزاد ہونیکا حکم دیدیا جاے اور جو روپیہ بچے وہ اُسکے وارثوں کا ترکہ ہے اور اُسکی اولاد آزاد کردیجائے اور اگر اُسنے اتنا روپیہ نہیں چھوڑا کہ جس سے اُسکے ذمہ روپیہ پورا ادا کردیا جائے اور اُسنے ایک لڑکا چھوڑا ہے جو کتابت کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا تو یہ لڑکا اپنے باپ کا مال کتابت قسط وار ادا کرنے میں کوشش (اور محنت) کریگا اور جب یہ ادا کرچکے تو ہم یہ حکم دینگے کہ اسکا باپ مرنے سے پہلے ہی آزاد تھا اور یہ لڑکا بھی آزاد ہوجائیگا اور اگر اُسنے ایسا لڑکا چھوڑا ہے جو کتابت کے زمانہ میں اُسنے مول لیا تھا تو اس سے کہا جائیگا کہ یا تو تو کتابت کا روپیہ اسی وقت ادا کردے ورنہ غلام ہوجا (اگر اُسنے ادا کردیا تو آزاد ہوجائیگا ورنہ غلامی میں چلا جائیگا) اگر کسی مسلمان نے اپنے غلام کو شراب پر یا سور پر یا اس خود کی قیمت پر مکاتب کردیا تو یہ کتابت فاسد ہے پس اگر اُسنے شراب اُسے دیدی یا کوئی سور اُسکے حوالہ کردیا تو وہ آزاد ہوجائیگا لیکن اُسپر لازم ہے کہ وہ اپنی قیمت کی مقدار کمائی کر (کے اُسے دے) جو اس شراب یا سور سے کم نہ ہو بلکہ اور زیادہ ہو اگر کسی نے اپنے غلام کو ایک حیوان غیر موصوف پر مکاتب کردیا تو یہ کتابت جایز ہے ف غیر موصوف سے یہ مراد ہے کہ حیوان کی جنس تو بیان کردی ہو اور نوع نہ بیان کی ہو مثلاً یوں کہا کہ ایک گھوڑے

یا خچر یا گائے یا اونٹ پر تو مکاتب ہے اور اُسکے بعد یہ نہیں بیان کیا کہ یہ جانور کیسے اور کس قیمت کے ہوں تو ایسی صورت میں اوسط درجہ کا جانور لے لیا جائیگا اور اُسکی قیمت قبول کرنے پر اُسکے آقا پر جبر کیا جائیگا ترجمہ اگر ایسے کپڑے پر مکاتب کیا کہ جسکی جنس بھی نہیں بیان کی تو یہ کتابت جایز نہیں ہے اگر اس مکاتب نے کوئی کپڑا دیدیا تو وہ آزاد نہ ہوگا اگر کسی نے ایک ہی کتابت میں ایکہزار روپیہ پر اپنے دو غلاموں کو مکاتب کر دیا تھا تو اب اگر ان دونوں نے (دو روپیہ) ادا کر دیا تو دونوں آزاد ہو جائینگے اور اگر دونوں عاجز ہو گئے تو دونوں ہی پھر غلامی میں آجائیں گے اور اگر کسی نے دو غلاموں کو اس شرط سے مکاتب کیا کہ انمیں سے ہر ایک دوسرے کا ضامن ہو تو یہ کتابت جایز ہے اور انمیں سے جو نسا وہ روپیہ ادا کر دیگا یہ دونوں آزاد ہو جائینگے اور جو نسا ادا کریگا وہ اس ادا کردہ روپیہ کا نصف اپنے شریک سے وصول کر لیگا۔ اگر آقا نے اپنے مکاتب کو آزاد کر دیا تو اُسکے آزاد کرنے سے وہ آزاد ہو جائیگا اور اُسکے ذمہ سے کتابت کا روپیہ ساقط ہو جائیگا اگر مکاتب (غلام) کا آقا مر جائے تو اُس سے کتابت فسخ نہیں ہوتی اور مکاتب سے کہدیا جائے کہ وہ کتابت کا روپیہ قسط وار آقا کے وارثوں کو دیتا رہے پس اگر وارثوں میں سے ایک نے اُسے آزاد کر دیا تو اُسکا آزاد کرنا کچھ فائدہ نہ دیگا ہاں اگر سب آزاد کر دینگے تو وہ آزاد ہو جائیگا اور کتابت کا روپیہ اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اگر کسی مکاتبہ لونڈی کے اُسکے آقا سے بچہ ہو گیا تو اب اُس لونڈی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنی کتابت پر رہے اور چاہے اپنے آپ کو عاجز کر کے اس آقا کی ام ولد ہو جائے اگر کوئی اپنی مدبرہ لونڈی کو مکاتبہ کر دے تو یہ جایز ہے پس اگر اسکا آقا مر گیا اور اُسکے پاس سوائے اس لونڈی کے اور کچھ مال نہیں ہے تو اب اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے اپنی قیمت کا دو تہائی روپیہ دیدے اور چاہے کتابت کا کل روپیہ دیدے۔ اگر کسی نے اپنی مکاتبہ لونڈی کو مدبر کر دیا تو یہ مدبر کرنا درست ہے اور اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنی کتابت پر رہے اور چاہے اپنے آپکو عاجز کر کے مدبرہ ہو جائے پس اگر وہ اپنی کتابت پر رہی اور آقا مر گیا اور اُسکے پاس اور کچھ مال نہیں ہے تو اب اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنی کتابت کا دو تہائی روپیہ ادا کر دے اور چاہے اپنی کل قیمت کا دو تہائی ادا کر دے یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے (اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ جو کم ہو وہی ادا کرے) اگر مکاتب اپنے غلام سے کچھ مال لیکر اُسے آزاد کرنے لگے تو یہ جایز نہیں ہے اور اگر کچھ بدلا لیکر کوئی چیز ہبہ کرنے لگے تو یہ بھی درست نہیں ہے اور اگر کوئی مکاتب اپنے غلام کو مکاتب کر دے تو یہ کتابت جایز ہے پس اگر اس دوسرے مکاتب نے (یعنی مکاتب کے مکاتب نے اپنی کتابت کا روپیہ) پہلے مکاتب کے ادا کرنے سے پہلے ہی ادا کر دیا تو اسکی ولاء پہلے کے آقا (یعنی پہلے مکاتب کے آقا کی) اور اگر دوسرے مکاتب نے (اپنی کتابت کا روپیہ) پہلے

مکاتب کے آزاد ہونیکے بعد ادا کیا ہے تو اب اسکی ولاء اسی کی (یعنی پہلے مکاتب کی) ہے۔

کتاب الولاء

ولاء کا بیان

ف ولاء ایک تعلق کا نام ہے کہ جسکی وجہ سے مستحق ولاء اس دوسرے کے مرنے کے بعد وارث ہوجاتا ہے اور اسکے کوئی قصور کرنے پر بھی جرمانہ بھرتا ہے۔ ولاء کی دو قسمیں ہیں ایک ولاء عتاقہ اسی کا نام ولاء نعمت بھی ہے اسکا سبب آزاد کرنا ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو آزاد کردے تو اُسکی ولاء اُسکے آقا کی ہوگی خواہ وہ آقا مرد ہو یا عورت ہو دوسری قسم ولاء الموالاۃ ہے اسکا سبب عقد ہوتا ہے مثلاً ایک آدمی کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو اور اُس سے یہ کہے کہ میں تجھ سے اِس شرط پر موالاۃ کرتا ہوں کہ میں مرجاؤں تو تو ہی میرا وارث ہو اور تو ہی میرے جرمانہ وغیرہ کو بھرے تو اس طرح کہنے سے بھی موالاۃ ہوجاتی ہے باقی ان دونوں قسموں کی تشریح آگے متن میں آئیگی مصنفی وغیرہ ترجمہ اگر کسی نے اپنے غلام کو آزاد کردیا تو اس (آزاد شدہ غلام) کی ولاء اسکے آزاد کرنے والے کی ہے اور اسی طرح اگر کوئی عورت آزاد کرے پس اگر غلام نے یہ شرط کرلی کہ میں بغیر ولاء کے آزاد ہوتا ہوں تو یہ شرط باطل ہے اور ولاء اسی کی ہے جو آزاد کرے اور جب مکاتب نے (اپنی کتابت کا روپیہ) ادا کردیا تو وہ آزاد ہوجائیگا اور اُسکی ولاء اُسکے آقا کی ہے اور اگر وہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوا ہے تو اُسکی ولاء آقا کے وارثوں کی ہے اور جب آقا مرجائے تو اُسکے مدبر غلام اور ام ولد لونڈیاں سب آزاد ہوجائیں گے اور ان سب کی ولاء اسی آقا کی ہوگی۔ اگر کوئی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہوجائے تو وہ آزاد ہوجاتا ہے اور اُسکی ولاء اُسی کی ہوگی جو اسکا مالک ہوگیا تھا۔ اگر کسی کے غلام نے دوسرے کی لونڈی سے نکاح کرلیا پھر لونڈی کے آقا نے اُس لونڈی کو آزاد کردیا اور اُسے اس غلام سے حمل ہے تو یہ لونڈی اور اسکا حمل دونوں آزاد ہوجائینگے اور حمل کی ولاء لونڈی کے آقا کی ہوگی اس سے کبھی منتقل نہ ہوگی پس اگر اس لونڈی کے آزاد ہونیکے بعد چھ مہینے سے زیادہ میں اسکے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کی ولاء اس لونڈی کے آقا کی ہے پھر اگر اس لڑکے کا باپ بھی آزاد کردیا گیا تو یہ اپنے بیٹے کی ولاء کو (اپنی طرف کھینچ لیگا اور اُسوقت ولاء ماں کے آقا کی طرف سے باپ کے آقا کی طرف منتقل ہوجائیگی اگر کسی عجمی نے عجمیہ کی آزاد کردہ لونڈی سے نکاح کرلیا تھا پھر اس لونڈی کے اولاد ہوئی تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اُسکی ولاء کی ولاء اُسکے آقا کی ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اسکی اولاد کی ولاء اُسکے باپ کی ہے کیونکہ نسب باپ دادا کی طرف (سے) ہوتا ہے اور آزاد شدہ غلام کی ولاء عصبہ کا حق ہے پس اگر اسکے

کوئی نسبی عصبہ ہے تو اسکی ولاء کا سب سے زیادہ حقدار وہی ہے اور اگر نسبی عصبہ نہیں ہے تو اسکا ترکہ آزاد کرنے والے کا ہے اور اگر آقا مرگیا ہے اور اُسکے بعد وہ آزاد کردہ بھی مرگیا تو اب اُسکے وارث اُسکے آقا کے بیٹے ہیں نہ کہ بیٹیاں اور عورتوں کے لئے ولاء نہیں ہوتی ہاں اگر یہ کسی کو آزاد کردیں یا جسے یہ آزاد کریں وہ کسی کو آزاد کردے یا یہ کسی کو مکاتب کریں یا جسے یہ مکاتب کریں پھر وہ کسی کو مکاتب کریں پھر وہ کسی کو مکاتب کردے یا یہ کسی کو مدبر کریں پھر وہ کسی کو مدبر کردے (ان سب صورتوں میں عورتیں بھی ولاء کی مستحق ہونگی) اور اگر (کسی غلام کا) آقا مرا اور اُسنے ایک بیٹا اور دوسرے بیٹے کا بیٹا چھوڑا تو اس غلام کا ترکہ اُسکے بیٹے کا ہوگا نہ کہ پوتے کا کیونکہ ولاء بڑے کی ہوتی ہے۔ اگر کوئی کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اُس سے اس شرط پر موالاۃ کرلی کہ جب میں مرجاؤں تو میرا وارث تو بھی تو ہی ہے اور اگر مجھ سے کوئی خطا قصور ہوجائے تو اسکا جرمانہ وغیرہ بھی تو ہی بھرنا یا مسلمان کسی اور کے ہاتھ پر ہوا تھا اور موالاۃ (یعنی ولاء) کسی اور سے کرلی تو یہ ولاء درست ہے اور اسکا جرمانہ وغیرہ اسی مولیٰ کے ذمہ ہوگا ف یہاں مولیٰ سے مراد یہی شخص ہے کہ جس کے ہاتھ پر وہ مسلمان ہوا تھا اور اُس سے موالاۃ کرلی تھی یا مسلمان تو کسی اور کے ہاتھ پر ہوا تھا اور موالاۃ اُس سے کرلی تھی ترجمہ پس اگر وہ (موالاۃ کرنیوالا مرگیا اور اُسکا کوئی وارث نہیں ہے تو اسکی میراث اسی مولیٰ کی ہے (جسکے ساتھ موالاۃ کی تھی) اور اگر اسکے کوئی وارث ہے تو وہ اس سے زیادہ حقدار ہے اور موالاۃ کرنے والیکو اختیار ہے کہ جبتک اُسکے مولی نے اسکی طرف سے جرمانہ نہ بھرا ہو تو یہ اپنی ولاء کو کسی اور کی طرف اور اگر وہ اُسکی طرف سے کچھ جرمانہ دیچکا ہے تو پھر اُسے اپنی ولاء کو اور کسی کی طرف منتقل کرنے کا اختیار نہیں ہے اور آزاد شدہ غلام کو کسی سے موالاۃ کرنی جائز نہیں ہے

کتاب الجنایات

قصوروں کا بیان

ترجمہ قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔ عمد۔ شبہ عمد۔ خطا۔ شبہ خطا۔ قتل بسبب۔ قتل عمد وہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو عمداً (قصداً) کسی ہتھیار سے مار ڈالے یا کسی ایسی چیز سے جو ٹکڑے کرنے میں مثل ہتھیار کے ہو۔ جیسے دھاردار کھپچی یا پتھر یا آگ اسکی سزا گنہگاری۔ اور قصاص ہے ہاں اگر (مقتول کے) وارث معاف کردیں تو پھر قصاص نہ آئیگا کیونکہ یہ اُنکا حق ہے) اور اسمیں کفارہ نہیں ہے اور شبہ عمد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو عمداً ایسی چیز سے مار ڈالے جو ہتھیار نہ ہو اور نہ (کاٹنے میں) مثل ہتھیار کے ہو اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جب کسی نے بہت بڑے پتھر یا بہت موٹی لاٹھی سے

کسی کو مار دیا تو وہ قتل عمد ہے اور اگر عمداً ایسی چیز سے مارا کہ جس (کے مارنے) سے اکثر آدمی مر انہیں کرتا تو وہ شبہ عمد ہے اور اسکی سزا دونوں قولوں پر گنہگاری اور کفارہ ہے ف گنہگاری تو اسلیئے ہے کہ اس نے خون کر دیا ہے اور ارادے سے کیا ہے اور کفارہ اسلیئے کہ یہ کسی قدر خطا سے بھی شابہ ہے ترجمہ اور اسمیں قصاص نہیں ہے اور (کفارہ اور گنہگاری کے سوا) اسمیں (قاتل کے) عاقلہ (یعنی اُسکے خاندان پر) دیتِ مغلظہ ہے (یعنی سو اونٹوں کی خونبہا ہے) اور (قتل) خطا کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ قصد (اور ارادے) میں خطا ہو جائے مثلاً کوئی شخص شکار سمجھ کے کسی آدمی کے (بندوق یا) تیر مار دے پھر یکایک معلوم ہو کہ وہ آدمی ہے دوسرے یہ کہ خطا فعل میں ہو جائے مثلاً کوئی کسی نشانہ پر تیر لگا تا تھا وہ (اتفاق سے) کسی آدمی کے جا لگا اس (خطا) کی سزا کفارہ اور عاقلہ پر دیت ہے اسمیں آدمی گنہگار نہیں ہوتا اور شبہ خطا کی یہ صورت ہے مثلاً کوئی آدمی سوتا ہوا کسی پر کروٹ لیلے اور وہ (اُسکے بوجھ سے) مر جائے اسکا حکم مثل حکم قتلِ خطا کے ہے اور قتل بسبب یہ ہے مثلاً کوئی آدمی دوسرے کی ملکیت میں کوئی کنواں کھودے یا کوئی (بڑا) پتھر رکھدے (اور کوئی شخص اُس کنویں میں گر کے یا اُس پتھر سے ٹھوکر کھا کے مر جائے) اور اُسکی سزا یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اس سے تلف ہو جائیگا تو اسکے عاقلہ پر دیت آئے گی اور اسپر کفارہ نہیں ہے اور قصاص اُسوقت واجب ہوتا ہے کہ جب کوئی عمداً ہمیشہ کے محقوظ الدم کو مار ڈالے۔ اگر کوئی آزاد آزاد کو مار ڈالے یا کوئی آزاد غلام کو مار ڈالے یا کوئی مسلمان ذمی کو مار ڈالے تو ان تینوں قسم کے قاتلوں کو قصاص میں قتل کیا جائے اور مسلمان کو مستامن کے عوض میں قتل نہ کیا جائے اور مرد کو عورت کے عوض میں (یعنی اگر کوئی مرد عورت کو مار ڈالے تو اُس عورت کے عوض میں وہ مرد) اور (اسی طرح) بالغ نابالغ کے عوض میں اور (بینا اور) تندرست اندھے کے اور کوڑھی کے عوض میں قتل کر دیا جائے اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو یا اپنے غلام کو یا اپنے مکاتب کو یا اپنے مدبر کو یا اپنے بیٹے کے غلام کو مار ڈالے تو انکے عوض میں اُسے قتل نہ کیا جائے۔ اگر کوئی اپنے باپ سے قصاص (لینے) کا وارث ہو جائے تو (باپ کی حرمت کی وجہ سے) وہ قصاص ساقط ہو جائیگا اور پورا قصاص تلوار ہی سے ہوتا ہے (یعنی قصاص تلوار ہی سے لیا جائے) اگر کوئی کسی کے مکاتب کو عمداً مار ڈالے اور سوائے اسکے آقا کے (جسنے اُسے مکاتب کیا تھا) اور کوئی اُسکا وارث نہ ہو تو پھر دیکھنا چاہیئے اگر اُسنے اتنا مال نہیں چھوڑا کہ جس سے اسکا بدل کتابت بیباق ہو جائے تو اُسکا قصاص اُسکا آقا لیگا اور اگر یہ اتنا مال چھوڑ مرا ہے کہ جس سے بدل کتابت کی ادائیگی ہو جائیگی اور آقا کے سوا اُسکے اور وارث بھی ہیں تو انھیں قصاص لینے کا اختیار نہیں ہے اگرچہ یہ سب آقا

ساتھ مل بھی جائیں اور اگر کوئی مرہون غلام مار ڈالا جائے تو اُسکا قصاص لینا واجب نہیں ہوتا جبتک کہ راہن اور مرتہن دونوں کی رائے نہ ہو جائے۔ اگر کسی نے کسی کو عمداً زخمی کر دیا اور وہ زخمی (اسی زخم کی وجہ سے) کچھ دنوں پڑ کے مر گیا تو اُس پر قصاص واجب ہے اور اگر کسی نے کسی کا عمداً پہنچے سے ہاتھ کاٹ دیا تو اُسکے عوض میں اُسکا ہاتھ ہی کاٹا جائے اور یہی حکم پیر اور ناک کی پھونگ اور کان کا ہے ف مثلاً اگر کسی نے کسی کا پیر کاٹ دیا یا ناک کی پھونگ کاٹ دی یا کان کاٹ دیا تو اس کاٹنے والے کے بھی یہی اعضا کاٹے جائیں ترجمہ اگر کوئی کسی کی آنکھ پر ایسا مارے کہ اُسکی آنکھ نکل پڑے تو اُسپر قصاص نہیں ہے (بلکہ اُسپر دیت یعنی جرمانہ ہے) اور اگر آنکھ اپنی جگہ پر قایم ہو اور اُسکی بینائی جاتی رہی ہو تو اُس مارنے والے پر قصاص واجب ہے یہ قصاص اسطرح لیا جائے کہ پہلے روئی بھگو کے اُسکے سارے چہرہ پر رکھدی جائے (اور ایک آنکھ کھولدی جائے) پھر ایک شیشہ خوب گرم کر کے اُسکی آنکھ کے سامنے کیا جائے تاکہ اس سے اُس آنکھ کی بینائی جاتی رہے اور دانت (کے توڑنے) میں قصاص (واجب) ہے اور جس زخم میں مماثلت ممکن ہو (یعنی اُسکے عوض میں ویسا ہی زخم ہو سکتا ہو) تو اسمیں بھی قصاص واجب ہے اور سوائے دانت کے اور ہڈی (کے توڑنے) میں قصاص نہیں ہے اور خون کرنے سے کم تصور میں (یعنی ہاتھ پیر کاٹنے یا دانت وغیرہ توڑنے میں) شبہ عمد نہیں ہوتا (شبہ عمد کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے) بلکہ وہ یا عمداً ہوتا ہے اور یا خطاءً اور خون کرنے سے کم کی صورت میں نہ مرد و عورت کے درمیان قصاص ہے اور نہ آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے درمیان ف مثلاً اگر کوئی مرد عورت کا یا آزاد غلام کا یا کوئی غلام دوسرے غلام کا ہاتھ یا پیر کاٹ ڈالے تو اُن پر قصاص نہ ہوگا بلکہ دیت واجب ہوگی اور قصاص واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قصاص مماثلت سے واجب ہوتا ہے اور اُنکے ہاتھ پیروں میں مماثلت نہیں ہے۔ رمز الحقایق ترجمہ اگر کوئی مسلمان کافر کا یا کافر مسلمان کا ہاتھ پیر کاٹ دے تو انمیں قصاص ایک کا دوسرے سے لینا واجب ہے۔ اگر کسی نے کسی کا نصف پہنچے سے ہاتھ کاٹ دیا یا ایسا کاری زخم لگایا جو سینہ سے پیٹ تک پہونچ گیا اور پھر وہ اچھا ہو گیا تو اسپر قصاص نہیں ہے (بلکہ دیت ہے) اور اگر مقطوع کا ہاتھ اچھا تھا اور قاطع کا ہاتھ شل ہے یا اُنگلیوں میں کچھ نقصان ہے تو اب مقطوع کو (یعنی جسکا ہاتھ کٹ گیا ہے) اختیار ہے چاہے وہ (اپنے ہاتھ کے بدلے میں) اُس (کے) عیب دار ہاتھ کو کاٹ دے اور اُس ہاتھ کے سوا اور اُسے کچھ نہ لیگا اور یا چاہے پوری دیت لیلے اور اگر کسی نے کسی کے سر میں ایسا زخم کر دیا کہ اُس زخم نے اُسکے سر کی دونوں جانب کو گھیر لیا اور وہی زخم (یعنی ایسا ہی زخم) زخم کرنے والے کے سر کی دونوں جانبوں کو نہیں گھیر سکتا

(کیونکہ اسکا سر بڑا ہے اور اس زخمی کا سر چھوٹا تھا) تو اب اس زخمی کو اختیار ہے چاہے یہ اپنے زخم کی مقدار قصاص لیلے (یعنی اتنا ہی زخم اُسکے بھی کردے) جس طرف سے چاہے شروع کرے اور چاہے پوری دیت لیلے۔ زبان اور ذکر (کے کاٹنے) میں قصاص نہیں ہے ہاں اگر کوئی حشفہ کو کاٹ دے۔ **ف** حشفہ کاٹنے کی صورت میں قصاص ہونیکی یہ وجہ ہے کہ ذکر میں حشفہ ایسا ہوتا ہے جیسا ہاتھ میں پہنچا پس چونکہ کٹنے کی جگہ معلوم اور متعین ہے لہذا اسمیں مماثلت ہوسکتی ہے اور قصاص مماثلت ہی کی صورتوں میں ہوتا ہے۔ رمز الحقایق **ترجمہ** اگر قاتل مقتول کے وارثوں کو (قصاص کے بدلے) کسی قدر مال پر راضی کرلے تو قصاص ساقط ہوجائیگا اور وہ مال اُسے دینا واجب ہوگا خواہ تھوڑا ہو یا بہت ہو (یعنی مقدار دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو) اگر کسی مقتول کے چند وارث ہوں انمیں سے ایک خون معاف کردے یا اپنے حصّہ کے عوض کچھ روپیہ پر صلح کرلے تو قصاص میں سے اور حصّہ داروں کا حق بھی ساقط ہوجائیگا (یعنی وہ قصاص نہ لے سکیں گے) اور انھیں دیت میں سے حصّہ لینا پڑیگا۔ اگر ایک آدمی کو چند آدمیوں نے عمداً قتل کردیا تو ان سب سے قصاص لیا جائے۔ (یعنی وہ سب قتل کردیے جائینگے) اگر ایک آدمی نے چند آدمیوں کو قتل کردیا تھا پھر ان مقتولوں کے وارثوں نے دعویٰ کیا تو ان سب کے عوض اس (اکیلے) قاتل کو قتل کردیا جائے اسکے سوا اور انکا کچھ حق نہیں ہے اور اگر انمیں سے فقط ایک نے دعویٰ کیا تو اس اکیلے ہی کے دعوی پر اُسے قتل کردیا جائیگا اور باقی مقتولوں کے وارثوں کا حق ساقط ہوجائیگا اگر کسی شخص پر قصاص واجب ہوگیا تھا پھر وہ مرگیا تو اُس سے قصاص۔ اگر دو آدمیوں نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا تو ان دونوں پر قصاص نہیں ہے بلکہ دونوں پر نصف دیت ہے **ف** یعنی پورے آدمی کی نصف دیت ہے کیونکہ ہاتھ کی دیت خون کی نصف دیت ہوتی ہے پھر یہ نصف ان دونوں پر نصفا نصف ہوگی۔ جوہرہ **ترجمہ** اگر ایک آدمی نے دو آدمیوں کے دہنے ہاتھ کاٹ دیئے اُن دونوں نے دعویٰ کیا تو ان دونوں کو چاہیئے کہ اسکا ایک ہاتھ کاٹ دیں اور اس سے (پورے آدمی کی) نصف دیت لیکے دونوں آپس میں نصفا نصف بانٹ لیں (برابر ہے کہ اُنہوں نے دونوں کے ہاتھ ایک ہی دفعہ کاٹ دیئے ہوں یا آگے پیچھے کاٹے ہوں) اور اگر انمیں سے ایک نے دعویٰ کرکے اُسکا ایک ہاتھ کاٹ دیا تو اب دوسرے کے لیئے اُسکے ذمہ نصف دیت ہے۔ اگر کسی غلام نے عمداً خون کرنے کا اقرار کرلیا تو اُسپر قصاص لازم ہوجائیگا۔ اگر کسی نے عمداً ایک آدمی کے تیر مارا تھا اور وہ تیر اُسے بیندھ کر دوسرے کے بھی جالگا اور یہ دونوں مرگئے تو پہلے آدمی کے عوض اُسپر قصاص واجب ہے اور دوسرے کے عوض اس (قاتل) کے عاقلہ پر دیت واجب ہے **ف** مطلب یہ ہے کہ پہلا قتل تو قتل عمد ہے اسلیئے اُسمیں قصاص واجب ہے اور دوسرا قتل قتل خطا میں داخل ہے اور قتل خطا میں دیت لازم ہوتی ہے۔ حاشیہ۔

کتاب الدیات

دیتوں کا بیان

ف شریعت میں دیت اُس مال کا نام ہے جو خون کا بدلہ ہو اسی لیئے اسکو خونبہا بھی کہتے ہیں اور ارش اُس مال کا نام ہے جو خون کرنے سے کم قصور میں واجب ہو۔ درمختار ترجمہ جب کوئی کسی کو شبہ عمد سے مار ڈالے تو اُس مارنے والے پر کفارہ واجب ہے اور اُسکے عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہے ف کفارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اگر غلام میسّر نہ ہو تو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور اسمیں فقیروں کو کھانا کھلانا کافی نہیں ہوتا۔ حاشیہ ترجمہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک شبہ عمد کی دیت سو اونٹ ہیں چار طرح کے پچیس بنت مخاض ہیں (یعنی جو مادہ شتر دوسرے برس میں ہوں) اور اور پچیس بنت لبون (یعنے جو تیسرے برس میں ہوں) پچیس حقے یعنے جو چوتھے برس میں ہوں) اور پچیس جذعے (یعنی جو پانچویں برس میں ہوں) اور (یہ دیت مغلظہ ہے اور) دیتِ مغلظہ خاص اونٹوں ہی سے ادا ہوتی ہے پس اگر کسی نے اونٹوں کے سوا دیت اور کسی چیز سے ادا کی تو وہ مغلظہ نہ ہوگی اور قتل خطا میں عاقلہ پر دیت واجب ہے اور قاتل پر کفارہ اور (قتل خطا میں دیت کے سو اونٹ ہیں) پانچ طرح کے بیس بنت مخاض بیس ابن مخاض (یعنی بیس شتر مادہ اور بیس نر جو دوسرے برس میں ہوں) اور بیس بنت لبون اور بیس حقے اور بیس جذعے۔ اگر کوئی دیت میں سونا دینا چاہے تو ایک ہزار دینار دے اور اگر چاندی دینی چاہے تو دس ہزار درہم دے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان تینوں کے سوا اور کسی چیز سے دیت ادا نہیں ہوتی اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ انسے اور گایوں سے کہ دو سو ہوں اور بکریوں سے جو اکیہزار ہوں اور حلوں سے وہ بھی دو سو ہوں ایک حلہ دو کپڑوں کا ہوتا ہے (یعنی چادر اور تہمد) مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے۔ دیت اُن چیزوں میں (واجب) ہوتی ہے خون کرنے میں۔ ناک کاٹنے میں۔ ذکر کاٹنے میں عقل کھو دینے میں یعنی جب کسی کے سر پر کوئی ایسا مارے کہ اُسکی عقل جاتی رہے اور ڈاڑھی مونڈنے میں جب ایسی طرح مونڈے کہ پھر بال نہ جمیں اور سر کے بال (مونڈنے میں) اور ابروؤں کے مونڈنے میں۔ دونوں آنکھوں کے پھوڑ دینے میں۔ دونوں ہاتھ کے کاٹنے میں۔ دونوں پیر کاٹنے میں۔ دونوں کان کاٹنے میں۔ دونوں ہونٹ کاٹنے میں۔ دونوں خصیے کاٹنے میں عورت کی دونوں پستان کاٹنے میں اور ان سب چیزوں میں سے ایک ایک میں نصف دیت ہے

اور دونوں آنکھوں کی پلکیں مونڈنے میں بھی دیت ہے اور ایک پلک کے مونڈنے میں چوتھائی دیت ہے اور دونوں ہاتھوں دونوں پیروں کی اُنگلیوں میں سے ایک ایک اُنگلی (کے کاٹنے) میں دیت کا دسواں حصّہ ہے اور اُنگلیاں سب برابر ہیں (یعنی سب کا یکساں حکم ہے) اور ہر اُنگلی میں تین پورے ہوتے ہیں ایک پورے (کے کاٹنے) میں ایک اُنگلی کی تہائی دیت ہے اور جسمیں دو پورے ہوں (جیسے انگوٹھا) اسکے ایک پورے میں ایک انگلی کی نصف دیت ہے اور ہر ایک دانت (کے توڑنے) میں (دیت کے) پانچ اونٹ ہیں اور دانت اور ڈاڑھیں سب برابر ہیں (یعنی سب کا ایک ہی حکم ہے) اگر کوئی کسی کے عضو پر ایسا مارے کہ اُس عضو کا نفع جاتا رہے (یعنی وہ بیکار ہو جائے) تو اسمیں پوری دیت ہے مثلاً کسی نے کسی کا ہاتھ کاٹ دیا تھا اور وہ کٹکے شیل ہو گیا (یعنی سُوکھ گیا) یا آنکھ پر مارا تھا اور اسکی روشنی جاتی رہی اور کل زخم دس ہیں حارصہ۔ دامیہ۔ باضعہ۔ متلاحمہ۔ سمحاق۔ موضحہ۔ ہاشمہ۔ منقلہ۔ آمّہ۔ **ف** حارصہ وہ زخم ہے کہ کھال چیر جائے اور اُس سے خون نہ نکلے اور دامیہ وہ ہے کہ جس میں سے خون کے شبیہ کچھ نکل آئے اور بعض علما دامیہ اُسے کہتے ہیں کہ خون ظاہر ہو جائے اور بہے نہیں اور دامیہ وہ ہے جس سے خون نکل کے بہنے لگے۔ باضعہ وہ ہے کہ جسمیں گوشت کٹ جائے۔ متلاحمہ وہ ہے جسکے اندر باضعہ سے زیادہ گوشت میں گھاؤ ہو جائے۔ سمحاق وہ ہے جو ہڈی کے اُوپر کی جھلی تک پہونچ جائے۔ موضحہ وہ جسمیں (گوشت اُڑکے) ہڈی نظر آنے لگے۔ ہاشمہ وہ ہے جسمیں دماغ کے اوپر کی ہڈی ٹوٹ جائے اور بعض اس زخم کو کہتے ہیں جو ام الرّاس تک پہونچ جائے منقلہ وہ ہے کہ جسمیں ہڈی ٹوٹ کے اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ آمّہ وہ ہے جو دماغ تک پہونچ جائے حاشیہ ترجمہ پس موضحہ میں قصاص ہے اگر (کسی نے) عمداً (کیا) ہو اور باقی زخموں میں قصاص نہیں ہے اور موضحہ سے کم درجے کے زخم میں حکومت عدل ہے (یعنی جو کچھ کوئی منصف حق گو حق شناس آدمی کہدے) اور اگر موضحہ خطأً ہو تو اسمیں دیت کا بیسواں حصّہ واجب ہے اور ہاشمہ میں دسواں حصّہ اور منقلہ میں دسواں حصّہ اور دسویں کا نصف اور آمہ میں تہائی دیت ہے اور جائفہ میں بھی تہائی دیت ہے (جائفہ اُس زخم کو کہتے ہیں جو سینہ سے پیٹ تک پہونچ جائے) پس اگر وہ دوسری طرف تک ہو جائے تو وہ دو جائفے ہیں اور اُن دونوں میں دو تہائی دیت ہے اور ایک ہاتھ کی اُنگلیوں (کے کاٹنے) میں نصف دیت ہے پس اگر کسی نے ساری اُنگلیاں معہ ہتھیلی کے کاٹ دیں تو اسمیں نصف دیت ہے اور اگر اُنگلیاں نصف کلائی تک کاٹ دیں تو ہتھیلی (تک) میں نصف دیت ہے اور باقی میں حکومتِ عدل ہے اور زائد اُنگلیوں (کے کاٹنے) میں بھی حکومتِ عدل ہے اور بچہ کی آنکھ پھوڑنے اور اُسکی زبان یا ذکر کاٹنے میں جب اس عضو کی صحت معلوم نہ ہو تو حکومتِ عدل ہے **ف** کیونکہ ان اعضا سے مقصود منفعت ہوتی ہے اور جب ان اعضا کی بابت یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ قابلِ

منفعت ہیں یا نہیں تو اس شک کی وجہ سے پوری ارش یعنی جو اس عضو کے بیکار کرنے میں آتی ہے واجب نہ ہوگا۔ ہدایہ ترجمہ اگر کسی نے کسی کے (سر پر) زخم موضحہ لگایا کہ جس سے اُسکی عقل جاتی رہی یا سر کے بال اُڑ گئے (کہ پھر جمنے کی اُمید نہیں ہے) تو اس موضحہ کی ارش دیت میں داخل ہو جائیگی ف یعنی دیت پوری واجب ہوگی اور اس دیت میں زخم کی دیت بھی داخل ہو جائیگی ترجمہ اور اگر اُس شخص کے سُننے یا دیکھنے یا بولنے کی بھی قوت جاتی رہی تو اُسوقت معہ دیت زخم کے پوری دیت واجب ہوگی۔ اگر کسی نے کسی کی ایک انگلی کاٹ دی تھی پھر (اس سے) اُسکے پاس کی دوسری انگلی بھی سوکھ گئی تو ان دونوں میں دیت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسمیں قصاص نہیں ہے اگر کسی نے کسی کا دانت توڑ دیا تھا اور اُسکی جگہ دوسرا دانت نکل آیا تو (اُس دانت کی) دیت ساقط ہو جائیگی اگر کسی نے کسی کے سر میں زخم کر دیا تھا پھر وہ زخم بھر آیا اور اُسکا نشان بالکل مٹ گیا اور بال جم آئے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسکی دیت ساقط ہو جائیگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زخم کرنے کی دیت اس سے لیجائیگی (اور وہ حکومتِ عدل ہے) اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ جراح کا خرچ اُسکے ذمہ واجب ہوگا۔ اگر کوئی کسی کے زخم کر دے تو جبتک وہ اچھا نہ ہو جائے اُس سے قصاص نہ لیا جائے۔ اگر کسی نے کسی کا ہاتھ خطأً کاٹ دیا تھا اور پھر ہاتھ اچھا ہونے سے پہلے خطأً ہی اُسے قتل بھی کر دیا تو اسپر دیت واجب ہوگی (اور ہاتھ کی دیت ساقط ہو جائیگی اور اگر اُسے اچھا ہونیکے بعد قتل کیا ہے تو اُسکے ذمہ دو دیت ہیں ایک خون کرنیکی اور دوسری ہاتھ (کاٹنے) کی اور جس (قتلِ) عمد میں کسی شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے تو اُسمیں دیت قاتل کے مال میں ہوتی ہے (عاقلہ پر نہیں ہوتی) اور جو دیت صلح اور اقرار کر لینے کی وجہ سے واجب ہو وہ بھی قاتل ہی کے مال میں ہوتی ہے۔ اگر باپ نے اپنے بیٹے کو عمداً قتل کر دیا تو یہ دیت بھی اُسی کے مال میں ہے تین برس کے اندر اندر ادا کر دے اور جس جنایت کا خود جنایت کرنے والا اقرار کرے وہ اُسی کے مال میں واجب ہوگی اور اُسکے عاقلہ پر (کے کہنے) کی تصدیق نہ کیجائیگی۔ لڑکے اور دیوانے کا عمد خطا ہے اور اسمیں دیت عاقلہ پر ہے ف انکا عمد خطا ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی نابالغ لڑکا یا دیوانہ عمداً کسی کو قتل کر دے تو انکا عمد خطا شمار کیا جائیگا اور اسپر قصاص واجب نہ ہوگا بلکہ اُسکے کنبے پر دیت واجب ہوگی اور یہ میراث سے بھی محروم نہ ہونگے کیونکہ میراث عقوبت ہے اور یہ دونوں قابلِ عقوبت نہیں ہیں ترجمہ اگر کسی نے مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھود دیا یا کوئی (بڑا بھاری) پتھر رکھ دیا اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو اسکی دیت اُسکے عاقلہ پر ہوگی اور اگر اس (کنویں یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہوا ہے تو اُسکا تاوان روہی خود ہوگا۔ اگر کسی نے

شارع عام میں دروازہ کھول لیا یا پرنالہ لگالیا اور وہ کسی آدمی پر گر کے وہ آدمی مرگیا تو اُسکی دیت اُسکے عاقلہ پر ہے اور کنواں کھودنے والے اور پتھر رکھنے والے پر کفارہ نہیں ہے۔ اگر کسی نے اپنی ملک میں کنواں کھودا اور اُسمیں کوئی آدمی گر کے مرگیا تو وہ ضامن نہ ہوگا۔ اگر کوئی گھوڑے وغیرہ پر سوار تھا اور اُسکی سواری نے کسی کو کچلدیا یا کسی کے لات ماردی یا کاٹ لیا تو وہ سوار اُسکا ضامن ہوگا۔ اگر کوئی جانور کسی کے لات یا دُم مار دے (اور وہ آدمی مرجائے) تو اُس جانور کا مالک اُسکا ضامن نہ ہوگا۔ اگر کسی چوپایہ نے راستہ میں لید کردی یا پیشاب کردیا اور اُس سے کوئی پھسل کر گر کے مرگیا تو اسمیں ضمان نہ آئیگا۔ اگر کوئی گھوڑے وغیرہ کو ہانکے لیجا رہا تھا اور اُسکے اگلے یا پچھلے پاؤں سے کوئی آدمی دب کے مرگیا تو لیجانے والا ضامن ہوگا اور اگر کوئی آگے سے پکڑے لیجا رہا تھا تو اس صورت میں اگر کوئی آدمی اس چوپایہ کے اگلے پاؤں سے ہلاک ہوگا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر پچھلے پاؤں سے ہلاک ہوا ہے تو ضامن نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص اونٹوں کی قطار کو لیے جا رہا تھا اور اونٹ نے کسی کو مار ڈالا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر قطار کے پیچھے بھی آدمی ہانکنے والا تھا تو یہ دونوں ضامن ہونگے اگر کسی غلام نے خطأ کوئی تصور کیا تو اُسکے آقا سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکے عوض میں غلام کو دے ڈال اور یا اس نقصان کا تاوان دے اگر اسنے غلام دیدیا تو نقصان کا حقدار اُس غلام کا مالک ہوجائیگا اور اگر اسنے اس نقصان کا تاوان دیا ہے تو یہ تاوان اسی نقصان کا ہوگا پس اگر اس غلام نے پھر کوئی نقصان کردیا تو اسکا حکم بھی مثل پہلے ہی نقصان کے ہے اور اگر کسی غلام نے دو نقصان کئے ہیں تو اس غلام کے آقا سے کہا جائیگا کہ یا تو یہ غلام تو ان نقصانوں کے وارثوں کو دیدے کہ وہ دونوں اپنے حقوق کے موافق اسے تقسیم کرلینگے اور یا تو ان دونوں کے نقصان کا پورا تاوان دیدے اور اگر آقا نے غلام کو آزاد کردیا اور غلام کے قصور کرنے کی اُسے خبر نہ ہوئی تو اس صورت میں اگر غلام کی قیمت کم ہے تو آقا قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اس قصور کی دیت کم ہے تو دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اسکے قصور کی خبر ہونیکے بعد اُسے بیچدیا یا آزاد کردیا تو اس صورت میں آقا پر دیت ہی واجب ہوگی۔ اگر کسی مدبر یا ام ولد نے کوئی قصور کردیا تو اُسکے آقا پر وہ رقم واجب ہوگی جو اُسکی قیمت اور اس نقصان کی دیت سے کم ہوگی اور اگر اسنے (یعنی ان دونوں میں سے کسی نے) دوسری جنایت کردی (یعنی اور کوئی قصور کردیا) اور آقا اُسکی قیمت قاضی کے حکم سے پہلی جنایت والے کو دے چکا ہے تو اب اسکے ذمہ کچھ نہیں ہے یہ دوسری جنایت والا پہلی جنایت والیکے سر ہوکر جو کچھ وہ لیچکا ہے اسمیں شریک ہوجائے اور اگر آقا نے قاضی کے حکم دئے بغیر ہی قیمت دیدی تھی

تو اب اس دوسری جنایت والے کو اختیار ہے چاہے آقا کے سر ہو جائے اور چاہے پہلی جنایت والے کے۔ اگر کسی کے مکان کی دیوار مسلمانوں کے راستے کیطرف جھک گئی تھی پھر مالک دیوار سے کسی نے کہا کہ اس دیوار کو توڑ ڈال (تاکہ اسکے گرنے سے کوئی مر نہ جائے) اور اسپر اُسنے گواہ بھی کرلیا اور اُسنے اتنی مدت تک اُسے نہ توڑی کہ اس مدت میں بخوبی توڑ سکتا تھا یہانتک کہ وہ گر پڑی تو اُسکے گرنے سے جو آدمی مریگا یا جو مال اسباب تلف ہوگا مالک دیوار اُسکا ضامن ہوگا اور اُسکے توڑنے کو کہنے والا برابر ہے کہ مسلمان ہو یا ذمی ہو اور اگر دیوار کسی کے مکان کیطرف جھکی ہے تو اُسکے توڑنے والیکے لئے کہنے کا حق اُس مالک مکان ہی کو ہے۔ اگر دو سوار ٹکرا کر (گر کے) مرجائیں تو انمیں سے ہر ایک کے عاقلہ پر دوسرے کی دیت ہے۔ اگر کسی نے خطا سے کوئی غلام مار دیا تو اُسکے ذمہ اس غلام کی قیمت واجب ہوگی اور یہ قیمت دس ہزار سے نہ بڑھائی جائے اگر غلام کی قیمت دس ہزار درہم ہے یا اس سے زیادہ ہے تو اس قاتل پر دس درہم کو دس ہزار کا حکم کر دیا جائے اور لونڈی میں جب اسکی قیمت دیت سے زیادہ ہو تو اسکے قاتل پر دس درہم کم پانچہزار درہم واجب ہوں گے اور غلام کا ہاتھ توڑنے میں اُسکی نصف قیمت ہے یہ قیمت پانچ درہم کم پانچہزار سے زیادہ نہ کیجائے۔ اور جس قصور میں جتنی رقم میں دیت واجب ہوتی ہو اُس میں اسی کے موافق غلام میں قیمت واجب ہوگی۔ اگر کسی مرد نے (حاملہ) عورت کے پیٹ پر مارا اور اُس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ گر پڑا تو اس (مارنے والے) پر ایک غرہ واجب ہوگا اور غرہ دیت کا بیسواں حصہ ہوتا ہے اور اگر بچہ زندہ گرا تھا پھر مر گیا تو اسمیں پوری دیت ہے اور اگر مرا ہوا بچہ گرکے پھر عورت بھی مر گئی تو اس مرد کے ذمہ دیت اور غرہ دونوں ہیں فی یعنی دیت اس عورت کو مارنے کیوجہ سے کیونکہ وہ اسی کی ضرب کے صدمہ سے مری ہے اور غرہ اس بچہ کے تلف کرنے کی وجہ سے۔ ترجمہ اور اگر پہلے عورت مر گئی اور پھر مرا ہوا بچہ ہوا تو اس صورت میں اس بچہ میں کچھ نہ ہوگا (اور عورت کی پوری دیت واجب ہوگی) اور جو روپیہ ایسے بچہ میں واجب ہو وہ اس بچہ کے وارثوں کا ہے۔ اور لونڈی کے بچہ میں اگر لڑکا ہے اور زندہ ہوا ہے تو اسکی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر لڑکی ہے تو اسکی قیمت کا دسواں حصہ۔ بچہ کے گرانے میں کفارہ نہیں ہے۔ شبہ عمد اور خطا میں کفارہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر غلام میسر نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے اور اسمیں کھانا کھلانا کافی نہیں ہوتا۔

باب القسامۃ

قسم لینے کا بیان

ترجمہ اگر کسی محلہ میں سے کوئی مقتول ملے جسکا قتل کرنے والا معلوم نہ ہو تو وہاں کے پچاس آدمیوں سے قسم لیجائے ان آدمیوں کو اس مقتول کا وارث پسند کرے وہ اس طرح قسم کھائیں کہ اللہ کی قسم ہم نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ اسکے قتل کرنے والیکا ہمیں علم ہے جب یہ پچاس آدمی قسم کھالیں تو اہل محلہ پر دیت ادا کرنیکا حکم کردیا جائے اور خود وارث کو قسم نہ دیجائے اور نہ اُسپر جنایت کا حکم کیا جائے اگرچہ وہ خود قسم کھائے اور اگر ان (پچاس آدمیوں) میں سے کوئی (قسم کھانے سے) انکار کرلے تو اُسے قید کرلیا جائے یہانتک کہ وہ قسم کھالے اور اگر اہل محلہ پچاس نہ ہوں تو ان سے دوبارہ قسم لیں یہانتک کہ پوری پچاس قسمیں ہوجائیں۔ قسامت میں لڑکے۔ دیوانے۔ عورت۔ اور غلام کو شریک نہ کیا جائے (اور نہ مدبر اور مکاتب کو) اگر (کسی محلہ میں سے) کوئی ایسا مردہ ملے کہ اسکے بدن پر چوٹ وغیرہ کا کوئی نشان نہ ہو تو اسمیں نہ قسامت ہے اور نہ دیت ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اسکی ناک یا منہ یا پاخانہ کی جگہ سے خون نکلتا ہو **ف** یعنی تب بھی قسامت اور دیت نہ ہوگی ناک سے خون آنے کی صورت میں تو اسلیئے کہ وہ نکسیر ہے گویا وہ نکسیر ہی سے مرگیا ہے اور منہ سے خون آنے میں یہ وجہ ہے کہ وہ سوداوی قے ہے جو کسی کے قتل کرنے پر دلالت نہیں کرتی اور تیسری جگہ سے خون آنا بھی ایک بیماری ہے۔ متن ترجمہ پس اگر اسکی آنکھوں یا اُسکے کانوں سے خون آتا ہو تو وہ مقتول ہے۔ اگر کوئی مقتول کسی جانور پر لدا ہوا ملے کہ اُس جانور کو کوئی آدمی لیئے جاتا ہو تو دیت اُسکی عاقلہ پر ہوگی نہ کہ اہل محلہ پر اور اگر کسی کے گھر میں سے ملے تو قسامت اس گھر والے پر ہے اور دیت اُسکے عاقلہ پر۔ **ف** کیونکہ وہ گھر اُسکے قبضہ میں ہے پس مالک گھر کو اہل محلہ سے ایسی نسبت ہے کہ جیسی اہل محلہ کو اہل شہر سے اور جب اہل شہر اہل محلہ کے ساتھ قسامت میں نہیں ہوتے تو اسی طرح اہل محلہ بھی مالک گھر کے ساتھ نہ ہونگے اور اس اکیلے سے پچاس قسمیں لیجائینگی ترجمہ اور مکانداروں کے ہوتے ہوئے کرایہ دار اور رعایا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک قسامت میں داخل نہیں ہوتے **ف** یعنی اگر کسی محلہ میں مکاندار اور کرایہ دار دونوں رہتے ہیں تو وہاں قسامت مکانداروں پر ہوگی ترجمہ اور اگر مقتول کسی زمین میں سے ملے تو اسکی قسامت زمینداروں پر ہوگی نہ کہ اس زمین کے خریدنے والوں پر اگرچہ

زمینداروں میں سے ایک ہی آدمی ہو اور اگر مقتول کسی کشتی میں سے ملے تو اس کشتی میں جو سواریاں یا ملاح ہونگے قسامت سب پر ہوگی اور اگر مقتول محلہ کی مسجد میں سے ملے تو قسامت اس محلہ والوں پر ہے (کیونکہ مسجد کا انتظام انہی کے اختیار میں ہوتا ہے) اور اگر جامع مسجد یا شارع عام میں سے ملے تو اسمیں قسامت نہیں ہے اور دیت بیت المال پر واجب ہے اور اگر مقتول جنگل میں سے ملے کہ جسکے قریب آبادی نہیں ہے تو وہ ھدر ہے (یعنی اُسمیں قسامت ہے اور نہ دیت ہے) اور اگر دو گاؤں کے درمیان میں سے کوئی مقتول ملا تو قسامت اس گاؤں پر ہوگی کہ جو وہاں سے دوسرے کی نسبت زیادہ قریب ہو اور اگر کوئی مقتول دریا میں بہتا ہوا ملے تو اُسمیں نہ دیت ہے نہ قسامت ہے اور اگر کنارے پر رُک گیا ہے تو قسامت اُس گاؤں پر ہوگی جو اَوروں کی نسبت اُس جگہ سے نزدیک ہوگا اور اگر مقتول کا وارث اہل محلہ میں سے کسی خاص پر دعویٰ کرے (کہ اسی نے قتل کیا ہے) تو اہل محلہ سے قسامت ساقط نہ ہوگی اور اگر اسنے اہل محلہ کو چھوڑ کر اور کسی پر دعویٰ کیا تو انسے قسامت ساقط ہو جائیگی اور جب قسم کھانے والا کہے کہ اسکو (میں نے قتل نہیں کیا بلکہ) فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو اُسے اسطرح قسم دیجائے (وہ کہے) کہ خدا کی قسم میں نے قتل نہیں کیا اور نہ فلاں شخص کے سوا مجھے اسکا قاتل معلوم ہے اور اگر اس محلہ کے دو آدمی دوسرے محلہ کے کسی آدمی پر گواہی دیں کہ اسنے اسکو قتل کیا ہے تو انکی گواہی نہ سُنی جائیگی ف یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک انکی گواہی سنی جائیگی۔

کتاب المعاقل

عاقلہ پر دیت آنیکا بیان

ترجمہ دیت (یعنی خونبہا) شبہ عمد اور خطا میں ہوتی ہے اور جو دیت نفس قتل سے واجب ہو وہ عاقلہ (یعنی برادری) پر ہے۔ اگر قاتل کسی دفتر میں ملازم ہے تو اُسکے عاقلہ اُسی دفتر کے آدمی ہونگے انکی تنخواہوں میں سے تین برس کے اندر دیت وصول کر لیجائے اگر تین برس سے زیادہ میں یا کم میں تنخواہوں سے وصول ہو تو اسی حساب سے لیجائے اور اگر قاتل اہل دفتر میں سے نہیں ہے تو اُس کے عاقلہ اُسکے قبیلہ کے آدمی ہیں اُنسے قسط وار تین برس کے اندر دیت وصول کر لیجائے ایک آدمی پر چار درہم سے زیادہ نہ کیا جائے ہر سال ایک درہم اور دو دانق لینے چاہئیں اور چار درہم سے کم ہو سکتے ہیں پس اگر اتنا بڑا قبیلہ نہ ہو کہ چار چار درہم پڑ کر دیت پوری ہو جائے تو ایک اور ایسے قبیلہ کے لوگوں کو شریک کر لیں جو انکے بہت ہی قریب کے قرابتدار ہوں اور قاتل بھی عاقلہ میں شمار ہوگا اور دیت

ادا کرنیمیں مثل ایک عاقلہ کے ہوگا اور آزاد شدہ غلام کے عاقلہ اسکے آقا کے قبیلہ کے لوگ ہیں اور مولی موالاۃ کی طرف سے اسکا مولی (یعنی جسکے ہاتھ پر وہ مسلمان ہوا ہو) اور اُسکی برادری کے آدمی دیت دیں دیت بیسویں حصّہ سے کم عاقلہ پر واجب نہیں ہوتی ف یعنی اگر کسی نے کوئی ایسا قصور کیا ہے کہ اسمیں پوری دیت کا بیسواں حصّہ بھی واجب نہیں ہے تو یہ دیت عاقلہ پر نہ ہوگی ترجمہ اگر بیسواں حصّہ یا اس سے زیادہ ہو تو وہ عاقلہ پر واجب ہوتی ہے اور اگر اس سے کم ہے تو وہ اس قصور کرنیوالے ہی کے ذمّہ ہوتی ہے۔ غلام کے قصور کی دیت عاقلہ پر واجب نہیں ہوتی اور جس قصور کا خود قصور کرنیوالا اقرار کرے اُسکی دیت نہ دیجائے ہاں اگر عاقلہ اسکی تصدیق کرلیں اور نہ وہ دیت دیجائے جو صلح کرنے سے لازم ہو۔ اگر کوئی آزاد خطا سے کسی غلام کا کوئی قصور کردے تو اُسکی دیت اُس قصور کرنے والے کے عاقلہ پر ہوگی۔

کتاب الحدود

سزاؤں کا بیان

ترجمہ زنا گواہی اور اقرار سے ثابت ہوتا ہے اور گواہی اس طرح ہو کہ چار آدمی مرد پر یا عورت پر زنا کی گواہی دیں پھر حاکم انسے پوچھے کہ زنا کیا ہوتا ہے اور کس طرح ہوتا ہے اور زنا کہاں کیا ہے کس وقت کیا ہے کس سے کیا ہے پس جب چاروں گواہ ان امور کو بیان کردیں اور یہ کہیں کہ ہم نے اس مرد کو اس عورت کی فرج میں اسطرح صحبت کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے پھر قاضی ان گواہوں کا خفیہ اور علانیہ لوگوں سے دریافت کرے (کہ یہ کیسے ہیں) جب ہر طرح سے انکی عدالت ثابت ہوجائے تب انکی گواہی کے موافق حکم کردیا جائے اور اقرار (زنا کا) یہ ہے کہ عاقل بالغ آدمی اقرار کرنے والوں کی طرح چار مرتبہ چار مجلسوں میں اپنے اوپر زنا کا اقرار کرے جب وہ اقرار کرے جبھی اُسکے اقرار کو قاضی رد کردے پس جب چار مرتبہ اقرار ہوجائے تب اُس سے قاضی زنا کی کیفیت پوچھے کہ زنا کیا ہوتا ہے کس طرح ہوتا ہے کہاں ہوا ہے کس سے ہوا ہے جب وہ ان سب باتوں کو بیان کردے گا تو اُسپر حد واجب ہوجائیگی پس اگر زانی محصن ہے (محصن کی تفسیر عنقریب متن میں آئیگی) تو اُسے سنگسار کیا جائے یہانتک کہ وہ مرجائے اُسے میدان میں لیجائیں اور سنگسار کرنا گواہوں سے شروع کیا جائے پھر حاکم پھر اور لوگ ف یعنی جب زنا گواہی سے ثابت ہو تو گواہوں کا امتحان لینے کے لئے پہلا پتھر ان ہی سے لگوایا جائے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے مارنے سے انھیں سہم چڑھ جاتا ہے اور وہ گواہی سے پھر جاتے ہیں ترجمہ پس اگر گواہ شروع کرنے سے رُک گئے تو حد ساقط ہوگئی اور اگر زانی نے خود

اقرار کرلیا ہے (اور اُسکے اقرار ہی سے زنا کا ثبوت ہوا ہے) تو پہلا پتھر حاکم مارے پھر اور لوگ اور زانی کو (سنگسار ہو کر مرجانیکے بعد) غسل اور کفن دیا جائے اور اسکے جنازے کی نماز پڑھی جائے۔ اور اگر محصن نہیں ہے اور آزاد ہے تو اسکی حد سو کوڑے ہیں حاکم اُسکے ایسے کوڑے مارنیکا حکم دے کہ جسمیں گرہ نہ ہو اور ضرب متوسط درجہ کی ہو (یعنی نہ بہت زور سے نہ بہت آہستہ سے) اور اُسکے کپڑے اُتار لیئے جائیں اور تمام بدن پر ماریں سوائے سر اور مُنہ اور شرمگاہ کے (کہ ان تینوں عضووں کو بچاویں) اور اگر زانی غلام ہے تو اُسکے اسی طرح پچاس کوڑے لگائے جائیں۔ اگر (زنا کا) اقرار کرنیوالا اپنے اوپر حد قائم ہونے سے پہلے یا درمیان میں اپنے اقرار سے پھر جائے تو یہ اُسکا پھرنا قبول کرلیا اور چھوڑ دیا جائے۔ حاکم کے لیے مستحب ہے کہ (زنا کا) اقرار کرنیوالے کو اقرار سے پھرنیکی تلقین کرے اور اُس سے کہے کہ شاید تو نے اُسے چھُو لیا ہوگا یا پیار لیا ہوگا اور اسمیں مرد و عورت دونوں برابر ہیں (یعنی حد میں اور اقرار سے پھرنیکے قبول ہونے میں) مگر یہ کہ عورت کے کپڑے نہ نکالے جائیں ہاں اگر وہ پوستین یا کوئی روئی دار کپڑا پہنے ہوئے ہو (تو اُسکو اُتار لیا جائے) اگر عورت کو سنگسار کرنے میں اُسکے لیئے ایک گڑھا کھود لیا جائے تو جائز ہے ف کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے غامدیہ کے لئے چھاتی تک گڑھا کھودا تھا عورت کے لیئے گڑھا کھودنا احسن ہے کیونکہ اسمیں عورت کے لیئے پردہ زیادہ ہے یہ گڑھا سینہ تک گہرا کھودا جائے اور مرد کے لیئے نہ کھودا جائے کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماعز کے لئے گڑھا نہیں کھودوایا تھا۔ جوہرہ نیرہ ترجمہ اور آقا اپنے غلام یا اپنی لونڈی پر حاکم کے حکم بغیر حد قایم نہ کرے اور اگر حکم ہونیکے بعد اور سنگسار ہونے سے پہلے ایک گواہ پھر جائے تو ان چاروں گواہوں کے حد (قذف یعنی تہمت کی حد) لگائی جائے اور جسپر انھوں نے (زنا کی) گواہی دی تھی اُس سے سنگساری کا حکم ساقط ہو جائیگا اور اگر سنگسار ہونیکے بعد کوئی گواہ پھرا تو حد (قذف) اس اکیلے پھرنیوالے ہی کے لگائی جائے اور یہ چوتھائی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر (زنا کے) گواہوں کی تعداد چار سے کم ہو (یعنی ایک ہو یا دو ہوں یا تین ہوں تو ان سب کے حد (قذف) لگائی جائے۔ اور زانی کا محصن ہونا یہ ہے کہ وہ آزاد ہو۔ بالغ ہو۔ عاقل ہو۔ مسلمان ہو کسی عورت سے نکاح صحیح کرکے اُس سے صحبت کرچکا ہو اور دخول کے وقت مرد و عورت دونوں میں صفت احصان ہو (اور یہ سات شرطیں ہیں) اور محصن میں کوڑے مارنے اور سنگسار کرنیکو جمع نہ کیا جائے (یعنی اُسے دونوں سزائیں نہ دیجائیں) اور نہ کنوارے میں کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے کو جمع کیا جائے ہاں اگر حاکم اسکے کرنیمیں کوئی مصلحت دیکھے تو (جائز ہے کہ) وہ بقدر مناسبت اُسکو جلاوطن رکھے۔ اگر کسی بیمار نے زنا کیا اور اُسکی سزا

سنگساری ہے تو اُسے سنگسار کر دیا جائے اور اگر اُسکی سزا کوڑے ہیں تو جبتک وہ اچھا نہ ہو جائے اُسکے کوڑے نہ لگائے جائیں (کیونکہ مرنیکا اندیشہ ہے اور اُسمیں مار دینے کا حکم نہیں ہے) - اگر کوئی حاملہ عورت زنا کرائے تو جبتک وہ اپنے حمل کو نہ جن لے اُسپر حد قایم نہ کریں اور اگر اُسکی حد کوڑے ہیں تو جبتک وہ نفاس سے پاک نہ ہو جائے حد نہ لگائیں - اگر زنا کے گواہوں نے زنا پُرانا ہونیکے بعد گواہی دی اور اُنکا حاکم سے دور ہونا انھیں اس کی گواہی دینے سے مانع نہیں ہو (کیونکہ وہ اسی شہر میں موجود تھے) تو انکی گواہی نہ سُنی جائیگی **ف** زنا پرانا ہونے کی حد مہینہ ہے اس سے کم میں پُرانا نہیں ہوتا اور حد قذف اُس سے مستثنےٰ ہے کیونکہ اسمیں حقوق العباد ہے اور حقوق العباد میں پُرانا ہونا کچھ مانع نہیں ہوتا اور اسی لیئے اسکا اقرار کرنیکے بعد اُس سے انکار نہیں ہو سکتا یعنی کوئی پھر نہیں سکتا - رمز الحقایق وغیرہ - **ترجمہ** مگر خاص حد قذف میں - اگر کسی نے غیر عورت سے فرج کے سوا اور کہیں وطی کر لی تو اُسے تعزیر کیجائے **ف** تعزیر سے یہ مراد ہے کہ حاکم جو اُسکی سزا مناسب سمجھے حکم کر دے کیونکہ اُسنے بُرا فعل کیا ہے **ترجمہ** جو شخص اپنے بیٹے یا اپنے پوتے کی لونڈی سے وطی کرے اُسپر حد نہ لگائی جائے اگرچہ وہ خود ہی یہ کہے کہ میں یہ بات جانتا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے - اگر کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں یا اپنی بی بی کی لونڈی سے وطی کرے یا غلام اپنے آقا کی لونڈی سے وطی کرے اور کہے کہ میں جانتا ہوں کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو اسکے حد لگائی جائے اور اگر کہے کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ میرے لیئے حلال ہے تو اُسکے حد نہ لگائی جائے - اگر کوئی اپنے بھائی یا اپنے چچا کی لونڈی سے وطی کرلے اور یہ کہے کہ میں نے اسے اپنے اوپر حلال سمجھی تھی تو اُسکے حد لگائی جائے اگر شب زفاف میں مرد کے پاس غیر عورت کو بھیجدیا جائے اور عورتیں اُس سے کہدیں کہ تیری بی بی یہی ہے اور وہ اس سے صحبت کرلے تو اُس مرد پر حد نہ ہوگی اور مہر واجب ہوگا - اگر کسی نے اپنے بستر پر ایک عورت کو دیکھا اور اُس سے صحبت کر لی (اور یہ نہ دیکھا کہ یہ میری بی بی نہیں ہے) تو اُسپر حد واجب ہے - اگر کسی نے ایسی عورت سے نکاح کر لیا کہ اُس سے نکاح کرنا اُسکو جایز نہ تھا اور پھر اُس سے صحبت بھی کر لی تو اسپر حد واجب نہ ہوگی - اگر کسی نے کسی عورت سے مکروہ جگہ (یعنی دبر میں) وطی کر لی یا قوم لوط کا عمل کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُسپر حد واجب نہیں ہے اسے تعزیر کیجائے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ فعل بھی مثل زنا کے ہے لہذا اسکے کرنیوالے کے حد لگائی جائے - اگر کوئی چوپایہ سے جماع کرے تو اُسپر حد نہیں ہے اگر کوئی شخص دار الحرب میں یا باغیوں کی حکومت میں زنا کر کے پھر ہماری طرف (دار الاسلام میں)

چلا آئے تو اُسپر حد قایم نہ کیجائیگی۔

باب حد الشرب

شراب کی حد کا بیان

ترجمہ اگر کسی نے شراب پی اور (اُسکے مُنھ سے) اُسکی بو آنیکی حالت میں وہ پکڑا گیا پھر گواہوں نے اسپر اسکی گواہی دی یا بو آنے کی حالت میں اُسنے خود ہی اقرار کرلیا تو اسپر حد (لگانی) واجب ہی اور اگر بو جاتے رہنے کے بعد اُسنے اقرار کیا ہے تو حد نہ لگائی جائے ف یہ حکم امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اُسکے حد لگائی جائے اور یہی حکم اُسوقت ہے کہ جب بو جاتے رہنے کے بعد گواہ گواہی دیں۔ ہدایہ جوہرہ نیرہ ترجمہ اگر کسی کو نبیذ (یعنی انگور وغیرہ کا شربت پینے) سے نشہ ہو جائے تو اُسکے حد لگائی جائے۔ ف نشہ ہونیکی قید اسلیئے ہے کہ اگر اُسکے پینے سے نشہ نہ ہو تو حد واجب نہیں ہوتی بخلاف شراب کے کہ اسمیں نشہ ہونے کی قید نہیں ہے بلکہ تھوڑی سی شراب پینے سے بھی حد واجب ہو جاتی ہے اِسکا تھوڑا اور بہت پینا دونوں برابر ہیں۔ جوہرہ نیرہ۔ ترجمہ اگر کسی (کے منہ) سے شراب کی بو آتی ہو یا کوئی شراب کی قے کردے تو اُسپر حد واجب نہیں ہے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ فقط بو آنے سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اسنے اپنے اختیار سے پی ہے احتمال ہے کہ شاید کسی نے زبردستی سے پلادی ہو یا پانی نہ ہونیکی وجہ سے اضطراب کی حالت میں پی لی ہو اور شک ہونیکی حالت میں حد نہیں لگتی۔ حاشیہ ترجمہ اور نشہ والیکے حد نہ لگائی جائے جبتک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اسے نبیذ سے نشہ ہوا ہی اور نبیذ اسنے اپنی خوشی سے پی تھی اور جبتک اُسکا نشہ نہ اُتر جائے حد نہ لگائی جائے شراب اور نشہ کی حد آزاد کے لیئے اسّی کوڑے ہیں اسکے بدن پر متفرق اعضا پر مارے جائیں جیسا کہ زنا کی حد میں ہم بیان کرچکے ہیں اور اگر غلام ہے (یعنی اگر غلام نے شراب پی لی ہی تو اسکی حد چالیس (کوڑے) ہیں اور اگر کوئی شراب اور نشہ پینے کا اقرار کرکے پھر گیا (یعنی پھر انکار کردیا) تو اسکے حد نہ لگائی جائے اور شراب پینے کا ثبوت دو گواہوں کی گواہی یا خود اُسکے ایک دفع اقرار کرنے سے ہوتا ہے اور اسمیں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی نہیں سُنی جاتی۔

باب حد القذف

حد قذف (یعنی تہمت لگانیکی حد کا بیان)

ترجمہ اگر کسی نے محصن مرد پر یا محصنہ عورت پر صریح زنا کی تہمت لگائی اور مقذوف (یعنی جسپے تہمت لگائی ہی

(اسپر) حد لگنے کا خواہاں ہو تو حاکم تہمت لگانے والیکے اسی کوڑے لگوادے اگر وہ آزاد ہو یہ کوڑے اُسکے متفرق اعضا پر لگائے جائیں اور اُسکے کپڑے نہ اُتارے جائیں ہاں اگر پوستین یا کوئی روئدار کپڑا پہنے ہوئے ہو تو اُسکو اُتار لیا جائے اور اگر غلام ہے تو اُسکے چالیس کوڑے لگوائے جائیں اور (یہاں) محصن ہونا یہ ہے کہ جسپر تہمت لگائی ہے وہ آزاد بالغ عاقل مسلمان زنا کے کرنے سے پاک ہو۔ اگر کسی نے کسی کے نسب کی نفی کر دی یعنی (کسی سے) یہ کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے یا یوں کہا کہ اوزانیہ کے بیٹے اور اسکی ماں محصنہ مرچکی ہے پھر اس لڑکے نے (یعنی جسکو یہ کہا تھا) اپنی ماں پر تہمت لگنے کی حد کی درخواست دی تو اس تہمت لگانے والیکے حد لگائی جائے اور مردہ کیطرف سے تہمت کی حد کی درخواست وہی کر سکتا ہے کہ جسکے نسب میں اس تہمت سے فرق پڑتا ہو۔ اگر مقذوف محصن ہے تو اُسکے کافر بیٹے اور غلام کو حد کا مطالبہ کرنا جایز ہے اور غلام کو اپنے آقا سے اپنی آزاد ماں پر تہمت لگانے سے حد کا مطالبہ کرنا جایز نہیں ہے ف اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنے غلام کو یوں کہہ کے پکارا کہ اوزانیہ کے بیٹے اور اس غلام کی ماں آزاد اور محصنہ تھی تو غلام کو یہ جایز نہیں ہے کہ اپنے آقا پر اس تہمت کی حد لگوادے ترجمہ اگر کوئی تہمت کا اقرار کرکے (یعنی تہمت لگا کے) پھر اس سے مُنکر ہو جائے تو اسکا یہ مُنکر ہونا تسلیم نہ کیا جائیگا۔ اگر کوئی عربی کو کہے کہ او بطی تو (اس کہنے سے) اسپر حد نہ آئیگی اگر کوئی کسی سے کہے کہ او آسمانی پانی کے بچے تو یہ تہمت نہ ہوگی اور جب کسی نے کسی کو اُسکے چچا یا ماموں یا اسکی ماں کے شوہر کیطرف منسوب کیا تو یہ تہمت نہیں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کی ملک میں حرام طور پر وطی کر لی تو اسپر تہمت لگانے والیکی حد نہ لگائی جائے (کیونکہ یہ اس حرام وطی کرنے سے محصن نہیں رہا) اور جو عورت کسی بچے کی وجہ سے لعان کر چکی تو اُسپر تہمت لگانے والے کو حد نہ لگائی جائے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ اس عورت میں زنا کی علامت موجود ہے اور وہ بلا باپ کے اس بچہ کا ہونا ہے اسلیئے یہ عورت پاکدامن نہ رہی ترجمہ اور اگر اس عورت سے بغیر بچہ کے لعان ہوا تھا تو اسپر تہمت لگانیوالے کو حد لگائی جائے (کیونکہ زنا کی کوئی علامت نہیں ہے) اگر کوئی شخص کسی لونڈی یا غلام یا کافر پر زنا کی تہمت لگائے یا کسی مسلمان پر زنا کے سوا اور کسی امر کی تہمت لگائے مثلاً یوں کہے کہ او فاسق۔ او کافر۔ او خبیث تو اُسے تعزیر کیجائے (تعزیر کی تفسیر آگے آتی ہے) اور اگر کوئی کہے کہ او گدھے او سور تو اُسے تعزیر نہ کیجائے تعزیر زیادہ سے زیادہ اُنتالیس کوڑوں تک ہے اور کم سے کم اسکے تین کوڑے ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ تعزیر پچھتر کوڑوں تک ہے۔ اگر حاکم تعزیر میں مصلحت دیکھکر کوڑوں کے علاوہ کچھ قید بھی کر دے تو جایز ہے

اور سب سے شدید ضرب تعزیر میں لگائیں پھر حد زنا میں پھر حد شراب میں پھر حد قذف میں اگر حاکم نے کسی کے حد لگائی یا تعزیر کی اور وہ مرگیا تو اُسکا خون معاف ہے۔ اگر کسی مسلمان کے حد قذف لگ گئی تو آیندہ اُسکی گواہی نہ سُنی جائیگی (یعنی وہ گواہی دینے کے قابل نہیں رہتا) اگرچہ وہ توبہ کرلے۔ اگر کسی کافر کے حد قذف لگ چکی تھی پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اسکی گواہی سنی جائے۔

کتاب السرقۃ وقطاع الطریق

چوروں اور ڈاکوؤں کا بیان

ترجمہ جب کوئی عاقل بالغ کسی محفوظ جگہ سے دس درہم چرائے خواہ وہ سکہ دار ہوں یا بے سکہ ہوں یا دس درہم کی کوئی چیز ہو تو اس پر قطع (یعنی اُسکا ہاتھ کاٹنا) واجب ہے اسمیں غلام اور آزاد دونوں برابر ہیں (اور اسی طرح مرد و عورت بھی) اور چور کے ایکدفعہ اقرار کرنے یا دو گواہوں کے گواہی دینے سے قطع واجب ہوجاتا ہے اور اگر ایک چوری میں بہت سے شریک ہوں اور اُنمیں سے ہر ایک کے حصہ میں دس دس درہم آجائیں تو اُن سب کے ہاتھ کاٹنے چاہئیں اور اگر اس سے کم آتے ہوں تو اُنکے ہاتھ نہ کاٹے جائیں اور نہ اُن چیزوں میں کاٹے جائیں جو معمولی دارالاسلام میں مباح ہوں جیسے سوختہ۔ گھاس۔ نرسل مچھلی۔ (پرند) شکار اور نہ اُن چیزوں میں جو جلدی خراب ہوجاتی ہوں جیسے ترمیوے۔ دودھ۔ گوشت۔ خربوزے۔ اور درخت پر لگے ہوئے میوے اور وہ کھیتی جو ابھی (پختہ ہوکے) کٹی نہ ہو اور نہ پینے کی ان چیزوں (کے چرانے) میں جو مستی اور نشہ لانیوالی ہوں اور نہ طنبور (کی چوری) میں اور نہ قرآن شریف کے چرانے میں اگرچہ اُسپر سونے کا کام بنا ہوا ہو۔ ف امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قرآن شریف کے چرانے میں ہاتھ ضرور کاٹا جائے برابر ہے کہ اُسپر سونے کا کام ہو یا نہ ہو اور انہی سے یہ بھی روایت ہے کہ اگر وہ کام دس درہم سے زیادہ کا ہو تو کاٹا جائے ورنہ نہیں کیونکہ وہ کام قرآن شریف میں داخل نہیں ہے لہذا اسکا علیحدہ اعتبار کیا جائیگا اور ظاہر روایت یعنی ہاتھ نہ کٹنے کی دلیل یہ ہے کہ اسکا چرانیوالا یہ تاویل کرسکتا ہے کہ میں پڑھنے اور دیکھنے کے لئے لیتا ہوں دوسری دلیل یہ ہے کہ اسمیں باعتبار حرفوں کے کوئی مالیت نہیں ہے اور حفاظت اسکی اسی وجہ سے کیجاتی ہے نہ کہ جلد اور اوراق اور اس کام کی وجہ سے کیونکہ یہ تو توابع ہیں توابع کا اعتبار نہیں ہوا کرتا۔ جوہرہ نیرہ وہدایہ ترجمہ اور نہ چاندی سونیکی سلیب (چرانے) میں (کیونکہ اسکے توڑنے اور نیست و نابود کرنے کی شریعت سے اجازت ہے)

اور نہ شطرنج اور نرد کے چرانے میں (کیونکہ یہ دونوں چیزیں کھیل کی ہوتی ہیں) اور نہ اُس کا ہاتھ کاٹا جائے جو چھوٹے سے آزاد بچہ کو چرائے اگرچہ وہ بچہ زیور پہنے ہوئے ہو اور نہ بڑے غلام کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے (کیونکہ یہ چوری نہیں ہے بلکہ غصب ہے یا دھوکا ہے) اور نابالغ غلام کو چرانیوالے کا ہاتھ کاٹا جائے۔ اور سوائے حساب کے دفتر کے اور کسی دفتر کے چرانے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور نہ کتّے۔ چیتے۔ دائرے۔ ڈھول۔ سارنگی کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے اور سال آبنوس صندل (کے چرانے) میں ہاتھ کاٹا جائے اور جب بانس کے برتن بنائے جائیں یا چوکھٹیں بنالی جائیں تو ان (کے چرانے) میں ہاتھ کاٹا جائے اور خیانت کرنے والے یا خیانت کرنیوالی عورت اور کفن کھسوٹ اور لٹیرے اور اُچکّے کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ اگر کوئی بیت المال سے کچھ چرائے یا چور کے ایسے مال میں سے چرائے جو مشترکہ ہو تو اسپر بھی قطع نہیں ہے

ف بیت المال سے چرانے میں قطع نہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ وہ مال سب مسلمانوں کا ہے اور یہ چور بھی انمیں داخل ہے لیکن یہ حکم اسی صورت میں ہے کہ چور مسلمان ہو اور چور کے مال میں قطع نہ ہونیکی یہ وجہ ہو کہ بعض مال مین اسکی ملک ثابت ہونیمین شبہ ہے اور حد شبہ سے جاتی رہتی ہے

ترجمہ اگر کوئی اپنے والدین یا اپنے بیٹے یا اپنے ذی رحم محرم کا کچھ چرائے تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اسی طرح اگر شوہر اپنی بی بی کا اور بی بی اپنے شوہر کا یا غلام یا لونڈی اپنے آقا مرد کا یا اپنی آقا عورت کا یا اپنی آقا کے شوہر کا یا آقا اپنے مکاتب کا کچھ چرائے تو اُس کا ہاتھ بھی نہ کاٹا جائے اور اسی طرح اس چور کا جو غنیمت (کے مال) میں سے چرائے اور محفوظ ہونا دو قسم پر ہے ایک یہ کہ وہ جگہ ہی حفاظت کی ہو مثلاً کوٹھریاں اور دالان دوسرے یہ کہ محافظ سے حفاظت کرائی جائے پس جو شخص ایسے مکان میں سے چرائے یا اسباب وغیرہ مکان میں نہ تھا بلکہ اُسکا مالک وغیرہ اُسکے پاس بیٹھا اسکی حفاظت کر رہا تھا اور پھر کسی نے چرا لیا تو ایسے چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے اور جو شخص حمام میں سے یا ایسے مکان میں سے کوئی چیز چرائے جسمیں لوگوں کو جانیکی اجازت ہو تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اگر کسی نے مسجد میں سے کچھ اسباب چرا لیا اور اس اسباب کا مالک وہیں تھا تو اُس چور کا ہاتھ کاٹا جائے (کیونکہ محافظ موجود ہونے کی وجہ سے وہ اسباب محفوظ ہے) اگر کوئی مہمان اپنے میزبان کی کوئی چیز چرائے تو اس مہمان کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اگر کوئی چور مکان میں نقب لگا کے اندر چلا گیا اور وہاں سے مال لیکے دوسرے چور کو دیدیا جو اُس مکان سے باہر تھا (اور خود لیکر نہیں نکلا) تو ان دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں اور اگر اسنے وہاں سے مال نکال کے

راستہ میں ڈالدیا اور پھر نکل کے خود ہی اُٹھالیا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائے اور اسی طرح اُس چور کا ہاتھ بھی کاٹا جائے جو مال کو گدھے پر لاد کے خود ہی اُسے باہر ہانک لائے اور اگر کسی مکان میں بہت سے چور گھس گئے اور وہاں سے مال (سب نے نہیں لیا بلکہ) بعض نے لیا تو اس صورت میں اُن سب کے ہاتھ کاٹے جائیں ف یہ استحسان ہے اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ ہاتھ اسی کا کاٹے کہ جتنے مال لیا ہے امام زفر رحمہ اللہ کا قول یہی ہے کیونکہ مال اُسی نے نکالا ہے لہذا چوری اسی کے حق میں ثابت ہوئی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ چور چونکہ آپس میں ایک دوسرے کے معاون ہیں لہذا درحقیقت نکالنے میں یہ سب شامل ہیں جیسا کہ رہزنوں کا حکم ہے کہ اگر بہت سے رہزنوں میں سے ایک آدمی خون وغیرہ کرکے مال چھین لیا جائے تو حدان سب پر لگانی واجب ہوتی ہے دوسرے چوروں میں یہ بات ٹھیری ہوئی ہوتی ہے کہ انمیں سے ایک مال نکالتا ہے اور باقی کھڑے اُسکی حفاظت کیا کرتے ہیں تاکہ مالک مکان وغیرہ آکر اُسے پکڑ نہ لے اسلئے یہ سب ایک ہی حکم میں ہیں۔ ہدایہ ترجمہ اگر کسی چور نے مکان میں نقب لگائی اور اُسمیں سے ہاتھ ڈالکر کوئی چیز نکال لی تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اگر کسی نے صراف کے صندوقچہ یا کسی کی جیب میں ہاتھ ڈال کے کچھ روپیہ نکال لیا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائے (چوری کرنے پر) چور کا داہنا ہاتھ پہنچے سے کاٹ کے اُسے داغ دیدیا جائے (تاکہ خون بند ہوجائے) اور اگر وہ دوبارہ چوری کرے تو بایاں پیر کاٹ دیا جائے پھر اگر تیسری دفعہ بھی کرے تو اب اور عضو نہ کاٹا جائے بلکہ اسے قید میں ڈالدیں یہانتک کہ وہ (چوری کرنے سے) توبہ کرے اور اگر چور کا بایاں ہاتھ شل ہو اسے یا کٹا ہوا ہے یا داہنا پیر کٹا ہوا ہے تو اُسکا اور ہاتھ پیر نہ کاٹا جائے اور چور کا اُسوقت تک ہاتھ نہ کاٹا جائے کہ جبکا مال چُرایا ہے وہ خود آکر چوری کا دعوٰی نہ کرے پس اگر اُسنے یہ مال اس چور کو ہبہ کردیا یا اسکے ہاتھ بیچدیا یا اس مال کی قیمت (چوری کے) نصاب سے کم ہوگئی تو اب اس چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اگر کسی نے ایک چیز چُرائی اور اُسکی سزا میں اسکا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ چیز اُس سے لیلی پھر اسنے وہی چیز دوبارہ چُرالی اور چیز اُسی طرح موجود ہے تو اب اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اگر وہ چیز اس حال سے بدل گئی ہے تو ہاتھ کاٹنا چاہیئے مثلاً کسی نے سوت چُرایا اور اُسکی سزا میں اسکا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ سوت واپس لیکر اسکا کپڑا بنوالیا اس چور نے اُسے پھر چُرالیا تو اب اسکا ہاتھ کاٹا جائے اور جب چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ اُسکے پاس چیز موجود ہے تو اُس سے لیکر مالک کو دیدی جائے اور اگر تلف ہوگئی ہے تو اُس سے تاوان نہ لیا جائے اور جب کسی چور نے یہ دعوٰی کیا

کہ اس چوری کی چیز کا مالک میں ہی ہوں تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اگرچہ اُسنے گواہ پیش نہ کئے ہوں اور اگر بہت سے آدمی راستہ روکنے والے نکلے یا ایک ہی آدمی ایسا نکلا کہ وہ اکیلا راستہ روک سکتا تھا اور اُنھوں نے رہزنی کا قصد کرلیا پھر وہ کسی کا مال چھیننے یا کوئی خون کرنے سے پہلے ہی سب کے سب پکڑے گئے تو حاکم اُنہیں قید کردے یہانتک کہ وہ توبہ کرلیں اور اگر اُنھوں نے کسی مسلمان یا ذمی کا مال چھین لیا ہے اور وہ مال اتنا ہو کہ اگر اُسے ان سب پر تقسیم کریں تو انمیں سے ہر ایک کے حصّہ میں دس دس درہم یا اس سے زیادہ آسکتا ہے یا ایسی چیز آسکتی ہے جو قیمت میں دس درہم کی ہے تو حاکم ان سب کے ہاتھ پیر خلاف سے کاٹ دے (یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پیر) اور اگر انھوں نے کوئی خون کردیا ہے اور مال نہیں چھینا تو حاکم سیاسۃً ان سب کو قتل کرادے اگر اس مقتول کے وارث انھیں اپنا خون معاف کریں تو اُنکے معاف کرنے کی طرف التفات نہ کیا جائے ف انکے معاف کرنے کی طرف التفات نہ کرنیکی یہ وجہ ہے کہ یہ حق اللہ ہے اور اللہ کے حقوق اور حدود معاف کرنا جایز نہیں ہے۔ حاشیہ ترجمہ اور اگر انھوں نے خون بھی کردیا ہے اور مال بھی لوٹا ہے تو حاکم (وقت) کو اختیار ہے چاہے اُنکے ہاتھ پیر خلاف سے کاٹ کے انھیں قتل کردے یا سولی دیدے یا فقط قتل ہی کردے یا قتل کرنیکے بعد سولی دیدے یا زندوں کو سولی دیدے اور نیزہ سے اُنکے پیٹ چیرے یہانتک کہ وہ مرجائیں اور تین روز سے زیادہ سولی پر نہ رکھے (کیونکہ تین روز گذرنے کے بعد انکی بدبو سے لوگوں کو تکلیف ہوگی) اور اگر انمیں کوئی نابالغ لڑکا یا دیوانا ہے یا جسکی وجہ سے اُنکے ہاتھ پیر کٹتے ہیں اسکا ذی رحم محرم ہے تو اس صورت میں ان سب سے حد ساقط ہوجائیگی اور قتل کرنا وارثوں کے اختیار میں ہوگا وہ چاہیں قتل کریں اور چاہیں معاف کردیں اور اگر خون انمیں سے ایک ہی آدمی نے کیا تھا تو تب بھی قتل ان سب پر جاری ہوگا۔

کتاب الاشربۃ

شرابوں کا بیان

ترجمہ حرام شرابیں چار ہیں ایک خمر اور یہ انگور کے شیرہ کا نام ہے کہ جب وہ (رکھا ہی رکھا) خوب جوش مارنے لگے اُسمیں تیزی آکر جھاگ اُٹھ آئیں۔ دوسری شراب عصیر ہے کہ جب وہ اسقدر پکایا جائے کہ اُسمیں سے دو حصّے جل جائیں (اور ایک حصّہ رہ جائے) تیسری شراب نقیع تمر اور چوتھی نقیع زبیب ہے کہ جب وہ خوب جوش مارنے لگیں اور انمیں تیزی آجائے اور تمر اور زبیب کے نبیذ (یعنی شربت)

کو اگر تھوڑا سا پکایا جائے تو وہ حلال ہے اگرچہ اسمیں تیزی آجائے لیکن اسی وقت اسمیں سے اتنا پیئے جسمیں غالب گمان یہ ہو کہ اُس سے نشہ نہ ہو اور نہ لہو ولعب اور شادمانی کی غرض سے پیئے اور خلیطین میں کوئی حرج نہیں ہے ف خلیطین اُسکو کہتے ہیں کہ چھوہارے اور منقے کو ملا کر پانی میں تھوڑا سا جوش دیں اور پھر چھوڑ دیں یہانتک کہ اسمیں تیزی آجائے غایۃ البیان میں اسی طرح ہے اور بعض نقہانے اسمیں یہ تفصیل بھی کی ہے کہ اگر نشہ آور نہ ہو تو جایز ہے اور اگر نشہ لائے تو جایز نہیں ہے ترجمہ۔ شہد انجیر۔ گیہوں۔ جو۔ جوار کا نبیذ حلال ہے اگرچہ جوش نہ دیا ہو۔ انگور کے شیرہ کو جب اتنا پکایا جائے کہ اسمیں سے دو حصے جلجائے (اور ایک حصہ رہجائے) تو وہ حلال ہے اگرچہ اسمیں تیزی آجائے۔ کدو کی تونبی اور سبز روغن والی ٹھلیا اور رال کا روغن کی ہوئی ٹھلیا اور کھدی ہوئی لکڑی کے اندر نبیذ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب شراب سرکہ ہوجائے تو اُسکا پینا کھانا جایز ہے برابر ہے کہ وہ خود ہی سرکہ ہوگئی ہو یا کسی چیز کے ڈالنے سے ہوگئی ہو اور شراب کا سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے (امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے)۔

کتاب الصید والذبائح

شکار اور ذبیحوں کا بیان

ترجمہ تعلیم یافتہ کتے اور چیتے اور باز سے شکار کرنا جایز ہے اور اُنکے سوا اور تعلیم یافتہ پرند جانوروں سے بھی (جیسے شاہین شکرا باسق) اور کتے کے تعلیم یافتہ ہوجانیکی یہ علامت ہے کہ وہ تین دفعہ شکار پکڑے اور خود نہ کھائے اور باز کا تعلیم یافتہ ہونا یہ ہے کہ بُلاتے ہی آجائے (اسمیں اُسکے خود نہ کھانے کی قید نہیں ہے) پس اگر کسی نے اپنا تعلیم یافتہ کتا یا باز یا شکرا شکار پر چھوڑا اور چھوڑتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ لیا اور اُسنے شکار کو پکڑ کے زخمی کر دیا جس سے وہ شکار مرگیا تو اُس شکار کا کھانا حلال ہے اور اگر کتے یا چیتے نے اسمیں سے کچھ کھا لیا (اور وہ مرگیا) تو اُس شکار کو کھانا نہ چاہیئے اور اگر باز (وغیرہ) نے کھا لیا ہے تو اُسکا کھانا جایز ہے ف پہلے شکار کا کھانا ناجایز ہونیکی یہی وجہ ہے کہ جب کتے اور چیتے نے اُسمیں سے کھا لیا تو معلوم ہوا کہ یہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں لہذا انکا مارا ہوا جایز نہیں ہے اور باز یا شکرے وغیرہ کے تعلیم یافتہ ہونمیں چونکہ یہ شرط نہیں ہے لہذا انکے کھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر انکے کھانے سے شکار مرجائے تو اُسکا کھانا جایز ہے ترجمہ اگر کتے وغیرہ کو (شکار پر) چھوڑنے والا شکار کو زندہ پائے تو اُس شکار کو ذبح کر لینا اسپر واجب ہے اگر اُسنے ذبح نہ کیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اسکا کھانا

جایز نہیں ہے اگر کتا شکار کو پکڑ کے مار ڈالے اور زخمی نہ کرے تو اُسکا کھانا جایز نہیں ہے (کیونکہ ظاہر روایت کے مطابق زخمی کرنا شرط ہے) اگر تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ کوئی غیر تعلیم یافتہ کتا یا کسی مجوسی کا کتا یا ایسا کتا شامل ہو جائے جسکے چھوڑتے وقت (قصداً) بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو تو اُس شکار کا کھانا جایز نہیں ہے اگر کسی نے شکار کے تیر مارا اور مارتے وقت بسم اللہ پڑھ لی تو اگر وہ شکار اس تیر سے زخمی ہو کے مر جائے تو اسکا کھانا جایز ہے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ شکار تیر ہی کے لگنے اور زخمی ہونے سے ذبح کے حکم میں ہو جائیگا کیونکہ تیر بھی ذبح کرنیکا ایک آلہ ہے اِسی لئے تیر مارتے وقت بسم اللہ پڑھ لینا شرط ہے۔ حاشیہ ترجمہ اور اگر اُسے زندہ پالیا تو ذبح کرلے اور اگر ذبح نہ کیا (یہانتک کہ وہ مرگیا) تو اُسکا کھانا جایز نہیں ہے اور جب تیر شکار کے جا لگا اور وہ زخمی ہو کر شکاری کی نظروں سے غائب ہو گیا لیکن یہ برابر ڈھونڈتا پھرتا رہا یہانتک کہ پھر وہ مرا ہوا ملا تو اُسکا کھانا جایز ہے اور اگر یہ اُسکو تلاش کرنے سے بیٹھ رہا تھا اور پھر وہ مرا ہوا ملگیا تو اُسکا کھانا جایز نہیں ہے۔ اگر کسی شکار کے تیر مارا اور وہ (تیر کھاکے) پانی میں گر گیا (اور مرگیا) تو اُسکا کھانا جایز نہیں ہے (کیونکہ احتمال ہے کہ شاید پانی میں ڈوب کے مرگیا ہو تیر کے زخم سے نہ مرا ہو) اور اگر پہلے زمین پر زندہ گر کے مرگیا ہے تو کھانا جایز ہے اگر کسی نے بے بھال کا تیر لاٹھی کیطرح کسی شکار کے مارا اور وہ مرگیا تو اُسکا کھانا جایز نہیں ہے اور اگر اُس سے زخمی (ہو کے مر) گیا ہے تو کھانا جایز ہے اور غلّہ مارنے سے جب کوئی جانور مرجائے تو اُسکا کھانا جایز نہیں ہے اگر کسی نے شکار کے تیر مارا جس سے اُسکا کوئی عضو کٹ گیا تو وہ شکار کھانا جایز ہے اور وہ عضو کھانا جایز نہیں ہے اور اگر اسکے تین ٹکڑے ہو گئے ہیں اور زیادہ حصہ دم کیطرف ہے تو سارے کو کھانا جایز ہے اور اگر زیادہ حصہ سر کی طرف ہے تو اُس زیادہ حصہ کو کھانا جایز ہے (اور کم کو کھانا جایز نہیں ہے) اور آتش پرست اور مرتد اور بُت پرست کا (ذبح کیا ہوا) شکار کھانا جایز نہیں ہے (کیونکہ انکا ذبح کیا ہوا ذبح میں نہیں شمار ہوتا) اگر کسی شکاری نے شکار کے تیر مارا وہ تیر لگ گیا مگر کاری نہیں لگا پھر دوسرے نے تیر مارا اور اُس سے وہ شکار مرگیا تو یہ شکار دوسرے شکاری کا ہے اسے کھانا جایز ہے اور اگر پہلے شکاری کا تیر کاری لگ گیا تھا اور پھر دوسرے نے مارا۔ جس سے وہ بالکل ہی مرگیا تو یہ شکار پہلے شکاری کا ہے اور اُسے کھانا جایز نہیں ہے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے شکاری کا تیر اُسکے کاری لگ گیا تھا تو وہ اپنے اختیار سے اُسکے ذبح کرنے پر قادر تھا کیونکہ کاری لگنے سے یہی مراد ہے کہ وہ جانور اُڑ نہ سکے اسلیئے اُسکا ذبح کرنا اسپر واجب تھا اور جب اُسنے اُسے ذبح نہ کیا تو دوسرے شکاری نے اُسے ویسے ہی مار ڈالا اسلیئے یہ مردار ہو گیا۔ رمز الحقائق میں اسی طرح ہے اور جوہرہ

میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب پہلے شکاری کا تیر ایسا لگا ہو کہ وہ شکار اسکے لگنے سے زندہ رہ سکتا ہو کیونکہ اُسوقت اس شکار کا مرنا اس دوسرے شکاری کیطرف منسوب ہوگا کہ اُسی نے مارا ہے لیکن اگر پہلا ہی تیر ایسا لگ گیا ہے کہ اُس سے زندہ نہیں رہ سکتا یعنی فقط اتنی ہی جان رہتی ہے کہ جتنی مذبوح میں رہا کرتی ہے تو وہ حلال ہے کیونکہ اُسوقت اُسکا مرنا دوسرے کے تیر کیطرف منسوب نہ ہوگا اسلیئے کہ اسکا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں ترجمہ اور دوسرا شکاری پہلے کے لئے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا سوائے اسکے جو زخمی ہونے سے اسمیں نقص آگیا ہے۔ جن حیوانوں کا گوشت کھایا جاتا ہے اور جنکا نہیں کھایا جاتا شکار دونوں کا کرنا جایز ہے۔ مسلمان اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) کا ذبح کیا ہوا حلال ہے اور مرتد آتش پرست بت پرست محرم کا ذبح کیا ہوا درست نہیں ہے اگر کسی ذبح کرنیوالے نے بسم اللہ واللہ اکبر کہنا قصداً چھوڑ دیا تھا تو وہ ذبیحہ مردار ہے اور اگر کوئی بھول گیا ہے تو حلال ہے ذبح حلق اور سینہ کے درمیان میں ہونا چاہئے اور وہ رگیں جو ذبح میں کاٹی جاتی ہیں (یعنی جنکا کاٹنا واجب ہے) چار ہیں حلقوم۔ (یعنی سانس کے آنے جانے کی رگ) مُری (یعنی کھانا پینا جانے کی رگ) دو اجان (یعنی دونوں شہ رگیں جو خون کا مجرٰی ہیں) اگر ان چاروں کو کاٹ دیا تو اُس جانور کا کھانا حلال ہے اور اگر انمیں سے اکثر کو (یعنی تین کو) کاٹ دیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تب بھی یہی حکم ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ کا کاٹنا ضروری ہے اور (دھاردار) کھپچی اور پتھر سے اور ایسی سب چیزوں سے جو خون جاری کردیں ذبح کرنا درست ہے سوائے اس دانت اور ناخن کے جو بدن میں لگے ہوئے ہوں (کہ انسے ذبح کیا ہوا مردار ہوتا ہے) اور مستحب ہے کہ ذبح کرنیوالا پہلے اپنی چھری کو خوب تیز کرلے۔ اگر کوئی شخص چھری کو حرام مغز تک پہونچا دے اور سر کو جدا کردے تو ایسا کرنا اُسکو مکروہ ہے اور اُسکا ذبیحہ کھانا جایز ہے اگر کسی نے بکری (وغیرہ) کو گُدی کیطرف سے ذبح کیا پس اگر وہ اتنی دیر زندہ رہی کہ اُسنے اُسکی رگیں کاٹ دیں تو اُسکا کھانا جایز ہے لیکن مکروہ ہے (کیونکہ اس طرح ذبح کرنا سنت کے خلاف ہے) اور اگر وہ رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی مرگئی تو اُسکا کھانا جایز نہیں ہے اور جو شکار مانوس ہوجائے (یعنی پلا ہوا ہو) تو اُسکی زکوٰۃ ذبح کرنا ہے اور جو اونٹ وحشی (یعنی جنگلی) ہوجائے تو اُسکی زکوٰۃ نیزے مارنا اور زخمی کر (کے اسے مار دے) نا ہے فتاوٰی جوہرہ میں لکھا ہے کہ اصل اس بارے میں یہ ہے کہ ذکاۃ کی دو قسمیں ہیں اختیاری۔ اضطراری اور جبتک اختیاری ذکاۃ کی قدرت ہو تو اضطراری جایز نہیں ہے اور جب وہ نہ ہوسکے تو اضطراری

جایز ہے اور اختیاری تو سینہ اور دونوں جبڑوں کے درمیان میں ہوتی ہے یعنی اُنکے درمیان سے گلا کاٹ دیا جائے اور اضطراری نیزہ مارنا زخمی کرنا خون جاری کر دینا ہے ترجمہ اونٹوں میں مستحب نحر کرنا ہے (یعنی اُنکے سینہ کو نیزے سے چیر دینا) اور اگر انھیں ذبح کر لیا تب بھی جایز ہے لیکن مکروہ ہے (یعنی یہ فعل مکروہ ہے نہ کہ وہ مذبوح مکروہ ہے) اور گائے بکریوں میں مستحب ذبح کرنا ہے اگر کسی نے انھیں نحر کر لیا تب بھی جایز ہے مگر مع الکراہت ف جایز ہونیکی دلیل تو یہ ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا انھر الدم بما شئت یعنی تم جس چیز سے چاہو خون نکالدو۔ اور کراہت ہونیکی یہ وجہ ہے کہ یہ فعل سنت متواترہ کے خلاف ہے۔ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ۔ ترجمہ اگر کسی نے اونٹنی کو نحر کیا یا گائے یا بکری کو ذبح کیا اور اسکے پیٹ میں سے مرا ہوا بچہ نکلا تو اُسکو کھانا جایز نہیں ہے برابر ہے کہ اُسکے جسم پر بال ہوں یا نہ ہوں۔ اور درندوں میں جنکے کچلیاں ہوں اُنکا کھانا جایز نہیں ہے اور نہ اُن پرندوں کا کہ جو پنجے سے شکار کرتے ہیں اور کھیتی کے کوّے کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے ف کیونکہ یہ کوّا اناج کھاتا ہے نجاست نہیں کھاتا اور نہ یہ پرند شکاریوں میں سے ہے۔ کذا فی الہدایۃ۔ ترجمہ ابقع کوّے کو کھانا جایز نہیں ہے جو نجاست کھاتا ہے اور بجّو اور گوہ اور کل حشرات ارض (جیسے چوہے وغیرہ) کا کھانا مکروہ ہے اور بستی میں رہنے والے گدھوں اور خچروں کو کھانا جایز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا بھی مکروہ ہے اور خرگوش کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب کسی نے ایسے جانور کو ذبح کر لیا کہ جسکا گوشت نہیں کھایا جاتا تو اسکی کھال اور گوشت پاک ہو جاتے ہیں سوائے آدمی اور سور کے کہ ذبح کرنا ان دونوں میں کچھ اثر نہیں کرتا ف آدمی کی کھال وغیرہ کا ناپاک ہونا تو اسکی عزت اور شرافت کیوجہ سے ہے اور سور کی کھال وغیرہ کا ناپاک ہونا اسکے نجس ہی ہونیکی وجہ سے ہے کہ وہ پاک کرنے سے بھی ہرگز پاک نہیں ہو سکتا ترجمہ اور دریائی جانوروں میں سے سوائے مچھلی کے اور کسی حیوان کا کھانا درست نہیں ہے اور جو مچھلی خود مرکے پانی پر تیرنے لگے اُسکا کھانا بھی مکروہ ہے اور جریث (جو ایک قسم کی مچھلی ہے) اور بام مچھلی کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ٹڈی کو کھانا جایز ہے اور اسمیں ذبح کرنا نہیں ہے (یعنی اُسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسے کہ مچھلی کو۔

کتاب الاضحیۃ

قربانی کا بیان

ترجمہ قربانی ایسے ہر آدمی پر واجب ہے جو آزاد ہو (یعنی غلام نہ ہو) مسلمان ہو مقیم ہو (مسافر نہ ہو) مالدار ہو

ایسا آدمی اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچّوں کیطرف سے بقرعید کے روز قربانی کرے ف چھوٹے بچوں کیطرف سے قربانی کرنے کو امام حسن نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اور ظاہر روایت میں یہ ہے کہ ہر آدمی پر اپنی ہی طرف سے کرنی واجب ہے اور کسی کیطرف سے کرنی واجب نہیں ہے اور فتوے اسی پر ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضیخاں میں اسکی تصریح کی ہے۔ حاشیہ ترجمہ ہر آدمی کیطرف سے ایک بکری ذبح کیجائے یا سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ یا ایک گائے اور فقیر اور مسافر پر قربانی نہیں ہے اور بقرعید کے روز قربانی کا وقت طلوع فجر سے شروع ہوجاتا ہے لیکن شہر والوں کو اُسوقت تک قربانی کرنی جایز نہیں ہے کہ جبتک امام عید کی نماز نہ پڑھ لے ہاں گاؤں والے طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کرلیں اور قربانی تین روز تک جایز ہے ایک بقرعید کے روز اور دو روز اسکے بعد (یعنی بارہویں کی شام تک) اور اندھے کانے اور ایسے لنگڑے جانوروں کی قربانی نہ کیجائے کہ جو ذبح تک نہ جاسکیں اور نہ دُبلوں کی اور نہ ایسے جانوروں کی جایز ہے جنکے کان اور دم کٹی ہوئی ہو اور نہ اُنکی جنکے آدھے سے زیادہ کان یا آدھی سے زیادہ دُم کٹی ہوئی ہو اور کان اور دم آدھی سے زیادہ باقی ہے تو (اُسکی قربانی) جایز ہے اور بے سینگوں اور خصی اور خارشتی اور دیوانے جانوروں کی قربانی جایز ہے۔ قربانی اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ (تین) کی ہوتی ہے اور ان سب میں سے ثنی یا اس سے زیادہ عمر کا جایز ہے ف ثنی بھیڑ بکریوں میں ایک برس روز کے کو کہتے ہیں اور گائے بیلوں میں دو برس کے کو اور اونٹوں میں پانچ برس کے کو۔ ترجمہ مگر بھیڑوں میں کیونکہ اسکا جذع بھی کافی ہوجاتا ہے ف فقہاء کے نزدیک جذع بھیڑ کے اُس بچہ کو کہتے ہیں جو چھ مہینے کا ہوگیا ہو اور اسمیں اتنی قیدا ور ہے کہ وہ بدن میں ایسا ہو کہ اگر وہ بڑی بھیڑوں میں ملجائے تو پتہ نہ معلوم ہو۔ رمز الحقایق وغیرہ ترجمہ اور (قربانی کرنے والا) قربانی کے گوشت کو خود بھی کھائے اور فقیروں اور مالداروں کو بھی کھلائے اور رکھ بھی چھوڑے اور مستحب یہ ہے کہ ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے (یعنی ایک تہائی تو ضرور ہی کردے) اور اُسکی کھال بھی تصدق دیدے یا (اپنے) گھر میں استعمال کرنیکے لیے اُسکی کوئی چیز بنوالے۔ افضل یہ ہے کہ اگر کوئی اچھی طرح ذبح کرسکتا ہو تو وہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) سے ذبح کرانا مکروہ ہے اور اگر دو آدمیوں نے غلطی ہوگئی اور انمیں سے ہر ایک نے دوسرے کی قربانی کا جانور ذبح کردیا تو دونوں کی قربانی جایز ہوجائیگی اور ان پر تاوان نہ آئیگا۔

کتاب الایمان

قسموں کا بیان

ترجمہ ایمان (یعنی قسمیں) تین طرح پر ہیں یمینِ غموس۔ یمینِ منعقدہ۔ یمینِ لغو۔ یمینِ غموس گذشتہ امر پر جھوٹی کھانے کو

کہتے ہیں جسمیں قصداً جھوٹ بولنا ہو پس اس قسم کا کھانیوالا اِس سے گنہگار ہوتا ہے اور اسمیں سوائے توبہ اور استغفار کے کفارہ نہیں ہے یمین منعقدہ یہ ہے کہ کسی آیندہ امر پر قسم کھائے کہ اسکو کرونگا یا (کہے کہ) نہ کرونگا پس جب وہ اُسمیں حانث ہوگیا (یعنی جس کام کے کرنیکو کہا تھا اُسکو نہ کیا یا جسکے نہ کرنیکو کہا تھا اُسے کرلیا) تو اُسپر (قسم کا) کفارہ لازم ہوجائیگا اور یمین لغو یہ ہے کہ کسی گذشتہ امر پر قسم کھائے اور اُسکا یہ گمان ہو کہ جیسا میں نے کہا ہے یہ اسی طرح ہے اور وہ امر درحقیقت اُسکے خلاف ہے پس اس قسم میں ہمیں امید ہے کہ اسکی وجہ سے اُسکے کھانیوالے سے اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ کریگا اور قسم میں قصداً قسم کھانیوالا اور (کسی کی) زبردستی سے کھانیوالا اور بھول کے کھانیوالا تینوں برابر ہیں اور جس بات پر قسم کھائی ہے اگر اُسکو کسی نے (کسی کی) زبردستی سے یا بھول کے کرلیا تو وہ بھی برابر ہے (یعنی وہ حانث ہوجائیگا) اور قسم اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے یا اُسکے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ مثلاً رحمٰن یا رحیم کے ساتھ یا اُسکی ذاتی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ مثلاً عزۃ اللہ جلال اللہ۔ کبریاء اللہ لیکن اگر کوئی علم اللہ کہے تو یہ قسم نہ ہوگی اور اگر کوئی فعلی صفات میں سے کسی صفت کی قسم کھائے مثلاً غضب اللہ اور سخط اللہ کہے تو اس سے قسم نہ ہوگی اور اگر کسی نے اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کی قسم کھائی مثلاً نبی علیہ السلام کی کھائی یا قرآن شریف کی یا کعبہ کی کھائی تو وہ قسم نہ ہوگی اور قسم قسم کے حرفوں سے ہوتی ہے اور وہ تین ہیں واو مثلاً کوئی کہے واللہ اور ب مثلاً کوئی کہے باللہ اور ت مثلاً کوئی کہے تاللہ اور کبھی یہ حروف مضمر (یعنی پوشیدہ) بھی ہوتے ہیں اور مضمر کے کہنے سے قسم ہوجاتی ہے مثلاً کوئی کہے اللہ لافعلن کذا (اسکے معنے یہ ہیں خدا کی قسم میں ایسا نہ کرونگا) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کسی نے وحق اللہ کہا تو یہ قسم نہ ہوگی ف یہی قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے اور ایک روایت امام ابویوسف سے بھی یہی ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ یہ قسم ہوجائیگی امام عینی لکھتے ہیں کہ مجھے امام ابویوسف ہی کا قول پسند ہے لیکن قہستانی میں محیط سے منقول ہے کہ صحیح پہلا ہی قول ہے ترجمہ جب کسی نے یہ کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں یا کہا میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں یا کہا میں حلف اُٹھاتا ہوں یا میں اللہ کا حلف اُٹھاتا ہوں یا کہا میں گواہ کرتا ہوں یا کہا اللہ کو گواہ کرتا ہوں تو یہ قسم ہوجائیگی اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ وعہد اللہ یا کہا ومیثاق اللہ یا کہا مجھ پر نذر ہے یا مجھ پر اللہ کی نذر ہے تو یہ بھی قسم ہوجائیگی اگر کسی نے یہ کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا مجوسی ہوں یا مشرک ہوں یا کافر ہوں تو یہ بھی قسم ہے اگر کسی نے یوں کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو یا اللہ کا غصہ ہو تو یہ قسم نہ ہوگی اور اسیطرح اگر کسی نے یہ کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں زانی ہوں یا شراب خوار ہوں یا سود خوار ہوں

تو اس سے بھی قسم نہ ہوگی قسم کا کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے اس کفارہ میں وہ کافی ہے جو ظہار (کے کفارہ) میں کافی ہوتا ہے ف یعنی اس کفارہ میں مسلمان لونڈی اور کافر لونڈی اور تھوڑی عمر کی اور زیادہ عمر کی آزاد کردینی کافی ہوجاتی ہے جیسا کہ ظہار کے کفارہ میں۔ حاشیہ ترجمہ اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو کپڑے (بنا کے) پہناوے ہر مسکین کو ایک یا ایک سے زیادہ کپڑا دے اور کپڑے میں ادنیٰ درجہ یہ ہے (یعنی اتنا ضرور ہو) کہ اس سے نماز جائز ہوجائے اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو ایسا کھانا کھلاوے کہ جیسا ظہار کے کفارہ میں کھلایا جاتا ہے اگر کوئی ان تینوں میں سے ایک پر بھی قادر نہ ہو تو وہ لگاتار تین روزے رکھے اگر کسی نے حانث ہونے سے پہلے ہی کفارہ ادا کردیا تو وہ (ہمارے نزدیک) کافی نہ ہوگا۔ اگر کسی نے معصیت پر حلف اٹھالیا مثلاً یوں کہا کہ میں نماز نہ پڑھونگا یا اس سے بات نہ کرونگا یا فلاں آدمی کو قتل کرونگا تو چاہئیے کہ ایسا آدمی خود ہی حانث ہوجائے (یعنی قسم کو توڑ دے) اور اپنی قسم کا کفارہ دیدے اگر کسی کافر نے قسم کھائی اور اسکے بعد کفر ہی کی حالت میں یا مسلمان ہونیکے بعد قسم توڑ دی تو اسپر کفارہ واجب نہیں ہے۔ اگر کسی نے اپنی مملوکہ چیز اپنے اوپر حرام کرلی تو وہ حرام نہ ہوگی پھر اگر یہ اسے مباح سمجھے (یعنی مباح چیز کی طرح اسے اپنے کام میں لائے) تو اسپر قسم کا کفارہ واجب ہے اگر کسی نے یہ کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو یہ قسم کھانے پینے کی چیزوں پر ہوگی (یعنی کھانے پینے کی چیزیں اسپر حرام ہوجائینگی) ہاں اگر وہ (یہ کہتے وقت) اور کسی چیز کی بھی نیت کرلے تو وہ بھی اسمیں آجائیگی) اگر کسی نے کوئی مطلق نذر مان لی تو اسپر اس کا پورا کرنا واجب ہے اور اگر نذر کو کسی شرط پر معلق کردیا پھر وہ شرط پوری ہوگئی تو اب اسپر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے اور مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے رجوع کرلیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جب کسی نے یوں کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میرے اوپر ایک حج ہے یا ایک برس کے روزے ہیں یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ سب صدقہ ہے تو اسمیں ایک قسم کا کفارہ کافی ہوجائیگا اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں نہ جاؤنگا اور پھر وہ خانہ کعبہ میں یا مسجد میں یا گرجے میں یا یہودیوں کے عبادت خانہ میں گیا تو وہ حانث نہیں ہوگا ف وجہ حانث نہ ہونیکی یہ ہے کہ گھر اسے کہتے ہیں جو رہنے کے لئے بنایا گیا ہو اور یہ سب جگہیں اسلئے نہیں بنائی گئیں اور کعبہ اور مسجد کو گھر کہنا مجازاً ہے اور جب کوئی لفظ مطلق بولا جاتا ہے تو اسکے حقیقی معنے مراد لئے جایا کرتے ہیں۔ کذا فی مجمع الانہر۔ ترجمہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں بات نہ کرونگا اور پھر اسنے نماز میں قرآن پڑھا تو وہ حانث نہ ہوگا (کیونکہ نماز میں قرآن شریف پڑھنا بات کرنا نہیں ہے) اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں اس کپڑے کو نہیں پہنونگا حالانکہ اسی کو پہنے ہوئے تھا اور پھر اسی وقت اسے اتار ڈالا تو یہ حانث نہ ہوگا

(یعنی اسوقت اس کپڑے کے اسکے بدن پر ہونیسے اُسکی قسم نہ ٹوٹیگی اور اسیطرح جب کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس جانور پر سوار نہ ہونگا حالانکہ اُسوقت وہ اسپر سوار تھا اور فوراً اُتر گیا تو وہ حانث نہیں ہوا اور اگر کچھ دیر کریگا تو حانث ہوجائیگا اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ جاؤنگا حالانکہ (اس قسم کے وقت) وہ اسی گھر میں تھا تو وہاں بیٹھا رہنے سے وہ حانث نہیں ہوگا یہانتک کہ باہر آکے پھر اندر جائے۔ اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں گھر میں نہ جاؤنگا (اور کسی گھر کو معین نہ کیا اور نہ کسی گھر کی نیت کی) پھر وہ کسی ٹوٹے پھوٹے گھر میں چلا گیا تو وہ حانث نہیں ہوا) **ف** حانث نہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ جب اُسنے گھر کی تعیین نہیں کی تو اُسکی قسم میں وہ گھر معتبر سمجھا جائیگا جو عادۃً رہنے سہنے کے قابل ہو کیونکہ قسمیں عادت ہی پر محمول ہوا کرتی ہیں۔ حاشیہ ترجمہ اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ جاؤنگا پھر اُس گھر کے ٹوٹ پھوٹ جانے اور جنگل ہوجانیکے بعد اسمیں گیا تو وہ حانث ہوجائیگا **ف** وجہ حانث ہونیکی یہ ہے کہ جب اُسنے اُس گھر کی تعیین کردی تو اُسکی قسم اُس گھر کے نام کے ساتھ متعلق ہوگی اور چونکہ اسکا نام یعنی گھر ہونا ابھی باقی ہے اسلیئے اسکی قسم بھی باقی ہے اور عرب میں میدان کو بھی گھر کہتے ہیں اور گھر ترجمہ دار کا ہے **ترجمہ** اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس مکان میں نہ جاؤنگا اور پھر وہ اُسکے گر جانیکے بعد اسمیں گیا تو حانث ہوجائیگا **ف** مکان ترجمہ بیت کا ہے عرب میں بیت اُس مکان کو کہتے ہیں جسمیں آدمی رات کو رہ سکے اور جسکی دیواریں گر جائیں اُسے بیت نہیں کہہ سکتے **ترجمہ** اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں فلاں آدمی کی بی بی سے بات نہ کرونگا پھر اُس فلانے نے اُس عورت کو طلاق دیدی اسکے بعد اس نے اُس سے بات کی تو یہ حانث ہوجائیگا (یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب عورت کیطرف اشارہ کرکے معین کردی ہو) اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں فلاں شخص کے غلام سے بات نہ کرونگا یا فلاں شخص کے گھر میں نہ جاؤنگا اور پھر اس فلانے نے اپنا غلام یا اپنا گھر بیچڈالا بعد اسکے اس غلام سے اُسنے بات کی یا اُس گھر میں گیا تو یہ حانث نہ ہوگا۔ اگر کسی نے اسطرح قسم کھائی کہ میں اس طیلسان والے سے بات نہ کرونگا پھر اُسنے اُس طیلسان کو بیچدیا بعد اسکے اُس سے اُسنے بات کی تو یہ حانث ہوجائیگا اور اسیطرح جب کسی نے یوں قسم کھائی کہ اس جوان سے میں بات نہ کرونگا پھر اُسکے بوڑھا ہوجانیکے بعد اس سے بات کی تو یہ حانث ہوجائیگا اور اگر (کوئی بھیڑ گیا بھن تھی اور) کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ میں اس حمل کا گوشت نہ کھاؤنگا پھر وہ حمل (پیدا ہوکر پورا) مینڈھا ہوگیا اور اُسنے اُسکا گوشت کھایا تو یہ حانث ہوجائیگا (کیونکہ اسکی قسم اسی کے ساتھ متعلق تھی جسکی طرف اُسنے اشارہ کیا تھا) اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس کھجور سے نہ کھاؤنگا تو یہ قسم اُس کھجور کے پھل پر واقع ہوگی **ف** یعنی اگر اسکا

بچھل کھائیگا تو قسم ٹوٹ جائیگی اور اگر اُسکی چھال وغیرہ کھائیگا تو نہیں ٹوٹیگی اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس گدر چھوہارے کو نہیں کھاؤنگا پھر وہ پک گیا اور اُسنے کھالیا تو وہ حانث نہ ہوگا اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں گدر چھوہارہ نہ کھاؤنگا پھر اُسنے پکا ہوا چھوہارہ کھالیا تو وہ حانث نہوگا اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں پکا ہوا چھوہارہ نہ کھاؤنگا پھر اُسنے ایسا چھوہارہ کھالیا جو دم کیطرف سے گدر تھا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ حانث ہوجائیگا۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں گوشت نہ کھاؤنگا پھر اُسنے مچھلی کا گوشت کھالیا تو وہ حانث نہ ہوگا ترجمہ یہ حکم استحسانی ہے اور یہی قول ائمہ ثلثہ کا ہے اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ مچھلی کھانیوالا بھی حانث ہوجائے ایک شاذ روایت امام ابو یوسف رح سے بھی ہے اس قیاس کی وجہ یہ ہے کہ مچھلی کا نام گوشت بھی ہے جیساکہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ومن کل تاکلون لحما طریا یہاں گوشت سے مراد مچھلی ہی ہے اور استحسان کیوجہ یہ ہے کہ قسموں کا دار مدار عرف پر ہے قرآن شریف کے الفاظ پر نہیں ہے دیکھو اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں کسی کا گھر نہ توڑونگا اور پھر اُسنے مکڑی کا گھر توڑدیا تو وہ حانث نہیں ہوتا یا کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں کسی دابہ پر سوار نہ ہونگا اور پھر وہ کسی کافر پر سوار ہوگیا تو وہ حانث نہیں ہوتا اگرچہ قرآن مجید میں کافر کو دابہ کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا ان شر الدواب عند اللہ الذین کفروا اور اسی طرح دریا میں جو جانور ہیں وہ سب مچھلی کے حکم میں ہیں اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں گوشت نہ کھاؤنگا تو مچھلی کے سوا وہ جس جانور کا گوشت کھائیگا حانث ہوجائیگا خواہ وہ حرام ہو یا حلال شوربے دار ہو یا بھنا ہوا ہو کیونکہ انکا نام گوشت ہی ہے۔ کذا فی الہدایہ ف اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں دجلہ سے (پانی) نہ پیونگا اور پھر اُسنے دجلہ کا پانی ایک برتن سے لیکر پی لیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ حانث نہوگا جبتک کہ اُسمیں منھ ڈالکر نہ پیئے اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں دجلہ کا پانی نہ پیونگا اور پھر اُسنے برتن میں لیکر پی لیا تو وہ حانث ہوجائیگا۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں یہ گیہوں نہ کھاؤنگا اور پھر اُسنے ان گیہوؤں کی روٹی کھالی تو وہ حانث نہ ہوگا ترجمہ یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حانث نہ ہوگا جبتک کہ بعینہ ان گیہوؤں ہی کو نہ کھائے اور یہی قول امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا ہے صاحبین کا اسمیں خلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ جیسا ان گیہوؤں کے کھانے سے حانث ہوگا ویسا ہی انکی روٹی کھانے سے بھی حانث ہوجائیگا اور اگر ثابت گیہوں اوبال کے کھائیگا تو بالاتفاق حانث ہوجائیگا۔ کذا فی مجمع الانہر ترجمہ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں آٹا نہ کھاؤنگا اور پھر اُسنے اُس آٹے کی روٹی پکا کے کھالی تو حانث ہوجائیگا اور اگر آٹا ویسے ہی پھانک لیا تو حانث نہوگا ف یہی صحیح ہے کیونکہ عادۃً آٹے کا استعمال اسطرح نہیں ہے کہ اسے

ویسے ہی پھانک لیا جائے اور جس چیز کی حقیقت مستعمل نہ ہو بلکہ مجاز مستعمل ہو تو اسکی قسم کھانی اس مجاز کو بالاجماع شامل ہوتی ہے اور آٹا اسی درجہ میں ہے۔ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ ترجمہ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں فلاں شخص سے بات نہ کرونگا اور پھر اُسنے اُس سے بات کی ایسی آواز سے کہ اگر وہ جاگتا ہوتا تو سُن لیتا مگر وہ سویا ہوا تھا تو یہ حانث ہو جائیگا اور اگر ایسی طرح بات کی ہے کہ اگر وہ جاگتا ہوتا تب بھی نہ سُنتا تو حانث نہ ہوگا) اور اگر کسی نے اسطرح قسم کھائی کہ میں زید سے بغیر اسکی اجازت کے بات نہ کرونگا اور پھر زید نے اسے اجازت دیدی اور اُسے اس اجازت کی خبر نہ ہوئی یہانتک کہ اُسنے زید سے بات کرلی تو یہ حانث ہو جائیگا اگر کسی حاکم نے کسی کو قسم دی کہ شہر میں جو بدمعاش آئے تو مجھے خبر کرنا تو یہ قسم خاص اُسی کے حاکم کے رہنے تک رہیگی (یعنی اُس حاکم کے مرنے یا موقوف ہو جانیکے بعد یہ شخص قسم سے نکل جائیگا) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں فلاں آدمی کے گھوڑے پر سوار نہ ہونگا اور پھر وہ اسکے ماذون غلام کے گھوڑے پر سوار ہو گیا تو حانث نہ ہونگا ف برابر ہے کہ وہ غلام قرضدار ہو یا نہ ہو اور یہ قول امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ حانث ہو جائیگا کیونکہ غلام ماذون کا گھوڑا اصل میں اُسکے آقا ہی کا ہے اگرچہ غلام کیطرف نسب کردیا گیا ہو اسلیئے کہ غلام اور جو چیز غلام کے قبضہ میں ہو وہ سب اُسکے آقا ہی کی ہوتی ہے۔ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ ترجمہ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ بڑونگا پھر وہ اُس مکان کی چھت پر کھڑا ہو گیا یا اُسکی دہلیز میں بڑ گیا تو حانث ہو جائیگا اور اگر وہ اُس (مکان کے) دروازہ کی محراب میں ایسی طرح کھڑا ہو گیا کہ اگر دروازہ بند کیا جائے تو وہ باہر رہے تو حانث نہ ہوگا۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں بُھنا ہوا نہ کھاؤنگا تو یہ قسم فقط گوشت پر ہوگی (کہ بُھنا ہوا گوشت کھانے سے قسم ٹوٹ جائیگی) بیگنوں اور گاجروں پر نہ ہوگی۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں پکا ہوا نہ کھاؤنگا تو یہ قسم پکے ہوئے گوشت پر ہوگی اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں سریاں نہیں کھاؤنگا تو یہ قسم ان سریوں پر ہوگی جو تنوروں میں پکتی اور شہر میں بکتی ہونگی ف مطلب یہ ہے کہ اس قسم میں چڑیا وغیرہ کا سر نہ آئیگا بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قسم گائے اور بکریوں کی سریوں پر ہوگی اور صاحبین کے نزدیک فقط بکریوں کی سریوں پر اور یہ اختلاف باعتبار زمانہ اور مکان کے ہے امام کے زمانہ میں سری سے گائے بکری کی سری مراد ہوتی تھی اور صاحبین کے زمانہ میں خاص بکریوں کی اور اب ہمارے زمانہ میں علی حسب العادت فتوی دیا جاتا ہے۔ کذا فی الہدایۃ وغیرہ ترجمہ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں روٹی نہ کھاؤنگا تو یہ قسم اس اناج کی روٹی پر ہوگی جسکی شہر والے عادۃً روٹی کھاتے ہونگے

پس اگر اُسنے بادام کی روٹی یا عراق میں چاؤلوں کی روٹی کھالی تو وہ حانث نہ ہوگا (کیونکہ بادام کی اور عراق میں چاؤلوں کی روٹی نہیں کھاتے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں خرید وفروخت نہ کرونگا یا کرایہ کا معاملہ نہ کرونگا اور پھر اُسنے یہی کام کرنیکے لئے (اپنی طرف سے) کسی کو وکیل کردیا تو یہ حانث نہ ہوگا ف ہاں اگر اسنے قسم کے وقت اسکی بھی نیت کرلی ہو کہ میں کسی کو وکیل بھی نہ کرونگا کیونکہ ان چیزوں کے حقوق عاقد ہی کے ذمہ ہوتے ہیں آمر سے کچھ تعلق نہیں ہوتا لیکن اگر اسنے اسکی نیت کرلی ہے تو حانث ہوجائیگا کیونکہ اسنے اپنی جان پر خود سختی کی ہے۔ جوہرہ ترجمہ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں زمین پر نہ بیٹھونگا پھر وہ فرش پر یا بوریے پر بیٹھ گیا تو حانث نہ ہونگا (کیونکہ اُسے زمین پر بیٹھنا نہیں کہتے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں تخت پر نہ بیٹھونگا پھر وہ ایسے تخت پر بیٹھ گیا جو فرش پر بچھا ہوا تھا تو وہ حانث ہوجائیگا (کیونکہ یہ تخت ہی پر بیٹھنا شمار کیا جاتا ہے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں بچھونے پر نہ سوؤنگا پھر وہ ایسے بچھونے پر سویا کہ اس پر چادر بچھی ہوئی تھی تو وہ حانث ہوجائیگا (کیونکہ یہ چادر بچھونے کے تابع ہوتی ہے اسلیئے یہ بچھونے ہی پر سونا شمار کیا جائیگا) اور اگر اُس بچھونے پر اُسنے دوسرا بچھونا اور ڈال لیا اور اُسپر سویا تو حانث نہ ہوگا۔ اگر کسی نے قسم کھاکر قسم کے ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ لیا تو وہ قسم نہ رہیگی ف قسم نہ رہنے کی یہ دلیل ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ من حلف علی یمین وقال ان شاء اللہ فقد برء فی یمینہ یعنی جسنے قسم کھاکے انشاء اللہ کہہ لیا وہ اپنی قسم سے بری ہوگیا مگر ہاں اسکا قسم کے متصل ہی ہونا ضروری ہے اور اگر کوئی قسم سے فارغ ہونیکے بعد کہیگا تو وہ قسم سے رجوع کرنا ہوگا اور قسم میں رجوع نہیں ہوا کرتا۔ جوہرہ ترجمہ اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ اگر مجھ سے ہوسکا تو میں ضرور آؤنگا تو یہ قسم اسکے تندرست رہنے پر ہوگی نہ کہ قدرت پر ف تندرست رہنے پر ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر وہ اسکے بعد تندرست رہا اور نہ آیا یا اُسے کوئی ایسا امر پیش آگیا کہ جسکی وجہ سے وہ نہ آسکا تو حانث ہوجائیگا۔ ملتقط من الجوہرہ ترجمہ اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس سے ایک حین تک یا ایک زمانہ تک بات نہ کرونگا یا (حین اور زمان کو معرف باللام کرکے) الحین یا الزمان کہا تو یہ قسم چھ مہینے پر ہوگی۔ ف اگر اسنے چھ مہینے کے بعد بات کرلی تو حانث نہ ہوگا کیونکہ قسم کی مدت ختم ہوجائیگی اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ یہ کہتے وقت اسکی کچھ نیت نہ ہو اور اگر اسنے کچھ دنوں کی نیت کرلی ہے تو حکم اُسکی نیت کے مطابق ہوگا ترجمہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہی حکم دہر کا ہے۔ اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ لا یکلمہ ایامًا تو اُس سے تین دن مراد ہونگے اور اگر ایامًا کی جگہ لا یاما کہا ہے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دس دن مراد ہونگے اور امام ابو یوسف

اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے سات دن مراد ہونگے اور اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں اس سے مہینوں بات نہ کرونگا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے دس مہینے مراد ہونگے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بارہ مہینے مراد ہونگے اگر کسی نے اسطرح قسم کھائی کہ میں ایسا نہ کرونگا تو وہ اس کام کو ہمیشہ کے لئے ترک کردے ترجمہ اسکی وجہ یہ ہے کہ اُسنے نفی پر یعنی نہ کرنے پر قسم کھائی ہے اور نفی کسی زمانہ کیساتھ مخصوص نہیں ہوتی لہذا یہ قسم ہمیشہ پر محمول کیجائیگی۔ حاشیہ ترجمہ اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ میں اس کام کو ضرور کرونگا اور پھر اُسنے ایک دفعہ اُس کام کو کرلیا تو اُسکی قسم پوری ہوجائیگی اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ میری بی بی باہر نہ جائے مگر میری اجازت سے پھر اُسنے ایکدفعہ اُسے اجازت دیدی وہ باہر چلی گئی پھر چلی آئی پھر دوسری دفعہ اُسکی اجازت بغیر ہی باہر چلی گئی تو اسکی قسم ٹوٹ جائیگی اور ہر دفعہ باہر جانے میں اجازت ہونی ضروری ہے اور اگر کسی نے اس طرح کہا تھا کہ تو باہر نہ جانا ہاں اگر ہم اجازت دیدیں پھر اُسنے ایکدفعہ اُسے اجازت دیدی اور اُسکے بعد پھر وہ بغیر اجازت ہی کے باہر چلی گئی تو اُسکی قسم نہ ٹوٹیگی + اگر کسی نے اسطرح قسم کھائی کہ میں صبح کا کھانا نہ کھاؤنگا تو صبح کے کھانے کا وقت طلوع فجر سے لیکر ظہر تک ہے اور شام کے کھانے کا وقت ظہر کی نماز سے لیکر آدھی رات تک ہے اور سحری کا وقت آدھی رات سے لیکر طلوع فجر تک ہے اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ اسکا قرض عنقریب میں ضرور ادا کردونگا تو یہ قسم مہینہ سے کم پر ہوگی (یعنی ایک مہینہ سے کم میں قرض ادا کرنا پڑیگا) اور اگر اسپر قسم کھائی کہ ابھی دیر میں ادا کرونگا تو یہ ایک مہینہ سے زیادہ پر ہوگی (کیونکہ ایک مہینہ سے کم عنقریب میں شمار ہوتا ہے) اگر کسی نے اسطرح قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ رہونگا پھر وہ اکیلا اس گھر سے باہر آگیا اور اپنے بال بچّوں اور اسباب کو وہیں چھوڑ دیا تو اُسکی قسم ٹوٹ جائیگی۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں ضرور آسمان پر جاؤنگا یا اس پتھر کو سونا کردونگا تو اُسکی قسم منعقد ہوجائیگی اور قسم سے فارغ ہونے کے بعد وہ حانث ہوجائیگا۔ اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ فلاں شخص کا قرض میں آج ہی ادا کردونگا اور اُسنے کردیا اور جسکا قرض تھا اُسے اُسمیں کچھ روپے کھوٹے یا کسی اور کے معلوم ہوئے تو قسم کھانیوالا حانث نہ ہوگا اور اگر روپے رانگ کے تھے یا بالکل ہی کھوٹے تھے تو حانث ہوجائیگا اگر کسی نے اسپر قسم کھائی کہ میں اپنا قرض ایک ایک روپیہ کرکے نہ لونگا پھر اُسنے کچھ روپیہ لیا تو وہ حانث نہیں ہوا جبتک کہ سارا قرض تھوڑا تھوڑا کرکے نہ لے

ف مثلاً ایک شخص کے دوسرے کے ذمہ ایک ہزار روپے تھے اور اُسنے قسم کھائی کہ میں ایک ایک روپیہ کرکے نہ لونگا اور پھر اُسنے پانسو لے لئے تو یہ حانث نہ ہوگا جبتک کہ کل روپیہ متفرق نہ لے

ترجمہ اور اگر اُسنے اپنا روپیہ دو دفعہ وزن کرکے لیا اور ان دونوں دفعہ کے درمیان سوائے وزن کرنے کے اور کچھ نہیں کیا تو یہ حانث نہیں ہوا اور نہ یہ متفرق لینا ہے۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں بصرہ ضرور جاؤنگا پھر وہ نہ گیا یہانتک کہ مرگیا تو وہ اپنی زندگی کے آخر سانس میں حانث ہوجائیگا ف اسکی وجہ یہ ہے کہ بصرہ نہ جانیکا تحقق اُسوقت ہوگا اس سے پہلے نہ ہوگا مجمع الانہر میں اسی طرح لکھا ہے۔

کتاب الدعوے

دعوے کا بیان

ترجمہ مدعی وہ ہے کہ اگر وہ جھگڑا نہ کرے تو جھگڑا کرنے میں اُس پر جبر نہ کیا جاے اور مدعا علیہ وہ ہے کہ جسپر جھگڑا کرنے میں جبر کیا جاے اور دعویٰ اُسوقت سُنا جائیگا کہ جب مدعی اُس چیز کی (جسکا وہ مدعی ہے) جنس اور مقدار کو خوب بیان کردے اگر مدعا علیہ کے پاس وہ چیز بعینہٖ موجود ہے تو اُسکو حاضر کرائی جائے تاکہ مدعی دعوے کیوقت اسکی طرف اشارہ کردے (یعنی اتنا قریب لے آئے کہ مدعی اشارہ کرسکے کہ ہاں یہی ہے) اور اگر وہ موجود نہیں ہے تو مدعی اُسکی قیمت بیان کرے اور اگر کسی نے زمین کا دعویٰ کیا ہے تو وہ (دعویٰ میں) اسکی حدود بیان کرے (کہ اتنی ہے اور یہاں سے یہانتک ہے) اور یہ بھی کہے کہ یہ زمین مدعا علیہ کے قبضے میں ہے اور میں اُسے اُس سے لینی چاہتا ہوں اور اگر دعوے کسی حق (یعنی قرض وغیرہ) کا ہے جو دوسرے کے ذمہ ہے تو مدعی (اپنے دعوے میں) یہ بیان کرے کہ مدعا علیہ سے میں اپنا یہ حق لینا چاہتا ہوں پس جب اُس کا دعوے ٹھیک ہوجاے تو اُس دعوے کی بابت قاضی مدعا علیہ سے دریافت کرے اگر وہ اقرار کرے تو اُس کے اقرار ہی پر حکم دیدے (کہ بس یہ ادا کردیا جاے) اور اگر مدعا علیہ انکار کرے تو قاضی مدعی سے گواہ طلب کرے اگر وہ گواہوں کو حاضر کردے تو گواہ سُنکر حکم کردے اور اگر وہ گواہ نہ لاسکے اور مدعا علیہ سے قسم لینے کی درخواست کرے تو اِس دعوے پر قاضی اُس سے قسم لیلے اور اگر مدعی کہے کہ میرے گواہ تو حاضر ہیں مگر میں مدعا علیہ سے قسم چاہتا ہوں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک (اس صورت میں) مدعا علیہ سے قسم نہ لیجاے اور نہ مدعی کو قسم دیجاے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر حدیث بیہقی نے ابن عباس سے نقل کی ہے اِس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خصمین میں حضور نے تقسیم فرمادی ہے وہ یہ کہ مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنے ہیں اور مدعا علیہ کے ذمہ قسم ہے اگر وہ مدعی کے حق کا منکر ہو اور تقسیم شرکت کے منافی ہے لہذا اسکے خلاف نہ کیا جائیگا ترجمہ ملک مطلق میں صاحب قبضہ

کے گواہ قبول نہ کیے جائینگے ف ملک مطلق سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کے مالک ہونے کا دعویٰ کرے اور مالک ہونے کے سبب کو بیان نہ کرے مثلاً کوئی فقط اتنا دعوے کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور اُسکے گواہ پیش کرے تو یہ گواہ قبول نہ ہونگے اور اگر وہ یہ کہدے کہ یہ میں نے خریدا ہے یا مجھے یہ ورثہ میں ملا ہے تو یہ دعویٰ ملک مطلق کا نہ ہوگا۔ حاشیہ ترجمہ اور جب مدعا علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو انکار کے ساتھ ہی قاضی اس پر حکم کردے اور مدعی کو ڈگری دیدے اور قاضی کو چاہیے کہ (جب مدعا علیہ قسم کا انکار کردے تو) اُس سے کہے کہ تجھ پر قسم کو میں تین دفعہ پیش کرتا ہوں (یعنی تجھے تین دفعہ کہتا ہوں کہ تو قسم کھالے) اگر تو قسم کھالیگا ورنہ میں مدعی کو تجھ پر ڈگری دیدونگا اور جب تین دفعہ اس طرح قسم کو پیش کرے (اور وہ انکار ہی کرتا رہے) تو اسکے انکار کے ساتھ ہی اسپر ڈگری کردے اور اگر دعویٰ نکاح کا تھا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکے مُنکر سے قسم نہ لیجائے اور نہ رجعی طلاق کے دعوے میں نہ ایلا کے رجعت کے دعوے میں نہ غلامی کے دعوے میں نہ ام ولد کرنے کے دعوے میں نہ نسب کے دعوے میں نہ ولا کے دعوے میں نہ حدود و لعان کے دعوے میں اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ سوائے حدود و لعان کے دعوے کے اور سب دعووں میں قسم لیجائے ف نکاح کے دعوے کا انکار کرنے کی صورت یہ ہے کہ جب شوہر نے بی بی سے کہا کہ مجھ سے تیرا نکاح ہوجانیکی خبر تجھے پہونچ گئی تھی اور تو خاموش ہوگئی تھی تو تجھ سے میرا نکاح ہونا صحیح ہوگیا عورت نے جواب دیا کہ میں نے تو نکاح کی خبر سنتے ہی نکاح سے انکار کردیا تھا اس لئے میرا نکاح نہیں ہوا تو اس صورت میں عورت کا قول مانا جائیگا اور اُسے قسم نہ دیجائیگی اسی طرح اور صورتوں کو بھی سمجھ لینا چاہیے۔ جوہرہ نیرہ ترجمہ اگر دو آدمیوں نے ایک خاص چیز پر دعویٰ کیا جو تیسرے کے قبضے میں تھی اور انمیں سے ہر ایک یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے اور دونوں نے (اپنے اپنے دعوے کے) گواہ بھی پیش کردئے تو وہ چیز دونوں کو (نصف نصف) دلادیجائے اگر دو آدمی ایک عورت سے نکاح ہونیکا دعویٰ کریں یعنی ہر ایک کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ میری بی بی ہے اور دونوں گواہ بھی پیش کردیں تو دونوں کے گواہوں میں سے کسی کے گواہ پر بھی حکم نہ دیا جائے بلکہ اس عورت کے تصدیق کرنیکی طرف رجوع کیا جائے (کہ وہ جسکی تصدیق کرے یعنی جسے اپنا شوہر بتائے اسی کی بی بی ہے اور اگر وہ انمیں سے کسی کی بھی تصدیق نہ کرے تو انمیں تفریق کرادیجائے)۔ اگر دو آدمیوں نے دعویٰ کیا انمیں ہر ایک کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ غلام اُس شخص سے میں نے خریدا ہے اور دونوں نے گواہ بھی پیش کردئے تو انمیں سے ہر ایک کو اختیار رہے چاہے آدھے غلام کی آدھی قیمت (دوسرے مدعی کو) دیکر آدھے غلام کا مالک ہوجائے اور چاہے چھوڑ دے (اور اپنے دعوے سے دست بردار ہوجائے)

اور اگر قاضی نے وہ غلام دونوں کو دلا دیا تھا پھر انمیں سے ایک نے کہا کہ میں (آدھا غلام آدھی قیمت کے عوض) لینا نہیں چاہتا تو دوسرے (مدعی) کو سارا غلام لے لینا جایز نہیں ہے اور اگر انمیں سے ہر ایک نے (اپنے خریدنے کی) تاریخ بھی بیان کر دی تو غلام اُس کا ہوگا جسکی تاریخ مقدم ہوگی **ف** یعنی جس نے تاریخ کے اعتبار سے پہلے خریدا ہوگا کیونکہ اس نے ایسے وقت اپنا خریدنا ثابت کر دیا ہے کہ اسوقت اس سے کوئی جھگڑنے والا نہ تھا **ترجمہ** اور اگر دونوں نے نہیں ذکر کی اور ان میں سے ایک کا اُس پر قبضہ ہے تو وہ قبضہ ہی والا اولیٰ ہے اور اگر ایک نے خریدنے کا دعوےٰ کیا اور دوسرے نے (اپنے لیئے) ہبہ (ہونے) اور (اپنا) قبضہ ہونے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ پیش کر دیئے اور تاریخ کسی کے پاس نہیں ہے تو خریدنیوالا دوسرے سے اولیٰ تر ہوگا اور (ایک غلام کسی کے قبضہ میں تھا) ایک مرد نے اس سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ اس غلام پر اسنے مجھ سے نکاح کیا ہے (یعنی یہ غلام مجھے مہر میں دیا ہے) تو یہ دونوں مدعی برابر ہیں (یعنی آدھا آدھا غلام دونوں کا ہے) اور اگر ایک نے رہن اور قبضے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے ہبہ اور قبضہ کا دعویٰ کیا تو رہن والا اولیٰ ہوگا اور اگر دونوں مدعی قابض نہ تھے اور دونوں نے (اپنی اپنی) ملک اور (خریدنے کی) تاریخ پر گواہ قایم کر دئے تو پہلی تاریخ والا اولیٰ ہوگا (یعنی اس غلام کو وہ لیگا کہ جسکی تاریخ سے پہلے خریدنا ثابت ہوگا) اور اگر دو مدعیوں نے ایک آدمی سے خریدنے کا دعویٰ کیا (یعنی ایسے آدمی سے خریدنے کا کہ جسکا اس غلام پر قبضہ نہیں ہے) اور دونوں نے دو تاریخوں پر گواہ بھی پیش کر دیئے تو پہلی تاریخ والا اولیٰ ہوگا **ف** پہلی تاریخ والے کے اولیٰ ہونیکی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے یعنی یہ کہ اُسنے ایسے وقت میں خریدنا ثابت کیا ہے کہ اسوقت کچھ تنازع ہی نہ تھا بخلاف دوسرے کے **ترجمہ** اور اگر انمیں سے ہر ایک نے دوسرے سے خریدنے پر گواہ پیش کر دئے اور دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو یہ دونوں برابر ہیں اور اگر (دو مدعیوں میں ایک قابض ہے اور دوسرا غیر قابض ہے اور) غیر قابض نے اپنی ملکیت اور (خریدنے کی) تاریخ پر گواہ پیش کر دئے اور قابض نے اپنی ملکیت اور اس سے پہلے (خریدنے) کی تاریخ پر گواہ پیش کر دئے تو یہ قابض ہی اولیٰ ہوگا **ف** یہ حکم شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ملک مطلق میں قابض کے گواہ بالکل نہ سُنے جائینگے اسلیئے کہ ملکیت پر تو دونوں کے گواہ ہیں اور جہۃ ملکیت کے یہ دونوں درپے نہیں ہیں لہذا اسمیں تقدم و تاخر برابر ہے اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ قابض کے گواہوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ پہلے یہی مالک ہوا ہے لہذا یہی اولیٰ ہوگا - کذا فی رموز الحقائق **ترجمہ** اور اگر (کسی جانور کے دو مدعی ہیں ایک قابض ہے دوسرا غیر قابض ہے

اور (قابض اور غیر قابض میں سے ہر ایک نے (اس جانور کے اپنے گھر) پیدا ہونے پر گواہ پیش کر دئے تو قابض اولیٰ ہے اور یہی حکم ان کپڑوں میں ہے جو ایک ہی دفعہ بُنے جاتے ہوں اور اسی طرح ہر سبب کہ جو ملک میں مکرر نہ ہوتا ہو (مثلاً وہ برتن جو ٹوٹ جانیکے بعد پھر نہیں بننے کا اُنکا بھی یہی حکم ہے) اور اگر (کسی غلام وغیرہ کی بابت غیر قابض نے (اپنی) ملک مطلق پر گواہ پیش کیے تھے اور قابض نے اس سے ہی خریدنے پر گواہ قایم کر دئے تو یہ قابض اولیٰ ہے (یعنی وہ غلام وغیرہ اسکا ہوگا) اور اگر انمیں سے ہر ایک نے دوسرے سے خریدنے پر گواہ پیش کر دئے اور (خریدنے کی) تاریخ دونوں کے پاس نہیں ہے تو دونوں کے گواہ رد کر دئے جائینگے (اور وہ غلام اسی کا رہیگا کہ جسکا قبضہ ہوگیا) اور اگر ایک مدعی نے دو گواہ پیش کیے اور دوسرے نے چار گواہ پیش کئے تو یہ دونوں برابر ہیں (کیونکہ چار کی گواہی بھی مثل دو ہی کے ہے) اگر کسی شخص نے کسی پر قصاص کا دعویٰ کیا اور وہ منکر ہوگیا تو اُسے قسم دیجائے پھر اگر وہ جان سے مار ڈالنے سے کم میں قسم کھانے سے بھی انکار کرے (مثلاً ہاتھ پاؤں کاٹنے کی قسم سے) تو یہ قصاص اُسپر واجب ہو جائیگا اور اگر جان سے مار ڈالنے کی قسم سے انکار کیا ہے تو اُسے قید کر دیجائے یہانتک کہ یا تو وہ (اس خون کے کرنیکا) اقرار کرے یا قسم کھالے (یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے) اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں اسپر دیت واجب ہو جائیگی ف صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قسم سے انکار کرنا مشتبہ اقرار ہے لہذا اس سے قصاص ثابت نہ ہوگا ہاں دیت ثابت ہو جائیگی اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں بمنزلہ مال کے ہوتے ہیں اسلئے ان میں اسکا انکار معتبر نہ ہوگا کذا فی الجوہرۃ النیرۃ ترجمہ اور جب (قاضی کی کچہری میں) مدعی کہے کہ میرے گواہ حاضر ہیں (یعنی شہر میں ہیں یہاں نہیں ہیں) تو مدعا علیہ کو حکم دیا جائے کہ وہ تین دن کے اندر اندر کسی کو اپنا حاضر ضامن دیدے اگر اُسنے ایسا کر دیا تو فبہا ورنہ اُسے گرفتار کر لیا جائے (تاکہ یہ مدعی کا حق مارنیکی غرض سے کہیں بھاگ نہ جائے) ہاں اگر مدعا علیہ کوئی راہ گیر مسافر ہو تو اُسے قاضی کی کچہری کے وقت تک ٹھیرائے رکھیں (تاکہ اس عرصہ میں مدعی گواہوں کو حاضر کر دے) اور اگر (مدعی نے کسی چیز کا دعویٰ کیا اور) مدعا علیہ نے کہا کہ یہ چیز تو میرے پاس فلاں شخص نے جو یہاں نہیں ہے امانت رکھی ہے یا اُسنے میرے ہاں رہن کر دی ہے یا کہ میں نے یہ اس سے غصب کی ہے اور اپنے اس کہنے پر گواہ پیش کر دے تو یہ مقدمہ خارج کر دیا جائیگا اور اگر مدعا علیہ (یعنی قابض) نے یہ کہا کہ یہ چیز تو میں نے فلاں غائب سے خریدی ہے تو یہ مقدمہ رہیگا اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز میرے ہاں سے چوری گئی تھی اور اسپر مدعی نے گواہ بھی پیش کر دئے

اور قابض (یعنی مدعا علیہ) نے کہا کہ یہ فلاں شخص نے میرے پاس امانت رکھی ہے اور اسپر سنے بھی گواہ پیش کر دیئے تو یہ مقدمہ خارج نہ ہوگا اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ چیز میں نے فلاں شخص سے خریدی تھی اور قبضہ والے نے کہا کہ میرے پاس اسی نے یہ امانۃً رکھی تھی تو یہ مقدمہ بغیر گواہوں کے (گواہی دئے) خارج ہوجائیگا اور قسم اللہ ہی کی کھانی چاہیئے اور کسی کی قسم کھانی جایز نہیں ہے اور اللہ کے اوصاف ذکر کرنے کے ساتھ قسم کی تاکید کر دیجائے اور طلاق یا عتاق کی قسم نہ دیجائے اور یہودی کو اسطرح قسم دیجائے کہ قسم ہے اُس اللہ کی جس نے موسیٰؑ پر توریت نازل کی تھی اور نصرانی کو اسطرح دیجائے کہ قسم ہے اُس اللہ کی جسنے عیسےٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی تھی اور مجوسی کو اسطرح کہ قسم ہے اُس اللہ کی جسنے آگ کو پیدا کیا ہے اور انکو انکے عبادتخانوں میں قسم نہ دیجائے اور قسم کو کسی زمانہ یا مکان کے ساتھ مغلظ (اور پختہ) کرنا مسلمان پر واجب نہیں ہے ف زمانہ کی مثال یہ ہے کہ کوئی رمضان شریف میں یا جمعہ کے دن یا شب قدر وغیرہ میں کسی کو قسم دلائے اور مکان کی مثال یہ ہے کہ مسجد یا خانہ کعبہ میں یا بیت المقدس میں کوئی قسم دلائے تو یہ ضروری نہیں ہے ترجمہ اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اس شخص کا غلام اسی سے ایک ہزار میں خریدا ہے اور بائع اسکا انکار کرے تو بائع کو اس طرح قسم دیجائے (یعنی وہ یوں کہے) کہ خدا کی قسم اسوقت ہمارے درمیان میں بیع قایم نہیں ہے اور اسے اسطرح قسم نہ دیجائے کہ قسم ہے اللہ کی میں نے بیع ہی نہیں کیا ف اسطرح قسم دینے کی یہ وجہ ہے کہ بعض اوقات ایک چیز بیع کر دیجاتی ہے اور پھر اسمیں اقالہ کر لیا جاتا ہے یا کسی عیب وغیرہ کی وجہ سے وہ واپس کر دیجاتی ہے اسلئے اسوقت ان میں بیع نہ ہونیکی قسم دیجائے تاکہ یہ قسم مذکورہ بالا صورتوں کو شامل نہ ہو ترجمہ اور غاصب کو اسطرح قسم دیجائے کہ قسم ہے خدا کی یہ مدعی اس چیز کو لینے کا مستحق نہیں ہے اور نہ اسکی قیمت لینے کا مستحق ہے نہ کہ اس طرح کہ خدا کی قسم میں نے غصب ہی نہیں کی ف اسکی وجہ یہ ہے ہوسکتا ہے کہ اسنے پہلے غصب کرکے اسے واپس دیدی ہو یا اس کے غصب کرنیکے بعد مالک نے اسکے لئے ہبہ کر دی ہو یا اسنے اس سے خرید لی ہو ترجمہ اور نکاح میں (یعنی اگر کوئی نکاح کا منکر ہوجائے تو اُسے) اسطرح قسم دیجائے کہ خدا کی قسم اسوقت ہمارے درمیان نکاح قایم نہیں ہے اور طلاق کے دعوے میں اسطرح قسم دیجائے کہ خدا کی قسم یہ عورت اسوقت مجھ سے بائن نہیں ہے جیسا کہ اسنے بیان کیا ہے اور اسطرح قسم نہ دیجائے کہ خدا کی قسم میں نے اسے طلاق ہی نہیں دی ف اسکی وجہ یہ ہے ہوسکتا ہے کہ اسنے ایک طلاق دیکر پھر اس سے رجعت کر لی ہو یا تین طلاقیں

دیکر پھر حلالہ کے بعد نکاح کرلیا ہو۔ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ ترجمہ اگر ایک مکان ایک شخص کے قبضہ میں تھا اسپر دو نے دعوی کیا ایک نے سارے کا (کہ یہ سارا مکان میرا ہے اور دوسرے نے نصف کا (کہ نصف میرا ہے) اور دونوں مدعیوں نے گواہ پیش کردئے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جسنے سارے کا دعوی کیا ہے اُسے تین ربع (یعنی مکان کے چار حصے کرکے تین حصے اسے) دئے جائیں اور ایک ربع (یعنی ایک حصہ) نصف کے دعویدار کو اور صاحبین کے نزدیک اِس مکان کے تین حصے کئے جائیں (دو اُسکو دیں جسنے سارے کا دعوی کیا ہے) اور ایک جسنے نصف کا دعوی کیا ہے) اور اگر وہ مکان ان ہی دونوں کے قبضہ میں ہے تو سارا مکان سارے کے مدّعی کو دیدیا جائے آدھا تو بطور حکم دعوے کے اور آدھا بدون حکم دعوے کے (کیونکہ یہ آدھا تو اسکے قبضہ میں پہلے ہی سے ہے) اگر ایک جانور میں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا اور اُسپر دونوں نے گواہ بھی پیش کردئے کہ یہ جانور میرے گھر پیدا ہوا تھا اور دونوں نے پیدا ہونیکی تاریخ بھی بیان کردی اور اس جانور کی عمر ایک کی تاریخ کیموافق ہے تو اس جانور کا حقدار اسی تاریخ والا ہوگا اور اگر اس سے بھی کچھ پتہ نہ چلے تو یہ جانور دونوں کا مشترک رہیگا۔ اگر دو آدمیوں کا ایک گھوڑے پر جھگڑا ہوا انمیں سے ایک اُسپر سوار تھا اور دوسرا اُسکی لگام پکڑے ہوئے تھا تو گھوڑا سوار کا ہوگا اور اسی طرح اگر ایک اونٹ پر جھگڑا ہوا اور ایک مدعی کا اُسپر کجاوہ لدا ہوا ہو اور دوسرا اُسکی نکیل پکڑے ہوئے ہو تو وہ اونٹ بوجھ والے کا ہوگا اسی طرح اگر دو آدمیوں کا ایک کرتے پر جھگڑا ہوا ایک اُس کرتے کو پہنے ہوئے ہو اور دوسرا اُسکی آستین پکڑے ہوئے تو وہ کرتا پہننے والے کا ہوگا اور جب بائع مشتری کا بیع میں جھگڑا ہو مشتری کچھ قیمت کا دعوی کرے (یعنی یہ کہے کہ میں نے اِس قیمت کو خریدی ہے اور بائع اُس قیمت سے زیادہ کا دعوی کرے (یعنی وہ کہے میں نے اِس سے زیادہ کو بیچی ہے) یا بائع کسی ہوئی چیز کی مقدار کا اقرار کرے (مثلاً یہ کہ میں نے تو دس من گیہوں بیچے ہیں) اور مشتری اس سے زیادہ کا دعوی کرے (کہ میں نے بیس من خریدے ہیں) اور ان دونوں میں سے ایک گواہ پیش کردے تو اسکا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قایم کردئے ہیں تو پھر اسکا قول معتبر ہوگا کہ جسکے گواہوں سے زیادتی کا ثبوت ہوگا اور اگر دونوں میں سے گواہ ایک کے بھی نہیں ہیں تو مشتری سے کہا جائے (یعنی قاضی کہے) کہ یا تو تم اس قیمت پر رضامند ہو جاؤ کہ جسکا بائع نے دعوی کیا ہے ورنہ ہم بیع کو فسخ کردینگے اور اسی طرح بائع سے کہا جائے کہ یا تو تم اتنی مبیع مشتری کے حوالہ کردو کہ جتنی مبیع کا اسنے دعوی کیا ہے ورنہ ہم بیع کو فسخ کرتے ہیں

پس اگر یہ دونوں اسپر رضامند نہ ہوں تو انمیں سے ہر ایک کو دوسرے کے دعوے پر حاکم قسم دے اور پہلے مشتری کو قسم دیجائے پس جسوقت یہ دونوں قسمیں کھالیں تو قاضی ان کی بیع کو فسخ کردے اور اگر انمیں سے کوئی قسم کھانے سے انکار کرے تو اُسپر دوسرے کا دعویٰ لازم ہوجائیگا اور اگر بائع مشتری کا اُدھار بیچنے میں جھگڑا ہوا (یعنی مشتری کہتا ہے میں نے اُدھار خریدا ہے اور بائع کہتا ہے میں نے نقد بیچا ہے) یا شرط خیار میں اختلاف ہو (یعنی مشتری کہتا ہے میں نے خیار کی شرط کرکے خریدا ہے اور بائع اسکا منکر ہے) یا کچھ قیمت ادا کرنے میں اختلاف ہوا (مشتری کہتا ہے میں نے کچھ قیمت دی ہے اور بائع کہتا ہے ابھی کچھ نہیں دی) تو ان دونوں کو قسمیں نہ دیجائینگی اور قول مع قسم کے اسکا معتبر ہوگا جو خیار کا اور اُدھار کا انکار کرتا ہے اور اگر (بیع پر مشتری کا قبضہ ہونے کے بعد) مبیع ہلاک ہوگئی پھر قیمت (کی مقدار) میں جھگڑا ہوا تو امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اب بھی ان دونوں کو قسم نہ دیجائیگی اور قیمت میں (مع قسم کے) مشتری کا قول معین ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ان دونوں کو قسم دیجائے اور (قسمیں کھانے کے بعد) ہلاک شدہ (مبیع) کی قیمت پر بیع کو فسخ کردیا جائے اور اگر کسی نے دو غلام خریدے انمیں سے ایک مرگیا پھر بائع مشتری کا قیمت میں اختلاف ہوا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک انکو قسم دیجائے ہاں اگر بائع اسپر رضامند ہوجائے کہ مرے ہوئے غلام کا حصہ چھوڑ دے (جو کہ مشتری کہتا ہے) اور زندہ غلام کو مشتری لیلے تو اب قیمت میں اختلاف ہونے سے دونوں پر قسم آئیگی) اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ دونوں کو قسم دیجائے اور زندہ غلام میں اور ہلاک شدہ کی قیمت میں بیع کو فسخ کردیا جائے (یعنی زندہ غلام تو بائع کو پھیر دیا جائے اور ہلاک شدہ کی قیمت جو مشتری کہے وہ دلا دیجائے) اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے۔ اگر میاں بی بی کا مہر میں جھگڑا ہوا مثلاً شوہر نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے ایک ہزار (روپیہ کے مہر) پر نکاح کیا تھا اور عورت نے کہا کہ تو نے دو ہزار (روپیہ کے مہر) پر نکاح کیا تھا تو ان دونوں میں سے جو کوئی کوئی گواہ پیش کردے اُسی کے گواہ قبول کرلیے جائینگے (یعنی اُسی کا قول معتبر ہوگا) اور اگر دونوں نے اپنے گواہ پیش کیے تو پھر عورت کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں قسم کھائیں اور نکاح فسخ نہوگا لیکن مہر مثل کا حکم کردیا جائیگا پس اگر مہر مثل شوہر کے اقرار کردہ مہر کے برابر ہے یا اس سے کم ہے تو شوہر کے قول پر حکم کردیا جائے اور اگر مہر مثل اتنا ہے کہ جتنا عورت نے دعویٰ کیا ہے یا اس سے زیادہ ہے تو عورت کے دعوے کے موافق حکم کردیا جائے

اور اگر مہر مثل شوہر کے اقرار کردہ سے زیادہ ہے اور جتنے کا عورت نے دعویٰ کیا ہے اُس سے کم ہے تو اس عورت کے لیئے مہر مثل کا حکم کر دیا جائے اور اگر اجارہ میں (یعنی اجیر اور مستاجر کے درمیان میں معقود علیہ کے حاصل ہونے سے پہلے جھگڑا ہو جاے تو ان دونوں کو قسمیں دیکر اس اجارہ کے معاملہ کو توڑ دیں ف اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک درزی کو کپڑا سینے کو دیا اب یہ کپڑے والا مستاجر ہے اور درزی اجیر ہے معقود علیہ حاصل نہیں ہوا تھا یعنی کپڑا ابھی سلنے نہیں پایا تھا کہ ان دونوں میں جھگڑا ہو گیا درزی کہتا ہے کہ مجھ سے اسکی سلائی ایک روپیہ ٹھیری ہے اور کپڑے والا کہتا ہے کہ آٹھ آنہ ٹھیرے ہیں تو اس صورت میں ان دونوں کو قسمیں دیکر اس معاملہ ہی کو فسخ کر دیا جائے ترجمہ اور اگر معقود علیہ حاصل ہونے کے بعد (یعنی مثلاً کپڑا سلنے کے بعد) انمیں جھگڑا ہوا ہے تو اب انھیں (بالاتفاق) قسمیں نہ دیجائیں اور مستاجر کا قول معتبر سمجھا جائے اور اگر کسی قدر معقود علیہ حاصل ہونے (یعنی کچھ کپڑا سلنے) کے بعد جھگڑا ہوا ہے تو باقی (کپڑے) میں دونوں قسم کھائیں اور یہ معاملہ فسخ ہو جائیگا اور ماضی میں (یعنی جو کپڑا سل چکا ہے اُسمیں) مستاجر کا قول مع اسکی قسم کے معتبر ہو گا اور جب مولیٰ اور مکاتب کے درمیان مال کتابت میں اختلاف ہو امثلاً مولیٰ کہے میں نے ایکہزار پر مکاتب کیا ہے اور مکاتب کہے میں آٹھ سو پر مکاتب ہوا ہوں) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک انھیں قسمیں نہ دیجائینگی (اور مکاتب کے قول کا اعتبار ہو گا) اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ انھیں قسمیں دیجائیں اور کتابت فسخ کر دیجائے (اور یہی قول ائمہ ثلثہ کا ہے) اور جب میاں بی بی کا گھر کے اسباب میں اختلاف ہو امثلاً میاں کہے سارا اسباب میرا ہے اور بی بی کہے میرا ہے) تو جو اس اسباب میں مردوں کے قابل ہو وہ مرد کا ہے (مثلاً عمامہ - ٹوپی - چغہ - تلوار - کتابیں وغیرہ) اور جو عورتوں کے لایق ہو وہ عورت کا ہے (مثلاً کرتی - اوڑھنی - زیور وغیرہ) اور جو دونوں کے لائق ہو وہ بھی مرد کا ہو گا (مثلاً گھر - گھوڑا غلام - لونڈی - برتن - جائداد - مواشی - نقود وغیرہ) پس اگر انمیں سے ایک مرگیا اور دوسرے سے وارثوں کا جھگڑا ہوا تو جو چیزیں مردوں اور عورتوں کے لایق ہوں وہ اسی کی ہونگی جو زندہ ہے (خواہ مرد یا عورت ہو کیونکہ قبضہ زندہ کا ہوتا ہے نہ کہ مردہ کا اور یہ قول امام ابوحنیفہ رح کا ہے) اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ جو چیزیں ایسی عورتوں کو جہیز میں دیجاتی ہوں وہ عورت کو دیدیجائیں اور باقی مرد کو (لیکن اس سے قسم لیکر) اگر کسی شخص نے کوئی لونڈی فروخت کی پھر اس لونڈی کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے پر بائع نے

دعوی کیا (کہ یہ لڑکا میرے نطفہ سے ہے لہذا میرا ہے) پس اگر اُس لونڈی کے فروخت ہونیکے دن سے لیکر وہ لڑکا چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا ہے تو یہ لڑکا بائع کا ہے اور اُسکی ماں اسکی ام ولد ہے یہ بیع توڑ دیجائے اور قیمت مشتری کو واپس دیدیجائے اور اگر بائع کے دعوے کے ساتھ مشتری نے بھی دعوی کر دیا ہے (یعنی دونوں نے اکھٹا دعوی کیا ہے) یا اُس کے دعوی کے بعد کیا ہے تو بائع کا دعوی اولی (اور معتبر) ہوگا اور اگر وہ لڑکا چھ مہینے سے زیادہ میں اور دو برس سے کم میں پیدا ہوا ہے تو اب اسمیں بائع کا دعوی نہ سُنا جائیگا ہاں اگر مشتری اسکی تصدیق کرے (یعنی یہ کہے کہ یہ لڑکا اس بائع کا ہے میرا نہیں ہے تو بائع کو دلا دیا جائیگا) اور اگر وہ لڑکا مرگیا پھر بائع نے اس کا دعوی کیا (کہ یہ لڑکا میرا تھا) اور وہ چھ مہینے سے کم ہی میں پیدا ہوا تھا تو اب اس لڑکے میں (اس بائع کا) نسب ثابت نہوگا (یعنی وہ اس کا لڑکا نہ کہلائیگا اور نہ یہ لونڈی اُسکی ام ولد ہوگی اور اگر (لڑکا پیدا ہونیکے بعد) یہ لونڈی مرگئی اور لڑکا اُسکے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تھا تو اس لڑکے میں اس بائع سے نسب ثابت ہوجائیگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس لڑکے کو بائع لے لے اور (لونڈی کی) پوری قیمت (مشتری کو) واپس دیدے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ فقط لونڈی (کی قیمت) کا حصہ واپس کردے اگر کسی نے جوڑواں بچوں میں سے ایک کے نسب کا دعوی کیا (کہ یہ ایک بچہ میرا ہے) تو اس سے اِن دونوں کا نسب ثابت ہوجائیگا (یعنی وہ دونوں بچے اُسی کے شمار ہونگے۔

کتاب الشہادت

گواہیوں کا بیان

ترجمہ جب مدعی گواہوں کو گواہی میں طلب کرائے تو انھیں گواہی دینی فرض اور اُنپر لازم ہے اُنھیں اُنکا چھپانا ہرگز جائز نہیں ہے ہاں اگر حدود کی گواہی ہو تو اُسکو چھپانے اور ظاہر کرنے میں گواہ کو اختیار ہے اور چھپانا افضل ہے مگر مال کی چوری میں گواہی دینی واجب ہے اور یوں کہے کہ اس (چور) نے مال لیا ہے (تاکہ ترک واجب لازم نہ آئے اور یہ نہ کہے اُسنے چرایا ہے اور گواہی کے چند درجے ہیں منجملہ اُنکے ایک گواہی زنا کی ہے اسمیں چار مردوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہوتی دوسری گواہی اور حدود اور قصاص کی ہے انمیں دو مردوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور عورتوں کی انمیں بھی معتبر نہیں ہوتی اور انکے سوا اور حقوق میں دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی مقبول ہوجاتی ہے برابر ہے کہ وہ حق مال ہو یا کچھ اور ہو مثلاً نکاح کا وکالت

ہو یا طلاق یا وکالت یا وصیت (یا خلع کا دعویٰ) ہو اور ولادت اور بکارت (کے دعوے) میں اور عورتوں کے ان تمام عیوب میں جنپر مردوں کو اطلاع نہیں ہوتی فقط ایک عورت کی (بھی) گواہی مقبول ہو جاتی ہے (ہاں دو کے ہونے میں احتیاط زیادہ ہے) اور ان سب صورتوں میں گواہوں کا عادل ہونا اور گواہی کا لفظ ہونا ضروری ہے پس اگر کسی گواہ نے گواہی کا ذکر نہیں کیا (یعنی یہ نہیں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں) یا کہا کہ میں جانتا ہوں یا کہا مجھے یقین ہے تو اسکی گواہی قبول نہ کیجائیگی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حاکم مسلمان کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرے سوائے حدود اور قصاص کے کیونکہ انکے گواہوں کی (مدعا علیہ کے ان گواہوں میں جرح کرنے سے پہلے ہی) تحقیقات کرے (کہ یہ گواہ کیسے ہیں عادل اور گواہی دینے کے قابل ہیں یا نہیں) اور اگر مدعا علیہ ان گواہوں میں جرح کرے تو پھر انکا حال دریافت کیا جائے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ در پردہ اور علانیہ سب گواہوں کا حال دریافت کیا جائے اور گواہ کی گواہی دو قسم پر ہے ایک یہ کہ اسکا حکم خود ہی ثابت ہو جائے مثلاً بیع۔ اقرار غصب۔ قتل پر گواہی دینا یا حاکم کے حکم پر گواہی دینا پس جب ان امور کو گواہ نے کسی سے سُن لیا یا خود دیکھ لیا تو اُسے انکی گواہی دینی جایز ہے اگرچہ اُسے اُسپر گواہ نہ بنایا گیا ہو اور (دوسری میں مثلاً) وہ اسطرح کہدے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اسنے اسکی بیع کی ہے اور یہ نہ کہے کہ مجھے اسنے گواہ کیا ہے (کیونکہ یہ جھوٹ ہے) اور دوسری قسم یہ ہے کہ اسکا حکم بنفس خود ثابت نہیں ہوتا (یعنی خود بخود کوئی گواہی نہیں دے سکتا) مثلاً گواہی پر گواہی دینا پس جب کسی نے کسی گواہ کو سُنا کہ وہ کسی (مقدمہ میں کسی) چیز کی گواہی دے رہا ہے تو اس سننے والے کو یہ جایز نہیں ہے کہ اسکی گواہی پر گواہی دیدے ہاں اگر وہ (گواہ اپنی گواہی پر) اسے گواہ کرے (تو پھر اُسے اسکی گواہی پر گواہی دینی جایز ہے) اور اسیطرح اگر کسی نے کسی کو سُنا کہ وہ کسی گواہ کی گواہی پر گواہی دے رہا ہے تو اس سننے والے کو اسپر گواہی دینی جایز نہیں ہے اور جب کوئی گواہ اپنا خط دیکھے (یعنی اپنی گواہی کی ہوئی دیکھے) تو اسے (اسکے دیکھنے ہی پر) گواہی دینی جایز نہیں ہے ہاں اگر گواہی کرنی اسکو یاد آجائے (تو جایز ہے) اسکی وجہ یہ ہے کہ خط ایک دوسرے کا ملتا جاتا ہے اسلیئے فقط دیکھنے سے اپنی گواہی کا یقین نہیں ہو سکتا) اندھے اور غلام کی گواہی قبول نہ کیجائے اور نہ اسکی جسکے تہمت لگانے میں حد لگ چکی ہے اگرچہ اسنے توبہ کر لی ہو اور نہ باپ کی گواہی بیٹے کے لئے اور نہ پوتے کے لئے اور نہ بیٹے کی گواہی اپنے ماں باپ اور دادا دادی کے لئے اور شوہر کی اپنی بی بی کے حق میں اور نہ بی بی کی شوہر کے حق میں اور نہ آقا کی اُسکے غلام کے حق میں اور نہ اُسکے مکاتب کے حق میں اور نہ ایک شریک کی دوسرے شریک کے حق میں یعنی اُس چیز میں جو انکی شراکت کی ہو اگر کوئی شخص اپنے بھائی یا اپنے چچا کی گواہی دے تو وہ قبول کر لیجائیگی اور مخنث اور نوحہ کرنے کی گواہی نہ سُنی

جائیگی اور نہ ڈومنی کی اور نہ ایسے شخص کی جو ہمیشہ لہو ولعب کے لیئے شراب پیتا ہو اور نہ کبوتر باز کی اور نہ قوال کی اور نہ ایسے شخص کی کہ جو ایسے کبیرہ گناہ کرے کہ جنپر حد لگتی ہے اور نہ ایسے شخص کی کہ جو بلا تہمد کے حمام میں جا کر نہائے اور نہ سود خوار کی اور نہ چوسر باز اور شطرنج باز کی (یعنی جوان میں روپے پیسے بدکر کھیلے) اور نہ ایسے شخص کی جو افعال مستقذرہ کرتا ہو مثلاً راستہ میں پیشاب کرنا اور (چلتے جاتے) کھانا اور نہ ایسے شخص کی کہ جو سلف (صالحین) کو برملا برا کہتا (اور گالیاں دیتا) ہو (سلف صالحین سے مراد عام ہے خواہ صحابہ کرام ہوں یا اہل بیت ہوں یا مجتہد ہوں) اور اہل ہوا کی گواہی سنی جائیگی سوائے خطابیہ کے ف اہل ہوا سے وہ اہل قبلہ مراد ہیں کہ جنکا عقیدہ بعض امور میں اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے جیسے جبریہ۔ قدریہ۔ رافضی۔ خارجی معطلہ مشبہہ۔ اور یہ سب بارہ فرقے ہیں جو علم کلام کی کتابوں میں مفصل مذکور ہیں اور خطابیہ رافضیوں میں ایک فرقہ ہے اس فرقہ والوں کی علامت ہو کہ جب کوئی مدعی اپنے صدق دعوے پر انکے سامنے قسم کھائے تو وہ اسکی گواہی دیدیتے ہیں بغیر اسکے کہ انمیں اسکا علم ہو۔ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ۔ **ترجمہ** ذمیوں کی گواہی ایک کی دوسرے کے حق میں قبول کرلیجائیگی اگرچہ انکا مذہب مختلف ہوں اور ذمی کے حق میں حربی کی گواہی قبول نہ کیجائیگی اگرچہ اسکی بھلائیاں برائیوں سے زیادہ ہوں اور جو شخص کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہو تو اسکی گواہی قبول کرلیجائیگی اگرچہ وہ کسی (صغیرہ) گناہوں کا مرتکب ہوجاتا ہے اور نامختون اور خصی اور ولد الزنا اور خنثی کی گواہی قبول کرلیجائیگی۔ اور جسوقت گواہی دعوے کے موافق ہوگی قبول کیجائیگی اور اگر مخالف ہوگی تو قبول نہ کیجائیگی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو گواہوں کا لفظا اور معنی (دونوں) میں متفق ہونا ضروری ہے پس اگر ایک گواہ نے ایکہزار روپیہ کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار روپیہ کی تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک انکی گواہی نہ سنی جائیگی اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ ایکہزار میں سن لیجائیگی۔ ف اسکی وجہ یہ ہے کہ ایکہزار دو ہزار میں داخل ہے پس ایکہزار پر تو دونوں متفق ہیں اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب ایک نے دو ہزار کا دعوی کیا ہو اور دوسرے نے ایکہزار کا دعوی کیا تھا اور پھر گواہوں میں یہ اختلاف ہوگیا تو اب انکی گواہی بالاتفاق نہ سنی جائیگی جامع صغیر۔ **ترجمہ** اور اگر ان دو گواہوں میں سے ایک نے ایکہزار کی گواہی اور دوسرے نے پندرہ سو کی اور پہلے نے پندرہ سو کا دعوی کیا تھا تو اب ان دونوں کی گواہی ایکہزار میں سنی جائیگی کیونکہ اس صورت میں دونوں گواہ لفظا اور معنی دونوں میں عربی قاعدے سے متفق ہیں اور اگر دونوں نے ایکہزار کی گواہی دی اور ایک نے پھر یہ بھی کہدیا کہ یہ روپیہ وصول کرچکا ہے تو ہزار میں ان دونوں کی گواہی

قبول کرلیجائیگی (کیونکہ اس پر ان دونوں کا اتفاق ہے) اور ایک گواہ کا یہ کہنا نہ سنا جائیگا کہ انمیں سے پانسو روپیہ وصول کرچکا ہے (کیونکہ یہ ایک ہی کی گواہی ہے اور ایک کی گواہی معتبر نہیں ہوتی) ہاں اگر دوسرا بھی اسکے ساتھ (اُسکے موافق) گواہی دیدے اور گواہ چاہے کہ جب اسے یہ معلوم ہوجائے (کہ مدّعی پانسو روپیہ وصول کرچکا ہے) تو وہ اکیہزار روپیہ کی گواہی نہ دے یہانتک کہ مدعی (اُسکے سامنے) اس بات کا اقرار کرے کہ پانسو روپیہ میں وصول کرچکا ہوں (تاکہ یہ گواہ ظلم پر معین نہ ہوجائے) اور جب دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ (مثلاً) زید بقرعید کے دن مکّہ میں مارا گیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ وہ بقرعید کیدن کوفہ میں مارا گیا ہے اور یہ سب (گواہ) حاکم کے روبرو حاضر ہیں تو وہ دونوں ان گواہیوں کو رد کردے اور اگر ان دونوں گواہیوں میں سے ایک گواہی پہلے ہوگئی تھی اور اسپر حاکم حکم دے چکا تھا پھر اس دوسری گواہی کے گواہ حاضر ہوئے تو یہ (دوسری) گواہی رد کردیجائیگی ف اُسکی وجہ یہ ہے کہ پہلی گواہی حکم لگنے کی وجہ سے پوری ہوچکی ہے اب دوسری گواہی سے نہیں ٹوٹے گی۔ جوہرہ ترجمہ اور حرج کے ہونے نہ ہونے پر قاضی کسی کی گواہی نہ سنے اور اس پر حکم دے ہاں اگر اسکا استحقاق ثابت ہوجائے ف اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً مدعا علیہ نے مدعی کے گواہوں پر جرح کی یعنی یہ کہا کہ یہ گواہ فاسق بدمعاش ہیں یہ گواہی دینے کے قابل نہیں ہیں یا یہ کہا کہ انھیں کچھ دیکر اُسنے گواہی دلوائی ہے اور پھر مدعا علیہ نے اپنی ان باتوں پر کسی کو گواہ دیا تو قاضی اُسکے گواہوں کی گواہی نہ سنے اور نہ اُسکی طرف التفات کرے۔ جوہرہ ترجمہ اور گواہ کو ایسی چیز کی گواہی دینی جایز نہیں ہے کہ جو اُسنے دیکھی نہ ہو سوائے نسب۔ موت نکاح۔ دخول اور قاضی کی قضاۃ کے کیونکہ ان چیزوں کی گواہی (سوقت دینی جایز ہے کہ جب اس سے انکو کوئی ایسا شخص بیان کرے جسپر اُسے اعتماد ہو اور گواہی پر گواہی دینی ایسے ہر حق میں جایز ہے کہ جو شبہ سے ساقط نہ ہوتا ہو اور حدود اور قصاص میں (گواہی پر گواہی) قبول نہ کیجائیگی (کیونکہ یہ شبہ سے ساقط ہوجاتے ہیں) اور دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہوں کو گواہی دینی جایز ہے اور ایک کی گواہی پر ایک کی گواہی قبول نہ کیجائیگی اور (گواہ کو اپنی گواہی پر) گواہ کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ اصلی گواہ نقلی گواہ سے کہے کہ تو میری گواہی پر گواہ ہوجا میں گواہی دیتا ہوں کہ میرے روبرو فلاں بن فلاں نے اتنے (روپیہ) کا اقرار کیا ہے اور اُسنے اپنے اوپر مجھے گواہ بنالیا ہے اور اگر یہ نہ کہا کہ اُسنے اپنے اوپر مجھے گواہ کرلیا ہے تب بھی جایز ہے (یعنی اس قول کا ہونا ضروری نہیں ہے) اور یہ نقلی گواہ گواہی دیتے وقت کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں آدمی نے اُسکے روبرو اتنا روپیہ دینے کا اقرار کیا ہے اور اُسنے مجھ سے یہ کہا تھا کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دینا اسلیئے اب میں اُسکی گواہی دیتا ہوں اور نقلی گواہوں کی گواہی

نہ سنی جائیگی مگر اسوقت کہ اصلی گواہ مرجائیں یا اتنی دور چلے جائیں کہ جو تین روز یا تین روز سے زیادہ کا سفر ہو یا ایسے بیمار ہو جائیں کہ بیماری کیوجہ سے حاکم کی کچہری میں حاضر نہ ہوسکیں - اگر اصلی گواہ نقلی گواہوں کے عادل ہونے کو بیان کریں تو جایز ہے اور اگر وہ اس سے ساکت رہیں تب بھی (انکی گواہی) جایز ہے اور حاکم اصلی گواہوں کے حال کی تفتیش کرے اور اگر اصلی گواہ گواہی دینے سے انکار کردیں تو پھر نقلی گواہوں کی گواہی نہ سنی جائیگی اور اگر کوئی جھوٹی گواہی دے تو جھوٹے گواہوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ہم اُسے بازاروں میں (پھرا کر) اُسکی تشہیر کردینگے اور اُسے سزا نہ دینگے اور صاحبین رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ہم اُسے خوب سزا دینگے اور قید کردینگے -

باب الرجوع عن الشهادة

گواہی سے پھرنے کا بیان

ترجمہ جب گواہ اپنی گواہی سے اس گواہی پر حکم ہونے سے پہلے پھر جائیں تو انکی گواہی ساقط ہو جائیگی یعنی اُنکے پھرنے کے بعد اس گواہی کے مطابق حاکم حکم نہ دے) اور ان گواہوں پر تاوان بھی واجب نہ ہوگا اور اگر انکی گواہی پر حکم ہو چکا تھا پھر وہ پھر گئے تو اب وہ حکم فسخ نہ ہوگا اور انکی گواہی سے جسقدر نقصان ہوگا اسکا تاوان انپر واجب ہوگا (کیونکہ یہ اس تعدی کا اقرار کرچکے ہیں لہذا ان پر تاوان واجب ہے) اور (گواہی سے پھرنا درست نہیں ہے مگر حاکم کے سامنے اور جب دو گواہوں نے کسی مال (کے دوسرے کے ذمہ ہونے) کی گواہی دیدی اور حاکم نے انکی گواہی پر اس (کے ادا کرنے) کا حکم دیدیا پھر یہ دونوں (گواہی سے) پھر گئے تو مشہود علیہ کے لئے (یعنی جسکے ذمہ ہونے کی گواہی دی تھی اُسکے لیئے) اس مال کے ضامن ہونگے اور اگر ایک گواہ پھر گیا ہے تو وہ نصف (مال) کا ضامن ہوگا اور اگر کسی مال کی تین گواہوں نے گواہی دی تھی پھر انمیں سے ایک پھر گیا تو اُسپر ضمان واجب نہ ہوگا (کیونکہ گواہی کا نصاب یعنی دو گواہوں کا ہونا ابھی باقی ہے) اور اگر (اس) ایک کے پھرنے سے) دوسرا بھی پھر گیا تو یہ دونوں نصف مال کے ضامن ہونگے اور اگر (کسی حق میں) ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی تھی پھر ایک عورت (گواہی سے) پھر گئی تو وہ چوتھائی حق کی ضامن ہوگی (کیونکہ ایک مرد اور ایک عورت کے گواہ رہنے سے اس حق کے تین حصے باقی رہ گئے ہیں) اور اگر دونوں عورتیں پھر گئیں تو یہ دونوں نصف حق کی ضامن ہونگی اور اگر (کسی حق کی) ایک مرد اور دس عورتوں نے گواہی دی تھی پھر انمیں سے آٹھ عورتیں پھر گئیں تو انپر ضمان نہیں ہے (کیونکہ ابھی گواہی کا نصاب باقی ہے اور وہ

ایک مرد اور دو عورتیں ہیں) پھر اگر نویں عورت بھی پھر گئی تو ان سب عورتوں پر چوتھائی حق (کا تاوان) واجب ہو جائیگا اور اگر وہ مرد اور وہ سب عورتیں پھر گئیں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس حق کے چھ حصے ہونگے انمیں سے ایک چھٹا حصہ مرد پر واجب ہو گا اور پانچ عورتوں پر اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ نصف مرد پر واجب ہو گا اور نصف ان عورتوں پر (کیونکہ دس عورتیں بمنزلہ ایک مرد کے تھیں لہذا وہ نصف نصاب ہوئیں) اگر دو گواہوں نے کسی عورت کا نکاح مہر مثل پر یا زیادہ پر ہونیکی گواہی دی تھی پھر وہ دونوں گواہی سے پھر گئے تو انپر ضمان نہیں ہے اور اگر مہر مثل سے کم پر گواہی دی ہے تو وہ اس کمی کے ضامن نہ ہونگے اور اسیطرح اگر دو گواہوں نے کسی مرد پر گواہی دی کہ اُسنے ایک عورت سے مہر مثل پر یا (مہر مثل سے) کم پر نکاح کیا ہے (تو تب بھی یہ ضامن نہ ہونگے) اور اگر مہر مثل سے زیادہ کی گواہی دی تھی پھر پھر گئے تو اس زیادتی کے ضامن ہونگے **ف** اسکی وجہ یہ ہے کہ اس زیادتی کو ان دونوں نے گواہی دیکر بغیر کسی عوض کے تلف کر دیا ہے اور بغیر کسی عوض کے کسی چیز کو تلف کرنا ہی ضمان اور تاوان کا باعث ہوتا ہے پھر اسمیں اختلاف ہے کہ انکے گواہی سے پھرنے کے بعد یہ نکاح جایز رہیگا یا نہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ظاہراً اور باطناً ہر طرح جایز رہیگا یہانتک کہ اس عورت سے صحبت کرنی جایز ہو گی اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ ظاہراً تو جایز ہو گا اور باطناً نہ ہو گا انکے نزدیک اس مرد کو اس عورت سے صحبت کرنی جایز نہ ہو گی۔ حاشیہ ترجمہ اگر دو گواہوں نے کسی چیز کی خلی (یعنی مناسب قیمت پر یا زیادہ پر بیع ہو جانے کی گواہی دی پھر دونوں (اپنی گواہی سے) پھر گئے تو ان پر تاوان نہ آئیگا اور اگر کم قیمت پر بیع ہونے کی گواہی دی تھی تو یہ اس نقصان کے ضامن ہونگے اور اگر دو گواہوں نے کسی مرد پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی بی بی کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دیدی ہی پھر دونوں (گواہی سے) پھر گئے تو یہ نصف مہر کے ضامن ہونگے اور اگر صحبت کرنیکے بعد طلاق دینے کی گواہی دی تھی تو ضامن نہ ہونگے۔ اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے (اور انکی گواہی پر حاکم نے حکم دیدیا اور وہ غلام آزاد ہو گیا) پھر یہ دونوں گواہ پھر گئے تو یہ دونوں اس غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے اور اگر دو گواہوں نے قصاص کی گواہی دی (اور جسپر گواہی دی تھی وہ انکی گواہی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا) اور قتل ہونے کے بعد یہ دونوں (گواہی سے) پھر گئے تو یہ خونبہا کے ضامن ہونگے اور انسے قصاص نہ لیا جائیگا اور اگر نقلی گواہ پھر جائیں تو وہ بھی ضامن ہونگے اور اگر نقلی گواہوں کی گواہی پر قاضی کے حکم دینے کے بعد

اصلی گواہ پھر گئے اور یہ کہا کہ ہم نے اپنی گواہی پر انکو گواہ نہیں کیا تھا تو ان (اصلی گواہوں) پر اسکا تاوان واجب نہ ہوگا (کیونکہ انھوں نے گواہ بنانے ہی سے انکار کر دیا ہے) اور اگر انھوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی غلطی سے انکو اپنا گواہ کر لیا تھا تو اب یہ ضامن ہونگے (یعنی انپر تاوان واجب ہوگا) اور اگر نقلی گواہوں نے اصلی گواہوں کی تکذیب کی یا یہ کہا کہ انھوں نے ہمیں غلطی سے گواہ کر لیا تھا تو انکے قول پر التفات نہ کیا جائیگا اور جب چار آدمیوں نے زنا کی گواہی دی اور دو آدمیوں نے احصان کی (یعنی زانی یا زانیہ کے محصن ہونے کی) پھر احصان کے گواہ پھر گئے تو انپر تاوان نہ آئیگا اور جب زنا کے گواہ زنا کی گواہی سے پھر جائینگے تو انپر تاوان آئیگا اگر دو گواہوں نے (قسم کی گواہی دی تھی اور دونے) شرط ہونے کی پھر یہ سب گواہ پھر گئے تو تاوان خاص قسم ہی کے گواہوں پر واجب ہوگا ف اسکی مثال یہ ہے کہ دو آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ زید نے یہ قسم کھائی ہے کہ اگر میری عورت فلاں کام کرے تو اسے طلاق ہے اور دو نے اس شرط کے ہونے یعنی اس عورت کے وہ کام کر لینے کی گواہی دی اور اسپر طلاق پڑ گئی تو اس صورت میں پہلے گواہوں پر تاوان آئیگا کیونکہ قسم ہی کے ساتھ متعلق ہے

کتاب آداب القاضی

قاضی کے آداب کا بیان

ترجمہ جبتک کسی میں گواہی کی سب شرطیں موجود نہ ہوں اسکا قاضی ہونا درست نہیں ہے اور چاہیے کہ وہ شخص مجتہد بھی ہو اور جسے اپنے اوپر یہ اعتماد ہو کہ میں اس عہدہ کا فرض خوب ادا کر دونگا تو اسکے قاضی ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایسے شخص کو قاضی بننا مکروہ ہے کہ جسے اسکی انجام دہی نہ ہونیکا اندیشہ ہو اور اسمیں اپنے سے ظلم ہونے پر اطمینان نہ ہو اور عہدۂ قضا کی درخواست کرنی اور اس کا طلبگار رہنا نہیں چاہیے اور جسے قاضی بنایا جائے لازم ہے کہ اس سے پہلے قاضی کا دفتر اُسکے حوالہ کر دیا جائے وہ قیدیوں کے حال کی خوب تحقیقات کرے پس جو قیدی انمیں سے (اپنے ذمہ دوسرے کے حق کا اقرار کرے اُسپر وہ حق لازم کر دے (اور جبتک مدعی اسے قید میں رکھنا چاہے قید میں رکھے) اور جو قیدی انکار کرے (یعنی یہ کہے کہ میرے ذمہ کسی کا کوئی حق وغیرہ نہیں ہے) تو اُسکے بارے میں بغیر ثبوت گواہوں کے معزول (قاضی کا قول نہ ماننے (یعنی فقط اُسکے کہنے کا اعتبار نہ کرے بلکہ اُس سے اُسکے قابل قید ہونیکے گواہ طلب کرے پس اگر وہ قاضی گواہ پیش نہ کر سکے تو اُسکے کرنے میں جلدی نہ کرے یہانتک کہ اُسکی منادی کرادے اور کسی مدعی وغیرہ کے آنیکا انتظار کرے

اور امانتوں اور اوقاف کی آمدنیوں کی خوب جانچ پرتال کرے اور جو کچھ گواہوں وغیرہ سے ثابت ہو یا جو تحقیق کرنے سے معلوم ہوا ہے اس کا وہ شخص اقرار کرے کہ جسکے قبضہ میں یہ اوقاف یا امانتیں ہیں تو اسکے موافق عملدرآمد کرے اور اگر معزول شدہ قاضی (کوئی) وقف کسی کے پاس ہونے کو کہے تو اس کے قول کو نہ مانے ہاں اگر وہ شخص اقرار کرے کہ جسکے قبضہ میں وہ وقف ہے اس بات کا کہ اس معزول قاضی نے یہ وقف میرے سپرد کیا تھا اُسکے قول اس وقف میں اعتبار کرکے اسپر عمل کرے اور چاہیئے کہ عام طور پر مسجد میں گھوشنا کیا کرے (تاکہ قاضی کے جگہ سے جانا واقف نہ رہیں) اور سوائے اپنے ذی رحم محرم کے اور کسی کا تحفہ قبول نہ کرے یا ایسے شخص کا کہ جسکی عادت اسکے قاضی ہونے سے پہلے ہی سے یہ عادت ہو کہ وہ اسکے ہاں تحفہ بھیجتا تھا اور اسکے ہاں اور دعوت میں نہ جائے ہاں اگر عام دعوت ہو (تو مضایقہ نہیں ہے) اور جنازہ میں شامل ہوا اور مریض کی عیادت کرے اور مدعی مدعاعلیہ میں ایسا نہ کرے کہ ایک کی خاطرداری اور مہمان نوازی کرے اور دوسرے کی نہ کرے بلکہ جب دونوں حاضر ہوجائیں تو برابر بٹھائے اور یکساں دونوں کیطرف متوجہ ہووے انمیں ایک سے کوئی بات آہستہ نہ کہے نہ ایک طرف کچھ اشارہ کرے نہ اسے کوئی حجت سمجھائے (کیونکہ ان امور میں دوسرے کی دلشکنی ہے) اور جب اسکے نزدیک (ایک کے ذمہ دوسرے کا) حق ثابت ہوجائے اور حقدار (اپنا حق) لینا چاہے اور دعوی کرے تو یہ اسکے قرضدار کو قید کرنے قید کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ جو کچھ اسکے ذمہ ہے (پہلے اسکے ادا کرنیکا اسے حکم دے اگر وہ ادا نہ کرے تو ایسے ہر قرض کے بدلے اسے قید کردے کہ جو اسکے قبضہ میں کچھ مال آئے کہ جو اسپر واجب ہوا ہو مثلاً کسی مبیع کی قیمت ہو یا اسکے ذمہ قرض لیا ہو یا کسی علت کیوجہ سے اُسکے ذمہ واجب ہوگیا ہو جیسے مہر اور نفقات (کا روپیہ) باقی اُسکے سوا اور حقوق میں جب وہ یہ کہے کہ میں فقیر ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے تو اسے قید نکرے ہاں اگر مدعی اس کا جھوٹ ہونا ظاہر کرے کہ اسکے پاس مال ہے (یہ فقیر نہیں ہے) اور دو مہینے یا تین مہینے اسے قید میں رکھے پھر اسکی تحقیق کرے (کہ اسکے پاس کچھ مال ہے یا نہیں ہے) پس اگر اسکا مالدار ہونا ثابت ہو تو اسے رہا کردے اور جب وہ قید سے چھوٹ جائے تو اُسکے قرضخواہوں کو اسپر تقاضا وغیرہ کرنے سے نہ روکے اگر کوئی (نئی) دین کو نہ دے تو اسے قید کردیجائے اور باپ (دادا) کو اسکے بیٹے (پوتے) کے قرض میں قید نہ کیجائے ہاں اگر اولاد چھوٹی اور مفلس ہو اور وہ خرچ نہ دے (تو قید کردیجائے) اور سوائے حدود اور قصاص کے اور تمام احکام میں عورت کو قاضی بنانا جائز ہے اور ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو تمام حقوق میں قبول ہوگا (مگر اسوقت کہ) جب اُس قاضی کے روبرو اس خط کی دو گواہ گواہی دیں پھر اگر گواہوں نے

مدعا علیہ کے سامنے گواہی دی ہے تو قاضی اس گواہی پر حکم لگا دے اور اپنا حکم لکھدے (کہ میں نے گواہوں کی گواہی سے اسپر حکم لگا دیا ہے) اور اگر اُنھوں نے مدعا علیہ کی غیر موجودگی میں گواہی دی تھی تو اب حکم نہ لگائے اور فقط گواہی (دوسرے قاضی کو) لکھدے تاکہ (وہ قاضی یعنی) مکتوب الیہ اسپر حکم لگائے **ف** اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ایکہزار روپیہ کا دعویٰ کیا اور اسپر گواہ بھی دیدیے پھر مدعی مدعا علیہ نے اسپر صلح کرلی کہ یہ روپیہ ہم دوسرے شہر میں لے دے لینگے تو اگر مدعی نے مدعا علیہ کے سامنے ہی گواہ دیدیے تھے تو اب یہ قاضی اس دوسرے شہر کے قاضی کو اپنا حکم لکھدے کہ اس مدعی کو اتنا روپیہ دلا دیا جائے وہ روپیہ دلا دیگا برابر ہے کہ یہ مقدمہ اسکی رائے کے موافق ہو یا مخالف ہو اور اگر مدعا علیہ کی موجودگی میں مدعی نے گواہ نہ دئے تھے تو اب یہ قاضی فقط اتنا لکھدے کہ میرے سامنے گواہی ہوئی ہے اب اس صورت میں روپیہ دلانے نہ دلانے کا حکم مکتوب الیہ قاضی کے اختیار میں ہے۔ **ترجمہ** اور ایک قاضی کا خط دوسرا قاضی قبول نہ کرے جبتک کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی نہ دیدیں (کہ یہ خط اس قاضی نے ہمارے روبرو لکھا تھا) اور واجب ہے کہ قاضی خط (لکھ کر اس) کو گواہوں کے روبرو پڑھدے تاکہ اسکا مضمون انھیں معلوم ہوجائے پھر (انکے سامنے ہی) اسپر (اپنی) مہر کرکے انکے حوالے کردے اور جب یہ خط (دوسرے) قاضی کے پاس پہونچے تو بغیر مدعا علیہ کے حاضر ہوئے وہ اس خط کو قبول نہ کرے (کیونکہ یہ خط بمنزلہ گواہی کے ہے اور گواہی میں مدعا علیہ کا حاضر ہونا ضروری ہے) بلکہ جسوقت گواہ یہ خط قاضی کو دیں تو وہ پہلے اسکی مہر کو دیکھے پھر (مہر کے ٹھیک ہونیکے بعد) جب وہ گواہ یہ گواہی دیدیں کہ فلاں قاضی نے اپنی کچہری میں اپنی عدالت میں یہ خط ہمیں دیا تھا اور اُسکو پڑھکے ہمیں سُنا بھی دیا تھا اور اُسی نے اسپر مہر کی تھی تو اب یہ قاضی اس خط کو کھولے اور مدعا علیہ کو سُنائے اور جسقدر روپیہ وغیرہ دادنی اسمیں لکھا ہو وہ اُسکے ذمہ لازم کردے (کہ یہ روپیہ تم ادا کرو) اور ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو حدود اور قصاص کے بارے میں قبول نہ کیا جائیگا **ف** اسکی وجہ یہ ہے کہ حدود اور قصاص شبہ سے ساقط ہوجاتے ہیں اور ایک قاضی کو دوسرے قاضی کو خط لکھنے میں شبہ ہوجاتا ہے کیونکہ خط ایک دوسرے کا ملتا جاتا ہے ہوسکتا ہے کہ یہ خط اس قاضی کا نہ ہو اور اتنا شبہ حدود قصاص کے ساقط ہونیکے لیئے کافی ہے۔ جوہرہ **ترجمہ** قاضی کو قضاۃ پر اپنا نائب بنا دینا جایز نہیں ہے ہاں اگر اُسے تائب بنا دینے کا اختیار دیدیا گیا ہو اور جب کسی اور حاکم کا حکم کوئی قاضی کے ہاں لیجائے تو یہ قاضی اُسے بحال رکھے ہاں اگر وہ حکم قرآن شریف یا حدیث یا اجماع کے خلاف ہو یا ایسا قول ہو جسکی کوئی دلیل نہ ہو (تو اسکی تعمیل نہ کرے) اور قاضی غیر حاضر پر حکم نہ لگائے ہاں اگر اسکا کوئی قایم مقام موجود ہو اور جب دو آدمی اپنے درمیان کسی کو حکم بنالیں اور اُسکے فیصلہ کردینے پر راضی ہوجائیں

تو اسکا حکم بننا جائز ہے (لیکن) جبکہ اسمیں حاکم (بننے) کی صفت ہو اور کافر۔ ذمی غلام محدود فی القذف (یعنی جسپر تہمت لگانے میں حد جاری ہو چکی ہو) اور فاسق اور نابالغ لڑکے کو حکم بنانا جایز نہیں ہے اور جبتک حکم نے حکم کرنے والوں پر کوئی حکم نہ لگایا ہو ان دونوں کو اسکے حکم کرنے سے رجوع کرلینا جایز ہے اور جب اُسنے حکم لگا دیا تو وہ حکم اُنپر لازم ہو جائیگا (کیونکہ اسکا یہ حکم اُنپر اُسکے حاکم ہونیکی حالت میں صادر ہوا ہے اور اگر اُسکے حکم کا قاضی کے ہاں اپیل کیا جائے اور قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو قاضی اُسی حکم کو بحال رکھے اور اگر اُسکے مذہب کے خلاف ہو تو باطل کردے اور حدود و قصاص میں حکم بنانا جایز نہیں ہے اور اگر مدعی مدعا علیہ نے خطا کے دم میں کسی کو حکم بنایا اور اُسنے عاقلہ پر خونبہا ادا کرنے کا حکم دیدیا تو اسکا یہ حکم جاری نہ ہوگا (اسلیئے کہ عاقلہ پر اسکی حکومت نہیں چلسکتی کیونکہ یہ انکی طرف سے حکم نہیں ہے) اور حکم کو گواہوں کا سُننا اور اُنکے اوپر حکم لگانا جایز ہے (اور اسی طرح اقرار پر بھی کیونکہ یہ حکم شرع کے موافق ہے) اور حاکم کا اپنے والدین اور اپنے بچوں کے لیئے حکم لگانا باطل ہے (کیونکہ اسمیں تہمت کا اندیشہ ہے)۔

کتاب القسمۃ

تقسیم کا بیان

ترجمہ امام (یعنی حاکم) کو چاہیئے کہ تقسیم کے لئے ایک آدمی مقرر کردے اور تنخواہ اُسے بیت المال سے دے تاکہ وہ بغیر اُجرت لئے لوگوں میں (جائداد وغیرہ) تقسیم کیا کرے اور اگر بیت المال سے اُجرت نہ دے تو بھی ایک آدمی کو مقرر کردے کہ وہ اُجرت پر تقسیم کیا کرے (یعنی حاکم اُسے لوگوں سے اُجرت دلوا دیا کرے) اور واجب ہے کہ تقسیم کرنے والا عادل ہو امین ہو تقسیم کا اُسے علم ہو اور حاکم لوگوں پر زبردستی نہ کرے اُسکی کہ وہ تقسیم کے لئے ایک ہی آدمی کو مقرر رکھیں اور تقسیم کے امینوں کو شرکت میں نہ چھوڑ دے (بلکہ علیحدہ علیحدہ) اور قسام کی اُجرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وارثوں (اور حصہ داروں) کی تعداد کے حساب سے ہوگی اور صاحبین کے نزدیک حصوں کے حساب سے (یعنی جسکا جسقدر حصہ ہوگا اُسیقدر حساب کرکے اُس سے اُجرت بھی لیجائیگی) اور جب چند شریک قاضی کے ہاں حاضر ہوں اور اُنکے قبضہ میں کوئی مکان یا زمین ہو اور وہ اس بات کا دعویٰ کریں کہ یہ مکان ہمیں فلاں شخص کے ترکہ میں پہونچا ہے (اور ہم اسے اب تقسیم کرانا چاہتے ہیں) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قاضی اس مکان وغیرہ کو تقسیم کرائے جبتک کہ وہ اس مورث کے مرنے اور کل وارثوں کے موجود ہونے پر گواہ نہ پیش کردیں اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ انکے اقرار پر قاضی اُسے تقسیم کرادے اور تقسیم کے رجسٹر میں یہ لکھدے کہ اسکو

میں نے انکے کہنے پر تقسیم کرادیا ہے اگر زمین وغیرہ (یعنی غیر منقولی ورثہ) کے سوا کچھ مشترکہ مال تھا اور چند آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ (ہماری) میراث ہے (اور اسکا کچھ ثبوت نہیں دیا) تو سب کے نزدیک قاضی اُسے تقسیم کردے (کیونکہ اُسکے تقسیم کرنے میں اسکی حفاظت ہوجائیگی) اور اگر کسی زمین کی بابت چند آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ ہم نے خریدی ہے تو قاضی اُسے بھی تقسیم کردے اور اگر چند آدمیوں نے زمین وغیرہ کی) ملکیت کا دعویٰ کیا (اور اُسے تقسیم کرانا چاہا) اور یہ نہیں ذکر کیا کہ یہ اُنکے پاس کس طرح آگئی ہے تو قاضی اسے بھی تقسیم کردے ف مقصود اس سے یہ ہے کہ جب وہ زمین انکے قبضہ میں ہے وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری ہی ملکیت ہے اور یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہمیں فلاں شخص سے ملی ہے تو قاضی اُسے انکے اس اقرار کیوجہ سے تقسیم کردے کیونکہ اسمیں دوسرے پر کوئی حکم نہیں ہوتا اسلیئے کہ انھوں نے کسی اور کی ملکیت ہونیکا تو اقرار ہی نہیں کیا حاشیہ ترجمہ اور اگر (ایک زمین میں چند شریک ہیں اور) ہر شریک اپنے اپنے حصّہ سے نفع اُٹھاتا ہے تو (اس زمین کو) ان حصّہ داروں میں سے فقط ایک کی درخواست پر تقسیم کردے اور اگر انمیں سے ایک حصّہ دار تو نفع اُٹھاتا ہے اور دوسرا اپنا کم حصّہ ہونیکی وجہ سے نقصان اُٹھاتا ہے تو اس صورت میں) اگر زیادہ حصّہ والا درخواست کرے تو تقسیم نہ کیجائے اور اگر (تقسیم کرنے میں) دونوں حصّہ داروں کو نقصان ہوتا ہے تو جبتک یہ دونوں (تقسیم پر) رضامند نہ ہوجائیں قاضی اُسے تقسیم نکرے اور اگر ترکہ اسباب ہے اور سارا ایک ہی قسم کا ہے (مثلاً کپڑے ہی کپڑے ہیں) تو قاضی) اُسے (جبراً) تقسیم کردے اور اگر ترکہ دو قسم کا ہے تو اسے تقسیم نکرے کہ ایک چیز ایک کو دیدے اور دوسری دوسرے کو (ہاں اسکی قیمت ٹھہراکے تقسیم کردیا جائے) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غلاموں کو اور جواہر کو تقسیم نہ کیا جائے (کیونکہ انمیں تفاوت بہت ہوتا ہے) اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ غلاموں کو تقسیم کردیا جائے اور حمام کنویں۔ خرانس کو تقسیم نہ کیا جائے ہاں اگر سب شریک (تقسیم ہونے پر) رضامند ہوجائیں ف یہی حکم اُس دیوار کا ہے جو دو مکانوں کے درمیان میں ہو کیونکہ اسکے ٹوٹنے اور تقسیم ہونے میں دونوں طرف والوں کا نقصان ہوگا اور اسی طرح کنویں وغیرہ کے تقسیم ہونے میں بھی دونوں کا نقصان ہوتا ہے اسلیئے بغیر سب حصّہ داروں کی رضامندی کے قاضی ان چیزوں کو تقسیم نکرے۔ حاشیہ ترجمہ اگر دو وارث قاضی کے ہاں حاضر ہوئے اور دونوں نے اس پر گواہ گذرانے کہ ہمارا مورث مرگیا ہے اور اسکے ہم تین ہی وارث ہیں دو ہم حاضر ہیں اور تیسرا یہاں نہیں ہے اور ایک مکان اُنکے قبضہ میں ہے (جسے یہ تقسیم کرانا چاہتے ہیں) تو قاضی اُن حاضرین کی درخواست پر اُسے تقسیم کردے اور جو وارث موجود نہیں ہے اسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کردے کہ وہ اُسکے حصّہ پر

قبضہ کرے اور اسکا خبرگیراں رہے) اور اگر وہ مشتری ہیں (یعنی انھوں نے کسی مکان کے خریدنے پر گواہ گذرانے ہیں) تو انمیں سے ایک کے غیر حاضر ہونے پر اس مکان کو تقسیم نہ کیا جائے اور اگر کوئی زمین یا کوئی مکان کسی غیر موجود وارث کے قبضہ میں ہے (اور موجودہ وارث اُسے تقسیم کرانا چاہتے ہیں تو وہ تقسیم نہ کیا جائے (جبتک کہ وہ غیر موجود وارث حاضر نہ ہو جائے اگرچہ یہ اپنے وارث ہونے پر گواہ بھی گذران دیں) اور اگر ایک ہی شہر میں بہت سے مکانات مشترکہ ہیں (برابر ہے کہ ملے ہوئے ہوں یا متفرق ہوں) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اُنکو علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا جائے (اور ہر ایک کا حصہ ایک ہی مکان میں نہ جمع کر دیا جائے ہاں اگر سب حصہ دار اس طرح تقسیم ہونے پر رضامند ہو جائیں) اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ شرکاء کی بہتری مجموعہ کی تقسیم میں ہو تو اسی طرح تقسیم کر دے اور اگر (ورثہ) ایک مکان اور زمین ہے یا ایک مکان اور ایک دوکان ہے تو انھیں علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا جائے اور تقسیم کرنے والے کو چاہئیے کہ جس چیز کو تقسیم کریں اُسکو لکھ لیں (یعنی علیحدہ علیحدہ کاغذوں پر یہ لکھ لیں کہ اتنا حصہ فلانے کا ہے اور اتنا فلانے کا) اور برابر (حصہ رسد) تقسیم کریں اور گزسے پیمایش کر لیں اور عمارت کی قیمت ٹھیرالیں اور ہر ایک کا حصہ مع اُسکے رستہ اور موری کے دوسرے کے حصہ سے علیحدہ کر دیں تاکہ ایک کے حصہ کو دوسرے کے حصہ سے کچھ تعلق نہ رہے اور اُنکے نام لکھکر انھیں قرعے بنالیں اور (جسقدر حصے ہوں) ہر حصہ کو پہلا دوسرا تیسرا کرکے مقرر کر لیں پھر قرعہ نکالیں پس جس حصہ دار کا نام پہلے نکل آئے اُسکو پہلا حصہ دیں اور جس کا نام دوسرے نمبر پر نکلے اُسے دوسرا حصہ (اور آگے اسیطرح کرتے چلے جائیں اور اس تقسیم میں حصہ داروں کے رضامند ہوئے بغیر درہم اور دنانیر (یعنی روپیہ اور اشرفیاں) داخل نہونگے (ان کی تقسیم علیحدہ ہوگی) پس اگر ایک مکان حصہ داروں میں تقسیم کر دیا اور (اتفاق سے) ایک کی موری یا رستہ دوسرے کی ملک میں کو رہا تو اگر یہ رستہ اور موری پھر سکتی ہے تو اُسے دوسرے کی ملک اور اس) کے حصہ میں کو رستہ رکھنا یا موری نکالنی جائز نہیں ہے اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو یہ تقسیم ٹوٹ جائیگی اور اگر کوئی ایسا مکان ہے کہ اُسپر بالاخانہ نہیں ہے یا بالاخانہ ہے اور نیچے کا درجہ نہیں ہے یا نیچے کا مکان ہے اور اوپر بالاخانہ بھی ہے تو اُنمیں سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ قیمت ٹھیرائی جائے اور قیمت ہی سے تقسیم کر دیا جائے بے قیمت کیے اور کسی طرح اسکو تقسیم کرنیکا اعتبار نہ کیا جائیگا **ف** یہ قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور مکانین اوپر بالاخانہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً نیچے کا حصہ تو آدمیوں کا مشترک ہے اور اس کا بالاخانہ تیسرے کا ہے اسی طرح اس سے کہ بالاخانہ ہے اور نیچے کا درجہ نہیں ہے یہ مراد ہے کہ بالاخانہ تو مشترک ہے اور نیچے کا درجہ اور کا ہے علیٰ ہذا القیاس نیچے اوپر مکان ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اُسکے دونوں

حصے مشترک ہیں اسمیں شیخین کا قول یہ ہے کہ ایسے گز سے پیمایش کرکے تقسیم کردیا جائے لیکن اسپر فتویٰ نہیں ہے۔ جوہرہ نیرہ ترجمہ اگر تقسیم ہونیکے بعد وارثوں میں جھگڑا ہوجائے اور دو قسم کرنے والے (کسی امر کی) گواہی دیں تو انکی گواہی سُنی جائیگی (یعنی انکی گواہی پر انکا فیصلہ کردیا جائیگا) اور اگر دو حصہ داروں میں سے ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ تقسیم میں غلطی ہوگئی ہے اور میرا کچھ حصہ دوسرے حصہ دار کے قبضہ میں ہے اور حالانکہ پہلے یہ اپنا حصہ وصول کرلینے کا اقرار کرچکا تھا تو اب بغیر گواہوں کے اسکے کہنے کا اعتبار نہ کیا جائیگا اور اگر کسی حصہ دار نے پہلے تو کہدیا کہ میں اپنا حصہ پورا لیچکا ہوں پھر کہا کہ میں نے کچھ حصہ لیا ہے ابھی پورا نہیں لیا تو اس صورت میں مدعا علیہ سے قسم لیکر اسکے قول کا اعتبار کرلیا جائیگا اور اگر اسنے اپنا پورا حصہ لینے کا اقرار کرنے سے پہلے یہ کہا کہ میرا حصہ فلاں جگہ تک ہے وہاں تک میرے حصہ دار نے مجھے نہیں دیا اور اسکا شریک (مدعا علیہ) اسے جھوٹا بتلاتا ہے تو یہ دونوں قسم کھالیں اور یہ تقسیم توڑ دی جائے اور اگر (ایک مکان دو حصہ داروں میں تقسیم ہوچکا تھا بعد میں) انمیں سے خاص ایک کے حصہ میں کوئی جزوی حصہ دار اور نکل آیا تو امام ابوحنیفہ، رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قسم نہ ٹوٹیگی اور یہ حصہ دار اپنے شریک کے حصہ میں سے حصہ رسد لیلے اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ تقسیم ٹوٹ جائیگی (اور امام محمد اس مسئلہ میں امام صاحب کے موافق ہیں۔)

کتاب الاکراہ

مجبور کرنے کا بیان

ترجمہ مجبوری کا حکم اسوقت ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص کسی کو دھمکی دے وہ اسکے واقع کردینے پر بھی قادر ہو برابر ہے کہ بادشاہ ہو یا چور ہو اور جب کسی نے کسی کو اسکا مال فروخت کرنے یا کچھ اسباب خریدنے پر یا اسپر مجبور کیا کہ تو فلاں شخص کے لئے (اپنے ذمہ) اتنے روپیہ ہونیکا اقرار کرلے یا اپنا مکان کرایہ پر دیدے اور اسکے نہ کرنے پر قتل کردینے یا سخت مارنے یا قید کرنیکی دھمکی دے اور اس دھمکی کیوجہ سے اسنے اپنا مال بیچ دیا یا اسکا اسباب خرید لیا تو بعد میں اسے اختیار رہیگا کہ چاہے اس بیع کو توڑ دے اور مبیع واپس کردے اور چاہے قائم رکھے اور اگر اسنے اپنے مال کی قیمت خوشی سے لیلی ہے تو اُسنے بیع کی گویا اجازت دیدی ہے (یعنی خوشی سے قیمت لیلینا بیع کی اجازت دیدینا اور اُسپر رضامند ہوجانا ہے) اور اگر اُسنے قیمت مجبور ہوکے لی تھی تو (بیع میں اسکی) اجازت نہ ہوگی اگر قیمت اُسکے پاس ہے تو اُسکا واپس کردینا واجب ہے اور اگر مشتری کے پاس مبیع ہلاک ہوگئی اور وہ (خریدنے پر) مجبور نہیں کیا گیا تھا تو وہ اس مبیع کی قیمت کا ذمہ

کے لیئے) ضامن ہوگا اور جسے مجبور کیا ہو وہ (یعنی مثلاً بائع) اگر چاہے تو مجبور کرنیوالے سے ضمان (کے طور پر اپنی چیز کی قیمت) لیلے (اور مشتری سے نہ لے) اور اگر کسی کو مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کیا گیا اور اسپر قید کرنے یا مارنے وغیرہ کی دھمکی دیگئی تو یہ کھانا پینا اسے حلال نہیں ہے ہاں اگر ایسی دھمکی دیگئی ہو کہ جس سے اسے اپنی جان جانے یا کوئی عضو کٹ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے اندیشہ کیوقت اسکو جایز ہے کہ جسپر اسے مجبور کیا گیا ہو اُسے کر گذرے اور اس دھمکی پر اُسے صبر کرنا جایز نہیں ہے پس اگر اسنے صبر کیا اور وہ حرام چیز نہ کھائی یہانتک کہ دھمکی دینے والے اسپر واردات کر گئے (یعنی اسے قتل کر دیا یا اُسکا کوئی عضو کاٹ دیا) تو یہ گنہگار ہوگا

ف وجہ گنہگار ہونیکی یہ ہے کہ جب مجبوری کی حالت میں حرام چیز مُباح ہوگئی تو اب اس مباح سے رُکنا اپنی جان ہلاک کرنے میں دوسروں کی اعانت کرنا ہے یا اسمیں اعانت کرنا حرام ہے پس اس حرام فعل کے مرتکب ہونیکی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا۔ حاشیہ **ترجمہ** اگر کسی کو مارنے یا قید کرنے کی دھمکی دیکر اللہ کا انکار کرنے یا نبی علیہ السّلام کو بُرا کہنے پر مجبور کیا گیا تو یہ مجبوری نہ ہوگی جبتک کہ ایسی طرح دھمکی نہ دے کہ جس سے اسکو اپنی جان جانے یا کوئی عضو تلف ہونیکا اندیشہ ہو جسوقت اُسے یہ اندیشہ ہو تو اُسے اجازت ہے کہ جو کچھ وہ کہلاتے ہیں توریہ کرکے زبان سے کہدے **ف** توریہ کے یہ معنے ہیں کہ جو بات دل میں ہو اُسکے خلاف ظاہر کرے اور یہاں اسکی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ دل میں تو ایمان ہو اور زبان سے کفر کا کلمہ نکالدے اور دوسری یہ کہ ایسا لفظ بولدے کہ ذو معنی ہو۔ کذا فی العنایۃ۔ **ترجمہ** پس اگر اسنے (زبان سے کلمۂ کفر ظاہر کردیا اور اسکا دل ایمان سے مطمئن ہے تو اُسے گناہ نہ ہوگا اور اگر اُسنے صبر کیا یہانتک کہ قتل کر دیا گیا تو اُسے اسکا اجر ملیگا اور اگر کسی مسلمان کا مال تلف کرنے پر کسی کو ایسی دھمکی دیکر مجبور کیا گیا کہ جس سے اُسے اپنی جان جانے یا کوئی عضو بیکار ہونے کا ڈر ہے تو اُسکو ایسا کر لینا (یعنی مسلمان کا مال تلف کر دینا) جایز ہے اور مال والا مجبور کرنیوالے سے تاوان لے اور اگر کسی کو قتل کرنے کی دھمکی دیکر اُسے دوسرے کے قتل کرنے پر مجبور کیا (یعنی یہ کہا کہ اگر تو اُسے قتل نہ کریگا تو ہم تجھے قتل کر دینگے) تو اسکو اسپر پیش قدمی کرنا (یعنی دوسرے کو قتل کر دینا) جایز نہیں ہے اسے چاہیئے کہ خود صبر کرے یہانتک کہ خود قتل ہو جائے پس اگر اسنے (کسی کے کہنے سے) اسکو قتل کر دیا تو یہ گنہگار ہوگا (کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے جو ضرورت کیوجہ سے مباح نہیں ہوسکتا) اگر کسی کو اپنی بی بی کو طلاق دینے یا اپنے غلام کو آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا اور اُسنے کر دیا یا طلاق دیدی تو یہ دونوں چیزیں واقع ہوجائیں گی بعد اُسکے جسنے مجبور کیا تھا اس سے غلام کی قیمت وصول کیجائے اور طلاق اگر صحبت سے پہلے دیگئی ہو تو اس عورت کا نصف مہر بھی وصول کیا جائے اور اگر کسی کو زنا کرنے پر مجبور کیا گیا اور اُسنے کر لیا) تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک

اسپر (زنا کی) حد واجب ہوگی ہاں اگر زنا کرنے پر بادشاہ نے مجبور کیا ہو (تو حد واجب نہوگی) اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ (پہلی صورت میں بھی) حد واجب نہوگی اور اگر کسی کو مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا (اور اُسنے زبان سے مرتد ہونے کا کلمہ کہدیا) تو اس سے اُسکی بی بی بائن نہ ہوگی۔

کتاب السیر

جہاد کا بیان

ترجمہ جہاد کرنا فرض کفایہ ہے (اور فرض کفایہ اُسے کہتے ہیں کہ) جب اُسے تھوڑے سے آدمی کرلیں تو وہ سب کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے اور اگر کسی نے بھی نہ کیا تو اُسکے نہ کرنے سے سارے گنہگار ہوتے ہیں اور کفار سے قتال کرنا واجب ہے اگرچہ انکی طرف سے ابتدا نہ ہو اور لڑکے غلام۔ عورت۔ اندھے۔ لنگڑے لُولے۔ اپاہج پر جہاد درست نہیں ہے ف علی ہذا القیاس قرضدار پر بھی بغیر قرضخواہ سے اجازت لیے جہاد میں جانا فرض نہیں ہے اور نہ ایسے عالم پر کہ جس شہر میں وہ ہے وہاں اور کوئی اس سے بڑا عالم نہو کذا فی مجمع الانہر ترجمہ اگر دشمن کسی شہر پر چڑھ آئے تو اسکا دفع کرنا سب مسلمانوں پر واجب ہے ایسے موقع پر عورت اپنے شوہر کی اجازت بغیر اور غلام اپنے آقا کی اجازت بغیر جہاد میں چلے جائیں اور جب مسلمان دار الحرب میں پہونچکر کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کرلیں تو پہلے انھیں دعوت اسلام کریں اگر وہ مان لیں تو انسے جہاد کرنا موقوف کردیں اور اگر نہ مانیں تو انسے جزیہ (یعنی خراج) طلب کریں اگر وہ جزیہ دیدیں (یعنی جزیہ دینا قبول کرلیں) تو انکے واسطے بھی وہی ہے کہ جو مسلمانوں کے واسطے ہے کہ انکے جان و مال کی بھی حفاظت کیجائیگی اور جو مسلمان پر (لگان وغیرہ) ہوگا وہی انپر بھی ہوگا اور ایسے لوگوں سے جہاد کرنا جایز نہیں ہے کہ جنھیں ابھی تک دعوت اسلام نہ پہونچی ہو ہاں انھیں اسلام کی دعوت دینے کے بعد جایز ہے اور جنھیں ایکبار اسلام کی دعوت ہوچکی تو انھیں پھر دوبارہ اسلام کی طرف بلانا مستحب ہے اور یہ واجب نہیں ہے پس اگر وہ انکار کریں تو مسلماں اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگ کے اُنسے لڑائی شروع کردیں اور انپر جنگی ہتھیار لگادیں اور انھیں آگ میں جلادیں (یعنی اُنکے گھروں اور اسباب وغیرہ کو) اور انپر پانی چھوڑ کر انھیں غرق کردیں اور اُنکے درختوں کو کاٹ ڈالیں (اگرچہ پھلدار ہوں) اور کھیتیاں اُجاڑ دیں اور اُنپر تیر برسانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ انکے ہاں کوئی مسلمان قید میں ہو یا تجارت کرنے گیا ہو اور اگر وہ مسلمانوں کے بچوں کو یا قیدیوں کو ڈھال کی طرح اپنے آگے کرلیں تب بھی اُنکے تیر مارنے سے نہ رُکیں اور تیر کافروں ہی کا قصد کرکے ماریں مسلمانوں

کے نہ ماریں اور جب لشکر کی جمعیت زیادہ قابل اطمینان ہو تو مسلمانوں کو اپنے ساتھ عورتوں اور قرآن شریف کو جہاد میں لیجانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر تھوڑا لشکر ہے قابلِ اطمینان نہیں ہے تو اُسوقت اُنکا لیجانا مکروہ ہے اور عورت بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے اور غلام بغیر اپنے آقا کی اجازت کے جہاد نکرے ہاں اگر غنیم یکایک چڑھ آئے اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ دغا نہ کریں نہ خیانت کریں نہ مثلہ کریں اور نہ عورت کو قتل کریں نہ بچہ کو نہ بہت بوڑھے کو نہ اندھے کو نہ اپاہج کو ہاں اگر انمیں سے کوئی ایسا ہو کہ جنگی معاملات میں رائے دیتا ہو یا عورت ملکہ ہو (تو انکو بھی قتل کردیں) اور دیوانے کو قتل نہ کریں اور اگر حاکم (لشکر) اہل حرب سے یا انمیں کے کسی فریق سے صلح کرنے میں کوئی مصلحت سمجھے اور اسمیں عام مسلمانوں کی بہتر ائی ہو تو ایسے وقت صلح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے پس اگر ایک معین مدت تک کے لئے صلح کرلی تھی پھر یہ خیال ہوا کہ صلح توڑ دینے میں زیادہ فائدہ ہے تو پہلے انھیں اطلاع کردیں کہ اب ہمیں صلح رکھنی منظور نہیں ہے اور بعد اسکے اُنسے جہاد کردیں اور اگر پہلے اُنھوں ہی نے کچھ خیانت کردی تو اگر یہ خیانت ان سب کے اتفاق سے ہے تو اب بلا اطلاع ہی انسے جنگ شروع کردیں اور جب انکے غلام بھاگ کے مسلمانوں کے لشکر میں آجائیں تو وہ آزاد ہوجائینگے اور لشکر (اسلام) کو دار الحرب میں اپنی سواریوں کو وہان کا چارہ وغیرہ کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور انھیں وہاں جو کھانا کھالیں ایندھن جلائیں اور تیل کو کام میں لائیں اور جو ہتیار وہاں ہاتھ لگیں اُن سے جہاد کریں ان چیزوں کو تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ انمیں سے کسی چیز کو بیچنا اور نہ اپنے لیئے ذخیرہ کرلینا جائز ہے اور اگر ان (کفار) میں سے کوئی مسلمان ہوجائے تو اُسکے اسلام کیوجہ سے اِسکی جان اور اسکی چھوٹی اولاد اور اسکا مال یا جو کسی مسلمان یا ذمی کے پاس امانت ہو وہ سب محفوظ ہوجائیگا (یعنی یہ غنیمت میں شمار نہ ہوگا) پھر اگر مسلمان اسکے سارے گھر ہی پر غالب آجائیں تو اسکی زمین اور اسکا اسباب اور اُس شخص کی بی بی اور اُسکی بڑی اولاد سب فے ہے اور کفار کے ہاتھ ہتیار بیچنے جائز نہیں ہیں اور نہ اُنکے ہاں تاجر اسباب لیجائیں (یعنی ہتیار وغیرہ کہ جس سے اُنکو جنگ کرنیکی قوت ہو) اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُنکے قیدیوں کو اپنے قیدیوں کے عوض میں رہا کرنا جائز نہیں ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ مسلمان قیدیوں کے عوض میں رہا کردینا جائز ہے اور اُنپر احسان کرنا بھی جائز نہیں ہے ف یعنی اُنپر یہ احسان کرنا کہ بلا غلام بنائے یا قتل کئے اُنکو یونہی چھوڑ دیا جائے یہ جائز نہیں ہے امام شافعی علیہ الرحمۃ اسکے خلاف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد ابو العاص یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر کو یونہی

چھوڑ دیا تھا جیسا کہ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے اور ہماری دلیل اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد ہے کہ اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم یہ آیت سورۂ براءۃ کی ہے اور یہ سورۃ سب سے آخر میں نازل ہوئی اور اسمیں قتل کرنا عام طور پر واجب کیا گیا ہے لہذا یہ آیت پہلے احکام اور واقعات کے لئے ناسخ ہے۔ کذا فی البنایۃ ترجمہ جب مسلمان بادشاہ جنگ کرکے کسی شہر کو فتح کرے تو اب اُسے اختیار ہے کہ چاہے اُسکو مجاہدین میں تقسیم کردے اور چاہے وہاں اُسکے باشندوں ہی کو دیدے اور اُنپر جزیہ اور اُنکی زمینوں پر خراج مقرر کردے اور وہاں کے قیدیوں میں بھی اسے اختیار ہے چاہے انہیں قتل کردے چاہے غلام بنالے اور چاہے ذمی بناکر آزاد ہی چھوڑ دے اور انھیں دار الحرب کی طرف جانے دینا جائز نہیں ہے اور جب بادشاہ دار الاسلام کو آنا چاہے اور اُسکے ساتھ کافروں کے مویشی ہوں اور انکو دار الاسلام میں لانا مشکل ہو تو انھیں وہیں ذبح کرکے جلادے (یعنی تلف کردے) اور انکے پیر ہاتھ کاٹ کے نہ چھوڑ دے اور غنیمت کو دار الحرب میں تقسیم نہ کرے بلکہ اسے دار الاسلام میں لے آئے اور وہاں لاکے تقسیم کرے اور لشکر میں لڑنیوالے اور اُنکی خدمت کرنیوالے غنیمت کے مستحق ہوتے ہیں) برابر ہیں اور جب غنیمت کے مال کو دار الاسلام میں لانیسے پہلے دار الحرب میں کمک پہونچ جائے تو یہ کمک والے بھی غنیمت کے مال میں برابر شریک ہوں گے اور غنیمت میں لشکر کے بازار والوں کا کچھ حق نہیں ہے ہاں اگر وہ بھی لڑائی میں شریک ہوئے ہوں اور جب کوئی آزاد مرد یا آزاد عورت ایک کافر کو یا چند آدمیوں کو یا اہل قلعہ کو یا کسی شہر کو پناہ دیدے تو اُنکو پناہ دینا درست ہوجائیگا پھر اُنکو قتل کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے ہاں اگر اسمیں کوئی خرابی ہو تو بادشاہ اُنکے پناہ دینے کو توڑ دے اور ذمی اور قیدی کا پناہ دینا جائز نہیں ہے اور نہ ایسے تاجر کی کہ جو ان کفار کے ہاں جاتا ہو اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مجور علیہ غلام کا پناہ دینا بھی جائز نہیں ہے ہاں اگر اسکے آقا نے اُسے جنگ میں شریک ہونیکی اجازت دیدی ہو تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اسکا پناہ دینا بھی درست ہے (خواہ اُسکے آقا نے اجازت دی یا نہ دی ہو) اور (مثلاً) جب ترکی (کفار) روم کے کفار پر غالب آجائیں اور انکو قید کرلیں اور انکا مال لے لیں تو وہ اُسکے مالک ہوجائینگے اور اگر (پھر) ہم ترکیوں پر غالب آجائیں تو جو کچھ ہمیں سے ملے وہ ہمارے لئے حلال ہے (یعنی پھر روم کے کافروں کا اس سے کچھ تعلق نہ رہیگا بلکہ اسکے مسلمان مالک ہوجائینگے) اور اگر کفار ہم پر غالب آجائیں اور ہمارا مال وغیرہ لوٹ کے اپنے دار الحرب میں لیجائیں تو اُسکے وہ مالک ہوجائینگے (یعنی وہ مسلمانوں کی ملک سے نکل جائیگا) اور اگر اسکے بعد پھر مسلمان انپر غالب آگئے

اور انکا مال تقسیم ہونیسے پہلے انھیں ملگیا تو وہ مال بغیر کسی عوض کے ان ہی کا ہے (یعنی جس جس کا جو مال ہو وہ بغیر کسی عوض کے اپنے مسلمانوں سے لیگا اور اگر انھیں وہ مال تقسیم ہونیکے بعد ملا ہے تو اب اگر اُسے لینا چاہیں تو غازیوں کو اسکی قیمت دیکر لیں اور اگر کوئی سوداگر دارالحرب میں گیا اور اُسنے وہ مال خرید لیا (جو اصل میں مسلمانوں کا تھا اور کفار اُسپر غالب آگئے تھے) پھر وہ سوداگر اُسے دارالاسلام میں لے آیا تو اُسکے پہلے مالک کو (یعنی اُس مسلمان کو جو پہلے مالک تھا) اختیار ہے کہ چاہے اُسکی وہ قیمت دیکر لیلے کہ جس قیمت سے اِس سوداگر نے خریدا ہے اور چاہے نہ لے اور کفار ہم پر غالب آکر ہمارے مدبروں اور مکاتبوں اور ام ولدوں اور آزادوں کے مالک نہیں ہوتے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ غلبہ ہونیسے ملکیت اُسوقت ثابت ہوتی ہے کہ جب کسی مباح مال پر غلبہ ہو اور آزاد آدمی مباح مال نہیں ہوتا بلکہ وہ آزاد آدمی ہونیکی وجہ سے معصوم ہوتا ہے اسلیئے وہ غلام نہیں ہوسکتا اور اِسی طرح مکاتب اور ام ولد وغیرہ میں بھی ایک قسم کی آزادی ہوتی ہے جو انکے غلام نہونے کا باعث ہے۔ مجمع الانہر ترجمہ اور ہم انکی اِن سب چیزوں کے مالک ہوجائینگے۔ ف کیونکہ اُنکے مکاتب وغیرہ ہمارے لیئے مباح ہیں تو اِس صورت میں مباح مال پر غلبہ ہوتا ہے جو ملکیت کا سبب ہے پس اگر کافر بادشاہ نے اپنے آزاد آدمیوں میں سے ایک آدمی تحفۃً کسی مسلمان کو دیدیا تو یہ مسلمان اُسکا مالک ہوجائیگا ہاں اگر وہ اسکا کچھ قرابتدار ہو۔ کذا فی رمز الحقائق ترجمہ اگر کسی مسلمان کا غلام بھاگ کے دارالحرب میں چلا گیا اور اُسے وہاں کے کافروں نے پکڑ لیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اسکے مالک نہیں ہونگے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ وہ مالک ہوجائینگے اگر (مسلمانوں کا) کوئی اونٹ بھاگ کے کافروں کے ہاں چلا گیا اور اُنھوں نے اُسے پکڑ لیا تو وہ اُسکے مالک ہوجائینگے اور جب (دارالحرب سے غنائم ہاتھ آئیں اور) امام کے پاس کوئی ایسی سواری نہ ہو کہ جسپر (اُن) غنائم کو لاد کے (دارالاسلام میں) لائے تو انھیں امانت کے طور پر غازیوں میں تقسیم کردے (یعنی تقسیم کرکے امانۃً دیدے) تاکہ وہ انھیں دارالاسلام میں لے آئیں پھر انسے لیکر انھیں تقسیم کردے اور غنائم کو تقسیم ہونے سے پہلے دارالحرب میں بیچ دینا جائز نہیں ہے۔ اگر غازیوں میں سے کوئی دارالحرب میں مرگیا تو غنیمت میں اُسکا کوئی حق نہ ہوگا اور اگر غنائم کو دارالاسلام کیطرف لے آنیکے بعد کوئی غازی مرگیا ہے تو اُسکا حصہ (ہوگا اور وہ) اُسکے وارثوں کو ملیگا۔ اگر جنگ کے وقت امام کسی کو کچھ انعام دیدے یا انعام کا وعدہ کرکے جنگ پر غازیوں کا دل بڑھائے تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً یہ کہے کہ جو شخص کسی کو قتل کریگا تو اُس مقتول کا اسباب اُسی کو دیدیا جائیگا یا چھوٹے لشکر سے کہے کہ خمس نکالنے کے بعد غنیمت کی ایک چوتھائی میں نے تمھارے لیئے کردی ہے اور غنیمت کو جمع کرنیکے بعد انعام کے طور پر نہ دے اور اگر دے تو خمس ہی میں سے دے اور اگر امام نے مقتول کا اسباب قاتل کو دینے کا وعدہ نہیں کیا تو وہ اسباب بھی غنیمت میں شامل کیا جائے اسمیں قاتل اور غیر قاتل سب برابر ہیں اور مقتول کے

اسباب سے مراد اُسکی سواری اور اُسکے بدن پر کے کپڑے اور ہتیار ہے اور جب مسلمان دارالحرب سے چلے آئیں تو اب انھیں غنیمت میں سے خرچ کرنا جائز نہیں ہے نہ تو اسمیں سے اپنے جانوروں کو کھلائیں نہ خود کھائیں اگر کسی کے پاس کچھ چارہ یا کھانا بچ جاے تو اُسے غنیمت میں شامل کردیں (اور) پھر غنیمت کو امام (اسطرح) تقسیم کرے کہ پہلے خمس نکال لے اور باقی چار خمس کو غازیوں میں تقسیم کردے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک سوار کے دو حصّے ہیں اور پیدل کا ایک حصّہ اور صاحبین کے نزدیک سوار کے تین حصّے ہیں اور حصّہ فقط ایک ہی گھوڑے کا ہوتا ہے (یعنی اگر کسی کے پاس دو یا تین گھوڑے ہوں تو اُنکے حصّے نہیں ہونگے) اور (حصّوں کے ملنے میں) دیسی اور عربی گھوڑے برابر ہیں اور بارکش اور خچروں کا حصّہ نہیں لگایا جائیگا کیونکہ نہ اُنپر سوار ہوکے جنگ ہوتی ہے نہ یہ بھاگ دوڑ کے کام میں آتے ہیں) اور اگر کوئی دارالحرب میں گھوڑا لیکر گیا تھا پھر اُسکا گھوڑا مرگیا تو وہ سوار کے حصّہ کا مستحق ہوگا (یعنی اُسے دو حصّے ملیں گے) اور اگر کوئی پیدل گیا تھا پھر (وہاں) اُسنے گھوڑا خرید لیا تو وہ پیدل کے حصّے کا مستحق ہوگا - غلام - عورت - ذمّی - لڑکے کا حصّہ نہ لگایا جائیگا ہاں امام کچھ مناسب سمجھ کر انھیں دیدے اور رہا خمس (جو پہلے نکال لیا گیا تھا) سو اسکے تین حصّے کئے جائیں ایک حصّہ یتیموں کا ایک مسکینوں کا - ایک مسافروں کا اور ذوی القربٰے اگر تنگدست ہوں تو وہ بھی ان ہی میں داخل ہونگے اور انسے مقدّم سمجھے جائینگے ف ذوی القربٰی سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار ہیں انکے مقدّم ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اللہ پاک نے آیۃ میں انکو مقدم رکھا ہے چنانچہ فرمایا ولذی القربٰی والیتامی والمساکین وابن السبیل کذافی الجوہرۃ النیرۃ ترجمہ اور ذوی القربٰے کے مالدار آدمیوں کو خمس میں سے نہ دیا جاے اور اللہ تعالےٰ نے اپنی (پاک) کتاب میں جو خمس میں اپنا حصّہ ہونا ذکر کیا ہے تو وہ شروع کلام میں اللہ کے نام سے محض تبرّک حاصل کرنیکے لئے مذکور ہے (اس سے واقعی حصّہ ہونا مراد نہیں ہے) اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصّہ آپکی وفات ہونیکی وجہ سے ساقط ہوگیا ہے جیسا کہ صفی اور ذوی القربٰی کا حصّہ ساقط ہوگیا ہے ف خمس کے اللہ نے پانچ حصّے کئے ہیں چنانچہ فرمایا واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربٰی والیتامی والمساکین وابن السبیل اور اب خمس کے چونکہ تین ہیں اسلئے مصنف نے اسکی تفصیل بیان کی ہے اور صفی اُس چیز کو کہتے ہیں کہ جو غنیمت میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے پسند کرلیتے تھے خواہ زرہ ہو یا تلوار ہو یا لونڈی ہو۔ حاشیہ - ترجمہ ذوی القربٰی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نصرت کیوجہ سے مستحق ہوتے تھے اور آپکے بعد فقر (اور تنگدستی) کیوجہ سے مستحق ہوتے ہیں اور جب ایک یا دو آدمی امام کی اجازت بغیر لوٹ مار کرنے دارالحرب میں گئے اور وہاں سے کچھ لے آئے تو اسمیں سے خمس نہ لیا جائے اور اگر چند آدمی قوت اور شوکت والے جائیں اور وہ کچھ لے آئیں تو اسمیں سے خمس لیا جائے اگرچہ امام نے

انہیں اجازت نہ دی ہو۔ ف یعنی اگرچہ امام اور اپنے افسر کی اجازت سے نہ گئے ہوں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ یہ لائے ہیں یہ غلبہ اور قہر کے طور پر یعنی زبردستی لائے ہیں چوری سے یا چھین جھپٹ کر نہیں لائے اسلئے یہ غنیمت ہے اور غنیمت میں خمس ہوتا ہے۔ حاشیہ ترجمہ جب کوئی مسلمان تجارت کرنے دارالحرب میں گیا تو اُسے وہاں کے کفّار کا کچھ مال لینا یا خون کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور اگر اُسنے انکے ساتھ بیوفائی کر کے اُنکی کوئی چیز لیلی تو یہ ممنوع طریقہ پر اسکا مالک ہوجائیگا اور اسے حکم دیا جائے کہ یہ اُسے صدقہ کردے (اپنے کام میں نہ لائے) اور جب کوئی حربی (یعنی دارالحرب کا کافر) امن لیکر دارالاسلام میں آئے تو اُسے دارالاسلام میں ایک سال بھر نہ ٹھہرنے دیں اس سے امام کہدے کہ اگر تو سال بھر یہاں رہیگا تو تجھ پر میں جزیہ مقرر کردونگا پس اگر وہ سال بھر تک رہے تو اُس سے جزیہ لیا جائے اور وہ ذمی ہوجائیگا پھر اُسے دارالحرب نہ جانے دیں اور اگر وہ دارالحرب چلا جائے اور کسی مسلمان یا ذمی کے پاس کچھ امانت چھوڑ جائے یا انکے ذمہ (اسکا) کچھ قرض ہو تو اب اُسکے واپس چلے جانیکی وجہ سے اُسکو قتل کرنا مباح ہوجائیگا اور جو کچھ اُسکا مال دارالاسلام میں ہوگا وہ (محل) خطر میں ہوجائیگا پس اگر (اسکے دارالحرب چلے جانیکے بعد) یہ قید ہوگیا یا اس دارالحرب کو مسلمانوں نے فتح کرلیا اور یہ قتل کردیا گیا تو اسکا قرض جاتا رہیگا اور وہ امانت (جو اسنے کسی مسلمان یا ذمی کے پاس رکھی تھی) فے ہوجائیگی (یعنی غازیوں کے لئے غنیمت شمار کیجائیگی) اگر مسلمانوں نے اہل حرب پر حملہ کیا اور بلا جنگ کئے اُنسے مال چھین لیا تو وہ مال مسلمانوں کی بہتری میں خرچ کیا جائے جیسا کہ خراج خرچ کیا جاتا ہے اور عرب کی کل زمین عشری ہے اور اسکی حد عذیب سے لیکر (جو کوفہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے) انتہاء حجر یمن تک ہے اور مہرہ سے لیکر مشارق شام کی حد تک اور سواد (عراق) کی کل زمین خراجی ہے اور وہ عذیب سے لیکر عقبہ حلوان تک ہے اور علث سے لیکر عبادان تک اور سواد (عراق) کی زمین وہاں کے باشندوں کی ملک ہے انھیں اسکا بیع کرنا اور اسمیں تصرف کرنا جائز ہے اور جس زمین کے باشندے مسلمان ہوجائیں یا جنگ کرکے فتح کرلیجائے اور غازیوں میں تقسیم کردیجائے تو وہ زمین عشری ہے اور اگر کوئی زمین جنگ کے ذریعہ سے فتح کرلیجائے پھر وہاں اسکے باشندوں ہی کو بدستور آباد رکھا جائے تو وہ زمین خراجی ہے ف خراجی ہونیکی یہ وجہ ہے کل ابتداء میں کافر پر کچھ ٹیکس مقرر کردینا ضروری ہے اور خراج اسکے زیادہ مناسب ہے اور یہ حکم نہری زمینوں کا ہے باقی جو زمینیں نہری نہ ہوں بلکہ چاہی ہوں تو وہ سب عشری ہوتی ہیں کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ما سقته هاء السّماء ففیه العشر یعنی بارانی زمین عشری ہے اور چاہی زمین بھی بارانی کے حکم میں ہے یہ بیان جوہرہ نیرہ میں ہے اور واضح رہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے خراجی زمین ہونا مطلقاً کہدیا ہے اور بعض نے علماء نے اس سے مکّہ کو مستثنےٰ کیا ہے کیونکہ مکّہ جنگ کے ہی ذریعہ سے فتح ہوا تھا اور وہاں اسکے باشندوں ہی کو

آباد رکھا گیا لیکن آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہاں کی زمینوں پر خراج مقرر نہیں کیا لہذا یہ آنحضرت کے خود ایسا کرنے کی وجہ سے مخصوص ہو کر وہاں کی زمین عشری میں رہی۔ کذا فی مجمع الانہر وغیرہ ترجمہ اگر کسی نے بخبر زمین چلتی کر لی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس (کے لگان وغیرہ) کا اعتبار اسکے برابر کی زمین سے کیا جائیگا اگر اسکے برابر کی زمین خراجی ہے تو یہ بھی خراجی ہوگی اور اگر وہ عشری ہے تو یہ بھی عشری ہوگی اور بصرہ ہمارے نزدیک باجماع تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے عشری ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر وہاں کی زمین کو کئی کنواں کھود کر یا چشمہ نکال کر انکے پانی سے چلتی کی ہے یا دجلہ یا فرات یا ایسی بڑی بڑی نہروں کے پانی سے چلتی کی ہے کہ جسکو عجمیوں نے کھودا ہے مثلاً نہر ملک اور نہر یزدجرد تو یہ زمین خراجی ہوگی اور خراج وہی (معتبر) ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل سواد (عراق) پر مقرر کیا تھا یعنی ایک بیگہ پر کہ جسے پانی پہونچتا ہو اور زراعت کے قابل ہو ایک قفیز ہاشمی ہے اور وہ ایک صاع اور ایک درہم (شرعی) ہوتا ہے اور ترکاریوں میں ایک بیگہ پر پانچ درہم ہیں اور جہاں انگور اور خرمے کے درخت گھنے ہوں وہاں ایک بیگہ پر دس درہم ہیں اور انکے سوا جو اور قسم کی زمینیں ہوں انپر انکے مناسب مقرر کر دیا جائے اور اگر جو کچھ انپر مقرر کیا گیا ہو وہ اُنکے مناسب ہو (یعنی اسکی پیداواری میں اسقدر گنجایش نہ ہو) تو امام اُسے کم کر دے اور اگر خراجی زمین پر پانی چڑھ آئے (یعنی پانی چڑھ آنے کی وجہ سے بالکل پیداواری نہ ہو) یا بالکل ہی خشک سالی ہو جائے یا کوئی آفت کھیتی کا بالکل بیج مار دے تو ان کاشتکاروں پر خراج نہوگا اور اگر کوئی کاشتکار زمین کو بیکار ڈوالے رکھے تو اسپر خراج واجب ہے اگر کوئی خراج ادا کرنیوالوں میں سے مسلمان ہو جائے تو اس سے اسی طرح خراج لیا جائے (یعنی جیسا کہ اُس سے کفر کی حالت میں لیا جاتا تھا) اور ذمی سے خراجی زمین مسلمان کو خریدنی جائز ہے اور اُس سے خراج ہی لیا جائے اور خراجی زمین کی پیداواری میں عشر نہیں ہے جزیہ کی قسمیں دو ہیں ایک وہ کہ جو (اہل سلام اور کفار کی) باہمی رضامندی اور صلح سے مقرر کیا جائے یعنی جس مقدار پر جانبین کا اتفاق ہو جاوے وہی مقرر کر دیا جائے۔ دوسری قسم وہ ہے کہ جب امام (یعنی مسلمان بادشاہ) کفار پر غالب آئے اور (اُنکے ملک کو فتح کر کے) ان کی ملکیتوں کو اُن ہی کے قبضہ میں دیکر خود ہی ان پر جزیہ مقرر کر دے تو ہر ایک مالدار پر ہر سال کے اڑتالیس ۴۸ درہم مقرر کر دے اس سے ہر مہینے چار درہم وصول کیے جائیں اور اوسط درجہ کے لوگوں پر چوبیس ۲۴ درہم (سال) ان سے ہر مہینے (فی کس) دو درہم لئے جائیں اور جو تنگدست مزدوری کرتے ہوں انپر بارہ درہم سال سے ہر مہینے (فی کس) ایک درہم وصول کیا جائے اور جزیہ اہل کتاب اور آتش پرست اور عجم کے بُت پرستوں پر مقرر کیا جائے اور عرب کے

بت پرستوں پر مقرر نہ کیا جائے اور نہ مرتدوں پر (کیونکہ انکو مار ڈالنے کا حکم ہے اِن سے کسی حال میں صلح نہیں ہوسکتی) اور نہ جزیہ عورت پر ہے نہ لڑکے پر نہ اپاہج پر نہ تنگدست بیکار پر نہ اُن راہبوں پر کہ جو لوگوں سے نہ رتے ملتے ہوں۔ اگر کسی کے ذمہ جزیہ تھا اور وہ مُسلمان ہوگیا تو وہ جزیہ اُس کے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا ف کیونکہ جزیہ بطور عقوبت کے واجب ہوتا ہے اور اسلام کیوجہ سے وہ عقوبت جاتی رہتی ہے اسلیئے جزیہ بھی ساقط ہوجائیگا۔ حاشیہ ترجمہ اگر کسی پر دو سال کا جزیہ جمع ہوجائے تو انمیں تداخل ہوجائیگا ف تداخل کے یہ معنے ہیں کہ ایک جزیہ دوسرے میں داخل ہوجائے گا اور ایک ہی پر اقتصار کرلیا جائے گا اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے سال میں اسپر ایک جزیہ واجب ہوگیا اور اس سے نہ لیا گیا یہانتک کہ دوسرا سال ہوکر دوسرا جزیہ بھی واجب ہوگیا تو اُسپر ایک قسم کی دو عقوبتیں واجب ہوگئیں اور جہاں ایک قسم کی دو عقوبتیں واجب ہوتی ہیں وہاں ایک پر اقتصار کرنا واجب ہے جیسے حدود میں اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ تداخل نہیں ہوگا دونوں جزیے لئے جائینگے کیونکہ یہ مالی حق ہے جیسے قرض اور خراج اور کسی کی مزدوری ہوتی ہے اور اگر پورا سال ہونیکے بعد یا کچھ دن گزرنیکے بعد وہ مرجائے تو تینوں اماموں کے نزدیک جزیہ وصول کیا جائے۔ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ ترجمہ اور دارالاسلام میں یہود و نصاریٰ کو اپنا جدید عبادتخانہ بنانا جائز نہیں ہے اگر پرانا ٹوٹ جائے تو اُسکو دوبارہ بنا سکتے ہیں اور جو ذمی دارالاسلام میں رہتے ہوں انسے یہ عہد لے لیا جائے کہ انمیں اور مسلمانوں میں تمیز ہونیکے لیئے وہ اپنے لباس میں اور سواریوں میں اور زینوں میں اور ٹوپیوں میں کوئی نشان رکھیں (کہ جس سے یہ ذمی معلوم ہوجایا کریں) اگر کسی نے جزیہ دینے سے انکار کردیا یا کسی مسلمان کو قتل کردیا یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کچھ گستاخی کی یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرلیا تو اُسکا عہد نہیں ٹوٹیگا (یعنی وہ ذمی ہونیکے حکم سے نہیں نکلیگا) اور عہد بغیر اسکے نہیں ٹوٹتا کہ کوئی دارالحرب میں چلا جائے یا چند آدمی (باغی ہوکر) کسی موضع پر غلبہ کرکے ہم سے لڑنے کو تیار ہوجائیں اور جب کوئی مسلمان اسلام سے (پھر جائے یعنی) مرتد ہوجائے تو اُسے اسلام کی ہدایت کیجائے اگر اُسے کسی قسم کا کوئی شبہ ہو تو اُسے (شافی جواب دیکر) رفع کردیا جائے اور (اگر پھر بھی مُسلمان نہ ہو تو) اُسے تین دن قید میں رکھا جائے اگر وہ مسلمان ہوجائے تو فبہا ورنہ قتل کردیا جائے پس اگر (دوبارہ) اسلام کی ہدایت کرنے سے پہلے ہی کسی نے اسے قتل کردیا تو اُسنے بُرا کیا اور اس قاتل کے ذمہ کچھ نہیں ہے (یعنی نہ اسکے ذمہ قصاص ہے اور نہ دیت ہے) لیکن اگر کوئی عورت مرتد ہوجائے تو اُسے قتل نہ کیا جائے بلکہ وہ قید کردیجائے یہانتک کہ وہ مُسلمان ہوجائے (یا قیدخانے ہی میں

پڑکے مرجائے) اور مسلمان کے مرتد ہونیسے اسکی ملک زائل ہوتی ہے (وہ اپنے مال کا مالک نہیں رہتا) اور یہ زوال موقوف رہتا ہے پس اگر وہ پھر مسلمان ہوگیا تو اسکی ملک پھر ویسے ہی ہوجاتی ہے اور اگر مرگیا یا ارتداد ہی کی حالت میں قتل کردیا گیا تو جو مال اُسنے اسلام کی حالت میں کمایا تھا وہ اُسکے مسلمان وارثوں کیطرف منتقل ہوجائیگا (یعنی وہ اُسکے مالک ہوجائینگے) اور جو اسکی ارتداد کیحالت کی کمائی ہوگی وہ فے ہوجائیگی اور اگر کوئی مرتد ہوکے دارالحرب میں چلا گیا اور اُسکے دارالحرب میں چلے جانے پر حاکم نے حکم کردیا تو اُسکے مدبر غلام اور ام ولد لونڈیں سب آزاد ہوجائینگے اور جن لوگوں پر اسکا قرض ہوگا وہ اُنکے لیئے حلال ہوجائیگا اور اُسکی اسلام کی حالت کی کمائی اُسکے مسلمان وارثوں کیطرف منتقل ہوجائیگی اور جو اسکے ذمہ اسلام کی حالت میں قرض ہوا ہوگا وہ اسلام ہی کی حالت کی کمائی سے ادا کردیا جائیگا اور جو قرض اُسکے ذمہ ارتداد کی حالت میں ہوا ہوگا وہ ارتداد ہی کی حالت کی کمائی سے ادا کیا جائیگا۔ف یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ مطلق قرض مطلق مال سے ادا کردیا جائیگا اور یہ تخصیص نہ ہوگی کہ اسلام کی حالت کا قرض اُسی حالت کی کمائی سے ادا کیا جائے اور ارتداد کی حالت کا قرض اُسی حالت کی کمائی سے اور جو کچھ بچے وہ وارثوں کو ملجائیگا ترجمہ اگر کسی نے مرتد ہونے کی حالت میں کوئی چیز فروخت کی یا خریدی یا اپنے مال میں کوئی اور تصرف کیا (یعنی کسی کو کچھ ہبہ وغیرہ کردیا) تو اسکا یہ ہر ایک تصرف موقوف رہیگا اگر وہ پھر مسلمان ہوگیا تو یہ سب تصرفات دُرست ہوجائینگے اور اگر وہ مرگیا یا قتل کردیا گیا یا دارالحرب میں چلا گیا تو یہ سب باطل (اور ناجائز) ہوجائینگے اگر کسی مرتد کے دارالحرب میں چلے جانے پر حاکم نے حکم لگا دیا تھا اور وہ پھر مسلمان ہوکے دارالاسلام میں چلا آیا تو یہ اپنا جو مال بعینہٖ اپنے وارثوں کے پاس دیکھے ان سے لیلے اور مرتد عورت اپنے ارتداد کی حالت میں جو تصرف اپنے مال میں کریگی اُسکا تصرف جائز ہوگا (کیونکہ وہ اسکی ملک ہے اور اسکے مرتد ہونیسے اسکی ملک زائل نہیں ہوتی اور خاندان) بنی تغلب کے نصاریٰ کے مال کی زکوٰۃ مسلمانوں کی زکوٰۃ سے دوچند لیجائے اور انکی عورتوں سے بھی لیجائے اور اُنکے بچوں سے نہ لیجائے اور جو مال امام نے خراج اور جزیہ اور بنی تغلب سے لیکر جمع کیا ہو یا جو اہل حرب نے امام کے پاس تحفۃً بھیجا ہو یہ سب مسلمانوں کی بہتری میں صرف کیا جائے یعنی اس سے مسلمانوں اور کفار کے درمیان میں کفار کے بند ہونے کی حدیں بنائی جائیں اور دریاؤں کے پُل تیار کرائے جائیں اور مسلمانوں کے قاضیوں اور عاملوں اور علماء کو اسقدر دیا جائے کہ جو انکی ضروریات کو کافی ہو اور غازیوں اور اُنکی اولاد کو بھی روزینہ اسی میں سے دیا جائے اور جب مسلمانوں کی کوئی قوم (امام کے حکم کے خلاف) کسی شہر پر چڑھائی کرے اور امام کی طاعت سے نکل جائے

تو اُسکو امام مُسلمانوں کی جماعت میں لوٹ آنے کی ہدایت کرے اور اُنکے شبہ کو (شافی جواب دیکر) رفع کرے اور اُنسے جنگ کرنے میں خود امام ابتدا نہ کرے یہانتک کہ وہی ابتدا کریں پھر اگر وہ ابتدا کریں تو امام اُنسے جنگ کرے یہانتک کہ اُنکا جتھہ ٹوٹ جائے اور اگر اُنکی دوسری اور بھی جماعت ہو (یعنی اُنکی دو جماعتیں ہیں ایک لڑتی ہے اور دوسری طیار کھڑی ہے) تو اُنکے زخمیوں کو گرفتار کرے اور جو بھاگیں اُنکا تعقب کرے اور اگر دوسری جماعت نہیں ہے تو نہ اُنکے زخمیوں کو گرفتار کرے اور نہ بھاگے ہوؤں کا تعقب کرے اور نہ اُنکی اولاد کو قید کرے اور نہ اُنکا مال تقسیم کیا جائے اور اُنکے ہتیاروں سے جنگ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر اسوقت کہ مسلمانوں کو اسکی ضرورت ہو (کہ اور ہتیار اُنکے پاس نہ ہوں) اور اُنکے مال کی امام حفاظت کرے اور اُنکو نہ دے نہ اُسے تقسیم کرے ہاں جب وہ (اس بغاوت سے) توبہ کرلیں تو اُنکا مال اُن ہی کو دیدیا جائے اور جو خراج اور عشر اُن باغیوں نے اِن شہروں سے وصول کرلیا ہو کہ جنپر اُنھوں نے چڑھائی کی تھی تو امام اُنسے دوبارہ نہ لے پس اگر اُنھوں نے اُسے موقع پر صرف کردیا ہو تو جس سے وہ مال لیا گیا تھا وہ بری الذمہ ہے اور اگر اُنھوں نے موقع پر خرچ نہیں کیا تو دیانۃً اُنپر واجب ہے کہ وہ دوبارہ دیں ف دیانۃً کے یہ معنے ہیں کہ حاکم اُنسے مطالبہ نہ کرے بلکہ وہ خود ہی اسوجہ سے دوبارہ دیدیں کہ وہ مال مستحق کو نہیں پہونچا

کتاب الحظر والاباحۃ

ممنوع اور مباح چیزوں کا بیان

ترجمہ مردوں کو ریشمین کپڑا پہننا جائز نہیں ہے اور عورتوں کو جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسکا تکیہ لگانا جائز ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تکیہ لگانا بھی مکروہ ہے اور اُنکے نزدیک لڑائی کے وقت ریشم اور دیبا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک (لڑائی کے وقت بھی پہننا) مکروہ ہی ف واضح رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک لڑائی میں ریشم اور دیبا کا پہننا اُسوقت مکروہ ہی کہ خالص ریشم ہی ہو اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو خالص ریشم کے پہننے سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے اور آپ نے کچھ تفصیل نہیں کی دوسرے یہ کہ لڑائی میں بھی اور کپڑا کام دیسکتا ہی لہذا اسکی ضرورت نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک مکروہ نہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اسکی لڑائی میں خاص ضرورت ہے کیونکہ اسمیں تلوار کاٹ نہیں کرتی دوسرے دشمن کو بھی اِس سے ہیبت ہوتی ہے اور امام صاحب اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ ضرورت تو مخلوط کپڑے سے رفع ہوسکتی ہے یعنی جسکا بانا ریشم کا ہو اور تانا سوت کا اور ایسے کپڑے کا پہننا بالاجماع مکروہ نہیں ہے ذکرہ الجندی ترجمہ ملمع کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اسکا بانا ریشم کا ہو

اور تانا سوت وغیرہ کا ہو اور مردوں کو چاندی سونے کا زیور پہننا جائز نہیں ہے ہاں اگر انگوٹھی اور پٹی اور تلوار کا زیور چاندی کا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور عورتوں کو چاندی سونا پہننا جائز ہے اور لڑکے کو سونا اور ریشم پہنانا مکروہ ہے اور چاندی سونے کے برتن میں مردوں اور عورتوں سب کو کھانا پینا تیل اور خوشبو لگانا جائز نہیں ہے اور شیشہ۔ رانگ۔ بلور عقیق کے برتن کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ف امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ان برتنوں کا استعمال کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ تفاخر میں یہ بھی چاندی سونے کے حکم میں ہیں اور ہمارا قول یہ ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ چاندی سونے کے برتنوں کے سوا اور برتنوں میں اہل عرب کی عادت تفاخر کی نہ تھی۔ ہدایہ میں اسی طرح ہے ترجمہ جن برتنوں پر چاندی کا ملمع ہو انمیں پینا اور جن زینوں پر چاندی کا ملمع ہو انپر سوار ہونا اور جس تخت پر چاندی کا ملمع ہو اسپر بیٹھنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور قرآن شریف میں دس آیتوں کے بعد نشان لگانا اور نقطے لگانا مکروہ ہے (مگر اس زمانے میں نقطے لگانا جائز ہے) اور قرآن شریف کو سونے چاندی سے آراستہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سے قرآن شریف کی تعظیم اور بزرگی مقصود ہوتی ہے اسلیئے بطور ریا اور زینت دنیا کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ حاشیہ ترجمہ سونے کے پانی سے مسجد میں نقش و نگار کرنا جائز ہے۔ ف مگر نہ کرنا بہتر ہے خجندی نے لکھا ہے کہ اگر یہ خرچ مسجد کی آمدنی میں سے نہیں ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور اس مسجد کا متولی اسکا ضامن ہوگا۔ حاشیہ ترجمہ خصی سے خدمت لینی مکروہ ہے اور چوپاؤں کو خصی کرنے اور گدھے کو گھوڑی پر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہدیہ اور اذن میں غلام اور لڑکے کے قول کا اعتبار کر لینا جائز ہے ف یہ اسوقت ہے کہ جب غالب ظن یہ ہو کہ یہ سچ ہی کہتے ہیں اور اگر غالب ظن یہ نہ ہو جائز نہیں ہے۔ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ ترجمہ اور معاملات میں فاسق کے قول کا اعتبار کر لیا جائے ف معاملات سے مراد یہ ہے مثلاً وکالت مضاربت تجارت کی اجارت اور یہ بھی اسی وقت ہے کہ جب غالب گمان یہ ہو کہ یہ سچا ہے اور اگر غالب گمان اسکے جھوٹے ہونے پر ہو تو اسکے کہنے پر عمل نہ کیا جائے حاشیہ ترجمہ اور دیانات میں عادل کے سوا اور کسی کا قول معتبر نہ ہوگا ف برابر ہے کہ وہ عادل آزاد ہو یا غلام ہو یا لونڈی ہو اور دیانات سے مراد یہ ہے مثلاً پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینا وغیرہ۔ حاشیہ ترجمہ مرد کو اجنبی عورت کا بدن دیکھنا جائز نہیں ہے سوائے اسکے چہرہ اور ہتھیلیوں کے پس اگر کوئی شہوت ہو جانے سے بے بس ہو تو وہ غیر عورت کا چہرہ بھی نہ دیکھے ہاں کسی ضرورت کی وجہ سے (دیکھ لینا جائز ہے) اور جب قاضی کسی عورت پر کوئی حکم لگانا چاہے یا گواہ کسی عورت پر گواہی دینی چاہے تو انھیں اس عورت کا چہرہ دیکھ لینا جائز ہے اگرچہ شہوت ہو جانیکا اندیشہ ہو اور طبیب کو

عورت کے مرض کی جگہ کو دیکھنا جائز ہے اور مرد مرد کے سارے جسم کو دیکھ سکتا ہے (یعنی سارا جسم دیکھنا جائز ہے سوائے ستر عورت کے یعنی) سوائے ناف سے لیکر گھٹنے تک کے درمیانی جسم کے اور جسقدر مرد کو عورت کا جسم دیکھنا جائز ہے اُسی قدر عورت کو مرد کا جسم دیکھنا جائز ہے اور عورت کو عورت کا اسقدر جسم دیکھنا جائز ہے جسقدر مرد کو مرد کا جسم دیکھنا جائز ہے (یعنی عورت کو بھی دوسری عورت کا ستر عورت کو دیکھنا جائز نہیں ہے اور مرد کو اپنی بی بی اور اپنی اُس لونڈی کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے کہ جو اُسکے لئے حلال ہو اور مرد کو اپنی محرم عورتوں کے مُنہ - سر - سینہ - دونوں پنڈلیوں دونوں بازوؤں کو دیکھنا جایز ہے اور اُنکی پشت اور پیٹ اور رانوں کو دیکھنا جایز نہیں ہے ف محارم وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح کرنا ہمیشہ کو حرام ہے برابر ہے کہ نسب کیوجہ سے ہو یا کسی سبب یعنی رضاعت یا مصاہرت کیوجہ سے ہو - کذا فی الہدایۃ ترجمہ اور عورت کا جسقدر جسم مرد کو دیکھنا جائز ہے اُسکو مس کرنا بھی جائز ہے اور مرد کو جسقدر اپنی محرم عورتوں کا جسم دیکھنا جائز ہے اُسی قدر غیر کی لونڈی کا جسم دیکھنا بھی جائز ہے اور جب اُسے خریدنا چاہے تو اُسکے مس کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ شہوت ہو جانیکا اندیشہ ہو اور خصی مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا مثل مرد کے دیکھنے کے ہے اور غلام کو اپنی مالکہ کے جسم کو دیکھنا جائز نہیں ہے سوائے اسقدر جسم کے کہ جتنا غیر مرد کو اس عورت کا جسم دیکھنا جائز ہے اور اپنی لونڈی سے اُسکی اجازت بغیر غسل کرنا (یعنی نطفہ کو باہر گرانا) جائز ہے اور اپنی بی بی سے اُسکی اجازت بغیر غسل کرنا جائز نہیں ہے اور غلہ کو اور چوپاؤں کے چارہ کو گراں ہونیکے قصد سے روک لینا ایسے شہر میں مکروہ ہے کہ جب اس سے اس شہر کے باشندوں کو تکلیف ہوتی ہے - اگر کوئی اپنی زمین کے غلہ کو روک لے یا اُس غلہ کو جو کسی اور شہر سے کوئی لایا ہو تو یہ روک لینے میں داخل نہیں ہے - اور بادشاہ کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے سے لوگوں پر کوئی نرخ معتین کر دے اور فتنہ فساد کے دنوں میں ہتھیار کا فروخت کرنا مکروہ ہے اور ایسے شخص کے ہاتھ انگور کا شیرہ فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جسکی بابت یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اس سے شراب بنائیگا -

کتاب الوصایا

وصیتوں کا بیان

ترجمہ وصیت کرنی واجب (یعنی ضروری) نہیں ہے بلکہ مستحب ہے ف یعنی کسی اجنبی کے لئے اگر موصی چاہے تو وصیت کر دینی مستحب ہے نہ کہ وارث کے لئے اور دین وصیت اور میراث پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ دین کو ادا کرنا واجب ہے اور وصیت مستحب ہے اور واجب مستحب سے مقدم ہوتا ہے پھر یہ دونوں میراث سے مقدم

ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میراث کو ان دونوں کے بعد ثابت کیا ہے چنانچہ فرمایا من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین۔ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ ترجمہ اور وارث کے واسطے وصیت کرنی جائز نہیں ہے ہاں اگر (مورث کے مرنے کے بعد) سارے وارث اس کو جائز رکھیں ف وصیت کے جائز نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ لوارث یعنی اللہ پاک نے ہر حقدار کا حق دیدیا (یعنی مقرر کردیا) ہے لہذا وارث کیواسطے وصیت کرنیکی کوئی ضرورت نہیں ہے مگر چونکہ ممانعت وارثوں ہی کے حق کیوجہ سے ہے اسلئے اگر وہ خود ہی جائز رکھیں تو جائز ہوجائیگی۔ کذا فی المعتبرات ترجمہ اور تہائی سے زیادہ کی وصیت کرنی جائز نہیں ہے اور نہ قاتل کیواسطے کرنی جائز ہے اور مسلمان کو کافر کے واسطے اور کافر کو مسلمان کے واسطے وصیت کرنی جائز ہے اور وصیت (موصی کے) مرنیکے بعد قبول کیجائے پس اگر موصی لہ نے اسکی زندگی میں قبول کرلی یا رد کردی تو یہ باطل ہے ف یہ باطل ہے یعنی اسوقت نہ اسکے قبول کرنیکا اعتبار ہے اور نہ رد کرنے کا کیونکہ اسکے ثبوت کا وقت موصی کے مرنیکے بعد ہے اور واضح رہے کہ وصیت میں تین شخص ہوتے ہیں ایک موصی یعنی وصیت کرنیوالا دوسرا موصیٰ لہ یعنی جسکے واسطے وصیت کیجائے تیسرا وصیٰ یعنی جو وصیت کی تعمیل کرے آیندہ مسائل کے لیئے ان الفاظ کا خیال رکھنا ضروری ہے ترجمہ اور مستحب یہ ہے کہ وصیت تہائی سے کم کی کرے اور جب کسی نے کسی شخص کو وصیت کی اور موصی کے سامنے اس وصی نے اس وصیت کو قبول کرلیا اور اسکے پس پشت اسکا انکار کردیا تو یہ انکار معتبر نہ ہوگا اور اگر اسکے سامنے ہی انکار کردیا ہے تو اسکا انکار معتبر ہوجائیگا اور موصیٰ بہ (یعنی جس چیز کی وصیت کیگئی ہو وہ) قبول کرنیسے (موصی لہ کی) ملک میں آتی ہے مگر ایک مسئلہ میں (بغیر قبول کیئے بھی ملک میں آجاتی ہے) اور وہ یہ ہے کہ موصی (وصیت کرکے) مرگیا تھا پھر موصی لہ بھی (موصیٰ بہ کے) قبول کرنیسے پہلے مرگیا تو اس صورت میں موصیٰ بہ اُسکے وارثوں کی ملک میں داخل ہوجائیگی ف یہ صورت خلاف قیاس یعنی استحسان ہے ورنہ قیاس یہی چاہتا تھا کہ یہ وصیت باطل ہوجاتی کیونکہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ ملک قبول کرنے پر موقوف رہتی ہے پس یہ ایسی صورت ہوگئی کہ جیسے مشتری عقد بیع کرنیکے بعد مبیع کو قبول کرنیسے پہلے مرجائے اور اس استحسان کی وجہ یہ ہے کہ موصی کیطرف سے اُسکے مرجانے کے باعث یہ وصیت پوری ہوچکی ہے کہ اب اسکی طرف سے یہ کسی طرح فسخ نہیں ہوسکتی اور اسمیں توقف فقط موصی لہ کے حق کیوجہ سے تھا جب وہ مرگیا تو اب یہ اسکی ملک میں آگئی جیسا کہ اس بیع میں ہوتا ہے کہ جسمیں مشتری کو خیار شرط ہو اور وہ اس بیع کے جائز رکھنے سے پہلے مرجائے ہدایہ ترجمہ اگر کسی نے کسی غلام یا کافر یا فاسق کو وصیت کردی (یعنی اپنا وصی مقرر کرلیا) تو قاضی کو چاہیے

کہ انکو وصیت سے خارج کرا کے اور آدمیوں کو اُنکے قایم مقام کردے۔ اگر کسی نے اپنے غلام کو کوئی وصیت کردی اور (اسکے) وارثوں میں عاقل بالغ (وصی بننے کے قابل) تھے تو یہ وصیت درست نہ ہوگی اگر کسی نے ایسے شخص کو وصیت کی کہ جو اس وصیت کو انجام نہیں دے سکتا تو قاضی کو چاہیے کہ (اُس کام کے لائق) کسی اور کو اُسکی مدد کیواسطے مقرر کردے اگر کسی نے دو آدمیوں کو وصیت کی تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک انمیں سے ایک کو بلا موجودگی دوسرے کے (اس وصیت میں) تصرف کرنا جائز نہیں ہے سوائے میت کا کفن خریدنے اور اسکی تجہیز و تکفین کرنے اور اُسکی چھوٹی اولاد (یعنی نابالغ) کو کھانے کپڑے کا خرچ دینے اور معین امانت کو واپس دیدینے اور کسی خاص وصیت کو پورا کردینے اور اُسکے کسی معین غلام کو آزاد کردینے اور قرض ادا کرنے اور اس میت کے حقوق میں نالش وغیرہ کرنے کے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ ان کاموں میں دونوں کا اکٹھا ہونا ذرا مشکل ہے کیونکہ یہ کام ان دونوں سے ایک حالت میں پورے نہیں ہوسکتے اسلیئے کہ جب یہ دونوں اکٹھے گفتگو کرینگے تو یہ بھی سمجھ میں نہ آئیگا کہ دونوں کیا کیا کہہ رہے ہیں ہاں جب ان کاموں کا اختتام ہو کر کسی چیز پر قبضہ ہونیکی نوبت آئے تو انمیں سے ایک کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے کی اجازت بغیر قبضہ کرلے بلکہ دونوں کی رائے ہونی ضروری ہوگی اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ہر کام میں ایک کا فعل مثل دونوں کے ہے۔ حاشیہ ترجمہ اگر کسی نے دو آدمیوں کے لیئے اپنے تہائی تہائی مال دینے کی وصیت کی تھی اور وارثوں نے اس (دو تہائی مال کی وصیت) کو منظور نہ کیا تو فقط ایک تہائی مال ان دونوں میں نصفا نصف کردیا جائیگا اور اگر ایک کے لیئے ایک تہائی حصّہ کی وصیت کی تھی اور دوسرے کے لیئے چھٹے حصّہ کی تو ایک تہائی میں سے دو حصّے ایک کو دیدیئے جائیں اور ایک حصّہ ایک کو (یعنی ایک تہائی اُسکی وصیت کے مطابق تقسیم کردیجائے) اور اگر کسی نے ایک آدمی کے لیئے اپنے سارے مال کی وصیت کی اور دوسرے کے لیئے تہائی مال کی اور وارثوں نے اسکو منظور نہ کیا تو امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک تہائی کے چار حصّے کرکے ان دونوں کو دیدیئے جائیں (یعنی تین حصّے اسکو جسکے لیئے سارے مال کی وصیت کی تھی اور ایک حصّہ اُسکو جسکے لیئے ایک تہائی کی کی تھی) اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ایک تہائی دونوں میں نصفا نصف کردیجائے اور امام صاحب کے نزدیک موصٰی لہ کو تہائی سے زیادہ نہیں دیا جاتا سوائے (ان تین صورتوں) محابات۔ سعایت۔ درہم مرسلہ کے۔ ف محابات اصل میں بیع میں مساہلت کرنے کو کہتے ہیں اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے دو غلام تھے ایک غلام کی قیمت بارہ سو تھی اور دوسرے کی چھ سو ان غلاموں کے مالک نے یہ وصیت کی کہ میرا ایک غلام تو سو روپے میں مثلاً زید کو دیا جائے اور دوسرا سو ہی میں عمرو کو تو اس صورت

میں ایک کے لیئے ایک ہزار کی محابات ہے اور دوسرے کے لئے پانسو کی اور یہ سب وصیت ہی کیونکہ بیماری کی حالت میں ہوئی ہے پس اگر یہ تہائی مال سے نکل سکے یعنی اسکے سوا دوحصے مال اور ہو تو یہ وصیت جائز ہوجائیگی اور اگر یہ تہائی مال سے نہیں نکل سکتا یعنی اسطرح پر کہ ان دو غلاموں کے سوا اور مال اُسکے پاس نہیں ہے اور وارثوں نے اُسکو منظور نہیں کیا تو ان دونوں کی محابات تہائی مال میں جائز ہوجائیگی اور وہ تہائی ان دونوں میں وصیت کے موافق تقسیم کردیا جائیگا یعنی اس بیع میں چار سو ایک کو اور دو سو دوسرے کو چھوڑ دینگے اور باقی قیمت انسے وصول کرلینگے اور سعایہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے دو غلاموں کے آزاد کرنے کی وصیت کی جنمیں ایک کی قیمت ایک ہزار تھی اور دوسرے کی دو ہزار اور موصی کے پاس بجز ان دو غلاموں کے اور مال نہیں ہے اگر اس وصیت کو وارثوں نے منظور کرلیا تو یہ دونوں غلام بالکل آزاد ہوجائینگے اور اگر انھوں نے منظور نہیں کیا تو یہ دونوں ایک تہائی سے آزاد ہوجائینگے اور اسکا تہائی مال اکیہزار ہے پس یہ ایک ہی ہزار وصیت کے موافق ان دونوں میں ہوگا یعنی اکیہزار کے دو حصے اسکے ہیں جسکی قیمت دو ہزار تھی۔ اور باقی قیمت یہ دونوں محنت مزدوری کرکے وارثوں کو ادا کرینگے اور دراہم مرسلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک آدمی کو دو ہزار اور دوسرے کو اکیہزار درہم دینے کی وصیت کی اور اُسکا تہائی مال ایک ہی ہزار درہم ہیں اور وارثوں نے یہ وصیت منظور نہیں کی تو اس صورت میں وہ ایک تہائی درہم ان دونوں میں تقسیم کردئے جائینگے کیونکہ ماتن کا مطلب یہ ہے کہ اگر دو شخصوں کے لیئے وصیت کم وبیش ہو اور تہائی مال سے ہر وصیت کم ہو یا برابر ہو تو اس تہائی میں سے دونوں کو وصیت کے موافق کم وبیش ملیگا اور اگر وصیت تہائی سے زیادہ ہے تو اب ایک تہائی میں سے دونوں کو برابر حصہ ملیگا مثلاً ایک کو ایک تہائی کی وصیت تھی اور دوسرے کو دو تہائی کی یا کل کی تو اس صورت میں دونوں کو ایک تہائی میں نصفا نصف ملیگا کسی کو زیادہ نہ ملیگا ہاں ان تین صورتوں میں زیادہ والیکو زیادہ ملیگا اور کم والیکو کم نہ یہ کہ تہائی سے زیادہ ملیگا بلکہ اسکے مقابل یعنی دوسرے موصی لہ سے زیادہ ملیگا۔ حاشیہ وغیرہ ترجمہ اگر کسی نے وصیت کی اور جسقدر اسکے پاس مال ہے اُتنا ہی اُسکے ذمہ قرض بھی ہے تو یہ وصیت درست نہ ہوگی ہاں اگر قرضخواہ قرض معاف کردیں (یا قرض ادا ہوکر کچھ مال بچ رہے) اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے کے حصہ کی (کسی کے لیئے) وصیت کردی تو یہ وصیت باطل ہے (کیونکہ یہ وصیت دوسرے کے مال میں ہے) اور اگر کسی نے اپنے بیٹے کے حصہ کے برابر کی وصیت کی تو یہ جائز ہوجائیگی پس اگر اُسکے دو بیٹے ہیں تو اس موصی لہ کو ایک تہائی مال ملیگا اگر کسی نے اپنی بیماری میں اپنا غلام آزاد کردیا یا فروخت کردیا اور محابات کی (یعنی کم قیمت پر فروخت کیا) یا (کسی کو) ہبہ کردیا تو (اسکے) یہ سب تصرفات

درست ہونگے اور تہائی مال میں معتبر سمجھے جائینگے اور سب موصیٰ لہ اسی تہائی مال میں شریک ہونگے یعنی اسکے سوا اور مال کے مستحق نہ ہونگے) اگر کسی نے پہلے محابات کی اور پھر آزاد کر دیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک محابات اولیٰ ہے اور اگر پہلے آزاد کر دیا تھا اور اسکے بعد محابات کی تو یہ دونوں برابر ہیں اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں آزادی اولیٰ ہے۔ اگر کسی نے اپنے مال کے ایک حصّہ کی وصیت کی تو اسکو اسکی برابر دیا جائیگا کہ وارثوں میں جسکا حصّہ سب سے کم ہوگا ہاں اگر (اسکے برابر دینے میں) چھٹے حصّہ سے کم آتا تو چھٹا پورا کر دیا جائیگا (اور اس سے زیادہ نہ دیا جائیگا اگر کسی نے (کسی کے واسطے) اپنے مال کے ایک جز کی وصیت کی تھی۔ تو وارثوں سے کہدیا جائیگا کہ تم جتنا چاہو اُسے دیدو (کیونکہ جز مجہول ہے تھوڑے بہت سب کو شامل ہے) اگر کسی نے حقوق خداوندی کی چند وصیتیں کیں تو انمیں سے فرائض کو اور وصیتوں سے مقدم رکھا جائیگا برابر ہے کہ موصی نے (بیان کرنے میں) انکو پہلے بیان کیا ہو یا پیچھے بیان کیا ہو مثلاً حج۔ زکوٰۃ۔ کفارات (مقدم ہونگے) اور جو چیزیں واجب نہیں ہیں انمیں سے جسکو موصی نے پہلے بیان کیا ہوگا اُسی کو پہلے پورا کیا جائیگا اگر کسی نے (اپنی طرف سے) حج کرنے کی وصیت کی تھی تو اسی کے شہر (یعنی اسکی سکونت کی جگہ) سے حج بدل کرنیوالے کو روانہ کریں اور وہ سواری پر جائے پس اگر وصیت کا مال اتنا نہیں ہے جو خرچ کو کافی ہو تو جہاں سے حج ہو سکے وہیں سے کرا دیا جائے (اسوقت اسکے شہر سے بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے اگر کوئی شخص حج کو روانہ ہوا تھا اور رستہ میں مر گیا مگر اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کر گیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسکی طرف سے حج اسکی سکونت کی جگہ سے کیا جائے اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جہاں وہ مرا ہے وہیں سے کیا جائے لڑکے اور مکاتب کی وصیت درست نہیں ہے اگرچہ وہ اس قدر مال چھوڑ مرے کہ جو وصیت کو کافی ہو اور موصی کو (اپنی) وصیت سے پھر جانا جائز ہے اور جب کوئی صریح الفاظ کے ساتھ پھر گیا (یعنی صاف لفظوں میں یہ کہدیا کہ میں اپنی وصیت کو واپس لیتا ہوں) تو یہ پھر جانا محقق ہو جائیگا اور اگر وصیت (کرکے اس) کا انکار کرتا ہے تو یہ (امام محمدؒ کے نزدیک) پھرنا نہیں ہوگا۔ ف اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک چیز سے پھر جانا تو پہلے اس چیز کے ہونیکو مقتضی ہے اور ایک چیز کا انکار کرنا اسکے پہلے ہی سے نہ ہونیکو مقتضی ہے پس اگر انکار کو پھر جانا قرار دیا جائے تو پہلے وصیت کے ہونے اور نہ ہونے دونوں کو مقتضی ہوگا اور یہ محال ہے کہ ہو بھی اور نہ بھی ہو اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ بھی پھر جانا ہے اسکو مبسوط میں ذکر کیا ہے اور عیون کی روایت کے مطابق یہی ائمہ ثلثہ کا قول ہے لیکن متون سب امام محمد کے قول پر ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کما فی المجمع ترجمہ اگر کسی نے اپنے پڑوسیوں کیواسطے وصیت

کی تھی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ پڑوسی مراد ہوں گے جو (اس موصی کے مکان سے) ملے ہوئے ہوں (اور صاحبین کے نزدیک کل اہل محلہ مراد ہونگے) اگر کسی نے اپنے سسرال والوں کیواسطے وصیت کی تو یہ وصیت اُسکی بی بی کے ہر ذی رحم محرم کیواسطے ہوگی اگر کسی نے اپنے دامادوں کیواسطے وصیت کی تھی تو جو عورتیں اِس موصی کی ذی رحم محرم ہیں یہ وصیت اُن سب کے شوہروں کیواسطے ہوگی اور اگر کسی نے اپنے قرابتداروں کیواسطے وصیت کی (یعنی یہ کہدیا کہ میرا تہائی مال میرے قرابتداروں کو دیا جائے) تو یہ وصیت ان قرابتداروں کے لیئے ہوگی جو اسکے ذی رحم محرم میں سب سے زیادہ قریب ہونگے اور ماں باپ اور اُسکے بچے اسمیں شمار نہ ہونگے یہ وصیت دو اور دو سے زیادہ کے لیئے ہوگی ف انکو شمار نہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ قرابتداری کا لفظ اس آدمی پر بولا جاتا ہے جو کسی اور کے ذریعہ سے قریب ہوا ہو اور ماں باپ اصل قرابت ہیں اسی طرح اولاد بھی خود ہی قریب ہوتی ہے انمیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا اسلئے قرابتداری کا لفظ انکو شامل نہیں ہے اور دوسری دلیل انکے اسمیں شمار نہ ہونیکی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اقربین کا والدین پر عطف کیا ہے اور معطوف معطوف علیہ سے مغائر ہوتا ہے حاشیہ ترجمہ اور جب کسی نے یہی (یعنی اپنے قرابتداروں ہی کے واسطے) وصیت کی اور اسکے دو چچا اور دو ماموں ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ وصیت دونوں چچوں کے لئے ہوگی اور اگر ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو نصف مال (وصیت کا) ایک چچا کا ہوگا اور نصف دونوں ماموں کا اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ وصیت اُن سب کے واسطے ہوگی کہ جو اسلام میں اُسکے جد امجد کیطرف منسوب ہیں (یعنی اسکے جد امجد کی اولاد کہلاتے ہیں) اور اگر کسی نے کسی کیواسطے اپنے تہائی روپے یا اپنی تہائی بکریوں کے دینے کی وصیت کی تھی اور اُن بکریوں یا روپوں میں سے دو تہائی پھر تلف ہوگئے اور ایک ہی تہائی رہ گئے اور (سوائے ان روپوں یا بکریوں کے (اور) جو مال اسکا باقی رہ گیا ہے اس سب کو ملا کر یہ اُسکے تہائی میں نکل سکتے ہیں تو یہ بقیہ سب روپے اور بکریاں اس موصیٰ لہ کی ہونگی اگر کسی نے اپنے ایک تہائی کپڑوں کی وصیت کی تھی پھر انمیں سے دو تہائی کپڑے تلف ہوگئے اور ایک تہائی رہ گئے اور یہ اسکے کل باقیماندہ مال کی تہائی میں نکل سکتے ہیں تو یہ موصی لہ ان ہی کپڑوں کا مستحق ہوگا کہ جو تہائی رہ گئے ہیں ف یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب کپڑے مختلف قسم کے ہوں اور اگر سارے ایک ہی قسم کے ہیں تو وہ روپوں کے حکم میں ہیں حاشیہ ترجمہ اگر کسی نے کسی کے لیئے ایک ہزار روپیہ کی وصیت کی تھی اور اُسکا مال (دو قسم کا ہے یعنی) نقد بھی ہے اور لوگوں پر قرض بھی ہے تو اگر نقد روپیہ اتنا ہے کہ اُسکی تہائی میں سے ایکہزار روپیہ نکل سکتے ہیں تو موصی لہ کو اس نقد ہی میں سے دیدیئے جائینگے اور اگر اسکی تہائی میں سے نہیں نکل سکتے تو نقدی کی تہائی اُسے دیدی جائیگی اور جب کبھی قرض وصول ہوا کرے وہ اسمیں سے تہائی لے لیا کرے یہانتک کہ رفتہ رفتہ (اپنے) ایکہزار (روپے) پورے کرلے۔ حل کی

اور حمل کیواسطے وصیت کرنی جایز ہے لیکن اسوقت کہ جب وہ حمل وصیت کے دن سے لیکر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوجائے (اور اگر زیادہ میں ہو تو ناجائز ہے) اگر کسی نے کسی کے لئے ایک لونڈی کی وصیت کی اور حمل کو مستثنےٰ کرلیا تو یہ وصیت اور استثناء دونوں درست ہونگے (لونڈی موصی لہ کی ہوگی اور حمل موصی کے وارثوں کا) اگر کسی نے لونڈی کی وصیت کی تھی اور موصی لہ نے ابھی اسکو قبول نہیں کیا تھا کہ موصی کے مرنیکے بعد اس لونڈی کے بچہ پیدا ہوگیا پھر موصی لہ نے اسکو قبول کرلیا اور یہ دونوں (یعنی لونڈی اور اسکا بچہ (اس موصی کے) تہائی (مال) سے نکل سکتے ہیں تو یہ دونوں موصی لہ کے ہونگے اور اگر تہائی سے نہیں نکل سکتے تو صاحبین کے نزدیک کل مال کا تہائی اس بچہ اور لونڈی میں نصفا نصف دیا جائے ف یعنی اس بچے اور لونڈی کی قیمت کرکے باقی مال میں شامل کردیں اور پھر ان دونوں کی قیمت میں سے برابر لیکر موصی لہ کو دیدیں ترجمہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اول تہائی مال لونڈی سے پورا کریں اگر کچھ بچ رہے (یعنی لونڈی سے پورا نہ ہوسکے) تو وہ بچہ سے وصول کریں - اپنے غلام کی خدمت اور اپنے مکان کی سکونت کی وصیت کرنی جائز ہے جبکہ اس خدمت اور سکونت کی مدت معین ہو ف اسکی مثال یہ ہے کوئی یہ وصیت کرجائے کہ فلاں شخص میرے مکان میں برس روز یا دو برس رہے یا میرا غلام برس روز یا دو برس اسکی خدمت کرے تو اس مدت معین کے ساتھ یہ وصیت درست ہے ترجمہ اور یہ ہمیشہ کو جائز ہے (یعنی اگر کوئی اپنے غلام کی ساری عمر کی خدمت کی وصیت کردے تو یہ بھی درست ہے) پس اگر (اس موصی کے) تہائی مال سے نکل سکتا ہے تو اسکو خدمت کے لئے موصی لہ کے حوالہ کردیا جائے اور اگر سوائے اس غلام کے اور مال اسکے پاس نہیں ہے تو یہ غلام دو روز (اس موصی کے) وارثوں کی خدمت کرے اور ایکروز اس موصی لہ کی اور جب یہ موصی لہ مرجائیگا تو یہ غلام وارثوں ہی کا ہوجائیگا (یعنی موصی لہ کے وارثوں کا نہ ہوگا) اور اگر موصی لہ موصی (کے سامنے ہی یعنی اس) کی زندگی ہی میں مرگیا تو یہ وصیت باطل ہوجائیگی ف باطل ہونیکی یہ وجہ ہے کہ وصیت کا پورا ہوجانا موصی کے مرنے پر معلق ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وصیت کو قبول کرلینا وصیت کے درست ہونیکی شرط ہے اور قبول کی شرط یہ ہے کہ موصی کے مرنیکے بعد ہو اور جب موصی لہ اس سے پہلے ہی مرگیا تو یہ شرط معدوم ہوگئی لہذا اب مشروط کا وجود نہ ہوگا - حاشیہ ترجمہ اگر کسی نے فلاں کی اولاد کیواسطے وصیت کی یعنی یہ کہدیا کہ فلاں کی اولاد کو اتنا دینا) تو اس وصیت میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں برابر ہونگے (کیونکہ اولاد کا لفظ دونوں کو شامل ہے) اگر کسی نے فلاں کے وارثوں کیواسطے وصیت کی تو یہ وصیت انمیں آیۃ للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق ہوگی (یعنی عورت سے مرد کا حصہ دوچند ہوگا) اگر کسی نے (مثلاً) زید اور عمر کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تھی (یعنی یہ کہدیا تھا کہ ان دونوں کو

میرے مال میں سے تہائی دیدینا) اور عمرو اسوقت مرچکا تھا تو یہ تہائی مال سارا زید کا ہے ف اسکی وجہ یہ ہے کہ جو مرچکا ہے وہ موصی لہ نہیں ہوسکتا اسلیئے وہ اس زندہ کا مزاحم نہ ہوگا کہ جو موصی لہ ہوسکتا ہے جیسا کہ جب کوئی ایک آدمی اور ایک دیوار وغیرہ کے واسطے وصیت کردے تو یہ وصیت بھی ساری اس آدمی ہی کے لئے ہوتی ہے اسی وجہ سے کہ دیوار وغیرہ میں اسکی قابلیت نہیں ہے اسی مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب موصی کو عمرو کا مرنا معلوم نہ ہوگا تو زید کو اس تہائی مال کا نصف ملیگا کیونکہ موصی کے نزدیک عمرو کے لیئے یہ وصیت درست تھی اسلیئے کہ اسے اسکا مرنا معلوم نہ تھا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس زندہ یعنی زید کو تہائی کا نصف ہی دینے پر راضی ہوا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب اسے عمرو کا مرنا معلوم ہوجائے اور پھر وہ اسطرح وصیت کرے کیونکہ مردہ کے لئے وصیت کرنی لغو ہے لہذا معلوم ہوا کہ وہ اس زندہ ہی کو تہائی مال دینے پر راضی ہے۔ کذا فی الہدایہ ترجمہ اگر کسی نے یہ کہا (یعنی اسطرح وصیت کی) کہ میرا تہائی مال زید اور عمرو میں تقسیم کردینا اور زید مرچکا تھا تو عمرو کو تہائی کا نصف ملیگا (کیونکہ تقسیم کا لفظ اشتراک کے لیئے ہے اسلیئے گویا اسنے یہ وصیت کی ہے کہ ان دونوں کو تہائی کا نصف نصف دینا) اگر کسی نے (کسی کیواسطے) اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور اسوقت اسکے پاس کچھ مال نہیں تھا پھر وہ تندرست ہوگیا اور) اُسنے کچھ مال کمایا تو اب اُسکے مرنیکے وقت جو چیز اُسکی ملکیت ہوگی اُسکی ایک تہائی کا یہ موصی لہ مستحق ہوگا ف اسکے مستحق ہونے کا یہ سبب ہے کہ وصیت ایسا عقد ہے جو موت کے بعد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا حکم بھی موت کے بعد ہی ہوتا ہے اسلیئے مال کا ہونا موت کے وقت شرط ہے نہ کہ موت سے پہلے۔ حاشیہ

کتاب الفرائض

میراث کی تقسیم وغیرہ کا بیان

ترجمہ مردوں میں سے جنکے وارث ہونے پر اجماع ہے وہ دس ہیں۔ بیٹا۔ پوتا اگرچہ نیچے کا ہو (یعنی پڑپوتا وغیرہ ہو) باپ۔ دادا۔ اگرچہ بہت اوپر کا ہو (یعنی پڑدادا وغیرہ ہو) بھائی بھتیجا۔ چچا۔ چچا کا بیٹا۔ شوہر۔ آزاد کرنے والا اور عورتوں میں سے (جنکے وارث ہونے پر اجماع ہے) سات ہیں۔ بیٹی پوتی۔ ماں۔ سگی دادی یا نانی۔ بہن۔ بی بی۔ آزاد کرنیوالی۔ ف دادی یا نانی اور آزاد کرنیوالی کی میراث کا قرآن شریف میں ذکر میں ہے بلکہ انکی میراث ہونی حدیث سے ثابت ہوئی ہے کیونکہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک صحابی کی دادی یا نانی اپنی میراث لینے کے لیئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی تھی صدیق اکبر نے اُسے یہ جواب دیا کہ کتاب اللہ میں تیری میراث کا کہیں ذکر نہیں ہے لہذا

میں نہیں دلوا سکتا اسی وقت مغیرہ بن شعبہ صحابی کھڑے ہوئے اور یہ بیان کیا کہ میرے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ایک شخص کی دادی یا نانی آئی تھی تو اُس نے اپنی میراث کی درخواست دی تھی تو حضور انور نے اُسے چھٹا حصہ دلایا تھا صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی اُسے چھٹا حصہ دلا دیا اور آزاد کرنیوالی کی میراث کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ عورت اپنے آزاد کردہ اور اپنے لفیظ اور اپنے اُس بچہ کی وارث ہو سکتی ہے کہ جو زنا سے نہ ہو۔ جو ہرہ نیرہ ترجمہ چار آدمی وارث نہیں ہوتے (یعنی انھیں ورثہ نہیں پہونچتا) ایک غلام دوسرے قاتل اسکا ورثہ نہیں لے سکتا کہ جسکو اس نے قتل کر دیا ہو تیسرے مرتد (یعنی جو اسلام سے پھر گیا ہو) چوتھے غیر دین والا یعنی کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا) اور (وارثوں کے) وہ حصے جو قرآن شریف میں مقرر کئے گئے ہیں چھ ہیں آدھا۔ چوتھائی۔ آٹھواں۔ تہائی۔ دو تہائی چھٹا اور آدھا پانچ وارثوں کو ملتا ہے بیٹی کو اور پوتی کو لیکن پوتی کو اسوقت کہ جب صلبی بیٹی نہ ہو اور حقیقی بہن کو اور حقیقی بہن نہ ہو تو علاتی بہن کو (علاتی بہن وہ ہے جو باپ میں شریک ہو) اور شوہر کو اسوقت کہ جب میت کے بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا وغیرہ کوئی نہ ہو اور چوتھائی حصہ دو کے لئے ہے ایک شوہر کے لیئے اسوقت کہ جب میت کے بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا وغیرہ کوئی نہ ہو اور بی بی کے لیئے اُسوقت کہ جب میت کے اولاد نہ ہو نہ بیٹا ہو نہ پوتا وغیرہ ہو اور آٹھواں حصہ بیبیوں کے لیئے ہے جسوقت کہ میت کے (یعنی اُنکے شوہر کے) بیٹا یا پوتا ہو اور جن وارثوں کا اکیلے ہونیکی صورت میں آدھا حصہ مقرر ہے جسوقت وہ دو یا دو سے زیادہ ہونگے تو اُنکا حصہ دو تہائی ہوگا سوائے شوہر کے اور تہائی حصہ ماں کے لیئے اس صورت میں کہ میت کے نہ بیٹا ہو نہ پوتا وغیرہ ہو اور نہ اُسکے دو بھائی یا نہ دو بہنیں یا نہ اُنسے زیادہ ہوں اور ماں کیواسطے دو مسئلوں میں باقی کی تہائی مقرر ہے ایک مسئلہ تو یہ کہ شوہر اور ماں باپ وارث ہوں (یعنی اُنکے سوا اور کوئی بیٹا وغیرہ میت کے نہ ہو) دوسرا یہ کہ بی بی اور ماں باپ وارث ہوں ان دونوں صورتوں میں شوہر یا بی بی کو حصہ دینے کے بعد جو کچھ بچیگا اُسکی تہائی ماں کو ملیگی اور یہی تہائی حصہ اخیافی بھائی اور بہنوں کا ہوتا ہے خواہ دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں اسمیں مرد اور عورتیں (یعنی بھائی اور بہنیں) برابر ہیں اور چھٹا حصہ سات آدمیوں کے لئے ہے (یعنی) ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیئے جبکہ میت کے بیٹا یا پوتا ہو اور جب میت کے بھائی بہنوں میں سے دو یا دو سے زیادہ ہوں تو بھی چھٹا حصہ ماں کے لئے ہے اور دادی اور نانی اور دادا کے لیئے بھی چھٹا ہے جبکہ میت کے بیٹا یا پوتا ہو اور جب میت کے ایک بیٹی ہو اور پوتیں ہوں) تو بھی چھٹا حصہ پوتیوں کو ملتا ہے اور اگر میت کے ایک حقیقی بہن ہو (اور چند علاتی بہنیں ہوں) تو علاتی بہنوں کا بھی چھٹا حصہ ہے اور

اگر (فقط) ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو تو اسکا بھی چھٹا حصہ ہے اور ماں کے ہوتے دادیاں اور نانیاں ساقط ہوجاتی ہیں (یعنی میت کی ماں کے ہوتے انکو ورثہ نہیں پہونچتا) اور (جب میت کے باپ ہو تو) باپ کے ہوتے دادا اور بھائی اور بہنیں ساقط ہوجاتی ہیں اور اخیافی بہن بھائی چار (وارثوں) کے ہوتے ساقط ہوجاتے ہیں وہ چار یہ ہیں کہ میت کے بیٹا ہو یا پوتا ہو یا باپ ہو یا دادا ہو اور جب بیٹیوں کو پورا دو تہائی ملجائے تو (یعنی وہ دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں کیونکہ اس صورت میں انکا حصہ دو تہائی ہوتا ہے تو) پھر پوتیاں ساقط ہوجائینگی (انکو حصہ نہ ملیگا) ہاں اگر انکے ساتھ یا انسے نیچے کوئی لڑکا ہو یعنی انکا بھائی یا بھتیجا ہو) تو وہ انکو اپنے ساتھ عصبہ کرلیگا اور جب حقیقی بہنیں (اپنا) دو تہائی حصہ لیلیں تو پھر علاتی بہنیں ساقط ہوجائینگی (انکا حصہ ورثہ میں نہ ہوگا) ہاں اگر انکے ساتھ انکا بھائی بھی ہو تو وہ انھیں عصبہ کرلیگا

باب العصبات

عصبوں کا بیان

ترجمہ عصبوں میں سب سے زیادہ قریب بیٹے ہوتے ہیں پھر انکے بیٹے (یعنی اگر میت کے بیٹے نہ ہوں اور پوتے ہوں تو وہ عصبے ہیں اگرچہ بہت دور کے یعنی پڑپوتے وغیرہ ہوں) پھر باپ پھر دادا پھر باپ کے بیٹے یعنی میت کے بھائی (اگر یہ بھی نہوں تو) پھر دادا کے بیٹے یعنی میت کے چچے (تائے اگر یہ بھی نہ ہوں تو) پھر باپ کے دادا کے بیٹے (یعنی میت کے باپ کے چچے تائے) اور جب باپ کے بیٹے درجہ میں برابر ہوں تو انمیں سے زیادہ مستحق وہ ہوگا کہ جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے (میت کا بھائی) ہو (مقصود یہ ہے کہ حقیقی بھائی علاتی بھائی پر مقدم ہوگا) اور جب (میت کا) بیٹا اور پوتا اور بھائی اپنی اپنی بہنوں کے ساتھ ہوں تو انمیں مال کی تقسیم آیۃ للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق ہوگی (یعنی مرد کو عورت سے دونا حصہ ملیگا) اور ان تینوں کے سوا جو اور قسم کے عصبے ہوں انمیں میراث مردوں ہی کو ملتی ہے عورتوں کو (یعنی انکی بہنوں کو) میراث نہیں ملتی اور جب کسی کے نسبی عصبہ نہ ہو تو اسکا آزاد کرنیوالا مولیٰ عصبہ ہے پھر مولیٰ کے عصبوں میں جو سب سے زیادہ قریب ہو

باب الحجب

محجوب ہونیکا بیان

ف لغت میں حجب کے معنے منع کے ہیں اور علماء فرائض کی اصطلاح میں حجب اسے کہتے ہیں کہ ایک خاص شخص دوسرے کے ہونیکی وجہ سے میراث سے محروم ہوجائے اگر کل میراث سے محروم ہو تو اسکا نام حجب الحرمان ہے اور اگر میراث کے کسی حصہ سے محروم ہو مثلاً تہائی کے ملنے کی جگہ چھٹا حصہ ملنے لگے تو اسکو حجب النقصان کہتے ہیں حاشیہ ترجمہ میت کے

بیٹا یا پوتا یا دو بھائی ہونیکے سبب میت کی ماں تہائی حصہ سے چھٹے حصہ کیطرف محجوب ہوجاتی ہے (یعنی انکے رہتے ماں کو تہائی کی جگہ چھٹا حصہ ملتا ہے) اور بیٹیوں کو حصہ دینے کے بعد جو ترکہ باقی رہے وہ پوتوں اور پوتیوں کو اسطرح ملتا ہے کہ ہر مرد کا عورت سے دونا حصہ ہے اور جو حقیقی بہنوں کو حصہ دینے کے بعد باقی رہے وہ علاتی بھائیوں اور بہنوں میں بھی اسیطرح تقسیم ہوتا ہے اور جب کسی نے ایک بیٹی اور چند پوتے پوتیاں چھوڑیں تو بیٹی کا نصف ہے اور باقی پوتے پوتیوں کا ہے اسطرح کہ مرد کو عورت سے دونا حصہ ہے علیٰ ہذا القیاس (میت کی) حقیقی بہن کو حصہ دینے کے بعد جو باقی رہے وہ (اسکے) علاتی بھائیوں اور بہنوں میں اسی طرح تقسیم ہوگا اور اگر کسی نے چچازاد دو بھائی (عصبے) چھوڑے جنمیں ایک اسکا اخیافی بھائی ہے تو پہلے اس اخیافی بھائی کو وہ چھٹا حصہ ملیگا جو اسکے لیئے مقرر ہے پھر باقی مال ان دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوجائیگا۔ اگر کسی عورت نے ایک شوہر اور ایک ماں یا ایک نانی اور چند بھائی اخیافی اور چند بھائی حقیقی چھوڑے تو شوہر کو نصف اور ماں یا نانی کو چھٹا حصہ اور اخیافی بھائیونکو تہائی مال ملیگا اور حقیقی بھائیوں کو کچھ نہ ملیگا ف اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ کا قول یہ ہے کہ اخیافی اور حقیقی بھائی برابر ہیں لہذا انکو نصفا نصف ملنا چاہیئے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے شوہر کا نصف ماں کا چھٹا اور اخیافی بھائیونکا تہائی حصہ ذوی الفروض ہونیکی حیثیت سے مقرر کردیا ہے اور کل مال انھی حصوں میں تقسیم ہوجاتا ہے باقی کچھ نہیں رہتا جو عصبوں تک پہونچے حاشیہ

باب الرد

(بچے ہوئے مال کو) پھیر نیکا بیان

ف مصنف نے ذوی الفروض عصبوں اور حجب کو بیان کرکے رد کا بیان شروع کیا ہے اور (فرائض میں) رد عول کی ضد ہے کیونکہ عول سے ذوی الفروض کے حصے کم کئے جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھایا جاتا ہے اور رد سے حصے زیادہ کئے جاتے ہیں اور اصل مسئلہ گھٹایا جاتا ہے۔ حاشیہ ترجمہ ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد جو مال بچے وہ بھی انھی حصہ والوں کو انکے حصونکے موافق دیدیا جائیگا سوائے میاں بی بی کے (کہ انکو انکے مقررہ حصہ سے زیادہ نہیں دیا جاتا) اور قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا (مثلاً اگر بیٹے نے باپ کو قتل کردالا تو اس قتل کے سبب یہ باپ کی میراث سے محروم ہوجائیگا) اور کفر (سب قسم کا) ایک ہی مذہب ہے اسکے سبب سے کافر (آپس میں) ایک دوسرے کے وارث ہونگے (اگرچہ مختلف مذاہب کے ہوں) اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلمان کا اور مرتد کا مال اسکے مسلمان وارثونکا ہے (یعنی اسلام سے پھرنیوالا جو مال چھوڑ کے مرجائے وہ اسکے مسلمان وارثوں کو ملیگا) اور جو اسنے مرتد ہونیکی حالت میں کمایا ہے وہ فئے کے حکم میں ہے (فئے کے احکام کتاب السیر میں مذکور ہوچکے ہیں) اگر بہت سے

آدمی ڈوب کر یا دیوار (وغیرہ) سے دبکر مرجائیں اور یہ نہ معلوم ہو کہ انمیں سے پہلے کون مرا ہے تو ہر شخص کا مال اسکے زندہ وارثوں کو ملیگا (یعنی مرنیوالوں میں سے کسی کو کسی کا وارث نہ بنایا جائیگا) اور جب ایک مجوسی کی ایسی دو قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ دونوں دو شخصوں میں ہوتیں تو ایک دوسرے کا وارث ہوجاتا تو ان دونوں کے ذریعہ سے یہ مجوسی بھی وارث ہوجائیگا اور مجوسیوں کو ان فاسد نکاحوں کے سبب سے میراث نہ ملیگی کہ جنکو وہ اپنے دین میں حلال سمجھتے ہیں ف اسکی وجہ یہ ہے کہ فاسد نکاح مسلمانوں میں توارث کو ثابت نہیں کرتا لہذا وہ مجوس میں بھی اسکو ثابت نہ کریگا بخلاف انساب کے۔ حاشیہ ترجمہ ولد الزنا کا عصبہ اور لعان والی عورت کا عصبہ ان دونوں کی ماں کا مولی ہے۔ اگر کسی میت کی عورت حاملہ ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسکا مال اسوقت تک تقسیم نہ ہوگا کہ اُسکی عورت کو وضع حمل ہوجائے اور میراث میں امام موصوف کے نزدیک دادا بھائیوں پر مقدم ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک دادا کو بھائیوں کے برابر حصہ ملیگا ہاں اگر برابر تقسیم کرنیمیں دادا کو تہائی سے کم پہونچے تو وہ بھائیوں کا شریک نہ ہوگا اور جب کسی میت کے کئی دادیاں یا نانیاں ہوں تو انمیں چھٹا حصہ اُسکو ملیگا جو سب سے قریب ہو اور دادا اپنی ماں کو محجوب کردیتا ہے اور نانی کی ماں وارث نہیں ہوتی (کیونکہ یہ جدۂ فاسدہ ہے اور جدہ فاسدہ کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے) اور ہر جدہ اپنی ماں کو محجوب کردیتی ہے

باب ذوی الارحام

ذوی الارحام کا بیان

ف لغت میں ذی رحم کے معنے مطلقاً رشتہ دار کے ہیں اور شریعت میں اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جسکا کوئی حصہ قرآن میں یا حدیث میں یا اجماع امت میں مقرر نہ ہو اور نہ وہ عصبہ ہو شریفیہ میں اسطرح ہے ترجمہ جب میت کے کوئی عصبہ اور ذوی الفروض نہ ہو تو اسکے ذوی الارحام وارث ہونگے اور وہ دس (قسم) کے ہیں بیٹی کی اولاد جنمیں لڑکی کی اولاد بھتیجی۔ چچا کی بیٹی۔ ماموں کی بیٹی خالہ کی بیٹی۔ نانا۔ ماں کا چچا پھوپھی۔ اخیافی بھائی کی اولاد اور جو انکے ذریعہ سے میت کے رشتہ دار ہوں اور ان سب میں مقدم وہ ہے جو میت کی اولاد ہو (جیسے نواسے) پھر وہ جو میت کے ماں باپ کی یا ان دونوں میں سے ایک کی اولاد ہو اور وہ بھتیجیاں اور بہنوں کی اولاد ہے پھر میت کے والدین کے والدین کی اولاد یا ان دونوں میں سے ایک کی اولاد ہے اور وہ ماموں اور خالائیں اور پھوپھیاں ہیں اور جب باپ کی اولاد درجہ میں برابر ہو تو انمیں مقدم وہ ہے جو کسی وارث کے ذریعہ سے میت کا زیادہ قریب ہو۔ اور جو زیادہ قریب کا رشتہ دار ہو وہ دور کے رشتہ دار پر مقدم ہے اور نانا بھائی بہن کی اولاد پر مقدم ہے اور ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد جو باقی بچے اور کوئی عصبہ نہو تو اُسکا سب سے زیادہ حقدار آزاد کرنیوالا ہے) اس صورت میں ذوی الارحام کو نہ ملیگا) اور مولی الموالات وارث ہوتا ہے (مولی

الموالات کا بیان باب ولا میں ہو چکا ہے) اگر کسی آزاد شدہ نے اپنے آزاد کرنیوالے کا باپ اور بیٹا چھوڑا (یعنی آزاد کرنیوالا پہلے ہی مر چکا ہے اور اب اسکا باپ اور بیٹا موجود ہے) تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اسکا مال بیٹے کا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چھٹا حصہ باپ کا ہے اور باقی بیٹے کا اور اگر اسنے آزاد کرنیوالے کا دادا اور ایک بھائی چھوڑا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مال دادا کا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مال دونوں کا ہے اور ولا کا بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہیں ہے

باب حساب الفرائض

فرائض کے حساب کا بیان

ترجمہ جب مسئلہ میں دو نصف ہوں (مثلاً میت نے ایک شوہر اور ایک حقیقی یا علاتی بہن چھوڑی ہو) یا ایک نصف اور باقی ہو (مثلاً ایک شوہر اور چچا چھوڑے ہوں) تو اسکا اصل مسئلہ دو سے ہوگا اور اگر اس میں ایک تہائی اور باقی ہو (مثلاً ماں اور چچا وارث ہوں) یا دو تہائی اور باقی ہو (مثلاً دو بیٹیاں اور چچا وارث ہوں) تو اصل مسئلہ تین سے ہوگا اور اگر اس میں ایک چوتھائی اور باقی ہو (مثلاً ایک بی بی اور عصبہ ہو) یا ایک چوتھائی اور نصف ہو (مثلاً شوہر اور ایک بیٹی وارث ہو) تو اصل مسئلہ چار سے ہوگا اور اگر اس میں ایک آٹھواں اور باقی ہو (مثلاً بی بی اور ایک بیٹا وارث ہو) یا آٹھواں اور نصف ہو (مثلاً بی بی اور ایک بیٹی وارث ہو) تو اصل مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر اس میں نصف اور تہائی ہے (مثلاً ماں اور ایک حقیقی بھائی وارث ہے) یا نصف اور چھٹا حصہ ہے (مثلاً ماں اور ایک بیٹی وارث ہیں تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہ (ضرورت کے وقت) سات - آٹھ - نو - دس تک عول ہو سکتا ہے ف عول سے مقصود یہ ہے کہ جب اصل مسئلہ سے سب وارثوں کو پورا پورا حصہ نہ پہونچ سکے تو بقدر ضرورت اصل مسئلہ کو بڑھا لیا جائے مثلاً اگر ایک شوہر اور دو بہنیں وارث ہیں تو شوہر کو نصف اور بہنوں کو دو تہائی دینا چاہیئے اور چھ کا نصف تین اور اسکے دو تہائی چار ہوتے ہیں پس یہ اصل مسئلہ تو چھ سے ہے اور ضرورت کے سبب سے اسکا سات کی طرف عول ہو جائیگا علی ہذا القیاس چھ کا دس تک عول ہو سکتا ہے ترجمہ اور اگر چوتھائی کے ساتھ ایک تہائی یا چھٹا حصہ ہے تو اسکا اصل مسئلہ بارہ سے ہے اور یہ تیرہ پندرہ سترہ کی طرف عول ہو جاتا ہے اور جب آٹھویں کیساتھ دو حصے یا دو تہائی ہوں تو اسکا اصل مسئلہ چوبیس سے ہے اور یہ (ضرورت کے وقت) ستائیس کی طرف عول ہو جاتا ہے اور جب (اصل) مسئلہ وارثوں پر پورا پورا تقسیم ہو جائے تو وہ صحیح مسئلہ ہے اسمیں عول وغیرہ کسی کی حاجت نہیں ہے اور اگر ان میں سے کسی فریق کے حصے انپر پورے پورے تقسیم نہ ہوں تو اس فریق کے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب

دیا جائے اور اگر اس مسئلہ میں عول ہوا ہو تو جس عدد میں عول ہوا ہے اس میں ضرب دیا جائے پھر جو حاصل ضرب ہو اس سے صحیح مسئلہ ہوگا مثلاً کسی نے ایک زوجہ اور دو بھائی وارث چھوڑے ہیں تو چوتھائی مال زوجہ کا ہے اور باقی دونوں بھائیوں کا مگر وہ باقی تین حصے ہیں اور وہ ان دونوں پر منقسم نہیں ہوئے لہٰذا دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دو یہ آٹھ ہو جائینگے اور اس سے مسئلہ صحیح ہوگا (کہ زوجہ کو دو سہام اور ہر بھائی کو تین سہام) پس اگر وارثوں کے سہام اور انکے اعداد میں توافق ہو تو انکے عدد کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دو مثلاً ایک زوجہ اور چھ بہنیں (وارث) ہیں تو چوتھائی زوجہ کا ہے اور (باقی کے) تین سہام بہنوں کے ہیں جو ان پر (برابر) تقسیم نہیں ہوتے اور تین اور چھ میں توافق ہے تو چھ کے وفق یعنی دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دینگے اور حاصل ضرب سے صحیح مسئلہ ہوگا پس اگر دو فریق کے یا زیادہ کے سہام انپر (پورے) منقسم نہ ہوں تو ایک فریق (کے عدد) کو دوسرے (فریق کے عدد) میں ضرب دو پھر حاصل ضرب کو تیسرے فریق (کے عدد) میں پھر اس آخری حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ف اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو زوجہ۔ پانچ دادیاں۔ تین اخیافی بہنیں۔ ایک چچا وارث ہیں اور اصل مسئلہ بارہ سے ہے جس میں سے چوتھائی یعنی تین سہام دونوں عورتوں کے اور چھٹا حصہ دو سہام دادیوں کے اور ایک تہائی یعنی چار سہام تینوں بہنوں کے اور باقی یعنی تین سہام چچا کے۔ اس صورت میں دونوں عورتوں اور دادیوں اور بہنوں کے پورے حصہ نہیں بٹتے پس ایک فریق یعنی عورتوں کے عدد دو کو دوسرے فریق یعنی دادیوں کے عدد پانچ میں ضرب دینگے جس سے حاصل ضرب دس ہوئے پھر اس حاصل ضرب دس کو تیسرے فریق یعنی بہنوں کے عدد تین میں ضرب دینگے اس سے حاصل ضرب تیس ہوں گے پھر تیس کو اصل مسئلہ یعنی بارہ میں ضرب دیں گے اب سہام تین سو ساٹھ ہو جائیں گے اور اس سے یہ مسئلہ صحیح ہوگا۔ حاشیہ ترجمہ اور اگر (دونوں فریق کے) اعداد مساوی ہیں تو ان میں سے ایک کو دوسرے میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں مثلاً دو زوجہ اور دو بھائی (وارث) ہیں تو دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دو ف اس صورت میں اصل مسئلہ چار سے ہے جس میں سے چوتھائی یعنے ایک سہام دونوں زوجہ کا جو ان پر پورا نہیں بٹتا اور باقی یعنی تین سہام دونوں بھائیوں کے اور یہ بھی ان پر پورے تقسیم نہیں ہوتے پس دو کو اصل مسئلہ یعنی چار میں ضرب دو آٹھ ہو جائیں گے جس میں سے دو سہام دونوں عورتوں کے اور چھ سہام دونوں بھائیوں کے۔ حاشیہ ترجمہ اور اگر ایک فریق کا عدد دوسرے فریق کے عدد کا جز ہو تو بڑے عدد کو ضرب دینا کافی ہے مثلاً چار عورتیں اور دو بھائی وارث ہیں تو جب تم نے چار کو ضرب دیا پھر دو کو ضرب دینے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر دونوں فریق کے عددوں میں توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں مثلاً

چار زوجہ۔ ایک بہن اور چچا چچا (وارث) ہیں اور چھ اور چار میں توافق بالنصف ہے دو عددوں میں توافق ہونے کے یہ معنے ہیں کہ ان میں کا چھوٹا عدد بڑے کو پورا تقسیم نہ کرے ہاں کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو پورا تقسیم کردے مثلاً چار اور چھ میں دو کا عدد ایسا ہے کہ ان دونوں کو نصفا نصف تقسیم کردیتا ہے بس اسی کا نام توافق بالنصف ہے۔ حاشیہ ترجمہ تو ان دونوں (یعنی چھ اور چار) میں سے ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب دو پھر (حاصل ضرب کو) اس مسئلہ میں ضرب دو یہ اڑتالیس ہو جائیں گے اور یہ مسئلہ صحیح ہوگا پس جب مسئلہ صحیح ہو جائے تو پھر ہر وارث کے سہام کو ترکہ میں ضرب دو اور جو حاصل ضرب ہو اس کو اس عدد پر تقسیم کرو جس سے مسئلہ صحیح ہوا ہے اس طرح کرنے سے ہر وارث کا حق نکل آئیگا۔ اور اگر (ایسی صورت ہو کہ) ابھی ترکہ تقسیم نہیں ہوا تھا یہانتک کہ ایک وارث مرگیا اب اگر اس کا وہ حصہ جو پہلی میت سے اس کو پہونچتا تھا اس کے وارثوں کے عدد پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے تو یہ دونوں مسئلے اسی عدد سے صحیح ہوں گے جس سے پہلا مسئلہ صحیح ہوا تھا اور اگر وہ پورا منقسم نہیں ہوتا تو اس دوسری میت کا فریضہ (یعنی فرائض کا مسئلہ) اس طریقہ سے صحیح ہوگا جو ہم نے اب ذکر کیا ہے اور اگر دوسری میت کے سہام اور جس سے فریضہ صحیح ہوا ہے ان دونوں میں توافق نہیں ہے تو ایک مسئلہ کو دوسرے میں ضرب دو اور اگر ان کے سہام میں توافق ہے تو دوسرے مسئلہ کے وفق کو پہلے مسئلہ میں ضرب دو (پھر اس سے جو حاصل ضرب ہو اسی سے یہ دونوں مسئلے صحیح ہوں گے ف اس مسئلے کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کے دو بھائی اور ایک شوہر وارث تھے مسئلہ چار سے صحیح ہوتا تھا پھر شوہر مرگیا اور اس نے چار بیٹے چھوڑے یہ اصل مسئلہ بھی چار سے ہوتا ہے اور ان دونوں میں توافق بالنصف تو اب ان کے نصف عدد کو یعنی دو کو دوسرے کے کل میں ضرب دو یہ آٹھ ہو جائینگے دونوں مسئلے اسی سے صحیح ہوں گے چار سہام دونوں بھائیوں کے اور چار سہام شوہر کے بیٹوں کے۔ حاشیہ ترجمہ اور جس وارث کو پہلے مسئلہ سے کچھ ملا ہو وہ اس میں ضرب دیا جائے جس سے دوسرا مسئلہ صحیح ہوا ہے اور جس کو دوسرے مسئلے سے کچھ ملا ہو وہ دوسری میت کے ترکہ کے وفق میں ضرب دیا جائے اور جب مناسخہ کا مسئلہ صحیح ہو جائے اور تم وہ معلوم کرنا چاہو جو درہموں (وغیرہ) کے حساب سے ہر (حصہ دار) وارث کو پہونچتا ہے تو جس (عدد) سے مسئلہ صحیح ہوا ہے اُسے اڑتالیس پر تقسیم کرو پھر جو خارج قسمت ہو ہر وارث کے سہام سے اسکا حصہ لے لیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب فقط۔

(جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری بحق مطبع محفوظ ہیں)

خاتمۃ الطبع

اسلام کے دلدادہ اور جانثار کروروں ہیں۔ مگر ہزاروں لاکھوں کو روزمرہ کے مسائل کی خبر تک نہیں جس طرح چاہا عمل درآمد کیا کسی کا چھجوا اور بدوانام ہے کہیں شادی اور مرنے میں مکروہ اور ناجائز رسمیں ہو رہی ہیں کہیں تجارت اور معاملات میں خلافِ شرع لین دین جاری ہے کوئی ایسا ہی معاملہ پڑا جسمیں بھائی بندوں کو دکھلانا منظور ہوا تو جھٹ ایک اُلٹا سیدھا سوال لکھوا کر مطلب کا فتویٰ لے لیا فتویٰ سوال پر ہوتا ہے بیچارے مفتی کو کیا خبر کہ سوال میں کیا بھید ہے۔ جو صورت سوال کی مفتی کے سامنے ہوئی اُسی صورت پر مفتی نے جواب لکھدیا۔ پھر بجز دو ایک جگہ کے فتوے کا کامل اور مکمل انتظام نہیں کہ فتویٰ وقت پر ملجائے انتظار ہی انتظار میں معاملہ بھی ختم ہوگیا۔ مگر فتویٰ نہیں پہنچا۔ اسلیے خیال ہوا کہ اُردو میں فقہ اور حدیث کی کتابوں کے سلیس ترجمہ روزمرہ کی مسائل کے لیے شائع کردیں جس سے ہر طرح کی واقفیت اور معلومات مسلمانوں کو حاصل ہو اور خلاف شریعت مسلمان ناجائز طریقے اختیار کرنیکے مرتکب نہ ہونے پائیں۔ جو وقت لغو اور فضول قصہ کہانی اور ناول وغیرہ میں صرف کرتے ہیں وہ وقت اپنے دین کی کتابوں اور دینی معلومات حاصل کرنے میں صرف کریں۔ اللہ جل شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ترجمۂ قدوری مسمّٰی بہ اشراق نوری باہتمام راجی رحمۃ ربہ العلی السمیع محمد شفیع عفا عنہ اللہ تعالےٰ خلف الرشید حاجی محمد سعید صاحب مالک مطبع مجیدی کانپور مین بماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۱۲ھ مین چھپکر شائع ہوا جو حضرات کہ اس سے فائدہ اُٹھائیں وہ مترجم اور شائع کنندہ کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں خدائے کریم اس محجمہ کو قبول انام فرمائے اور مسلمانوں کو توفیق نیک عطا فرمائے آمین ثم آمین

۲۹۷۵۳۶۱ ۱
آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

کتب خانہ

جامعہ عثمانیہ

۱۔ [illegible]

[illegible]

۲۔ [illegible]

[illegible]

۳۔ [illegible]

[illegible]

۴۔ [illegible]

[illegible]

۵۔ [illegible]

[illegible]

۶۔ [illegible]

[illegible]

۷۔ [illegible]

[illegible]

۸۔ [illegible]

[illegible]

۹۔ [illegible]

[illegible]